

روحانی خزائن

تصنیفات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

۲۱

روحانی خزائن

مجموعہ کتب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
مسح موعود و مہدی معبود علیہ السلام
(جلد بیست و یکم)

Ruhaani Khazaa'in

(Volume 21)

Collection of the books of Hazrat Mirza Ghulam Ahmad of Qadian,
The Promised Messiah and Mahdi (1835-1908), peace be upon him.
Volumes 1-23

© Islam International Publications Ltd.

First Published in Rabwah, Pakistan in the 1960s

Reprinted in the UK in 1984

Reprinted in 1989

Second edition (with computerized typesetting) published in 2008

Reprinted in the UK in 2009

Published in Qadian, India in 2008 (Vol. 1-10)

Present edition published in the UK in 2021

Published by:

Islam International Publications Ltd

Unit 3, Bourne Mill Business Park,

Guildford Road, Farnham, Surrey, GU9 9PS UK

Printed in Turkey at:

Levent Offset

ISBN: 978-1-84880-134-9 (Set Vol. 1-23)

10 9 8 7 6 5 4 3 2 1



حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب
کے مطالعہ کے متعلق

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس
ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا

احباب جماعت کے نام

پیغام

روحانی خزائن کے کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن ۲۰۰۸ء

کی اشاعت کے موقع پر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ
وَعَلٰی عِبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
هوالتناصر



لندن

10-8-2008

پیغام

وہ خزان جو ہزاروں سال سے مدفون تھے اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار اللہ تعالیٰ نے وَآخِرِينَ مِنْهُمْ کے مصداق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس زمانے کے امام اور مہدی کے طور پر مبعوث فرمایا کہ تا اس کی توحید کا دنیا میں بول بالا ہو اور ہمارے پیارے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور قرآن کریم کی صداقت دنیا پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

قرآن کریم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہی وہ زمانہ تھا کہ جب اسلام کی اشاعت اور تبلیغ ساری دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے سامان اس خدائے قادر مطلق نے پہلے سے مقرر کر رکھے تھے۔ اسی لئے اس زمانے میں سائنسی ایجادات اتنی تیزی اور کثرت سے ہوئی ہیں کہ انسانی عقل وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا کے مصداق حیران ہو جاتی ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ جس کے بارے میں وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ کی پیشگوئی فرما کر یہ بتلا دیا کہ اس زمانے میں ایسی ایسی ایجادات ہوں گی کہ کتابوں اور رسالوں کی نشر و اشاعت عام ہو جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”اور نشر صحف سے اس کے وسائل یعنی پریس وغیرہ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ نے ایسی قوم کو پیدا کیا جس نے آلات طبع ایجاد کئے۔ دیکھو کس قدر

پر لیس ہیں جو ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تا وہ ہمارے کام میں ہماری مدد کرے اور ہمارے دین اور ہماری کتابوں کو پھیلانے اور ہمارے معارف کو ہر قوم تک پہنچانے تا وہ ان کی طرف کان دھریں اور ہدایت پائیں۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۴۷۳)

ایک اور کتاب میں آپ فرماتے ہیں:

”کامل اشاعت اس پر موقوف تھی کہ تمام ممالک مختلفہ یعنی ایشیا اور یورپ اور افریقہ اور امریکہ اور ابدی دنیا کے انتہائی گوشوں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی تبلیغ قرآن ہو جاتی اور یہ اس وقت غیر ممکن تھا بلکہ اس وقت تک تو دنیا کی کئی آبادیوں کا ابھی پتا بھی نہیں لگا تھا اور دور دراز سفروں کے ذرائع ایسے مشکل تھے کہ گویا معدوم تھے..... ایسا ہی آیت **وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ** اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور ہدایت کا ذخیرہ کامل ہو گیا مگر ابھی اشاعت ناقص ہے اور اس آیت میں **جَوْ مِنْهُمْ** کا لفظ ہے وہ ظاہر کر رہا تھا کہ ایک شخص اس زمانہ میں جو تکمیل اشاعت کے لئے موزوں ہے مبعوث ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں ہوگا..... اس لئے خدا تعالیٰ نے تکمیل اشاعت کو ایک ایسے زمانہ پر ملتوی کر دیا جس میں قوموں کے باہم تعلقات پیدا ہو گئے اور برّی اور بحری مرکب ایسے نکل آئے جن سے بڑھ کر سہولت سواری کی ممکن نہیں۔ اور کثرت مطابح نے تالیفات کو ایک شیرینی کی طرح بنا دیا جو دنیا کے تمام مجمع میں تقسیم ہو سکے۔ سو اس وقت حسب منطوق آیت **وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ** اور حسب منطوق آیت **قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور

مطالع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہو گئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لئے بدل و جان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لائیے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں تمام کافہ ناس کے لئے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور ان تمام حجّت کے لئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں۔ مگر میں ملک ہند میں آؤں گا۔ کیونکہ جوش مذاہب و اجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل و نحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے۔“

(تحفہ گولڈ ویہ، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۲۶۰-۲۶۳)

سو اس زمانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ساری دنیا تک پہنچانے اور اسلام کی سچائی کو ساری دنیا پر ثابت کرنے اور خدائے واحد و یگانہ کی توحید کا پرچار کرنے کے لئے اسلام کا یہ بطل جلیل، جری اللہ، سیف کا کام قلم سے لیتے ہوئے قلمی اسلحہ پہن کر سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اتر اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا ایسا کرشمہ دکھایا کہ ہر مخالف کے پر نیچے اڑا دیے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا پرچم پھر سے ایسا بلند کیا کہ آج بھی اس کے پھریرے آسمان کی رفعتوں پر بلند سے بلند تر ہو رہے ہیں اور ساری دنیا پر اسلام کا یہ پیغام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے ذریعہ پھیل رہا ہے اور پھیلتا رہے گا۔ مسیح محمدی کی زندگی بخش تحریرات کی ہی یہ برکت ہے کہ ایک جہان روحانی اور جسمانی احیاء کی نوید سے مستفیض ہو رہا ہے اور صدیوں کے مردے ایک دفعہ پھر زندہ ہو رہے ہیں اور ایسا کیوں

نہ ہوتا کہ اسلام کی گزشتہ تیرہ صدیوں میں صرف آپ کا ہی کلام ایسا تھا جسے کبھی خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے ”مضمون بالا رہا“ کی سند نصیب ہوئی تو کبھی الہاماً یہ نوید عطا ہوئی کہ:

”در کلام تو چیزے است کہ شعراء را در آن دخل نیست۔ کلام اُفصَحَتْ مِنْ لَدُنِّ رَبِّ
کَرِيمٍ“۔ (کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۲۲۔ تذکرہ صفحہ ۵۰۸)

ترجمہ: ”تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں ہے۔ تیرا کلام خدا کی طرف سے فصیح کیا گیا ہے۔“ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۶)

چنانچہ ایسی ہی عظیم الہی تائیدات سے طاقت پا کر آپ فرماتے ہیں:

”میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشی ہے۔“ (ازالہ ابہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۰۳)

ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں:

”میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پر داری کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے۔“ (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۳۴)

پس یہ آپ کی دلی خواہش تھی کہ وہ آب حیات جو آپ کے مبارک قلم سے آپ کی کتابوں کی شکل میں دنیا کی روحانی اور علمی پیاس بجھانے کے لئے نکلا ہے اس سے سارا عالم فیضیاب ہو۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں۔ اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔ لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لئے آب حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا۔“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۰۴)

عزیزو! یہی وہ چشمہ رواں ہے کہ جو اس سے پئے گا وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا اور ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی یفیض المال حتی لا یقبلہ احد (ابن ماجہ) کے مطابق یہی وہ مہدی ہے جس نے حقائق و معارف کے ایسے خزانے لٹائے ہیں کہ انہیں پانے والا کبھی ناداری اور بے کسی کا منہ نہ دیکھے گا۔ یہی وہ روحانی خزانے ہیں جن کی بدولت خدا جیسے قیمتی خزانے پر اطلاع ملتی ہے اور اس کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔ ہر قسم کی علمی اور اخلاقی، روحانی اور جسمانی شفا اور ترقی کا زینہ آپ کی یہی تحریرات ہیں۔ اس خزانے سے منہ موڑنے والا دین و دنیا، دونوں جہانوں سے محروم اٹھنے والا قرار پاتا ہے اور خدا کی بارگاہ میں متکبر شمار کیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا۔ اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے۔“

(سیرت المہدی جلد اول حصہ دوم صفحہ ۳۶۵)

اسی طرح آپ نے فرمایا کہ:

”وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے

نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تاکہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔“

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۳)

پھر آپ نے ایک جگہ یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

”سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔“

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۶۱)

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس امام مہدی اور مسیح محمدی کو ماننے کی توفیق ملی اور ان روحانی خزائن کا ہمیں وارث ٹھہرایا گیا۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں تاکہ ہمارے دل اور ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہو جائیں کہ جس کے سامنے دجال کی تمام تاریکیاں کا فور ہو جائیں گی۔ اللہ کرے کہ ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیاں ان بابرکت تحریرات کے ذریعہ سنوار سکیں اور اپنے دلوں اور اپنے گھروں اور اپنے معاشرہ میں امن و سلامتی کے دئے جلانے والے بن سکیں اور خدا اور اس کے رسول کی محبت اس طرح ہمارے دلوں میں موجزن ہو کہ اس کے طفیل ہم کل عالم میں بنی نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کی شمعیں فروزاں کرتے چلے جائیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

حزب مسیحی

خليفة المسيح الخامس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض ناشر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی ہدایات اور راہنمائی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ تصانیف کا سیٹ ”روحانی خزائن“ پہلی بار کمپیوٹرائزڈ شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سیٹ کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تاکیدی ارشاد کی تعمیل میں ہر کتاب فسٹ ایڈیشن کے عین مطابق رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک سے زائد ایڈیشن چھپے ہیں تو آخری ایڈیشن کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

۲۔ پورے سیٹ میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ صفحہ کی سائیز پر ایڈیشن اول کا صفحہ نمبر دیا گیا ہے۔

۳۔ ایڈیشن اول میں اگر سہو کتابت واقع ہوا ہے تو متن میں اس لفظ کو اسی طرح کمپوز کیا گیا ہے۔ البتہ حاشیہ میں یہ نوٹ دیا گیا ہے کہ متن میں سہو کتابت معلوم ہوتا ہے اور غالباً صحیح لفظ یوں ہے۔

۴۔ یہ ایڈیشن روحانی خزائن کے سابقہ ایڈیشن کے صفحات کے عین مطابق ہے تاکہ جماعتی لٹریچر میں گزشتہ نصف صدی سے آنے والے حوالہ جات کی تلاش میں سہولت رہے۔

۵۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے اس سیٹ میں مندرجہ ذیل اضافے کئے گئے ہیں۔

(ا) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مضمون جو آپ نے منشی گردیال صاحب مدرس مڈل اسکول چنیوٹ کے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا تھا اور روحانی خزائن میں شامل نہیں ہو سکا تھا۔ اسے روحانی خزائن کے نئے ایڈیشن میں جلد نمبر ۲ میں شامل اشاعت کر دیا گیا ہے۔

(ب) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اہم مضمون ”ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات“ جو پہلے ”تصدیق النبی“ کے نام سے سلسلہ کے لٹریچر میں موجود ہے اسے روحانی خزائن جلد نمبر ۴ کے آخر میں شامل اشاعت کر لیا گیا ہے۔

(ج) روحانی خزائن جلد ۴ میں الحق مباحثہ وہلی کے عنوان سے ایک کتاب شامل ہے۔ اس کے صفحہ ۲۲۱ پر مراسلت نمبر ۱۰ میں مولوی محمد بشیر صاحب اور مولوی سید محمد احسن صاحب ہے۔ اس کے بعد مراسلت نمبر ۲۰ میں مولوی بوہ صاحب و منشی محمد اسحاق و مولوی سید محمد احسن صاحب کسی وجہ سے روحانی خزائن میں شامل ہونے سے رہ گئی ہے۔ اسے روحانی خزائن جلد نمبر ۴ کے نئے ایڈیشن میں شامل کر لیا گیا ہے۔

ہونے سے رہ گئی ہے۔ اسے روحانی خزائن جلد نمبر ۴ کے نئے ایڈیشن میں شامل کر لیا گیا ہے۔

(د) روحانی خزائن جلد نمبر ۵ آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں ”التبلیغ“ کے نام سے جو عربی خط شامل ہے اس کے آخر میں عربی قصیدہ درج ہے۔ ایڈیشن اول میں اس قصیدہ کے بعد ایک عربی نظم شائع شدہ ہے جو کسی وجہ سے روحانی خزائن جلد ۵ میں شامل نہیں ہو سکی تھی۔ نئے ایڈیشن میں یہ نظم شامل کر دی گئی ہے۔

(ہ) جلسہ اعظم مذاہب ۱۸۹۶ء کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تحریر فرمودہ بے مثال مضمون جو ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ کے نام سے اردو اور دوسری زبانوں میں چھپ چکا ہے اس کے اصل مسودہ کے کچھ صفحات کسی وجہ سے شامل اشاعت نہیں ہو سکے تھے انہیں اصل مسودہ سے جو خلافت لائبریری میں موجود ہے نقل کر کے جلد نمبر ۱۰ میں شامل کیا گیا ہے۔

(و) ریویو آف ریلیجنز اردو کا پہلا شمارہ ۹ جنوری ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔ اس میں صفحہ ۳۳ تا ۳۴ پر مشتمل ”گناہ کی غلامی سے رہائی پانے کی تدابیر کیا ہیں؟“ کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بصیرت افروز مضمون شائع ہوا تھا۔ اس مضمون کو روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ کے آخر میں کتاب نزول المسیح کے بعد شامل کیا جا رہا ہے۔

(ز) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک سے لکھا ہوا ”عصمت انبیاء“ کے عنوان سے ایک اور مضمون بھی ریویو آف ریلیجنز اردو مئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۷۵ تا ۷۹ میں شائع ہوا تھا۔ یہ مضمون اب تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہوا۔ اسے بھی روحانی خزائن جلد ۱۸ کے آخر میں شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

والسلام
سید عبدالحی
ناظر اشاعت

اکتوبر ۲۰۰۸ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے فرستادہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے اپنی ساری زندگی اشاعت و تبلیغ اسلام کے جہاد میں صرف کی اور اس مقصد کے لئے آپ نے نہ صرف کثیر تعداد میں کتب تصنیف فرمائیں بلکہ اشتہارات و تقاریر کے ذریعہ بھی خدمت اسلام کے اس فریضہ کا حق ادا فرمایا۔ حضور علیہ السلام کی جملہ تصانیف کو روحانی خزائن کی تین جلدوں کے سیٹ میں طبع کیا جا چکا ہے۔ اسی طرح آپ کے پُر معارف کلمات و تقاریر و مجالس علم و عرفان کو ملفوظات کی دس جلدوں میں، جبکہ آپ کے تحریر فرمودہ اشتہارات کو مجموعہ اشتہارات کے عنوان سے تین جلدوں میں تیار کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات کی روشنی میں علوم و فیوض روحانی سے لبریز اس لٹریچر (روحانی خزائن، ملفوظات اور مجموعہ اشتہارات) کے نئے ایڈیشن تیار کئے گئے ہیں جن کی اب سیدنا حضور اقدس کی منظوری سے یہاں انگلستان سے طباعت کی جا رہی ہے تاکہ بیرون ممالک میں قائم جماعتوں کی بھی علمی و روحانی ترقی دور ہو۔

حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جملہ تصانیف منیفہ جو روحانی خزائن کے نام سے ۲۳ جلدوں میں شائع شدہ ہیں، اس کے کمپیوٹر ایڈیشن میں بعض مقامات پر کتابت کے سہو اور اغلاط کی نشاندہی ہوئی تھی۔

امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کے نئے ایڈیشن کی تیاری کا ارشاد فرماتے ہوئے بعض درج ذیل ہدایات سے نوازا:

”حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کی صحت کو قائم اور برقرار رکھنے کے لئے لازم ہے کہ ان کو اول ایڈیشن کے عین مطابق اور اسی حال میں برقرار رکھا جائے۔ اگر اول ایڈیشن میں کہیں سہو کتابت ہے تو اس کو بعینہ

قائم رکھا جائے۔ البتہ واضح سہو اور غلطی کی ناشر کی طرف سے حاشیہ میں وضاحت دی جائے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں اس کے ایک سے زیادہ ایڈیشنز شائع ہوئے تھے تو آپ کی زندگی میں مطبوعہ آخری ایڈیشن کو پیش نظر رکھا جائے۔

غرضیکہ اول ایڈیشن سے تقابل کر کے اگر مابعد کسی سہو یا کتابت کی غلطی کی درستگی کی گئی ہے تو اسے نظر انداز کر کے اول ایڈیشن کے بالکل مطابق کر دیا جائے اور متن میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے۔“

اول ایڈیشن کے وقت اس زمانہ کی طرز کتابت کے مطابق ”ے“ اور ”ی“ کو اکثر و بیشتر ”ی“ لکھا گیا ہے۔ پہلے قارئین خود سمجھ جاتے تھے کہ فقرہ کی ترتیب کے لحاظ سے یہاں یائے معروف ہے یا یائے مجهول۔ لیکن اب اس تفریق کو سمجھنے میں قاری کو دقت اور مشکل درپیش ہوتی ہے۔ اس لئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ہے کہ فقرہ کی مناسبت سے یائے معروف اور یائے مجهول کو ظاہر کر دیا جائے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ”روحانی خزائن کے پہلے ایڈیشن کے مطابق صفحات نمبر اور عبارات رکھی جائیں۔“ چنانچہ اس ہدایت کی پابندی کی گئی ہے۔ اس لئے ناشر کی طرف سے اگر کوئی وضاحت ضروری سمجھی گئی تو اس کو بارڈر سے باہر رکھا گیا ہے۔

ایسے انگریزی الفاظ، اسماء وغیرہ جو اردو رسم الخط میں تحریر شدہ ہیں اور جن کو صحیح تلفظ سے پڑھنا مشکل ہے سہولت کی غرض سے ان کو انگریزی طرز میں بھی حاشیہ میں دے دیا گیا ہے۔

الحق مباحثہ دہلی کا ایک حصہ ”مراسلت نمبر ۲“ جو روحانی خزائن کی تدوین کے وقت دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے شامل نہ ہو سکا۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن کے وقت یہ مراسلت مل گئی اور اسے جلد ۴ کے آخر پر صفحہ ۴۸۳ پر دے دیا گیا۔ اس ایڈیشن میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر اسے الحق مباحثہ دہلی کے آخر پر مراسلت نمبر ۱ کے بعد شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

محمود کی آئین تو جلد ۱۲ میں آچکی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی آئین بھی لکھی تھی۔ یہ نظم ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی جو روحانی خزائن کی کسی جلد میں شامل نہیں۔

اب روحانی خزائن کی نظر ثانی کے دوران حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر اسے اپنے زمانی اعتبار سے روحانی خزائن جلد ۱ میں شامل کیا گیا ہے، مگر جلد کے آخر پر تاکہ صفحات کی ترتیب میں فرق نہ آئے۔

روحانی خزائن میں جو فارسی اشعار، عبارات اور رقوم بیان ہوئی ہیں ان کا ترجمہ اس ایڈیشن میں متن کے اختتام پر دے دیا گیا ہے تاکہ قارئین کو مفہوم سمجھنے میں سہولت ہو۔ یہاں انگلستان میں متعدد مرتبہ خاکسار نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر مختلف امور میں راہنمائی حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی اور ان ہدایات کی تعمیل کروائی۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام نے بارہا ان بیش بہا علوم کو پڑھنے اور پھیلانے کی نصیحت فرمائی ہے۔ اللہ کرے کہ ہم سب ان سے کما حقہ فائدہ اٹھانے والے ہوں۔ آمین

خاکسار
مینیر الدین شمس
ایڈیشنل وکیل التصنیف

فروری ۲۰۲۱ء

ترتیب

روحانی خزائن جلد ۲۱

برائین احمدیہ جلد پنجم ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تعارف

(از سید عبداللہ صاحب فاضل ایم اے)

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ہمیں ”روحانی خزائن“ کی اکیسویں جلد قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی توفیق ملی۔ یہ جلد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی پر معارف کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم پر مشتمل ہے۔

براہین احمدیہ حصہ پنجم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ سے قبل اسلام کی حقانیت قرآن کریم کے من جانب اللہ ہونے اور نبوتِ محمدیہ کی صداقت کے اثبات میں پچاس حصوں پر مشتمل ایک کتاب لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ چنانچہ اس کے پہلے چار حصے ۱۸۸۰ء، ۱۸۸۲ء اور ۱۸۸۳ء میں شائع ہوئے اور مسلمانان ہند کے عوام و خواص نے اسلام کے دفاع میں اسے ایک بے نظیر تصنیف قرار دیا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے یہاں تک لکھا:۔

”ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب

ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔“ (اشاعت السنہ جلد ۷ صفحہ ۱۶۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اعلان فرمایا تھا کہ اگر دشمنانِ اسلام براہین احمدیہ میں مذکور صداقتِ اسلام کے دلائل کے $\frac{1}{5}$ یا $\frac{1}{10}$ بلکہ $\frac{1}{100}$ کا جواب بھی دے دیں تو انہیں مبلغ دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا لیکن کسی کو مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوئی اور اگر کوئی مقابلہ پر آیا بھی تو وہ حضور کی پیشگوئیوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی قہری تجزیوں کا نشانہ بن گیا۔

ان چار حصوں کی اشاعت کے بعد اللہ تعالیٰ کی حکمت، مصلحت اور مشیتِ خاص سے اس کتاب

کے بقیہ حصوں کی اشاعت لمبے عرصہ تک ملتوی رہی۔ البتہ اسلام کی صداقت اور نبوت محمدیہ کی حقانیت پر حضور کی انسی کے قریب تصانیف منظر عام پر آئیں۔

آخر ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہین احمدیہ کا پانچواں حصہ لکھنا شروع کیا۔ تینیس برس کے بعد اس طویل التواء کا باعث اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور مصلحتیں تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

(۱) ”براہین احمدیہ کے ہر چہار حصے کے جوشائع ہو چکے تھے وہ ایسے امور پر مشتمل تھے کہ جب تک وہ امور ظہور میں نہ آجاتے تب تک براہین احمدیہ کے ہر چہار حصہ کے دلائل مخفی اور مستور رہتے اور ضرور تھا کہ براہین احمدیہ کا لکھنا اس وقت تک ملتوی رہے جب تک کہ امتداد زمانہ سے وہ سر بستہ امور کھل جائیں اور جو دلائل ان حصوں میں درج ہیں وہ ظاہر ہو جائیں کیونکہ براہین احمدیہ کے ہر چہار حصوں میں جو خدا کا کلام یعنی اس کا الہام جا بجا مستور ہے جو اس عاجز پرہوا وہ اس بات کا محتاج تھا جو اس کی تشریح کی جائے اور نیز اس بات کا محتاج تھا کہ جو پیشگوئیاں اُس میں درج ہیں اُن کی سچائی لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ پس اس لئے خدائے حکیم و علیم نے اس وقت تک براہین احمدیہ کا چھپنا ملتوی رکھا کہ جب تک وہ تمام پیشگوئیاں ظہور میں آگئیں۔“ (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳)

(۲) پھر فرماتے ہیں:-

”دوسرا سبب اس التواء کا جو تینیس برس تک حصہ پنجم لکھنا نہ گیا یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ ان لوگوں کے دلی خیالات ظاہر کرے جن کے دل مرض بدگمانی میں مبتلا تھے اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔“ (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۹)

(۳) اور پھر فرماتے ہیں:-

”اس دیر کا ایک یہ بھی سبب تھا کہ تا خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر ظاہر کرے کہ یہ کاروبار اُس کی مرضی کے مطابق ہے اور یہ تمام الہام جو براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں لکھے گئے ہیں یہ اُسی کی طرف سے ہیں نہ انسان کی طرف سے کیونکہ اگر یہ کتاب

خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق نہ ہوتی اور یہ تمام الہام اُس کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ امر خدائے عادل اور قدوس کی عادت کے برخلاف تھا کہ جو شخص اُس کے نزدیک مفتری ہے اور اس نے یہ گناہ کیا ہے کہ اپنی طرف سے باتیں بنا کر اس کا نام وحی اللہ اور خدا کا الہام رکھا ہے اُس کو تینیس برس تک مہلت دے۔“

(براہین احمدیہ حصہ پنجم جلد ۲۱ صفحہ ۱۰۹)

(۴) نیز حصہ پنجم کے خاتمہ میں فرماتے ہیں:-

”پس یہ حصہ پنجم درحقیقت پہلے حصوں کے لئے بطور شرح کے ہے اور ایسی شرح کرنا میرے اختیار سے باہر تھا جب تک خدا تعالیٰ تمام سامان اپنے ہاتھ سے میسر نہ کرتا.....“

(براہین احمدیہ حصہ پنجم جلد ۲۱ صفحہ ۴۱۱)

موضوع

کتاب کی ابتداء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سچے اور زندہ مذہب کی ماہ الامتیاز خصوصیات بیان فرمائی ہیں اور تحریر فرمایا ہے کہ سچے مذہب میں اللہ تعالیٰ کی قوی اور فعلی تجلیات کا وجود ضروری ہے کیونکہ ان کے بغیر اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت کامل طور پر نہیں ہوتی اور کامل معرفت کے بغیر گناہ سے نجات حاصل کرنا ناممکن ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معجزہ کی اصل حقیقت اور ضرورت کے بیان میں علیحدہ باب رقم فرمایا ہے (صفحہ ۵۹) اور تحریر فرمایا ہے کہ سچے اور جھوٹے مذاہب کا ماہ الامتیاز زندہ معجزات ہی ہیں۔ اور باب دوم میں ان نشانات کی کسی قدر تفصیل بیان فرمائی ہے جو پچیس برس قبل براہین احمدیہ میں مندرج پیشگوئیوں کے مطابق ظہور میں آئے۔ اس سلسلہ میں حضور نے اپنے سینکڑوں الہامات کی واقعاتی شواہد اور تائیدات الہیہ سے تشریح فرمائی ہے۔ یہ تمام واقعات اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے من جانب اللہ ہونے کا بھی ثبوت ہیں۔ اسی لئے حضور نے کتاب کے اس حصے کا نام نصرت الحق بھی تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتاب کے خاتمہ میں بیان فرمایا ہے کہ

”اسماء الانبیاء کا راز بھی جو پہلے چار حصوں میں سر بستہ تھا یعنی وہ نبیوں کے اسماء جو

میری طرف منسوب کئے گئے تھے اُن کی حقیقت بھی کما حقہ متکشف ہو گئی۔“

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۱ صفحہ ۴۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باب دوم میں اسماء الانبیاء کی ذیل میں سورۃ الکہف کی ان

آیات کی نادر اور لطیف تشریح بیان فرمائی ہے جو ذوالقرنین کے تعلق میں مذکور ہیں۔ (صفحہ ۱۱۸ تا ۱۲۶)

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم بعض معترضین کے اعتراضات کے جواب پر مشتمل ہے۔ سب سے

پہلے حضور نے ایک صاحب محمد اکرام اللہ شاہ جہانپوری کے ان اعتراضات کو لیا ہے جو انہوں نے حضور کے

الہام عفت الدیار محلہا و مقامہا پر صرنی و نحوی، لغوی اور واقعاتی اعتبار سے کئے ہیں۔ (صفحہ ۱۵۳)

اس کے بعد اسی الہام پر ایک اور صاحب کے اعتراضات کا جواب ہے۔ (صفحہ ۱۸۳)

اس سلسلہ میں حضور نے ضمناً سورۃ المؤمنون کی ابتدائی آیات کی انتہائی پُر معارف تفسیر بیان فرما

کر انسانی پیدائش روحانی و جسمانی کے مراتب سے کو بیان فرمایا ہے اور اسے قرآن کریم کا علمی معجزہ قرار

دیا ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:-

”یہ جو اللہ تعالیٰ نے مومن کے وجود روحانی کے مراتب سے بیان کر کے اُن

کے مقابل پر وجود جسمانی کے مراتب سے دکھلائے ہیں یہ ایک علمی معجزہ ہے۔“

(صفحہ ۲۲۸)

”میں سچ کہتا ہوں کہ اس قسم کا علمی معجزہ میں نے بجز قرآن شریف کے کسی

(صفحہ ۲۲۹)

کتاب میں نہ پایا۔“

تیسرے نمبر پر مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے بعض اُن شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے جو انہوں نے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زلزلوں سے متعلق پیشگوئیوں کے بارے میں شائع کئے تھے۔

مولوی محمد حسین کے سوالات کے جوابات میں حضور نے وفات مسیح کے مسئلہ پر بھی معقولی اور منقولی

رنگ میں بحث فرمائی ہے اور پھر مولوی صاحب کو مخاطب کر کے ایک طویل عربی نظم رقم فرمائی ہے جس میں حضور

نے اپنی صداقت کے دلائل تفصیل سے بیان فرمائے ہیں اور مولوی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:-

وانت الذی قد قال فی تقریظہ
 کمثل المؤلف لیس فینا غضنفر
 عرفت مقامی ثم انکرت مدبراً
 فما الجہل بعد العلم ان کنت تشعر
 قطعاً وداذاً قد غرسناہ فی الصبا
 ولیس فزادی فی الوداد یُقَصِّرُ

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۳۳۵)

ترجمہ:- اور تو وہی ہے جس نے اپنے ریویو میں لکھا تھا کہ اس مؤلف کی طرح ہم میں
 کوئی بھی دین کی راہ میں شیر نہیں۔

تُو نے میرے مقام کو شناخت کیا پھر منکر ہو گیا۔ پس یہ کیسا جہل ہے جو علم کے بعد
 دیدہ و دانستہ وقوع میں آیا۔

تُو نے اس دوستی کو کاٹ دیا جس کا درخت ہم نے ایام کودکی میں لگایا تھا مگر میرے دل
 نے دوستی میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

چوتھے نمبر حضور نے مولوی سید محمد عبدالواحد صاحب مدرس و قاضی برہمن بڑیہ (مشرقی پاکستان) کے بعض
 شبہات کا ازالہ فرمایا ہے (صفحہ ۳۳۶)

اور آخر میں مولوی رشید احمد گنگوہی کے رسالہ الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی
 و المسیح کا جواب حضور نے تحریر فرمایا ہے اور تفصیل کے ساتھ حضرت عیسیٰ بن مریم کی وفات کو قرآن
 کریم کی متعدد آیات سے ثابت کیا ہے۔

خاتمہ

ضمیمہ کے بعد اس خاتمہ کی ابتداء ہے جو حضور علیہ السلام تحریر فرمانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ کتاب کے
 آخر میں یادداشتوں کے مطالعہ سے اجمالی رنگ میں اس مضمون کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔

حضور نے بیان فرمایا ہے کہ وہ خاتمہ کو مندرجہ ذیل چار فصلوں پر تقسیم فرمانا چاہتے ہیں:-

فصل اول:- اسلام کی حقیقت کے بیان میں

فصل دوم:- قرآن شریف کی اعلیٰ اور کامل تعلیم کے بیان میں

فصل سوم:- اُن نشانوں کے بیان میں جن کے ظہور کا براہین احمدیہ میں وعدہ تھا اور
خدا نے میرے ہاتھ پر وہ ظاہر فرمائے۔

فصل چہارم:- اُن الہامات کی تشریح میں جن میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا ہے یا
دوسرے نبیوں کے نام سے مجھے موسوم کیا ہے یا ایسا ہی اور بعض الہامی فقرے جو تشریح
کے لائق ہیں۔

کتاب کے آخر میں وہ متفرق یادداشتیں بھی درج ہیں جو حضرت اقدس علیہ السلام نے اس مضمون
کے متعلق لکھی تھیں اور آپ کے مسودات سے دستیاب ہوئیں۔ یہ یادداشتیں اگرچہ محض اشارات ہیں تاہم ان
کا مطالعہ بھی خالی از فائدہ نہیں۔

خاکسار

سید عبدالحی



حضرت مرزا غلام احمد دایانی
سیح موعود و مهدی موعود علیہ السلام

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا
آٹا کہ پرو عاویٰ ماحملہ کنندا | وز راہِ جہل عربد ہا پر طاکند
گر نیک کنند درین نسخہ کتاب | ہست این تصدیق کہ عنایا کنند
باوئی گنہم کہ نیامند عذرخواہ | وین امر دیگر است کہ ترک جہا کنند

برائین احمدیہ

چینچ (۵)
ملقب

بالبراہین الاحمدیہ علی حقیقہ کتاب اللہ القراءۃ الذی علیہ

از تازہ تفضلات حضرت معبود باقیات الصالحات مفریہ اعلام احمد صاحب موعود

انوار احمدیہ مشین پریں قادیان میں شیخ یعقوب علی پروپرائٹر
کے اہتمام سے چھپکر ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو شائع ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

دیباچہ پنجم حصہ براہین احمدیہ

بجز اللہ کہ آخر ایں کتابم مکمل شد بفضلِ آن جنابم

اما بعد واضح ہو کہ یہ براہین احمدیہ کا پانچواں حصہ ہے کہ جو اس دیباچہ کے بعد لکھا جائے گا۔ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت سے ایسا اتفاق ہوا کہ چار حصے اس کتاب کے چھپ کر پھر تخمیناً تیس برس تک اس کتاب کا چھپنا ملتوی رہا۔ اور عجیب تر یہ کہ اسی کے قریب اس مدت میں میں نے کتابیں تالیف کیں جن میں سے بعض بڑے بڑے حجم کی تھیں لیکن اس کتاب کی تکمیل کے لئے توجہ پیدا نہ ہوئی اور کئی مرتبہ دل میں یہ درد پیدا بھی ہوا کہ براہین احمدیہ کے ملتوی رہنے پر ایک زمانہ دراز گذر گیا مگر باوجود کوشش و بلوغ اور باوجود اس کے کہ خریداروں کی طرف سے بھی کتاب کے مطالبہ کے لئے سخت الحاح ہوا اور اس مدت مدید اور اس قدر زمانہ التوا میں مخالفوں کی طرف سے بھی وہ اعتراض مجھ پر ہوئے کہ جو بدظنی اور بدزبانی کے گند سے حد سے زیادہ آلودہ تھے اور بوجہ امتداد مدت درحقیقت وہ دلوں میں پیدا ہو سکتے تھے مگر پھر بھی قضاء و قدر کے مصالح نے مجھے یہ توفیق نہ دی کہ میں اس کتاب کو پورا کر سکتا۔ اس سے ظاہر ہے

﴿۲﴾ کہ قضاء و قدر درحقیقت ایک ایسی چیز ہے جس کے احاطہ سے باہر نکل جانا انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ تجھے اس بات پر افسوس ہے بلکہ اس بات کے تصور سے دل درد مند ہو جاتا ہے کہ بہت سے لوگ جو اس کتاب کے خریدار تھے اس کتاب کی تکمیل سے پہلے ہی دنیا سے گذر گئے مگر جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں انسان تقدیر الہی کے ماتحت ہے اگر خدا کا ارادہ انسان کے ارادہ کے مطابق نہ ہو تو انسان ہزار جدوجہد کرے اپنے ارادہ کو پورا نہیں کر سکتا۔ لیکن جب خدا کے ارادہ کا وقت آجاتا ہے تو وہی امور جو بہت مشکل نظر آتے تھے نہایت آسانی سے میسر آجاتے ہیں۔

اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ کے تمام کاموں میں حکمت اور مصلحت ہوتی ہے تو اس عظیم الشان دینی خدمت کی کتاب میں جس میں اسلام کے تمام مخالفوں کا رد مقصود تھا کیا حکمت تھی کہ وہ کتاب تخمیناً تیس برس تک مکمل ہونے سے معرض التوا میں رہی۔ اس کا جواب خدا ہی بہتر جانتا ہے کوئی انسان اس کے تمام بھیدوں پر محیط نہیں ہو سکتا مگر جہاں تک میرا خیال ہے وہ یہ ہے کہ براہین احمدیہ کے ہر چہار حصے کے جو شائع ہو چکے تھے وہ ایسے امور پر مشتمل تھے کہ جب تک وہ امور ظہور میں نہ آجاتے تب تک براہین احمدیہ کے ہر چہار حصہ کے دلائل مخفی اور مستور رہتے اور ضرور تھا کہ براہین احمدیہ کا لکھنا اس وقت تک ملتوی رہے جب تک کہ امتداد زمانہ سے وہ سربستہ امور کھل جائیں اور جو دلائل ان حصوں میں درج ہیں وہ ظاہر ہو جائیں کیونکہ براہین احمدیہ کے ہر چہار حصوں میں جو خدا کا کلام یعنی اس کا الہام جا بجا مستور ہے جو اس عاجز پرہوا وہ اس بات کا محتاج تھا جو اس کی تشریح کی جائے اور نیز اس بات کا محتاج تھا کہ جو پیشگوئیاں اس میں درج ہیں ان کی سچائی لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ پس اس لئے خدائے حکیم و علیم نے اس وقت تک براہین احمدیہ کا چھپنا ملتوی رکھا کہ جب تک وہ تمام پیشگوئیاں ظہور میں آگئیں اور یاد رہے کہ

کسی مذہب کی سچائی ثابت کرنے کے لئے یعنی اس بات کے ثبوت کے لئے کہ وہ مذہب منجانب اللہ ہے دو قسم کی فتح کا اس میں پایا جانا ضروری ہے۔

اول۔ یہ کہ وہ مذہب اپنے عقائد اور اپنی تعلیم اور اپنے احکام کی رو سے ایسا جامع اور اکمل اور اتم اور نقص سے دور ہو کہ اس سے بڑھ کر عقل تجویز نہ کر سکے۔ اور کوئی نقص اور کمی اُس میں دکھلائی نہ دے۔ اور اس کمال میں وہ ہر ایک مذہب کو فتح کرنے والا ہو یعنی ان خوبیوں میں کوئی مذہب اُس کے برابر نہ ہو۔ جیسا کہ یہ دعویٰ قرآن شریف نے آپ کیا ہے کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا^۱ یعنی آج میں نے تمہارے لئے اپنا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کیا۔ اور میں نے پسند کیا کہ اسلام تمہارا مذہب ہو۔ یعنی وہ حقیقت جو اسلام کے لفظ میں پائی جاتی ہے جس کی تشریح خود خدا تعالیٰ نے اسلام کے لفظ کے بارہ میں بیان کی ہے اس حقیقت پر تم قائم ہو جاؤ۔ اس آیت میں صریح یہ بیان ہے کہ قرآن شریف نے ہی کامل تعلیم عطا کی ہے اور قرآن شریف کا ہی ایسا زمانہ تھا جس میں کامل تعلیم عطا کی جاتی۔ پس یہ دعویٰ کامل تعلیم کا جو قرآن شریف نے کیا یہ اُسی کا حق تھا اس کے سوا کسی آسمانی کتاب نے ایسا دعویٰ نہیں کیا جیسا کہ دیکھنے والوں پر ظاہر ہے کہ توریت اور انجیل دونوں اس دعوے سے دست بردار ہیں کیونکہ توریت میں خدا تعالیٰ کا یہ قول موجود ہے کہ میں

تمہارے بھائیوں میں سے ایک نبی قائم کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو شخص اس کے کلام کو نہ سنے گا میں اس سے مطالبہ کروں گا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اگر آئندہ زمانہ کی ضرورتوں کی رو سے توریت کا سننا کافی ہوتا تو کچھ ضرورت نہ تھی کہ کوئی اور نبی آتا۔ اور مواخذہ الہیہ سے مخلصی پانا اُس کلام کے سننے پر موقوف ہوتا جو اُس پر نازل ہوتا۔ ایسا ہی انجیل نے کسی مقام میں دعویٰ نہیں کیا کہ انجیل کی تعلیم کامل اور جامع ہے بلکہ صاف اور

کھلا کھلا اقرار کیا ہے کہ اور بہت سی باتیں قابل بیان تھیں مگر تم برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب فارقلیط آئے گا تو وہ سب کچھ بیان کرے گا۔ اب دیکھنا چاہئے کہ حضرت موسیٰ نے اپنی توریت کو ناقص تسلیم کر کے آنے والے نبی کی تعلیم کی طرف توجہ دلائی ایسا ہی حضرت عیسیٰ نے بھی اپنی تعلیم کا نامکمل ہونا قبول کر کے یہ عذر پیش کر دیا کہ ابھی کامل تعلیم بیان کرنے کا وقت نہیں ہے لیکن جب فارقلیط آئے گا تو وہ کامل تعلیم بیان کر دے گا مگر قرآن شریف نے توریت اور انجیل کی طرح کسی دوسرے کا حوالہ نہیں دیا بلکہ اپنی کامل تعلیم کا تمام دنیا میں اعلان کر دیا اور فرمایا کہ **الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا**۔ اس سے ظاہر ہے کہ کامل تعلیم کا دعویٰ کرنے والا صرف قرآن شریف ہی ہے اور ہم اپنے موقعہ پر بیان کریں گے کہ جیسا کہ قرآن شریف نے دعویٰ کیا ہے ویسا ہی اُس نے اس دعوے کو پورا کر کے دکھلا بھی دیا ہے اور اُس نے ایک ایسی کامل تعلیم پیش کی ہے جس کو نہ توریت پیش کر سکی اور نہ انجیل بیان کر سکی۔ پس اسلام کی سچائی ثابت کرنے کے لئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ وہ تعلیم کی رُو سے ہر ایک مذہب کو فتح کرنے والا ہے۔ اور کامل تعلیم کے لحاظ سے کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

دوم۔ پھر دوسری قسم فتح کی جو اسلام میں پائی جاتی ہے جس میں کوئی مذہب اس کا شریک نہیں اور جو اس کی سچائی پر کامل طور پر مہر لگاتی ہے اُس کی زندہ برکات اور معجزات ہیں جن سے دوسرے مذاہب بکلی محروم ہیں۔ یہ ایسے کامل نشان ہیں کہ اُن کے ذریعہ سے نہ صرف اسلام دوسرے مذاہب پر فتح پاتا ہے بلکہ اپنی کامل روشنی دکھا کر دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ یاد رہے کہ پہلی دلیل اسلام کی سچائی کی جو ابھی ہم لکھ چکے ہیں یعنی کامل تعلیم وہ درحقیقت اس بات کے سمجھنے کیلئے کہ مذہب اسلام منجانب اللہ ہے ایک کھلی کھلی دلیل نہیں ہے کیونکہ ایک متعصب منکر جس کی نظر

باریک بین نہیں ہے کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ ایک کامل تعلیم بھی ہو اور پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو۔ پس اگرچہ یہ دلیل ایک دانا طالب حق کو بہت سے شکوک سے مخلصی دے کر یقین کے نزدیک کر دیتی ہے لیکن تاہم جب تک دوسری دلیل مذکورہ بالا اس کے ساتھ منضم اور پیوستہ نہ ہو کمال یقین کے مینار تک نہیں پہنچا سکتی اور ان دونوں دلیلوں کے اجتماع سے سچے مذہب کی روشنی کمال تک پہنچ جاتی ہے اور اگرچہ سچا مذہب ہزار ہا آثار اور انوار اپنے اندر رکھتا ہے لیکن یہ دونوں دلیلیں بغیر حاجت کسی اور دلیل کے طالب حق کے دل کو یقین کے پانی سے سیراب کر دیتی ہیں اور مکذوبوں پر پورے طور پر اتمام حجت کرتی ہیں۔ اس لئے ان دو قسم کی دلیلوں کے موجود ہونے کے بعد کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔ اور میں نے پہلے ارادہ کیا تھا کہ اثباتِ حقیقتِ اسلام کے لئے تین سو دلیل براہین احمدیہ میں لکھوں لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ دو قسم کے دلائل ہزار ہا نشانوں کے قائم مقام ہیں۔ پس خدا نے میرے دل کو اس ارادہ سے پھیر دیا اور مذکورہ بالا دلائل کے لکھنے کے لئے مجھے شرح صدر عنایت کیا۔ اگر میں کتاب براہین احمدیہ کے پورا کرنے میں جلدی کرتا تو ممکن نہ تھا کہ اس طریق سے اسلام کی حقانیت لوگوں پر ظاہر کر سکتا۔ کیونکہ براہین احمدیہ کے پہلے حصوں میں بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو اسلام کی سچائی پر قوی دلیل ہیں مگر ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا کہ خدا تعالیٰ کے وہ موعودہ نشان کھلے کھلے طور پر دنیا پر ظاہر ہوتے۔ ہر ایک دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ معجزات اور نشانوں کا لکھنا انسان کے اختیار میں نہیں اور دراصل یہی ایک بڑا ذریعہ سچے مذہب کی شناخت کا ہے کہ اس میں برکات اور معجزات پائے جائیں کیونکہ جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے صرف کامل تعلیم کا ہونا سچے مذہب کے لئے پوری پوری اور کھلی کھلی علامت نہیں ہے جو تسلی کے انتہائی درجہ تک پہنچا سکے۔ سو میں انشاء اللہ تعالیٰ

یہی دونوں قسم کے دلائل اس کتاب میں لکھ کر اس کتاب کو پورا کروں گا۔ اگرچہ براہین احمدیہ کے گذشتہ حصوں میں نشانوں کے ظہور کا وعدہ دیا گیا تھا مگر میرے اختیار میں نہ تھا کہ کوئی نشان اپنی طاقت سے ظاہر کر سکتا اور کئی باتیں پہلے حصوں میں تھیں جن کی تشریح میری طاقت سے باہر تھی لیکن جب تیس برس کے بعد وہ وقت آ گیا تو تمام سامان خدا تعالیٰ کی طرف سے میسر آ گئے اور موافق اُس وعدہ کے جو براہین احمدیہ کے پہلے حصوں میں درج تھا قرآن شریف کے معارف اور حقائق میرے پرکھولے گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ اِیسا ہی بڑے بڑے نشان ظاہر کئے گئے۔

﴿۶﴾

جو لوگ سچے دل سے خدا کے طالب ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ خدا کی معرفت خدا کے ذریعہ سے ہی میسر آ سکتی ہے اور خدا کو خدا کے ساتھ ہی شناخت کر سکتے ہیں۔ اور خدا اپنی حجت آپ ہی پوری کر سکتا ہے انسان کے اختیار میں نہیں اور انسان کبھی کسی حیلہ سے گناہ سے بیزار ہو کر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ معرفت کاملہ حاصل نہ ہو۔ اور اس جگہ کوئی کفارہ مفید نہیں اور کوئی طریق ایسا نہیں جو گناہ سے پاک کر سکے بجز اُس کامل معرفت کے جو کامل محبت اور کامل خوف کو پیدا کرتی ہے۔ اور کامل محبت اور کامل خوف یہی دونوں چیزیں ہیں جو گناہ سے روکتی ہیں کیونکہ محبت اور خوف کی آگ جب بھڑکتی ہے تو گناہ کے خس و خاشاک کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔ اور یہ پاک آگ اور گناہ کی گندی آگ دونوں جمع ہو ہی نہیں سکتیں۔ غرض انسان نہ بدی سے رک سکتا ہے اور نہ محبت میں ترقی کر سکتا ہے جب تک کہ کامل معرفت اُس کو نصیب نہ ہو اور کامل معرفت نہیں ملتی جب تک کہ انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے زندہ برکات اور معجزات نہ دیئے جائیں۔ یہی ایک ایسا ذریعہ سچے مذہب کی شناخت کا ہے کہ جو تمام مخالفوں کا منہ بند کر دیتا ہے اور ایسا مذہب جو مذکورہ بالا دونوں قسم کے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے یعنی ایسا مذہب کہ

تعلیم اُس کی ہر ایک پہلو سے کامل ہے جس میں کوئی فروگزاشت نہیں اور نیز یہ کہ خدا نشانوں اور معجزات کے ذریعہ سے اس کی سچائی کی گواہی دیتا ہے۔ اس مذہب کو وہی شخص چھوڑتا ہے جو خدا تعالیٰ کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتا اور روزِ آخرت پر چند روزہ زندگی اور قوم کے جھوٹے تعلقات کو مقدم کر لیتا ہے۔ وہ خدا جو آج بھی ایسا ہی قادر ہے جیسا کہ آج سے دس ہزار برس پہلے قادر تھا۔ اُس پر اسی صورت سے ایمان حاصل ہو سکتا ہے کہ اُس کی تازہ برکات اور تازہ معجزات اور قدرت کے تازہ کاموں پر علم حاصل ہو۔ ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ یہ وہ خدا نہیں ہے جو پہلے تھا یا اُس میں وہ طاقتیں اب موجود نہیں ہیں جو پہلے تھیں۔ اس لئے ان لوگوں کا ایمان کچھ بھی چیز نہیں جو خدا کے تازہ برکات اور تازہ معجزات کے دیکھنے سے محروم ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اُس کی طاقتیں آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں۔

بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ جو براہین احمدیہ کے بقیہ حصہ کے چھاپنے میں تیس برس تک التواء رہا یہ التواء بے معنی اور فضول نہ تھا بلکہ اس میں یہ حکمت تھی کہ تا اُس وقت تک پنجم حصہ دنیا میں شائع نہ ہو جب تک کہ وہ تمام امور ظاہر ہو جائیں جن کی نسبت براہین احمدیہ کے پہلے حصوں میں پیشگوئیاں ہیں کیونکہ براہین احمدیہ کے پہلے حصے عظیم الشان پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے ہیں اور پنجم حصہ کا عظیم الشان مقصد یہی تھا کہ وہ موعودہ پیشگوئیاں ظہور میں آجائیں۔ اور یہ خدا کا ایک خاص نشان ہے کہ اُس نے محض اپنے فضل سے اس وقت تک مجھے زندہ رکھا یہاں تک کہ وہ نشان ظہور میں آگئے تب وہ وقت آگیا کہ پنجم حصہ لکھا جائے اور اس حصہ پنجم کے وقت جو نصرت حق ظہور میں آئی ضرور تھا کہ بطور شکر گزاری کے اس کا ذکر کیا جاتا۔ سو اس امر کے اظہار کے لئے میں نے براہین احمدیہ کے پنجم حصہ کے لکھنے کے وقت جس کو درحقیقت اس کتاب کا نیا جنم کہنا چاہیے اس حصہ کا نام نصرت الحق بھی رکھ دیا تا وہ نام ہمیشہ کے لئے اس بات کا نشان ہو

کہ باوجود صد ہا عواقب اور موانع کے محض خدا تعالیٰ کی نصرت اور مدد نے اس حصہ کو خلعت وجود بخشا۔ چنانچہ اس حصہ کے چند اوائل ورق کے ہر ایک صفحہ کے سر پر نصرت الحق لکھا گیا مگر پھر اس خیال سے کہ تا یاد دلایا جائے کہ یہ وہی براہین احمدیہ ہے جس کے پہلے چار حصے طبع ہو چکے ہیں بعد اس کے ہر ایک سر صفحہ پر براہین احمدیہ کا حصہ پنجم لکھا گیا۔ پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔

دوسرا سبب اس التواء کا جو تیس برس تک حصہ پنجم لکھنا نہ گیا یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ ان لوگوں کے دلی خیالات ظاہر کرے جن کے دل مرض بدگمانی میں مبتلا تھے اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔ کیونکہ اس قدر دیر کے بعد خام طبع لوگ بدگمانی میں بڑھ گئے۔ یہاں تک کہ بعض ناپاک فطرت گالیوں پر اتر آئے اور چار حصے اس کتاب کے جو طبع ہو چکے تھے کچھ تو مختلف قیمتوں پر فروخت کئے گئے تھے اور کچھ مفت تقسیم کئے گئے تھے۔ پس جن لوگوں نے قیمتیں دی تھیں اکثر نے گالیاں بھی دیں اور اپنی قیمت بھی واپس لی۔ اگر وہ اپنی جلد بازی سے ایسا نہ کرتے تو ان کے لئے اچھا ہوتا لیکن اس قدر دیر سے ان کی فطرتی حالت آزمائی گئی۔

اس دیر کا ایک یہ بھی سبب تھا کہ تا خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر ظاہر کرے کہ یہ کاروبار اُس کی مرضی کے مطابق ہے اور یہ تمام الہام جو براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں لکھے گئے ہیں یہ اُسی کی طرف سے ہیں نہ انسان کی طرف سے کیونکہ اگر یہ کتاب خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق نہ ہوتی اور یہ تمام الہام اُس کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ امر خدائے عادل اور قدوس کی عادت کے برخلاف تھا کہ جو شخص

اُس کے نزدیک مفتری ہے اور اُس نے یہ گناہ کیا ہے کہ اپنی طرف سے باتیں بنا کر اُس کا نام وحی اللہ اور خدا کا الہام رکھا ہے اس کو تیس^{۲۳} برس تک مہلت دے تا وہ اپنی کتاب براہین احمدیہ کے باقی ماندہ حصہ کو جہاں تک ارادہ الہیہ ہو اور نہ صرف اسی قدر بلکہ خدا اُس پر یہ بھی احسان کرے کہ جو باتیں اس تکمیل کے لئے انسانی اختیار سے باہر تھیں ان کو اپنی طرف سے انجام دے دے اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے شخص کے ساتھ یہ معاملہ لطف و احسان کا نہیں کرتا جس کو جانتا ہے کہ وہ مفتری ہے۔ پس اس قدر دیر اور التواء سے یہ نشان بھی ظہور میں آ گیا کہ نصرت اور حمایت الہی میری نسبت ثابت ہوگئی۔ اس لمبی مدت میں بہت سے کافر اور دجال اور کذاب کہنے والے جو مجھے دائرہ اسلام سے خارج کرتے تھے اور مبالغہ کے رنگ میں جھوٹے پر بددعا نیک کرتے تھے دنیا سے گزر گئے مگر خدا نے مجھے زندہ رکھا اور میری وہ حمایت کی کہ جھوٹوں کا تو کیا ذکر ہے دنیا میں بہت ہی کم سچے اور راست باز گذرے ہوں گے جن کی ایسی حمایت کی گئی ہو۔ پس یہ خدا کا کھلا کھلا نشان ہے مگر اُن کے لئے جو آنکھ بند نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ کے نشانوں کو قبول کرنے کیلئے طیار ہیں۔

میرزا غلام احمدؒ قادیانی مسیح موعود



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہے شکر رپّ عَزَّ وَجَلَّ خارج از بیاں
وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
اُس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہو گیا
اُس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا
اُس سے خدا کا چہرہ نمودار ہو گیا
وہ رَہ جو ذاتِ عَزَّ وَجَلَّ کو دکھاتی ہے
وہ رَہ جو یارِ گم شدہ کو کھینچ لاتی ہے
وہ رَہ جو اُس کے ہونے پہ محکم دلیل ہے
اُس نے ہر ایک کو وہی رستہ دکھا دیا
افسردگی جو سینوں میں تھی دور ہو گئی
جو دَور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے

جس کی کلام سے ہمیں اُس کا ملا نشان
ہو گی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہو گیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا
شیطان کا مکر و وسوسہ بیکار ہو گیا
وہ رَہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے
وہ رَہ جو جامِ پاک یقیں کا پلاتی ہے
وہ رَہ جو اُس کے پانے کی کامل سبیل ہے
جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا
ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نور ہو گئی
چلنے لگی نسیم عنایاتِ یار سے

عشقِ خدا کی آگ ہر اک دل میں اٹ گئی
پھل اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے
جو کُفر اور فسق کے ٹیلے تھے کٹ گئے
بے اُس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے
اس آفتاب سے وہ عجب دھوپ پاتے ہیں
سب قصہ گو ہیں نور نہیں ایک ذرہ بھر
اسکی طرف نشانوں کے جلوہ سے لاتا ہے
وہ دیں نہیں ہے ایک فسانہ گزار ہے
قصوں میں جھوٹ اور خطا بے شمار ہے
زندہ نشانوں سے ہے دکھاتا رہ یقیں
خود اپنی قدرتوں سے دکھاوے کہ ہے کہاں
اُتکو تو پیش کرتے ہیں سب بحث و جنگ میں
قصوں میں معجزوں کا بیاں بار بار ہے
گویا وہ رپّ ارض و سما اب ہے ناتواں
وہ سلطنت وہ زور وہ شوکت نہیں رہی
نیت بدل گئی ہے وہ شفقت نہیں رہی
ایسے گماں کی نوبت آخر ہلاک ہے

جاڑے کی رُت ظہور سے اُسکے پلٹ گئی
جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
موجوں سے اُس کی پردے و ساوس کے پھٹ گئے
قرآنِ خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
جو لوگ شک کی سردیوں سے تھر تھراتے ہیں
دنیا میں جس قدر ہے مذاہب کا شور و شر
پر یہ کلام نورِ خدا کو دکھاتا ہے
جس دیں کا صرف قصوں پہ سارا مدار ہے
سچ پوچھیے تو قصوں کا کیا اعتبار ہے
ہے دیں وہی کہ صرف وہ اک قصہ گو نہیں
ہے دیں وہی کہ جس کا خدا آپ ہو عیاں
جو معجزات سنتے ہو قصوں کے رنگ میں
جتنے ہیں فرقے سب کا یہی کاروبار ہے
پر اپنے دیں کا کچھ بھی دکھاتے نہیں نشان
گویا اب اُس میں طاقت و قدرت نہیں رہی
یا یہ کہ اب خدا میں وہ رحمت نہیں رہی
ایسا گماں خطا ہے کہ وہ ذات پاک ہے

سچ ہے یہی کہ ایسے مذاہب ہی مر گئے
 پابند ایسے دینوں کے دنیا پرست ہیں
 مقصود اُن کا جینے سے دنیا کمانا ہے
 تم دیکھتے ہو کیسے دلوں پر ہیں اُن کے زنگ
 وہ دیں ہی چیز کیا ہے کہ جو رہنما نہیں
 پھر اُس سے سچی راہ کی عظمت ہی کیا رہی
 نور خدا کی اُس میں علامت ہی کیا رہی
 لوگو! سنو! کہ زندہ خدا وہ خدا نہیں
 مُردہ پرست ہیں وہ جو قصہ پرست ہیں
 بن دیکھے دل کو دوستو پر پڑتی نہیں ہے کل
 کچھ کم نہیں یہودیوں میں یہ کہانیاں
 ہر دم نشانِ تازہ کا محتاج ہے بشر
 کیونکر ملے فسانوں سے وہ دلبرِ ازل
 قصوں کا یہ اثر ہے کہ دل پر فساد ہے
 دُنیا کی حرص و آرز میں یہ دل ہیں مر گئے
 اے سونے والو جاگو کہ وقت بہار ہے
 کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا

اَب اُن میں کچھ نہیں ہے کہ جاں سے گذر گئے
 غافل ہیں ذوقِ یار سے دنیا میں مست ہیں
 مومن نہیں ہیں وہ کہ قدمِ فاسقانہ ہے
 دنیا ہی ہو گئی ہے غرض۔ دین سے آئے ننگ
 ایسا خدا ہے اُس کا کہ گویا خدا نہیں
 اور خاص وجہِ صفوتِ ملت ہی کیا رہی
 توحید خشک رہ گئی نعمت ہی کیا رہی
 جس میں ہمیشہ عادتِ قدرت نما نہیں
 پس اس لئے وہ موردِ ذلّ و شکست ہیں
 قصوں سے کیسے پاک ہو یہ نفسِ پُرخلل
 پر دیکھو کیسے ہو گئے شیطان سے ہم عنماں
 قصوں کے معجزات کا ہوتا ہے کب اثر
 گر اک نشاں ہو ملتا ہے سب زندگی کا پھل
 ایماں زباں پہ۔ سینہ میں حق سے عناد ہے
 غفلت میں ساری عمر بسر اپنی کر گئے
 اب دیکھو آ کے در پہ ہمارے وہ یار ہے
 لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اُس سے ہیں جدا

جنت بھی ہے یہی کہ ملے یارِ آشنا
 اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں
 سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر
 اک دن یہ صبحِ زندگی کی تم پہ شام ہے
 پھر دن کر کے گھر میں تاسف سے آئیں گے
 کیا تم کو خوفِ مرگ و خیالِ فنا نہیں
 کس نے بلا لیا وہ سبھی کیوں گذر گئے
 خوش مت رہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے
 نفسِ دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو
 وہ روشنی نشانوں سے آتی ہے گاہ گاہ
 اُن سے رہیں الگ جو سعید الصفات ہیں
 قصوں پہ سارا دیں کی سچائی کا انحصار
 پس یہ خدائے قصہ خدائے جہاں نہیں
 مشرک بنا کے کفر دیا روسیہ کیا
 اُس کے لئے حرام جو قصوں پہ ہونثار
 تا ہووے شک و شبہ سبھی اُس کے دل سے دور
 تا وہ جنابِ عز و جل میں قبول ہو

اُس رُخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصل مدعا
 اے حُبِّ جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں
 دیکھو تو جا کے اُن کے مقابر کو اک نظر
 اک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے
 اک دن تمہارا لوگ جنازہ اٹھائیں گے
 اے لوگو! عیشِ دنیا کو ہرگز وفا نہیں
 سوچو کہ باپ دادے تمہارے کدھر گئے
 وہ دن بھی ایک دن تمہیں یار و نصیب ہے
 ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو
 ملتی نہیں عزیز و فقط قصوں سے یہ راہ
 وہ لغو دیں ہے جس میں فقط قصہ جات ہیں
 صدحیف اس زمانہ میں قصوں پہ ہے مدار
 پر نقد معجزات کا کچھ بھی نشاں نہیں
 دنیا کو ایسے قصوں نے یکسر تہہ کیا
 جس کو تلاش ہے کہ ملے اُس کو کردگار
 اُس کا تو فرض ہے کہ وہ ڈھونڈے خدا کا نور
 تا اُس کے دل پہ نُورِ یقین کا نزول ہو

قصوں سے پاک ہونا کبھی کیا مجال ہے
 قصوں سے کب نجات ملے ہے گناہ سے
 مُردہ سے کب امید کہ وہ زندہ کر سکے
 وہ رہ جو ذاتِ عِزِّ وِجَل کو دکھاتی ہے
 وہ رہ جو یارِ گم شدہ کو ڈھونڈلاتی ہے
 وہ تازہ قدرتیں جو خدا پر دلیل ہیں
 ظاہر ہے یہ کہ قصوں میں اُن کا اثر نہیں
 اُس بے نشان کی چہرہ نمائی نشان سے ہے
 کوئی بتائے ہم کو کہ غیروں میں یہ کہاں
 یہ ایسے مذہبوں میں کہاں ہے دکھائیے
 جب سے کہ قصے ہو گئے مقصود راہ میں
 تم دیکھتے ہو قوم میں عفت نہیں رہی
 مومن کے جو نشان ہیں وہ حالت نہیں رہی
 اک سیل چل رہا ہے گناہوں کا زور سے
 کیوں بڑھ گئے زمیں پہ بُرے کام اس قدر
 کیوں اب تمہارے دل میں وہ صدق و صفا نہیں
 کیوں زندگی کی چال سبھی فاسقانہ ہے

سچ جانو یہ طریق سراسر مجال ہے
 ممکن نہیں وصالِ خدا ایسی راہ سے
 اُس سے تو خود مجال کہ رہ بھی گذر سکے
 وہ رہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے
 وہ رہ جو جامِ پاک یقین کا پلاتی ہے
 وہ زندہ طاقتیں جو یقین کی سبیل ہیں
 افسانہ گو کو راہِ خدا کی خبر نہیں
 سچ ہے کہ سب ثبوتِ خدائی نشان سے ہے
 قصوں کی چاشنی میں حلاوت کا کیا نشان
 ورنہ گزاف قصوں پہ ہرگز نہ جانیے
 آگے قدم ہے قوم کا ہر دم گناہ میں
 وہ صدق وہ صفا وہ طہارت نہیں رہی
 اُس یار بے نشان کی محبت نہیں رہی ﴿۲﴾
 سنتے نہیں ہیں کچھ بھی معاصی کے شور سے
 کیوں ہو گئے عزیزو! یہ سب لوگ کور و کر
 کیوں اس قدر ہے فسق کہ خوف و حیا نہیں
 کچھ اک نظر کرو کہ یہ کیسا زمانہ ہے

دُنیاے دُوں کی دل میں محبت سما گئی
 جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے
 آنکھوں سے اُن کی چھپ گیا ایماں کا آفتاب
 اُس بدنصیب شخص کا کوئی بھی دیں نہیں
 وہ اُس سے مل کے دل کو اُسی سے ملاتے ہیں
 ہر دم اُسی کے ہاتھ سے اک جام پیتے ہیں
 سب دشمن اُن کے اُن کے مقابل میں پست ہیں
 ڈرتے کبھی نہیں ہیں وہ دشمن کے وار سے
 یہ اس لئے کہ عاشقِ یارِ یگانہ ہیں
 اُن کے لئے نشاں کو دکھاتا ہے کارساز
 جب بدشعار لوگ اُنہیں کچھ ستاتے ہیں
 جب اُن سے جنگ کرنے کو باہر نکلتے ہیں
 غیروں پہ اپنا رعب نشاں سے جماتا ہے
 مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے
 آخر وہ اُس کے رحم کو ایسا ہی پاتا ہے
 وہ اُس جنابِ پاک سے ہر دم ہوئے قریب
 کچھ ایسا نور دیکھا کہ اُس کے ہی ہو گئے

اِس کا سبب یہی ہے کہ غفلت ہی چھا گئی
 تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
 ہر دم کے خبث و فسق سے دل پر پڑے حجاب
 جس کو خدائے عزوجل پر یقین نہیں
 پر وہ سعید جو کہ نشانوں کو پاتے ہیں
 وہ اُس کے ہو گئے ہیں اُسی سے وہ جیتے ہیں
 جس نے کو پی لیا ہے وہ اُس نے سے مست ہیں
 کچھ ایسے مست ہیں وہ رُخِ خوب یار سے
 اُن سے خدا کے کام سبھی معجزانہ ہیں
 اُن کو خدا نے غیروں سے بخشی ہے امتیاز
 جب دشمنوں کے ہاتھ سے وہ تنگ آتے ہیں
 جب اُن کے مارنے کیلئے چال چلتے ہیں
 تب وہ خدائے پاک نشاں کو دکھاتا ہے
 کہتا ہے یہ تو بندہ عالی جناب ہے
 اُس ذاتِ پاک سے جو کوئی دل لگاتا ہے
 جن کو نشانِ حضرت باری ہوا نصیب
 کھینچے گئے کچھ ایسے کہ دنیا سے سو گئے

دین دیکھے کیسے پاک ہو انساں گناہ سے
تصویر شیر سے نہ ڈرے کوئی گو سپند
پھر وہ خدا جو مُردہ کی مانند ہے پڑا
ایسے خدا کے خوف سے دل کیسے پاک ہو
دین دیکھے کس طرح کسی مہ رُخ پہ آئے دل
دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
جب تک خدائے زندہ کی تم کو خبر نہیں
سورگ کی دوا یہی وصلِ الہی ہے
پر جس خدا کے ہونے کا کچھ بھی نہیں نشاں
ہر چیز میں خدا کی ضیا کا ظہور ہے
جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
عاشق جو ہیں وہ یار کو مَرَمَر کے پاتے ہیں
یہ راہ تنگ ہے پہ یہی ایک راہ ہے
ناپاک زندگی ہے جو دوری میں کٹ گئی
زندہ وہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں
وہ دور ہیں خدا سے جو تقویٰ سے دور ہیں
تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو

اس چاہ سے نکلتے ہیں لوگ اُس کی چاہ سے
نئے مار مُردہ سے ہے کچھ اندیشہ گزند
پس کیا امید ایسے سے اور خوف اُس سے کیا
سینہ میں اُسکے عشق سے کیونکر تپاک ہو
کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل
حسن و جمال یار کے آثار ہی سہی
بے قید اور دلیر ہو کچھ دل میں ڈر نہیں
اس قید میں ہر ایک گنہ سے رہائی ہے
کیونکر نثار ایسے پہ ہو جائے کوئی جاں
پر پھر بھی غافلوں سے وہ دلدار دور ہے
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما
جب مر گئے تو اُسکی طرف کھینچے جاتے ہیں
دلبر کی مرنے والوں پہ ہر دم نگاہ ہے
دیوار زُہد خشک کی آخر کو پھٹ گئی
مقبول بن کے اُس کے عزیز و حبیب ہیں
ہر دم اسیرِ نخوت و کبر و غرور ہیں
کبر و غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو

اُس یار کے لئے رہِ عشرت کو چھوڑ دو
ورنہ خیالِ حضرتِ عزت کو چھوڑ دو
تاتم پہ ہو ملائکہء عرش کا نزول
ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٰ خدا
اس راہ میں زندگی نہیں ملتی بجز مہمت
آدم کی نسل وہ ہے جو وہ خاکسار ہے
زیبا ہے کبرِ حضرتِ ربِّ غیور کو
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں
ہو جاؤ خاکِ مرضیٰ مولیٰ اسی میں ہے
عقّت جو شرط دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے
تقویٰ کی راہ سے وہ بہت دُور جاتے ہیں
اک دم میں اُس علیم کو بیزار کرتی ہے
پھر شوخیوں کا بیج ہر اک وقت بوتے ہیں
اُٹھتے نہیں ہیں ہم نے تو سوسو کئے جتن
توت تمام نوکِ زباں میں ہی آگئی
باقی خبر نہیں ہے کہ اسلام ہے کہاں
ڈرتے رہو عقابِ خدائے جہان سے

اس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو
لعنت کی ہے یہ راہ سولعت کو چھوڑ دو
تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول
اسلام چیز کیا ہے خدا کیلئے فنا
جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات
شوخی و کبر دیو لعین کا شعار ہے
اے کرمِ خاک چھوڑ دے کبر و غرور کو
بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
تقویٰ کی جڑ خدا کے لئے خاکساری ہے
جو لوگ بدگمانی کو شیوہ بناتے ہیں
بے احتیاط اُن کی زباں وار کرتی ہے
اک بات کہہ کے اپنے عمل سارے کھوتے ہیں
کچھ ایسے سو گئے ہیں ہمارے یہ ہم وطن
سب عضو سست ہو گئے غفلت ہی چھا گئی
یا بدزباں دکھاتے ہیں یا ہیں وہ بدگمان
تم دیکھ کر بھی بدکو بچو بدگمان سے

شاید تمہاری آنکھ ہی کر جائے کچھ خطا
 شاید تمہاری فہم کا ہی کچھ قصور ہو
 پھر تم تو بدگمانی سے اپنی ہوئے ہلاک
 گر ایسے تم دلیریوں میں بے حیا ہوئے
 موسیٰ بھی بدگمانی سے شرمندہ ہو گیا
 بندوں میں اپنے بھید خدا کے ہیں صد ہزار
 پس تم تو ایک بات کے کہنے سے مر گئے
 بد بخت تر تمام جہاں سے وہی ہوا
 پس تم بچاؤ اپنی زباں کو فساد سے
 دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا
 وہ اک زباں ہے عضو نہانی ہے دوسرا
 پر وہ جو مجھ کو کاذب و مکار کہتے ہیں
 اُن کیلئے تو بس ہے خدا کا یہی نشان
 دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا
 جو کچھ مری مراد تھی سب کچھ دکھا دیا
 دنیا کی نعمتوں سے کوئی بھی نہیں رہی
 ایسے بدوں سے اُس کے ہوں ایسے معاملات

شاید وہ بدنہ ہو جو تمہیں ہے وہ بدنما
 شاید وہ آزمائشِ ربِّ غفور ہو
 خود سر پہ اپنے لے لیا ختمِ خدائے پاک
 پھر اتنا کے سوچو کہ معنی ہی کیا ہوئے
 قرآن میں خضر نے جو کیا تھا پڑھو ذرا
 تم کو نہ علم ہے نہ حقیقت ہے آشکار
 یہ کیسی عقل تھی کہ براہِ خطر گئے
 جو ایک بات کہہ کے ہی دوزخ میں جا گرا
 ڈرتے رہو عقوبتِ ربِّ العباد سے ﴿۱۰﴾
 سیدھا خدا کے فضل سے جنت میں جائے گا
 یہ ہے حدیثِ سیدنا سیدِ الوری
 اور مفتری و کافر و بدکار کہتے ہیں
 یعنی وہ فضلِ اُس کے جو مجھ پر ہیں ہر زماں
 گمنامِ پاک کے شہرہٴ عالم بنا دیا
 میں اک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا
 جو اُس نے مجھ کو اپنی عنایات سے نہ دی
 کیا یہ نہیں کرامت و عادت سے بڑھ کے بات

کس کو نظیر ایسی عنایت کی یاد ہے
 آخر ذلیل ہو گئے انجامِ جنگ میں
 سب کی مراد تھی کہ میں دیکھوں رہ فنا
 یا حاکموں سے پھانسی دلا کر کریں تباہ
 یا یہ کہ ذلتوں سے میں ہو جاؤں سرنگوں
 آجائے مجھ پہ یا کوئی مقبول ہو دعا
 چاہا گیا کہ دن مرا ہو جائے مجھ پہ رات
 پھر اتفاق وہ کہ زماں میں نہ ہو کبھی
 سمجھا گیا میں بد پہ وہ سب نیک ہو گئے
 جو عالم القلوب و علیم و خمیر ہے
 پس رہ گئے وہ سارے سیہ رُوئے و نامراد
 سب دشمنوں کے دیکھ کے اوساں ہوئے خطا
 میں خاک تھا اُسی نے ثریا بنا دیا
 کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
 میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
 اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا
 اُن کی نظر میں حال مرا ناپسند ہے

جو مفتری ہے اُس سے یہ کیوں اتحاد ہے
 مجھ پر ہراک نے وار کیا اپنے رنگ میں
 ان کینوں میں کسی کو بھی ارماں نہیں رہا
 تھے چاہتے کہ مجھ کو دکھائیں عدم کی راہ
 یا کم سے کم یہ ہو کہ میں زنداں میں جا پڑوں
 یا مخبری سے ان کی کوئی اور ہی بلا
 پس ایسے ہی ارادوں سے کر کے مقدمات
 کوشش بھی وہ ہوئی کہ جہاں میں نہ ہو کبھی
 مجھ کو ہلاک کرنے کو سب ایک ہو گئے
 آخر کو وہ خدا جو کریم و قدیر ہے
 اُترا مری مدد کیلئے کر کے عہد یاد
 کچھ ایسا فضل حضرت ربّ الوری ہوا
 اک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا
 میں تھا غریب و بیگم نام و بے ہنر
 لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
 اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
 پر پھر بھی جن کی آنکھ تعصب سے بند ہے

میں مفتری ہوں اُن کی نگاہ و خیال میں لعنت ہے مفتری پہ خدا کی کتاب میں توریت میں بھی نیز کلام مجید میں کوئی اگر خدا پہ کرے کچھ بھی افترا پھر یہ عجیب غفلت ربِّ قدیر ہے پچیس سال سے ہے وہ مشغول افترا ہر روز اپنے دل سے بناتا ہے ایک بات پھر بھی وہ ایسے شوخ کو دیتا نہیں سزا پھر یہ عجیب تر ہے کہ جب حامیانِ دیں کرتا نہیں ہے اُن کی مدد وقتِ انتظام اپنا تو اُس کا وعدہ رہا سارا طاق پر کیا وہ خدا نہیں ہے جو فرقاں کا ہے خدا آخر یہ بات کیا ہے کہ ہے ایک مفتری جب دشمن اُسکو پیچ میں کوشش سے لاتے ہیں اِک اتفاق کر کے وہ باتیں بناتے ہیں پھر بھی وہ نامراد مقاصد میں رہتے ہیں ذلت ہیں چاہتے۔ یہاں اِکرام ہوتا ہے

دنیا کی خیر ہے مری موت و زوال میں عزّت نہیں ہے ذرّہ بھی اُس کی جناب میں لکھا گیا ہے رنگِ وعید شدید میں ہوگا وہ قتل ہے یہی اس جرم کی سزا دیکھے ہے ایک کو کہ وہ ایسا شریہ ہے ہر دن ہر ایک رات یہی کام ہے رہا کہتا ہے یہ خدا نے کہا مجھ کو آج رات گویا نہیں ہے یاد جو پہلے سے کہہ چکا ایسے کے قتل کرنے کو فاعل ہوں یا معین تا مفتری کے قتل سے قصہ ہی ہو تمام اوروں کی سعی و جہد پہ بھی کچھ نہیں نظر پھر کیوں وہ مفتری سے کرے اسقدر وفا کرتا ہے ہر مقام میں اُس کو خدا بَرّی کوشش بھی اسقدر کہ وہ بس مرہی جاتے ہیں سو جھوٹ اور فریب کی تہمت لگاتے ہیں جاتا ہے بے اثر وہ جو سو بار کہتے ہیں کیا مفتری کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے

سوچو کہ کیوں خدا تمہیں دیتا مدد نہیں
 پس اس سبب سے ساتھ تمہارے نہیں خدا
 جب مجھ پہ کی تھی تہمتِ خوں از روہِ فساد
 تا آپ کی مدد سے اُسے سہل ہو جدال
 حاکم کے دل کو میری طرف اُس نے کر دیا
 یہ بات اپنے دل میں بہت سہل جانی تھی
 تا تم کو ایک فخر سے یہ بات ہاتھ آئے
 آخر مری مدد کیلئے خود اٹھا خدا
 عزت کے ساتھ تب میں وہاں سے بری ہوا
 تھا ایک پادری کی طرف سے یہ اتہام
 اک مولوی بھی تھا جو یہی مارتا تھا لاف
 اب بن سزائے سخت یہ بیچ کر نہ جائے گا
 اب قید یا صلیب ہے اک بات ہے ضرور
 اتنی دعا کہ گھس گئی سجدے میں اُن کی ناک
 اک سو تھا مگر ایک طرف سجدہ و دعا
 دشمن تھے جتنے اُن کی طرف کی نہ التفات
 اک مفتری کا وہ بھی مددگار ہو گیا
 خود مارتا وہ گردنِ کذاب بد نہاد

اے قوم کے سرآمدہ اے حامیانِ دین
 تم میں نہ رحم ہے نہ عدالت نہ اتقا
 ہوگا تمہیں کلارک کا بھی وقت خوب یاد
 جب آپ لوگ اُس سے ملے تھے بدیں خیال
 پر وہ خدا جو عاجز و مسکین کا ہے خدا
 تم نے تو مجھ کو قتل کرانے کی ٹھانی تھی
 تھے چاہتے صلیب پہ یہ شخص کھینچا جائے
 جھوٹا تھا مفتری تھا تبھی یہ ملی سزا
 ڈگلس پہ سارا حال بریت کا کھل گیا
 الزام مجھ پہ قتل کا تھا سخت تھا یہ کام
 جتنے گواہ تھے وہ تھے سب میرے برخلاف
 دیکھو یہ شخص اب تو سزا اپنی پائے گا
 اتنی شہادتیں ہیں کہ اب کھل گیا قصور
 بعضوں کو بدعا میں بھی تھا ایک انہماک
 القصہ جہد کی نہ رہی کچھ بھی انتہا
 آخر خدا نے دی مجھے اُس آگ سے نجات
 کیسا یہ فضل اُس سے نمودار ہو گیا
 اُس کا تو فرض تھا کہ وہ وعدہ کو کر کے یاد

گراُس سے رہ گیا تھا کہ وہ خود دکھائے ہاتھ
یہ بات کیا ہوئی کہ وہ تم سے الگ رہا
جو مضری تھا اُس کو تو آزاد کر دیا
سب جدوجہد سعی اکارت چلی گئی
کیا ”راستی کی فتح“ نہیں وعدہ خدا
پھر کیوں یہ بات میری ہی نسبت پلٹ گئی
کیا یہ عجب نہیں ہے کہ جب تم ہی یار ہو
پھر یہ نہیں کہ ہو گئی ہے صرف ایک بات
دیکھو وہ بھیں کا شخص کرم دیں ہے جس کا نام
جس کی مدد کے واسطے لوگوں میں جوش تھا
جس کا رفیق ہو گیا ہر ظالم و غوی
اُن میں سے ایسے تھے کہ جو بڑھ بڑھ کے آتے تھے
ہشیاری مستغیث بھی اپنی دکھاتا تھا
پر اپنے بدعمل کی سزا کو وہ پا گیا
کذاب نام اس کا دفاتر میں رہ گیا
اے ہوش و عقل والو یہ عبرت کا ہے مقام
جو متقی ہے اُس کا خدا خود نصیر ہے
جڑ ہے ہر ایک خیر و سعادت کی اتقا

﴿۱۴﴾

اتنا تو سہل تھا کہ تمہارا بٹائے ہاتھ
کچھ بھی مدد نہ کی نہ سنی کوئی بھی دعا
سب کام اپنی قوم کا برباد کر دیا
کوشش تھی جس قدر وہ بغارت چلی گئی
دیکھو تو کھول کر سخن پاک کبریا
یا خود تمہاری چادر تقویٰ ہی پھٹ گئی
پھر میرے فائدہ کا ہی سب کاروبار ہو
پاتا ہوں ہر قدم میں خدا کے تفصلات
لڑنے میں جس نے نیند بھی اپنے پہ کی حرام
جس کا ہر ایک دشمن حق عیب پوش تھا
جس کی مدد کے واسطے آئے تھے مولوی
اپنا بیاں لکھانے میں کرتب دکھاتے تھے
سو سو خلاف واقعہ باتیں بناتا تھا
ساتھ اُس کے یہ کہ نام بھی کاذب رکھا گیا
چالاکیوں کا فخر جو رکھتا تھا بہ گیا
چالاکیاں تو بیچ ہیں تقویٰ سے ہوویں کام
انجام فاسقوں کا عذاب سعیر ہے
جس کی یہ جڑ رہی ہے عمل اُس کا سب رہا

ایسا ہی پاؤ گے سخن کردگار میں
 جس پر یہ فضل ہو یہ عنایات یہ عطا
 پس کس طرح خدا کو پسند آگئی یہ ریت
 کیا مفتری کے بارے میں وعدہ یہی ہوا
 یا بے خبر ہے عیب سے دھوکے میں آگیا
 بدکار سے تو کوئی بھی کرتا نہیں ہے پیار
 یہ بھی تو ہیں نشاں جو نمودار ہو گئے
 لکھتے ہیں اب خدا کی عنایت سے بے ہراس
 وہ خود نشاں ہے نیز نشاں سارے اس کے کام
 مُردوں سے نیز فرقہ ناداں زنانہ سے
 اُن کی نظر میں کافر و دجال ہو گئے
 بے دیں ہوئے فساد کیا حق کی راہ میں
 جس سے ملے خدائے جہان و جہانیاں
 سوشکر ہے کہ ہو گئے غالب کے یار ہم
 کیا جانے قدر اس کا جو قصوں میں ہے اسیر
 دلبر کا بانگین بھی اسی سے دکھاتے ہیں

مومن ہی فتح پاتے ہیں انجام کار میں
 کوئی بھی مفتری ہمیں دنیا میں اب دکھا
 اس بد عمل کی قتل سزا ہے نہ یہ کہ پیت
 کیا تھا یہی معاملہ پاداشِ افترا
 کیوں ایک مفتری کا وہ ایسا ہے آشنا
 آخر کوئی تو بات ہے جس سے ہوا وہ یار
 تم بد بنا کے پھر بھی گرفتار ہو گئے
 تاہم وہ دوسرے بھی نشاں ہیں ہمارے پاس
 جس دل میں رنج گیا ہے محبت سے اُس کا نام
 کیا کیا نہ ہم نے نام رکھائے زمانہ سے
 اُس کے گمان میں ہم بد و بد حال ہو گئے
 ہم مفتری بھی بن گئے اُن کی نگاہ میں
 پر ایسے کفر پر تو فدا ہے ہماری جاں
 لعنت ہے ایسے دیں پہ کہ اس کفر سے ہے کم
 ہوتا ہے کردگار اسی رہ سے دستگیر
 وحی خدا اسی رہ فرخ سے پاتے ہیں

اے مدعی نہیں ہے تیرے ساتھ کردگار

یہ کُفر تیرے دیں سے ہے بہتر ہزار بار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

ہزار ہزار شکر اُس خداوند کریم کا ہے جس نے ایسا مذہب ہمیں عطا فرمایا جو خدا دانی اور خدا ترسی کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی نظیر کبھی اور کسی زمانہ میں نہیں پائی گئی۔ اور ہزار ہا درود اُس نبی معصوم پر جس کے وسیلہ سے ہم اس پاک مذہب میں داخل ہوئے۔ اور ہزار ہا رحمتیں نبی کریم کے اصحاب پر ہوں جنہوں نے اپنے خونوں سے اس باغ کی آب پاشی کی۔

اسلام ایک ایسا بابرکت اور خدا نما مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص سچے طور پر اس کی پابندی اختیار کرے اور ان تعلیموں اور ہدایتوں اور وصیتوں پر کار بند ہو جائے جو خدائے تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف میں مندرج ہیں تو وہ اسی جہان میں خدا کو دیکھ لے گا۔ وہ خدا جو دنیا کی نظر سے ہزاروں پردوں میں ہے اس کی شناخت کے لئے بجز قرآنی تعلیم کے اور کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ قرآن شریف معقولی رنگ میں اور آسمانی نشانوں کے رنگ میں نہایت سہل اور آسان طریق سے خدائے تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور اس میں ایک برکت اور قوتِ جاذبہ ہے جو خدا کے طالب کو دم بدم خدا کی طرف کھینچتی اور روشنی اور سکینت اور اطمینان بخشتی ہے اور قرآن شریف پر سچا ایمان لانے والا صرف فلسفیوں کی طرح یہ ظن نہیں رکھتا کہ اس پر حکمت عالم کا بنانے والا کوئی ہونا چاہیے بلکہ وہ ایک ذاتی بصیرت حاصل کر کے اور ایک پاک رویت سے مشرف ہو کر یقین کی آنکھ سے

دیکھ لیتا ہے کہ فی الواقع وہ صالح موجود ہے اور اس پاک کلام کی روشنی حاصل کرنے والا محض خشک معقولیوں کی طرح یہ گمان نہیں رکھتا کہ خدا واحد لا شریک ہے بلکہ صد ہا چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ جو اُس کا ہاتھ پکڑ کر ظلمت سے نکالتے ہیں واقعی طور پر مشاہدہ کر لیتا ہے کہ درحقیقت ذات اور صفات میں خدا کا کوئی بھی شریک نہیں اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ عملی طور پر دنیا کو دکھا دیتا ہے کہ وہ ایسا ہی خدا کو سمجھتا ہے اور وحدتِ الہی کی عظمت ایسی اس کے دل میں سما جاتی ہے کہ وہ الہی ارادہ کے آگے تمام دنیا کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بلکہ مطلق لاشے اور سراسر کالعدم سمجھتا ہے۔

انسانی فطرت ایک ایسے درخت کی طرح واقع ہے جس کے ایک حصے کی شاخیں نجاست اور پیشاب کے گڑھے میں غرق ہیں اور دوسرے حصے کی شاخیں ایک ایسے حوض میں پڑتی ہیں جو کیڑہ اور گلاب اور دوسری لطیف خوشبوؤں سے پُر ہے اور ہر ایک حصے کی طرف سے جب کوئی ہوا چلتی ہے تو بد بو یا خوشبو کو جیسی کہ صورت ہو پھیلا دیتی ہے۔ اسی طرح نفسانی جذبات کی ہوا بد بو ظاہر کرتی ہے اور رحمانی نجات کی ہوا پوشیدہ خوشبو کو پیرایہِ ظہور و بروز پہناتی ہے۔ پس اگر رحمانی ہوا کے چلنے میں جو آسمان سے اُترتی ہے روک ہو جائے تو انسان نفسانی جذبات کی تند و تیز ہواؤں کے ہر طرف سے طمانچے کھا کر اور اُن کی بد بوؤں کے نیچے دب کر ایسا خدائے تعالیٰ سے منہ پھیر لیتا ہے کہ شیطان مجسم بن جاتا ہے اور اسفل السافلین میں گرایا جاتا ہے اور کوئی نیکی اُس کے اندر نہیں رہتی اور کفر اور معصیت اور فسق و فجور اور تمام رذائل کے زہروں سے آخر ہلاک ہو جاتا ہے اور زندگی اُس کی جہنمی ہوتی ہے اور آخر مرنے کے بعد جہنم میں گرتا ہے اور اگر خدائے تعالیٰ کا فضل دستگیر ہو اور نجاتِ الہیہ اُس کے صاف اور معطر کرنے کے لئے آسمان سے چلیں اور اُس کی روح کو اپنی خاص تربیت سے دمبدم نورانیت اور تازگی اور پاک طاقت بخشیں تو وہ طاقت بالا سے قوت پا کر اس قدر اوپر کی طرف کھینچا جاتا ہے کہ فرشتوں کے مقام سے بھی اوپر گذر جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ

﴿۱۸﴾

انسان میں نیچے گرنے کا بھی مادہ ہے اور اوپر اٹھائے جانے کا بھی۔ اور کسی نے اس بارے میں سچ کہا ہے۔
 حضرت انساں کہ حد مشترک راجع است می تواند شد مسیحا می تواند خردن
 لیکن اس جگہ مشکل یہ ہے کہ نیچے جانا انسان کے لئے سہل امر ہے گویا ایک طبعی امر ہے جیسا کہ تم
 دیکھتے ہو کہ ایک پتھر اوپر کو بہت مشکل سے جاتا ہے اور کسی دوسرے کے زور کا محتاج ہے لیکن
 نیچے کی طرف خود بخود گر جاتا ہے اور کسی کے زور کا محتاج نہیں۔ پس انسان اوپر جانے کے لئے
 ایک زور آور ہاتھ کا محتاج ہے۔ اسی حاجت نے سلسلہ انبیاء اور کلام الہی کی ضرورت ثابت کی
 ہے۔ اگرچہ دنیا کے لوگ سچے مذہب کے پرکھنے کے معاملہ میں ہزار ہا سچ درپچ مباحثات میں
 پڑ گئے ہیں اور پھر بھی کسی منزل مقصود تک نہیں پہنچے لیکن سچ بات یہ ہے کہ جو مذہب انسانی
 ناپیدائی کے دُور کرنے اور آسمانی برکات کے عطا کرنے کیلئے اس حد تک کامیاب ہو سکے جو اس
 کے پیروں کی عملی زندگی میں خدا کی ہستی کا اقرار اور نوع انسان کی ہمدردی کا ثبوت نمایاں ہو وہی
 مذہب سچا ہے اور وہی ہے جو اپنے سچے پابند کو اس منزل مقصود تک پہنچا سکتا ہے جس کی اُس کی
 روح کو پیاس لگا دی گئی ہے۔ اکثر لوگ صرف ایسے فرضی خدا پر ایمان لاتے ہیں جس کی قدرتیں
 آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں اور جس کی سکتی اور طاقت صرف قصوں اور کہانیوں کے پیرایہ میں
 بیان کی جاتی ہے۔ پس یہی سبب ہوتا ہے کہ ایسا فرضی خدا اُن کو گناہ سے روک نہیں سکتا بلکہ ایسے
 مذہب کی پیروی میں جیسے جیسے اُن کا تعصب بڑھتا جاتا ہے ویسے ویسے فسق و فجور پر شوخی اور
 دلیری زیادہ پیدا ہوتی جاتی ہے اور نفسانی جذبات ایسی تیزی میں آتے ہیں کہ جیسے ایک دریا کا
 بند ٹوٹ کر ارد گرد پانی اُس کا پھیل جاتا ہے اور کئی گھروں اور کھیتوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ وہ زندہ
 خدا جو قادرانہ نشانوں کے شعاع اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اپنی ہستی کو تازہ بتازہ معجزات اور
 طاقتوں سے ثابت کرتا رہتا ہے وہی ہے جس کا پانا اور دریافت کرنا گناہ سے روکتا ہے اور سچی
 سکینت اور شانتی اور تسلی بخشتا ہے اور استقامت اور دلی بہادری کو عطا فرماتا ہے۔ وہ آگ بن کر

گناہوں کو جلا دیتا ہے اور پانی بن کر دنیا پرستی کی خواہشوں کو دھو ڈالتا ہے مذہب اسی کا نام ہے جو اُس کو تلاش کریں اور تلاش میں دیوانہ بن جائیں۔

یاد رہے کہ محض خشک جھگڑے اور سب و شتم اور سخت گوئی اور بدزبانی جو نفسانیت کی بنا پر مذہب کے نام پر ظاہر کی جاتی ہے۔ اور اپنی اندرونی بدکاریوں کو دور نہیں کیا جاتا اور اس محبوب حقیقی سے سچا تعلق پیدا نہیں کیا جاتا اور ایک فریق دوسرے فریق پر نہ انسانیت سے بلکہ کتوں کی طرح حملہ کرتا ہے اور مذہبی حمایت کی اوٹ میں ہر ایک قسم کی نفسانی بدذاتی دکھلاتا ہے کہ یہ گندہ طریق جو سراستخوان ہے اس لائق نہیں کہ اس کا نام مذہب رکھا جائے۔ افسوس ایسے لوگ نہیں جانتے کہ ہم دنیا میں کیوں آئے۔ اور اصل اور بڑا مقصود ہمارا اس مختصر زندگی سے کیا ہے بلکہ وہ ہمیشہ اندھے اور ناپاک فطرت رہ کر صرف متعصبانہ جذبات کا نام مذہب رکھتے ہیں اور ایسے فرضی خدا کی حمایت میں دنیا میں بداخلاقی دکھلاتے اور زبان درازیاں کرتے ہیں جس کے وجود کا اُن کے پاس کچھ بھی ثبوت نہیں۔ وہ مذہب کس کام کا مذہب ہے جو زندہ خدا کا پرستار نہیں بلکہ ایسا خدا ایک مُردے کا جنازہ ہے جو صرف دوسروں کے سہارے سے چل رہا ہے سہارا الگ ہوا اور وہ زمین پر گرا۔ ایسے مذہب سے اگر ان کو کچھ حاصل ہے تو صرف تعصب اور حقیقی خدا ترسی اور نوع انسان کی سچی ہمدردی جو افضل خصائل ہے بالکل اُن کی فطرت سے مفقود ہو جاتی ہے اور اگر ایسے شخص کا اُن سے مقابلہ پڑے جو اُن کے مذہب اور عقیدے کا مخالف ہو تو فقط اسی قدر مخالفت کو دل میں رکھ کر اُس کی جان اور مال اور عزت کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اگر ان کے متعلق کسی غیر قوم کے شخص کا کام پڑ جائے تو انصاف اور خدا ترسی کو ہاتھ سے دے کر چاہتے ہیں کہ اس کو بالکل نابود کر دیں اور وہ رحم اور انصاف اور ہمدردی جو انسانی فطرت کی اعلیٰ فضیلت ہے بالکل اُن کے طبائع سے مفقود ہو جاتی ہے اور تعصب کے جوش سے ایک ناپاک درندگی اُن کے اندر سما جاتی ہے اور نہیں جانتے

﴿۲۰﴾

کہ اصل غرض مذہب سے کیا ہے۔ اصل بدخواہ مذہب اور قوم کے وہی بدکردار لوگ ہوتے ہیں جو حقیقت اور سچی معرفت اور سچی پاکیزگی کی کچھ پروا نہیں رکھتے اور صرف نفسانی جوشوں کا نام مذہب رکھتے ہیں۔ تمام وقت فضول لڑائی جھگڑوں اور گندی باتوں میں صرف کرتے ہیں اور جو وقت خدا کے ساتھ خلوت میں خرچ کرنا چاہیے وہ خواب میں بھی اُن کو میسر نہیں ہوتا۔ بزرگوں کی مندا یا تحقیر تو ہیں ان کا کام ہوتا ہے اور خود اندر اُن کا نفسانی غلاظتوں سے اس قدر بھرا ہوا ہوتا ہے جیسا کہ سنڈ اس نجاست سے۔ زبان پر بک بک بہت مگردل خدا سے دور اور دنیا کے گندوں میں غرق پھر مصلح قوم ہونے کا دعویٰ۔

ع خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

ایسے آدمی نہ خوف زدہ دل سے کسی کی بات سن سکتے ہیں نہ تحمل سے جواب دے سکتے ہیں۔ اُن کے نزدیک تمام اسلام نشانیۂ اعتراضات ہے کوئی بات بھی اچھی نہیں اور عجیب تر یہ کہ وہ اس حالت پر خوش ہوتے ہیں اور کسی دوسری قوم کے انسان پر کوئی موزیا نہ ہاتھ ڈال کر خیال کرتے ہیں کہ ہم نے بہت ثواب کا کام کیا ہے یا بڑی ہمت اور جوانمردی دکھائی ہے لیکن افسوس کہ اس زمانہ میں اکثر قومیں اسی تعصب کا نام مذہب خیال کرتی ہیں۔ اور ہم اس خراب عادت سے عام مسلمانوں کو بھی باہر نہیں رکھتے۔ پس وہ خدا کے نزدیک زیادہ مؤاخذہ کے لائق ہیں کیونکہ ان کو وہ دین دیا گیا تھا جس کا نام اسلام ہے جس کے معنی خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں خود ظاہر فرمائے ہیں جیسا کہ فرمایا۔ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ ۖ

یعنی اسلام کے دو ٹکڑے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا کی رضا میں ایسا مو ہو جانا کہ اپنی رضا چھوڑ کر اُس کی رضا جوئی کیلئے اُس کے آستانہ پر سر رکھ دینا اور دوسرے عام طور پر تمام بنی نوع سے نیکی کرنا۔ پس یہ دین کیسا پیارا اور نیک اور پاک اصولوں پر مبنی تھا جس کی تعلیموں سے وہ بہت دور پڑ گئے اور یہ تباہی اُس وقت پیدا ہوئی جبکہ قرآن شریف کی تعلیم سے عمدایاً غلطی سے اعراض

کیا گیا کیونکہ اعراض خواہ صوری ہو یا معنوی فیض الہی سے محروم کر دیتا ہے۔ اور اس جگہ ہماری مراد اعراض صوری سے یہ ہے کہ ایک شخص خدائے تعالیٰ کے کلام سے بالکل منکر ہو۔ اور اعراض معنوی سے یہ مراد ہے کہ بظاہر منکر تو نہ ہو لیکن رسم اور عادت اور نفسانی اغراض اور اقوال غیر کے نیچے دب کر ایسا ہو جائے کہ خدائے تعالیٰ کے کلام کی کچھ پرواہ نہ کرے۔

غرض یہ دو خبیث مرضیں ہیں جن سے بچنے کیلئے سچے مذہب کی پیروی کی ضرورت ہے۔ یعنی اول یہ مرض کہ خدا کو واحد لا شریک اور متصف بہ تمام صفات کاملہ اور قدرت تامہ قبول نہ کر کے اس کے حقوق واجبہ سے منہ پھیرنا اور ایک نمک حرام انسان کی طرح اُس کے اُن فیوض سے انکار کرنا جو جان اور بدن کے ذرہ ذرہ کے شامل حال ہیں۔ دوسرے یہ کہ بنی نوع کے حقوق کی بجا آوری میں کوتاہی کرنا۔ اور ہر ایک شخص جو اپنے مذہب اور قوم سے الگ ہو یا اُس کا مخالف ہو اس کی ایذا کیلئے ایک زہریلے سانپ کی طرح بن جانا اور تمام انسانی حقوق کو یک دفعہ تلف کر دینا۔ ایسے انسان درحقیقت مردہ ہیں اور زندہ خدا سے بے خبر۔ زندہ ایمان لانا ہرگز ممکن نہیں جب تک انسان زندہ خدا کی تجلیات اور آیات عظیمہ سے فیضیاب نہ ہو۔ یوں تو بجز دہریہ لوگوں کے تمام دنیا کسی نہ کسی رنگ میں خدا تعالیٰ کے وجود کی قائل ہے مگر چونکہ وہ قائل ہونا صرف اپنا خود تراشیدہ خیال ہے اور زندہ خدا کی اپنی ذاتی تجلی سے نہیں ہے اس لئے ایسے خیال سے زندہ ایمان حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک خدائے تعالیٰ کی طرف سے انا الموجود کی آواز زوردار طاقتوں کے ساتھ معجزانہ رنگ میں اور خارق عادت کے طور پر سنائی نہ دے اور فعلی طور پر اس کے ساتھ دوسرے زبردست نشان نہ ہوں اُس وقت تک اُس زندہ خدا پر ایمان آن نہیں سکتا۔ ایسے لوگ محض سنی سنائی باتوں کا نام خدا یا پر میشر رکھتے ہیں اور صرف گلے پڑا ڈھول بجا رہے ہیں اور اپنی شناسائی کی حد سے زیادہ لاف و گزاف اپنا پیشہ بنا رکھا ہے۔

حقیقی خدادانی تمام اسی میں منحصر ہے کہ اس زندہ خدا تک رسائی ہو جائے کہ جو اپنے مقرب انسانوں سے نہایت صفائی سے ہم کلام ہوتا ہے اور اپنی پُر شوکت اور لذیذ کلام سے اُن کو تسلی اور سکینت بخشتا ہے اور جس طرح ایک انسان دوسرے انسان سے بولتا ہے ایسا ہی یقینی طور پر جو بھلی شک و شبہ سے پاک ہے اُن سے باتیں کرتا ہے اُن کی بات سنتا ہے اور اُس کا جواب دیتا ہے اور اُن کی دعاؤں کو سن کر دُعا کے قبول کرنے سے اُن کو اطلاع بخشتا ہے اور ایک طرف لذیذ اور پُر شوکت قول سے اور دوسری طرف معجزانہ فعل سے اور اپنے قوی اور زبردست نشانوں سے اُن پر ثابت کر دیتا ہے کہ میں ہی خدا ہوں۔ وہ اوّل پیشگوئی کے طور پر اُن سے اپنی حمایت اور نصرت اور خاص طور کی دستگیری کے وعدے کرتا ہے اور پھر دوسری طرف اپنے وعدوں کی عظمت بڑھانے کیلئے ایک دنیا کو اُن کے مخالف کر دیتا ہے۔ اور وہ لوگ اپنی تمام طاقت اور تمام مکر و فریب اور ہر ایک قسم کے منصوبوں سے کوشش کرتے ہیں کہ خدا کے اُن وعدوں کو ٹال دیں جو اُس کے ان مقبول بندوں کی حمایت اور نصرت اور غلبہ کے بارے میں ہیں اور خدا ان تمام کوششوں کو برباد کرتا ہے۔ وہ شرارت کی تخم ریزی کرتے ہیں اور خدا اس کی جڑ باہر پھینکتا ہے۔ وہ آگ لگاتے ہیں اور خدا اُس کو بجھا دیتا ہے۔ وہ ناخونوں تک زور لگاتے ہیں آخر خدا اُن کے منصوبوں کو اُنہی پر اُلٹا کر مارتا ہے خدا کے مقبول اور رراستباز نہایت سیدھے اور سادہ طبع اور خدا تعالیٰ کے سامنے اُن بچوں کی طرح ہوتے ہیں جو ماں کی گود میں ہوں اور دنیا اُن سے دشمنی کرتی ہے کیونکہ وہ دنیا میں سے نہیں ہوتے اور طرح طرح کے مکر اور فریب اُن کی بیخ کنی کیلئے کئے جاتے ہیں۔ تو میں اُن کے ایذا دینے کیلئے متفق ہو جاتی ہیں اور تمام نا اہل لوگ ایک ہی کمان سے اُن کی طرف تیر چلاتے ہیں۔ اور طرح طرح کے افترا اور تہمتیں لگائی جاتی ہیں تاکسی طرح وہ ہلاک ہو جائیں اور اُن کا نشان نہ رہے مگر آخر خدائے تعالیٰ اپنی باتوں کو پوری کر کے دکھلا دیتا ہے۔ اسی طرح اُن کی زندگی میں یہ معاملہ ان سے

جاری رہتا ہے کہ ایک طرف وہ مکالماتِ صحیحہ واضحہ یقینیہ سے مشرف کئے جاتے ہیں اور امور غیبیہ جن کا علم انسانوں کی طاقت سے باہر ہے اُن پر خدائے کریم و قدر اپنے صریح کلام کے ذریعہ سے منکشف کرتا رہتا ہے اور دوسری طرف معجزانہ افعال سے جو اُن اقوال کو سچ کر کے دکھلاتے ہیں اُن کے یقین کو نُورٌ عَلٰی نُورٌ کیا جاتا ہے۔ اور جس قدر انسان کی طبیعت تقاضا کرتی ہے کہ خدا کی یقینی شناخت کے لئے اس قدر معرفت چاہیے وہ معرفت قوی اور فعلی تجلّی سے پوری کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک ذرّہ کے برابر بھی تاریکی درمیان نہیں رہتی۔ یہ خدا ہے جس کے ان قوی فعلی تجلیات کے بعد جو ہزاروں انعامات اپنے اندر رکھتی ہیں اور نہایت قوی اثر دل پر کرتی ہیں انسان کو سچا اور زندہ ایمان نصیب ہوتا ہے اور ایک سچا اور پاک تعلق خدا سے ہو کر نفسانی غلاطیوں دور ہو جاتی ہیں۔ اور تمام کمزوریاں دور ہو کر آسمانی روشنی کی تیز شعاعوں سے اندرونی تاریکی الوداع ہوتی ہے اور ایک عجیب تبدیلی ظہور میں آتی ہے۔

پس جو مذہب اس خدا کو جس کا ان صفات سے متصف ہونا ثابت ہے پیش نہیں کرتا اور ایمان کو صرف گذشتہ قصوں کہانیوں اور ایسی باتوں تک محدود رکھتا ہے جو دیکھنے اور کہنے میں نہیں آئی ہیں وہ مذہب ہرگز سچا مذہب نہیں ہے۔ اور ایسے فرضی خدا کی پیروی ایسی ہے کہ جیسے ایک مُردہ سے توقع رکھنا کہ وہ زندوں جیسے کام کرے گا۔ ایسے خدا کا ہونا نہ ہونا برابر ہے جو ہمیشہ تازہ طور پر اپنے وجود کو آپ ثابت نہیں کرتا گویا وہ ایک بت ہے جو نہ بولتا ہے اور نہ سنتا ہے اور نہ سوال کا جواب دیتا ہے اور نہ اپنی قادرانہ قوت کو ایسے طور پر دکھا سکتا ہے جو ایک پکا دہریہ بھی اس میں شک نہ کر سکے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جیسے ہمیں روشنی بخشنے کے لئے ہر روز تازہ طور پر آفتاب نکلتا ہے اور ہم اس قدر قصہ سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور نہ کچھ تسلی پا سکتے ہیں کہ ہم اندھیرے میں ہوں اور روشنی کا نام و نشان نہ ہو اور یہ کہا جائے کہ آفتاب تو ہے مگر وہ کسی پہلے زمانہ

میں طلوع کرتا تھا اور اب وہ ہمیشہ کے لئے پوشیدہ ہے ایسا ہی وہ حقیقی آفتاب جو دلوں کو روشن کرتا ہے ہر روز تازہ بہ تازہ طلوع کرتا ہے۔ اور اپنی قوی فعلی تجلیات سے انسان کو حصہ بخشتا ہے وہی خدا سچا ہے اور وہی مذہب سچا جو ایسے خدا کے وجود کی بشارت دیتا ہے اور ایسے خدا کو دکھلاتا ہے اسی زندہ خدا سے نفس پاک ہوتا ہے۔

یہ امید مت رکھو کہ کوئی اور منصوبہ انسانی نفس کو پاک کر سکے جس طرح تاریکی کو صرف روشنی ہی دُور کرتی ہے اسی طرح گناہ کی تاریکی کا علاج فقط وہ تجلیات الہیہ قوی و فعلی ہیں جو معجزانہ رنگ میں پُر زور شعاعوں کے ساتھ خدا کی طرف سے کسی سعید دل پر نازل ہوتی ہیں اور اُس کو دکھا دیتی ہیں کہ خدا ہے اور تمام شکوک کی غلاظت کو دور کر دیتی ہیں اور تسلی اور اطمینان بخشتی ہیں۔ پس اُس طاقت بالا کی زبردست کشش سے وہ سعید آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے اس کے سوا جس قدر اور علاج پیش کئے جاتے ہیں سب فضول بناوٹ ہے۔ ہاں کامل طور پر پاک ہونے کے لئے صرف معرفت ہی کافی نہیں بلکہ اُس کے ساتھ پُر درد دعاؤں کا سلسلہ جاری رہنا بھی ضروری ہے کیونکہ خدا تعالیٰ غنی بے نیاز ہے اُس کے فیوض کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے ایسی دعاؤں کی سخت ضرورت ہے جو گریہ اور بکا اور صدق و صفا اور درد دل سے پُر ہوں۔ تم دیکھتے ہو کہ بچہ شیر خوار اگر چہ اپنی ماں کو خوب شناخت کرتا ہے اور اُس سے محبت بھی رکھتا ہے اور ماں بھی اُس سے محبت رکھتی ہے مگر پھر بھی ماں کا دودھ اُترنے کے لئے شیر خوار بچوں کا رونا بہت کچھ دخل رکھتا ہے۔ ایک طرف بچہ دردناک طور پر بھوک سے روتا ہے اور دوسری طرف اُس کے رونے کا ماں کے دل پر اثر پڑتا ہے اور دودھ اُترتا ہے پس اسی طرح خدائے تعالیٰ کے سامنے ہر ایک طالب کو اپنی گریہ و زاری سے اپنی روحانی بھوک پیاس کا ثبوت دینا چاہیے تا وہ روحانی دودھ اُترے اور اُسے سیراب کرے۔

غرض پاک و صاف ہونے کیلئے صرف معرفت کافی نہیں بلکہ بچوں کی طرح دردناک

گر یہ وزاری بھی ضروری ہے۔ اور نومیدمت ہو اور یہ خیال مت کرو کہ ہمارا نفس گناہوں سے بہت آلودہ ہے ہماری دعائیں کیا چیز ہیں اور کیا اثر رکھتی ہیں کیونکہ انسانی نفس جو دراصل محبتِ الہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اگر چہ گناہ کی آگ سے سخت مشتعل ہو جائے پھر بھی اُس میں ایک ایسی قوتِ توبہ ہے کہ وہ اس آگ کو بجھا سکتی ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ایک پانی کو کیسا ہی آگ سے گرم کیا جائے مگر تا ہم جب آگ پر اس کو ڈالا جائے تو وہ آگ کو بجھا دے گا۔

یہی ایک طریق ہے کہ جب سے خدائے تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اسی طریق سے اُن کے دل پاک و صاف ہوتے رہے ہیں یعنی بغیر اس کے جو زندہ خدا خود اپنی تجلّیِ تولی و فعلی سے اپنی ہستی اور اپنی طاقت اور اپنی خدائی ظاہر کرے اور اپنا رعب چمکتا ہوا دکھاوے اور کسی طریق سے انسان گناہ سے پاک نہیں ہو سکتا۔

﴿۲۵﴾

اور معقولی طور پر بھی یہی بات ظاہر و ثابت ہے کہ انسان فقط اُسی چیز کی قدر کرتا ہے اور اُسی کا رعب اپنے دل میں جماتا ہے جس کی عظمت اور طاقت بذریعہ معرفتِ تائمه کے وہ معلوم کر لیتا ہے۔ مثلاً ظاہر ہے کہ انسان اس سوراخ میں ہاتھ نہیں ڈالتا جس کی نسبت اُس کو یقین ہو کہ اس میں سانپ ہے۔ اور ایسی چیز کو ہرگز نہیں کھاتا جس کو یقین کرتا ہے کہ وہ زہر ہے۔ پھر کیا باعث کہ وہ اس طرح خدائے تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اور ہزاروں فسق و فجور گستاخی سے کرتا ہے اور گو پیرانہ سالی تک بھی نوبت پہنچ جائے پھر بھی نہیں ڈرتا۔ اس کا یہی سبب ہے کہ وہ اُس حقیقی منتقم کے وجود اور ہستی سے بالکل بے خبر ہے جو گناہ کی سزا دے سکتا ہے۔

افسوس کہ اکثر انسانوں نے بد قسمتی سے اس اصول کی طرف توجہ نہیں کی اور ایسے بے ہودہ طریق گناہ سے پاک ہونے کے لئے اپنے دل سے تراشنے ہیں کہ وہ اور بھی گناہ پر گستاخ کرتے ہیں، مثلاً یہ خیال کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب دیئے جانے پر

ایمان لانا اور اُن کو خدا سمجھنا انسان کے تمام گناہ معاف ہو جانے کا موجب ہے۔ کیا ایسے خیال سے توقع ہو سکتی ہے کہ انسان میں سچی نفرت گناہ سے پیدا کرے۔ صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک ضد اپنی ضد سے دور ہوتی ہے۔ سردی کو گرمی دُور کرتی ہے اور تاریکی کے ازالہ کا علاج روشنی ہے۔ پھر یہ علاج کس قسم کا ہے کہ زید کے مصلوب ہونے سے بکر گناہ سے پاک ہو جائے بلکہ یہ انسانی غلطیاں ہیں کہ جو غفلت اور دنیا پرستی کے زمانہ میں دلوں میں سما جاتی ہیں اور جن پست خیالات کی وجہ سے دنیا میں بت پرستی نے رواج پایا ہے فی الحقیقت ایسے ہی نفسانی اغراض کے سبب سے یہ مذہب صلیب اور کفارہ کا عیسائیوں میں رواج پا گیا ہے۔

اصل امر یہ ہے کہ انسان کا نفس کچھ ایسا واقع ہے کہ ایسے طریق کو زیادہ پسند کر لیتا ہے جس میں کوئی محنت اور مشقت نہیں مگر سچی پاکیزگی بہت سے دکھ اور مجاہدات کو چاہتی ہے اور وہ پاک زندگی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک انسان موت کا پیالہ نہ پی لے۔ پس جیسا کہ انسان کی عادت ہے کہ وہ تنگ اور مشکل راہوں سے پرہیز کرتا ہے اور سہل اور آسان طریق ڈھونڈتا ہے اسی طرح ان لوگوں کو یہ طریق صلیب جو صرف زبان کا اقرار ہے اور روح پر کسی مشقت کا اثر نہیں بہت پسند آ گیا ہے جس کی وجہ سے خدائے تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہو گئی ہے اور نہیں چاہتے کہ گناہوں سے نفرت کر کے پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کریں۔ درحقیقت صلیبی اعتقاد ایک ایسا عقیدہ ہے جو اُن لوگوں کو خوش کر دیتا ہے جو سچی پاکیزگی حاصل کرنا نہیں چاہتے اور کسی ایسے نسخہ کی تلاش میں رہتے ہیں کہ گندی زندگی بھی موجود ہو اور گناہ بھی معاف ہو جائیں لہذا وہ باوجود بہت سی آلودگیوں کے خیال کر لیتے ہیں کہ فقط خون مسیح پر ایمان لانے سے گناہ سے پاک ہو گئے۔ مگر یہ پاک ہونا درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک پھوڑا جو پیپ سے بھرا ہوا ہو اور باہر سے چمکتا ہوا نظر آئے اور اگر غور کرنے والی طبیعتیں ہوں

تو اس صلیبی نسخہ کا غلط ہونا خود صلیب پرستوں کے حالات سے واضح ہو سکتا ہے کہ وہ کہاں تک دنیا پرستی اور ہوا و ہوس کو چھوڑ کر خدائے تعالیٰ کی محبت میں محو ہو گئے ہیں۔ جو شخص یورپ کے ممالک کی سیر کرے وہ خود دیکھ لے گا کہ دنیا کی عیاشی اور بے قیدی اور شراب خواری اور نفس پرستی اور دوسرے فسق و فجور کس درجہ تک ان لوگوں میں پائے جاتے ہیں جو بڑے حامی دین کہلاتے ہیں اور جو اس ملک کے جاہل لوگوں کی طرح نہیں بلکہ تعلیم یافتہ اور مہذب ہیں۔ سب سے زیادہ خونِ مسیح پر زور دینے والے پادری صاحبان ہیں۔ سوا کثر ان کے شراب خواری میں جو امّ الخبائث ہے مبتلا ہیں بلکہ بعض کے حالات جو اخباروں میں شائع ہوتے رہتے ہیں ایسے قابلِ شرم ہیں جو ناگفتہ بہ۔ چنانچہ آج ہی ہم نے ایک اخبار میں پڑھا ہے کہ ولایت سے ایک پادری صاحب پکڑا آ رہا ہے جس نے لڑکیوں کے ساتھ بد فعلی کی۔ اُس پادری صاحب کا نام ڈاکٹر ساندی لینڈز ہے۔ پادری صاحب مذکور ٹھنڈا رونا گپور میں مشنری یتیم خانہ کے پرنسپل تھے۔ اگست کی بات ہے ۲۴ اگست کی رات کو ان کے کمرے میں ایک لڑکی پائی گئی۔ جواب نہ دے سکے۔ مستعفی ہو کر چلے جانے پر معلوم ہوا کہ سترہ لڑکیوں سے بد فعلیاں کیں۔ اظہار پولیس میں اور بھی گل کھلا۔ معلوم ہوا کہ ناجائز عمل جراحی بھی کیا یعنی حمل گرایا۔ وارنٹ نکلا ولایت میں گرفتار ہوئے۔ ہندوستان پہنچنے پر مقدمہ ہائی کورٹ بمبئی کی اجلاس ششمن میں ہوگا۔ دیکھو پاپونیر واخبار عام ۸ فروری ۱۹۰۵ء پہلا کالم۔ اور ۹ فروری ۱۹۰۵ء صفحہ ۶ دوسرا کالم۔ اب ظاہر ہے کہ جبکہ یہ لوگ کہ جو بڑے مقدس پادری کہلاتے ہیں اور خونِ مسیح سے فیض اٹھانے میں اوّل درجہ پر ہیں ان کا یہ حال ہے تو دوسرے بیچارے اس نسخہ سے کیا فائدہ اٹھائیں گے۔ سو یاد رہے کہ یہ طریق حقیقی پاکیزگی حاصل کرنے کا ہرگز نہیں ہے۔ اور وقت آتا جاتا ہے بلکہ قریب ہے کہ لوگ اس غلط طریق پر خود متنبہ ہو جائیں گے۔ طریق وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ ہر ایک شخص جو خدائے تعالیٰ کی طرف آیا ہے اسی دروازہ سے داخل ہوا ہے۔

ہاں یہ دروازہ بہت تنگ ہے اور اس کے اندر داخل ہونے والے بہت تھوڑے ہیں کیونکہ اس دروازہ کی دہلیز موت ہے اور خدا کو دیکھ کر اُس کی راہ میں اپنی ساری قوت اور سارے وجود سے کھڑے ہو جانا اُس کی چوکھٹ ہے۔ پس بہت ہی تھوڑے ہیں جو اس دروازے میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ افسوس کہ ہمارے ملک میں عیسائی صاحبوں کو تو حضرت مسیح کے خون کے خیال نے اس دروازہ سے دُور ڈال دیا اور آریہ صاحبوں کو تناخ کے خیال اور توبہ نہ قبول ہونے کے عقیدہ نے اس دروازہ سے محروم کر دیا کیونکہ اُن کے نزدیک گناہ کے بعد بجز طرح طرح کے جنونوں میں پڑنے کے اسی زندگی میں اور کوئی طریق پاک ہونے کا نہیں اور توبہ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف ایک موت کی حالت بنا کر پُر صدق دل سے رجوع کرنا اور موت کی سی حالت بنا کر اپنی قربانی آپ ادا کرنا اُن کے نزدیک ایک لغو خیال ہے۔ پس یہ دونوں فریق اُس حقیقی راہ سے محروم ہیں۔

آریہ صاحبوں کے لئے اور بھی مشکلات ہیں کہ اُن کے لئے خدائے تعالیٰ پر یقین کرنے کی کوئی بھی راہ کھلی نہیں۔ نہ معقولی نہ سماوی۔ معقولی اس لئے نہیں کہ اُن کے خیال کے مطابق ارواح مع اپنی تمام طاقتوں کے خود بخود ہیں اور پر کرتی یعنی اجزاء عالم مع اپنے تمام گنوں کے خود بخود ہیں تو پھر پر میشر کے وجود پر کونسی عقلی دلیل رہی کیونکہ اگر سب کچھ خود بخود ہے تو پھر کیا وجہ کہ ان چیزوں کا جوڑ خود بخود نہیں۔ سو یہ مذہب دہریہ مذہب سے بہت نزدیک ہے اور اگر خدا نے ان لوگوں کو اس غلط راہ سے توبہ نصیب نہ کی تو کسی دن سب دہریہ ہو جائیں گے۔ اسی طرح سماوی طریق سے بھی خدا تعالیٰ کی شناخت سے بے نصیب ہیں کیونکہ سماوی طریق سے مراد آسمانی نشان ہیں جو خدائے تعالیٰ کے وجود پر تازہ بتازہ نشان ہوتے ہیں جن کو زندہ خدا پر ایمان لانے والا آدمی مشاہدہ کرتا رہتا ہے اور یقینی طور پر اُس کا تصرف ہر ایک چیز پر دیکھتا ہے۔ سو یہ لوگ ان نشانوں سے قطعاً منکر ہیں لہذا خدا شناسی کے دونوں دروازے ان لوگوں پر بند ہیں۔ ہاں محض تعصب کے طور پر

مباحثاتِ مذہبیہ میں بڑی سرگرمی دکھلاتے ہیں اور سخت گوئی اور بدزبانی اور منہ کی تیزی میں ایک طور سے پادری صاحبوں سے بھی کچھ آگے قدم ہے لیکن خدائے تعالیٰ کی معرفت اُن کو ہرگز نصیب نہیں کیونکہ اوّل تو خدا تعالیٰ عقلی طور پر اپنی خالقیت سے شناخت کیا جاتا ہے مگر اُن کے نزدیک خدائے تعالیٰ خالق نہیں ہے۔ پس مصنوعات کے لحاظ سے اُن کے پاس اُس کے وجود پر کوئی دلیل نہیں اور دوسرا طریق شناخت خدائے تعالیٰ کا آسمانی نشان ہیں مگر وہ اُن سے منکر اور قطعاً اس راہ سے بے نصیب ہیں اور صرف پر میشر کے نام کے لفظ ہاتھ میں ہیں اور اُس کی ہستی سے بے خبر۔ افسوس یہ لوگ نہیں جانتے کہ انسان ہزار اپنی زبان سے بک بک کرے اس سے کیا فائدہ جب تک اس کو اپنے خدا کی ایسی شناخت حاصل نہ ہو جائے جس سے اُس کی سفلی زندگی پر موت آجائے اور اُس کا دل خدائے تعالیٰ کی محبت سے بھر جائے اور گناہ سے اس کو نفرت ہو جائے۔

یوں تو ہر ایک شخص دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں ایسا ہی ہوں لیکن سچے پرستاروں کے یہ نشان ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی سچی محبت کی وجہ سے اُن میں ایک برکت پیدا ہو جاتی ہے اور خدائے تعالیٰ کی قولی اور فعلی تجلی اُن کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ خدائے تعالیٰ کے ہم کلام ہو جاتے ہیں اور خدائے تعالیٰ کے معجزانہ افعال اُن میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ بہت سے الہامات ایسے اُن پر ظاہر کرتا ہے جن میں آئندہ نصرتوں کے وعدے ہوتے ہیں اور پھر دوسرے وقت میں وہ نصرتیں ظاہر ہو جاتی ہیں اور اس طرح پر وہ اپنے خدا کو پہچان لیتے ہیں اور خاص نشانوں کے ساتھ غیر سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔ اُن کو ایک قوت جذب دی جاتی ہے جس سے لوگ اُن کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ اور عشقِ الہی اُن کے منہ پر برستا ہے۔ اور اگر یہ ماہِ الہامی نہ ہو تو پھر ہر ایک بد معاش جو پوشیدہ طور پر زانی فاسق فاجر شراب خور اور پلیدی طبع ہونیک کہلا سکتا ہے پھر حقیقی نیک اور اس مصنوعی نیک میں فرق کیا ہوگا۔ پس فرق کرنے کیلئے ہمیشہ سے

یہ عادتِ الہی ہے کہ راستبازوں کی معجزانہ زندگی ہوتی ہے۔ اور خدا کی نصرت اُن کے شامل حال رہتی ہے اور ایسے طور سے شامل حال ہوتی ہے کہ وہ سراسر معجزہ ہوتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ ایک راستباز کی معجزانہ زندگی زمین اور آسمان سے زیادہ تر خدائے تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ کسی نے نہیں دیکھا کہ زمین اور آسمان کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا۔ صرف اس عالم کی پُر حکمت صنعت کو دیکھ کر اور اس کی ترکیب کو ابلیغ اور محکم پا کر عقل سلیم اس بات کی ضرورت سمجھتی ہے کہ ان بے مثل مصنوعات کا کوئی صانع ہونا چاہیے مگر عقل اپنی معرفت میں اس حد تک نہیں پہنچتی کہ فی الواقع وہ صانع موجود بھی ہے کیونکہ اُس نے اس صانع کو بناتے نہیں دیکھا اور عقلی خدا شناسی کا تمام مدار صرف ضرورتِ صانع پر رکھا گیا ہے نہ یہ کہ اس کا ہونا مشاہدہ کیا گیا لیکن راستباز کی معجزانہ زندگی واقعی طور پر اور مشاہدہ کے پیرایہ میں خدائے تعالیٰ کی ہستی کو دکھلاتی ہے کیونکہ راستباز اپنی سب ابتدائی حالت میں ایک ذرّہ بے مقدار کی طرح ہوتا ہے یا ایک رائی کے بیج کی طرح جس کو ایک کسان نے بویا اور نہایت ذلیل حالت میں پڑا ہوا ہوتا ہے۔ تب وحی کے ذریعہ سے خدا دنیا کو اطلاع دیتا ہے کہ دیکھو میں اس کو بناؤں گا۔ میں ستاروں کی طرح اُس میں چمک ڈالوں گا اور آسمان کی طرح اُس کو بلند کروں گا۔ اور ایک ذرّہ کو ایک پہاڑ کی طرح کر دکھاؤں گا۔ پھر بعد اس کے باوجود اس بات کے کہ دنیا کے تمام شریر چاہتے ہیں کہ وہ ارادۃ الہی معرض التواء میں رہے۔ اور ناخنوں تک زور لگاتے ہیں کہ وہ امر ہونے نہ پائے مگر وہ رُک نہیں سکتا جب تک پورا نہ ہو اور خدا کا ہاتھ سب روکوں کو دور کر کے اس کو پورا کرتا ہے وہ ایک گنم کو اپنی پیشگوئی کے مطابق ایک عظیم الشان جماعت بنا دیتا ہے۔ وہ تمام مستعد لوگوں کو اس کی طرف کھینچتا ہے۔ وہ اُس گنم کو ایسی شہرت دیتا ہے کہ کبھی اُس کے باپ دادوں کو نصیب نہ ہوئی۔ وہ ہر میدان میں اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور ہر ایک جنگ میں اس کو فتح دیتا ہے اور ایک دنیا کو اُس کا غلام کرتا ہے اور لاکھوں انسانوں کو اس کی طرف

کھینچ لاتا ہے اور اُس کی تعلیم اُن کے دلوں میں بٹھا دیتا ہے اور روح القدس سے اُن کی مدد کرتا ہے۔ وہ اُس کے دشمنوں کا دشمن اور اس کے دوستوں کا دوست ہو جاتا ہے اور اُس کے دشمن سے وہ آپ لڑتا ہے۔ اسی لئے میں نے کہا ہے کہ راستباز کی معجزانہ زندگی آسمان وزمین سے زیادہ خدائے تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ لوگوں نے زمین و آسمان کو پنجم خود خدا کے ہاتھ سے بنتے نہیں دیکھا لیکن وہ پنجم خود دیکھ لیتے ہیں کہ خدا راستباز کے اقبال کی عمارت کو اپنے ہاتھ سے بناتا ہے۔ وہ ایک زمانہ دراز پہلے خبر دے دیتا ہے کہ میں ایسا کروں گا اور ایسا اس کو بنا دوں گا اور پھر باوجود سخت روکوں اور شدید مزاحمتوں کے جو شیر انسانوں کی طرف سے ہوتی ہیں ایسا ہی کر کے دکھلا دیتا ہے۔

پس یہ نشان حق کے طالب کو حق یقین تک پہنچاتا ہے اور وہ خدائے تعالیٰ کے وجود پر ایک قطعی دلیل ہوتی ہے مگر اُن کے لئے جو خدائے تعالیٰ کے طالب ہیں اور تکبر نہیں کرتے اور حق کو پا کر انکسار سے قبول کر لیتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی خدا نے ایسے نشان بہت جمع کئے ہیں۔ کاش لوگ اُن میں غور کرتے اور اپنے تئیں یقین اور معرفت کے چراغ سے روشن کر کے نجات کے لائق ٹھہرا دیتے لیکن شریر انسان کو خدا کے نشانوں سے ہدایت حاصل کرنا نصیب نہیں۔ وہ روشنی کو دیکھ کر آنکھ بند کر لیتا ہے تا ایسا نہ ہو کہ روشنی اُس کی آنکھوں کو منور کرے اور راہ دکھائی دے۔ شریر آدمی ہزار نشان دیکھ کر اس سے منہ پھیر لیتا ہے اور ایک بات جس کو اپنی ہی حماقت سے سمجھ نہیں سکا بار بار پیش کرتا ہے۔ وہ شخص جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اُس پر یہ فرض نہیں ہے کہ ایسے نشان دکھائے جس سے ستارے زمین پر گریں یا آفتاب مغرب سے طلوع کرے یا بکری کو انسان بنا کر دکھلا دے یا لوگوں کے روبرو آسمان پر چڑھ جائے اور ان کے روبرو ہی اُترے اور آسمان سے ایک لکھی ہوئی کتاب لائے جس کو لوگ خود ہاتھوں میں لے کر پڑھ لیں یا اس کے تمام مکانات سونے کے بن جائیں یا اس کے ہاتھ سے لوگوں کے باپ دادے مرے ہوئے زندہ ہو کر

قبروں سے بولتے ہوئے اور چیختے ہوئے نکلیں اور اپنے بیٹوں کو لعنت کریں اور نفرین کر کے کہیں کہ یہ تو حقیقت میں سچا خدا کا رسول تھا یہ غضب تم نے کیا کیا کہ اُس کے منکر ہو گئے۔ ہم پچشم خود دیکھ آئے ہیں کہ اس پر ایمان لانے والا سیدھا بہشت کی طرف جاتا ہے اور اس سے منکر رہنے والا نہایت ذلیل حالت میں دوزخ میں ڈالا جاتا ہے اور شہر میں جلسے کریں اور تمام منکروں کو اُن جلسوں میں بلائیں اور اپنی اولاد کو کہیں کہ تم جانتے ہو کہ ہم تمہارے باپ دادا ہیں اور تم جانتے ہو کہ ہم کس قدر اس شخص کے دشمن تھے لیکن جب ہم مر گئے تو اس کی دشمنی کی وجہ سے ہم دوزخ میں ڈالے گئے۔ دیکھو ہمارے بدن آگ میں جھلسے ہوئے اور سیاہ ہو رہے ہیں اور تمہارے روبرو ہم قبروں میں سے نکلے ہیں تا ہم گواہی دیں کہ یہ شخص خدا کی طرف سے اور سچا نبی ہے۔ یاد رکھو کہ ایسے لیکچر کبھی مردوں نے قبروں میں سے نکل کر نہیں دیئے۔ اور کبھی اور کسی زمانہ میں ایسے جلسے نہیں ہوئے کہ چند لوگوں کے باپ دادا قبروں میں سے زندہ ہو کر نکل آئے ہوں۔ تب ایک مکان جلسہ کا مقرر ہو کر تمام شہر کے لوگ اُن مردوں کے سامنے بلائے گئے ہوں اور اُن مردوں نے ہزاروں لوگوں کے روبرو کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ لیکچر دیئے ہوں کہ اے حاضرین! ہم آپ کا شکر کرتے ہیں کہ آپ ہمارا لیکچر سننے کے لئے آئے۔ آپ صاحبان جانتے ہیں اور ہمیں خوب پہچانتے ہیں کہ ہم فلاں فلاں محلّہ کے رہنے والے اور فلاں فلاں شخص کے دادا پڑدادا ہیں اور چند سال ہوئے کہ ہم طاعون سے یا ہیضہ سے یا کسی اور بیماری سے فوت ہو گئے تھے اور آپ لوگ ہمارے جنازہ میں شریک تھے اور آپ لوگوں نے ہی ہمیں دُفن کیا تھا یا پھونک دیا تھا پھر بعد اس کے آپ صاحبوں نے اس بزرگ نبی کو جو ہمارے سامنے صدر نشینی کی کرسی کو زیب دے رہا ہے نہایت تحقیر سے رد کیا اور اس کو جھوٹا خیال کیا اور اس سے چاہا کہ معجزہ کے طور پر چند مردے زندہ ہوں تب اس کی دعا سے ہم زندہ ہو گئے جو اس وقت آپ صاحبوں کے سامنے کھڑے ہیں۔ صاحبان آنکھ کھول کر دیکھ لو کہ ہم وہی ہیں اور ہم سے ہمارے

پورے قصے پوچھ لو۔ اور اس وقت زندہ ہو کر ہم چشم دید گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص درحقیقت سچا ہے اور ہم اس کے نہ ماننے کی وجہ سے دوزخ میں جلتے ہوئے آئے ہیں سو ہماری گواہی چشم دید گواہی ہے اس کو قبول کرو تا تم دوزخ سے بچ جاؤ۔ اب کیا کوئی کانشنس کوئی ضمیر کوئی نورِ قلب قبول کرتا ہے کہ ایسا لیکچر کسی مُردہ نے زندہ ہو کر دیا اور پھر لوگوں نے قبول نہ کیا۔

پس جو شخص اب بھی نہیں سمجھتا کہ نشان کس حد تک ظاہر ہوتے ہیں وہ خود مردہ ہے اگر نشانوں میں ایسے لیکچر مُردوں کی طرف سے ضروری ہیں تو پھر ایمان کا کچھ فائدہ نہیں کیونکہ ایمان اُس حد تک ایمان کہلاتا ہے کہ ایک بات من وجہ ظاہر ہو اور من وجہ پوشیدہ بھی ہو یعنی ایک باریک نظر سے اُس کا ثبوت ملتا ہو اور اگر باریک نظر سے نہ دیکھا جائے تو سرسری طور پر حقیقت پوشیدہ رہ سکتی ہو لیکن جب سارا پردہ ہی کھل گیا تو کون ہے کہ ایسی کھلی بات کو قبول نہیں کرے گا۔ سو معجزات سے وہ امور خارق عادت مراد ہیں جو باریک اور منصفانہ نظر سے ثابت ہوں اور بجز مؤیدانِ الہی دوسرے لوگ ایسے امور پر قادر نہ ہو سکیں اسی وجہ سے وہ امور خارق عادت کہلاتے ہیں مگر بد بخت ازلی اُن معجزانہ امور سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے جیسا کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی معجزات دیکھے مگر اُن سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا اور انکار کرنے کیلئے ایک دوسرا پہلو لے لیا کہ ایک شخص کی بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں جیسا کہ بارہا تختوں کی پیشگوئی جو حواریوں کیلئے کی گئی تھی اُن میں سے ایک مرتد ہو گیا۔ یہودیوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ بے بنیاد ثابت ہوا۔ اور پھر تاویل کی گئی کہ میری مراد اس سے آسمانی بادشاہت ہے اور یہ بھی پیشگوئی حضرت مسیح نے کی تھی کہ ابھی اس زمانہ کے لوگ زندہ ہوں گے کہ میں پھر دنیا میں آؤں گا مگر یہ پیشگوئی بھی صریح طور پر جھوٹی ثابت ہوئی اور پھر پہلے نبیوں نے مسیح کی نسبت یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ نہیں آئے گا جب تک کہ الیاس دوبارہ دنیا میں نہ آجائے مگر الیاس نہ آیا اور یسوع ابن مریم نے یونہی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا حالانکہ الیاس دوبارہ دنیا میں

﴿ ۳۳ ﴾

نہ آیا۔ اور جب پوچھا گیا تو الیاس موعود کی جگہ یوحنا یعنی یحییٰ نبی کو الیاس ٹھہرا دیا تا کسی طرح مسیح موعود بن جائے حالانکہ پہلے نبیوں نے آنے والے الیاس کی نسبت ہرگز یہ تاویل نہیں کی اور خود یوحنا نبی نے الیاس سے مراد وہی الیاس مراد رکھا جو دنیا سے گذر گیا تھا مگر مسیح نے یعنی یسوع بن مریم نے اپنی بات بنانے کیلئے پہلے نبیوں اور تمام راستبازوں کے اجماع کے برخلاف الیاس آنے والے سے مراد یوحنا اپنے مرشد کو قرار دے دیا اور عجیب یہ کہ یوحنا اپنے الیاس ہونے سے خود منکر ہے مگر تاہم یسوع ابن مریم نے زبردستی اس کو الیاس ٹھہرا ہی دیا۔

اب سوچنے کی بات ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے نشانوں سے کچھ بھی فائدہ نہ اٹھایا اور اب تک کہتے ہیں کہ اُس سے کوئی معجزہ نہیں ہوا صرف مکر و فریب تھا۔ اسی لئے حضرت مسیح کو کہنا پڑا کہ اس زمانہ کے حرام کار مجھ سے معجزہ مانگتے ہیں انہیں کوئی معجزہ دکھایا نہیں جائے گا۔

درحقیقت معجزات کی مثال ایسی ہے جیسے چاندنی رات کی روشنی جس کے کسی حصہ میں کچھ بادل بھی ہو مگر وہ شخص جو شب کو رہو جو رات کو کچھ دیکھ نہیں سکتا اُس کیلئے یہ چاندنی کچھ مفید نہیں۔ ایسا تو ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی ہوا کہ اس دنیا کے معجزات اُسی رنگ سے ظاہر ہوں جس رنگ سے قیامت میں ظہور ہوگا۔ مثلاً دو تین سو مُردے زندہ ہو جائیں اور بہشتی پھل اُن کے پاس ہوں اور دوزخ کی آگ کی چنگاریاں بھی پاس رکھتے ہوں اور شہر بشہر دورہ کریں اور ایک نبی کی سچائی پر جو قوم کے درمیان ہو گواہی دیں اور لوگ اُن کو شناخت کر لیں کہ درحقیقت یہ لوگ مر چکے تھے اور اب زندہ ہو گئے ہیں اور وعظوں اور لیکچروں سے شور مچادیں کہ درحقیقت یہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے سچا ہے۔ سو یاد رہے کہ ایسے معجزات کبھی ظاہر نہیں ہوئے اور نہ آئندہ قیامت سے پہلے کبھی ظاہر ہوں گے۔ اور جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ ایسے معجزات کبھی

ظاہر ہو چکے ہیں وہ محض بے بنیاد قصوں سے فریب خوردہ ہے اور اُس کو سنت اللہ کا علم نہیں اگر ایسے معجزات ظاہر ہوتے تو دنیا دنیا نہ رہتی اور تمام پردے کھل جاتے اور ایمان لانے کا ایک ذرہ بھی ثواب باقی نہ رہتا۔

یاد رہے کہ معجزہ صرف حق اور باطل میں فرق دکھلانے کیلئے اہل حق کو دیا جاتا ہے اور معجزہ کی اصل غرض صرف اس قدر ہے کہ عقلمندوں اور منصفوں کے نزدیک سچے اور جھوٹے میں ایک ماہہ الامتیاز قائم ہو جائے اور اُسی حد تک معجزہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو ماہہ الامتیاز قائم کرنے کیلئے کافی ہو۔ اور یہ اندازہ ہر ایک زمانہ کی حاجت کے مناسب حال ہوتا ہے اور نیز نوعیت معجزہ بھی حسبِ حال زمانہ ہی ہوتی ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ ہر ایک متعصب اور جاہل اور بد طبع گو کیسا ہی مصلحت الہیہ کے برخلاف اور قدرِ ضرورت سے بڑھ کر کوئی معجزہ مانگے تو وہ بہر حال دکھلانا ہی پڑے۔ یہ طریق جیسا کہ حکمت الہیہ کے برخلاف ہے ایسا ہی انسان کی ایمانی حالت کو بھی مضر ہے کیونکہ اگر معجزات کا حلقہ ایسا وسیع کر دیا جائے کہ جو کچھ قیامت کے وقت پر موقوف رکھا گیا ہے وہ سب دنیا میں ہی بذریعہ معجزہ ظاہر ہو سکے تو پھر قیامت اور دنیا میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ حالانکہ اسی فرق کی وجہ سے جن اعمالِ صالحہ اور عقائدِ صحیحہ کا جو دنیا میں اختیار کئے جائیں ثواب ملتا ہے وہی عقائد اور اعمال اگر قیامت کو اختیار کئے جائیں تو ایک رتی بھی ثواب نہیں ملے گا۔ جیسا کہ تمام نبیوں کی کتابوں اور قرآن شریف میں بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن کسی بات کا قبول کرنا یا کوئی عمل کرنا نفع نہیں دے گا اور اُس وقت ایمان لانا محض بیکار ہوگا کیونکہ ایمان اُسی حد تک ایمان کہلاتا ہے جبکہ کسی مخفی بات کو ماننا پڑے لیکن جب کہ پردہ ہی کھل گیا اور روحانی عالم کا دن چڑھ گیا اور ایسے امور قطعی طور پر ظاہر ہو گئے کہ خدا پر اور روز جزا پر شک کرنے کی کوئی بھی وجہ نہ رہی تو پھر کسی بات کو اُس وقت ماننا جس کو دوسرے لفظوں میں ایمان کہتے ہیں محض تحصیل حاصل ہوگا۔ غرض

نشان اس درجہ پر کھلی کھلی چیز نہیں ہے جس کے ماننے کیلئے تمام دنیا بغیر اختلاف اور بغیر عذر اور بغیر چون و چرا کے مجبور ہو جائے۔ اور کسی طبیعت کے انسان کو اُس کے نشان ہونے میں کلام نہ رہے اور کسی نجی سے نجی انسان پر بھی وہ امر مشتبہ نہ رہے۔

غرض نشان اور معجزہ ہر ایک طبیعت کیلئے ایک بدیہی امر نہیں جو دیکھتے ہی ضروری التسلیم ہو بلکہ نشانوں سے وہی عقلمند اور منصف اور راستباز اور راست طبع فائدہ اٹھاتے ہیں جو اپنی فراست اور دور بینی اور باریک نظر اور انصاف پسندی اور خدا ترسی اور تقویٰ شعاری سے دیکھ لیتے ہیں کہ وہ ایسے امور ہیں جو دنیا کی معمولی باتوں میں سے نہیں ہیں اور نہ ایک کاذب اُن کے دکھلانے پر قادر ہو سکتا ہے اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ امور انسانی بناوٹ سے بہت دور ہیں اور بشری دسترس سے برتر ہیں اور اُن میں ایک ایسی خصوصیت اور امتیازی علامت ہے جس پر انسان کی معمولی طاقتیں اور پُر تکلف منصوبے قدرت نہیں پاسکتے اور وہ اپنے لطیف فہم اور نور فراست سے اس تک پہنچ جاتے ہیں کہ اُن کے اندر ایک نور ہے اور خدا کے ہاتھ کی ایک خوشبو ہے جس پر مکر اور فریب یا کسی چالاک کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ پس جس طرح سورج کی روشنی پر یقین لانے کے لئے صرف وہ روشنی ہی کافی نہیں بلکہ آنکھ کے نور کی بھی ضرورت ہے تا اُس روشنی کو دیکھ سکے اسی طرح معجزہ کی روشنی پر یقین لانے کے لئے فقط معجزہ ہی کافی نہیں ہے بلکہ نور فراست کی بھی ضرورت ہے اور جب تک معجزہ دیکھنے والے کی سرشت میں فراست صحیحہ اور عقل سلیم کی روشنی نہ ہو تب تک اس کا قبول کرنا غیر ممکن ہے مگر بد بخت انسان جس کو یہ نور فراست عطا نہیں ہوا وہ ایسے معجزات سے جو صرف امتیازی حد تک ہیں تسلی نہیں پاتا اور بار بار یہی سوال کرتا ہے کہ بجز ایسے معجزہ کے میں کسی معجزہ کو قبول نہیں کر سکتا کہ جو نمونہ قیامت ہو جائے۔ مثلاً کوئی شخص میرے روبرو آسمان پر چڑھ جائے اور پھر روبرو ہی آسمان سے اترے اور اپنے ساتھ کوئی ایسی کتاب لائے جو اترنے کے وقت اس کے

ہاتھ میں ہو اور صرف اسی پر کفایت نہیں بلکہ تب مانیں گے کہ ہم اس کتاب کو ہاتھ میں لے کر دیکھ لیں اور پڑھ لیں یا چاند کا ٹکڑا یا سورج کا ٹکڑا اپنے ساتھ لائے جو زمین کو روشن کر سکے یا فرشتے اس کے ساتھ آسمان سے اتریں جو فرشتوں کی طرح خارق عادت کام کر کے دکھلائیں یا دس بیس مردے اُس کی دعا سے زندہ ہو جائیں او وہ شناخت کئے جائیں کہ فلاں فلاں شخص کے باپ دادا ہیں جو فلاں تاریخ مر گئے تھے اور صرف اسی قدر کافی نہیں بلکہ ساتھ اس کے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عام شہروں میں مجلسیں منعقد کر کے لیکچر دیں اور بلند آواز سے کہہ دیں کہ درحقیقت ہم مردے ہیں جو دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آئے ہیں اور ہم اس لئے آئے ہیں کہ تاگو ابی دیں کہ فلاں مذہب سچا ہے یا فلاں شخص جو دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں وہ سچ کہتا ہے اور ہم خدائے تعالیٰ کے منہ سے سن کر آئے ہیں کہ وہ سچا ہے۔

یہ وہ خود تراشیدہ معجزات ہیں جو اکثر جاہل لوگ جو ایمان کی حقیقت سے بگلی بے خبر ہیں مانگا کرتے ہیں۔ یا ایسے ہی اور بیہودہ خوارق جو خدائے تعالیٰ کی اصل منشاء سے بہت دور ہیں طلب کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ مدت ہوئی کہ آریوں میں سے ایک شخص لیکھرام نام نے بھی قادیان میں آکر ایسے ہی نشان مجھ سے طلب کئے تھے اور ہر چند سمجھایا گیا کہ اصل غرض نشانوں کی صرف حق اور باطل میں امتیاز ہے اور صرف امتیاز دکھلانے کی حد تک وہ ظاہر ہوتے ہیں مگر تعصب نے اس قدر اُس کو نافہم اور غبی کر رکھا تھا کہ وہ اس حقیقت کو سمجھتا ہی نہیں تھا۔ آخر وہ نشانوں سے منکر ہونے کی وجہ سے بمقام لاہور خدا کے نشان کا ہی نشانہ ہو گیا۔ اور جیسا کہ اُس کے حق میں اُس کی مفسرینا نہ پیشگوئی کے مقابل پر یہ پیشگوئی میں نے کی تھی کہ وہ چھ سال کے اندر مارا جائے گا ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور اس فضا و قدر کو جس کی نسبت پانچ برس پہلے لاکھوں انسانوں میں اعلان کیا گیا تھا کوئی روک نہ سکا۔ اور اسلام اور آریہ مذہب میں ایک امتیازی نشان ظاہر ہو گیا۔ کیونکہ میری طرف سے یہ دعویٰ تھا کہ مذہب اسلام سچا ہے اور لیکھرام کی طرف سے یہ دعویٰ تھا کہ آریہ مذہب سچا ہے اور لیکھرام نے اپنے دعویٰ کی تائید میں اپنی

کتاب میں جواب تک موجود ہے میری نسبت یہ شائع کیا تھا کہ مجھے پرمیشر کے الہام سے معلوم ہوا ہے کہ یہ شخص تین برس میں ہیضہ کی بیماری سے فوت ہو جائے گا۔ اور اس کے مقابل پر میں نے خدائے تعالیٰ سے واقعی اطلاع پا کر یہ اشتہار دیا تھا کہ لیکھرام چھ برس کے اندر مارا جائے گا اور اُس کے مارے جانے کا دن اور تاریخ مقرر کر دی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ یہ امتیازی نشان ہے جو مذہب اسلام کی سچائی پر گواہی دیتا ہے لیکن افسوس کہ آریہ صاحبوں نے اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔

﴿۳۷﴾

غرض سچا مذہب صرف عقل کا در یوزہ گر نہیں ہوتا کہ یہ اس کیلئے عار ہے اور اس سے شبہ گذرتا ہے کہ عقلمندوں کی باتیں پُر کر لکھی گئی ہیں کیونکہ دنیا میں عقلمند تھوڑے نہیں گذرے ہیں بلکہ وہ علاوہ عقلی دلائل کے مذہب کی ذاتی خاصیت بھی پیش کرتا ہے جو آسمانی نشان ہیں اور یہی سچے مذہب کی حقیقی علامت ہے ہاں یہ سچ ہے کہ جو عوام الناس اور جاہل لوگ بعض مذاہب یا اشخاص کی نسبت خود تراشیدہ کرامات اور معجزات شائع کرتے ہیں جو نہایت مبالغہ آمیز باتیں ہوتی ہیں وہ کسی مذہب کا فخر نہیں ہیں بلکہ عار اور ننگ کی جگہ ہیں۔ اور ان فرضی معجزات کے ساتھ جس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مہتمم کئے گئے ہیں اس کی نظیر کسی اور نبی میں نہیں پائی جاتی یہاں تک کہ بعض جاہل خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہزاروں بلکہ لاکھوں مُردے زندہ کر ڈالے تھے۔ یہاں تک کہ انجیلوں میں بھی یہ مبالغہ آمیز باتیں لکھی ہیں کہ ایک مرتبہ تمام گورستان جو ہزاروں برسوں کا چلا آتا تھا سب کا سب زندہ ہو گیا تھا اور تمام مُردے زندہ ہو کر شہر میں آگئے تھے۔

اب عقلمند قیاس کر سکتا ہے کہ باوجودیکہ کروڑ ہا انسان زندہ ہو کر شہر میں آگئے اور اپنے بیٹوں، پوتوں کو آ کر تمام قصے سنائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سچائی کی تصدیق کی مگر پھر بھی یہودی ایمان نہ لائے اور اس درجہ کی سنگ دلی کو کون باور کرے گا۔ اور درحقیقت اگر ہزاروں مُردے زندہ کرنا حضرت عیسیٰ کا پیشہ تھا تو جیسا کہ عقل کے رو سے سمجھا جاتا ہے

وہ تمام مردے بہرے اور گونگے تو نہیں ہوں گے۔ اور جن لوگوں کو ایسے معجزات دکھلائے جاتے تھے کوئی اُن مُردوں میں سے اُن کا بھائی ہوگا اور کوئی باپ اور کوئی بیٹا اور کوئی ماں اور کوئی دادی اور کوئی دادا اور کوئی دوسرا قریبی اور عزیز رشتہ دار۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کافروں کو مومن بنانے کی ایک وسیع راہ کھل گئی تھی۔ کئی مُردے یہودیوں کے رشتہ دار اُن کے ساتھ ساتھ پھرتے ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کئی شہروں میں اُن کے لیکچر دلانے ہوں گے۔ ایسے لیکچر نہایت پُر بہار اور شوق انگیز ہوتے ہوں گے۔ جب ایک مردہ کھڑا ہو کر حاضرین کو سناتا ہوگا کہ اے حاضرین! آپ لوگوں میں بہت ایسے اس وقت موجود ہیں جو مجھے شناخت کرتے ہیں جنہوں نے مجھے اپنے ہاتھ سے دفن کیا تھا۔ اب میں خدا کے منہ سے سن کر آیا ہوں کہ عیسیٰ مسیح سچا ہے اور اُسی نے مجھے زندہ کیا تو عجب لطف ہوتا ہوگا اور ظاہر ہے کہ ایسے مردوں کے لیکچروں سے یہودی قوم کے لوگوں کے دلوں پر بڑے بڑے اثر ہوتے ہوں گے۔ اور ہزاروں لاکھوں یہودی ایمان لاتے ہوں گے۔ پُر قرآن شریف اور انجیل سے ثابت ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رد کر دیا تھا اور اصلاح مخلوق میں تمام نبیوں سے اُن کا گرا ہوا نمبر تھا اور تقریباً تمام یہودی اُن کو ایک مکار اور کاذب خیال کرتے تھے۔

اب عقلمند سوچے کہ کیا ایسے بزرگ اور فوق العادت معجزات کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے تھا جبکہ ہزاروں مُردوں نے زندہ ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سچائی کی گواہی بھی دے دی اور یہ بھی کہہ دیا کہ ہم بہشت کو دیکھ آئے ہیں اُس میں صرف عیسائی ہیں جو حضرت عیسیٰ کے ماننے والے ہیں اور دوزخ کو دیکھا تو اس میں یہودی ہیں جو حضرت عیسیٰ کے منکر ہیں تو ان سب باتوں کے بعد کس کی مجال تھی کہ حضرت عیسیٰ کی سچائی میں ذرہ بھی شک کرتا۔ اور اگر کوئی شک کرتا تو ان کے باپ دادا جو زندہ ہو کر آئے تھے اُن کو جان سے مارتے کہ اے ناپاک لوگو! ہماری گواہی اور پھر بھی شک۔ پس یقیناً سمجھو کہ ایسے معجزات محض بناوٹ ہے۔

معجزہ کے نفس امر میں شک نہیں مگر وہ اسی قدر ہوتا ہے جیسا کہ آگے ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔ اس جگہ مسلمانوں پر نہایت افسوس ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ایسے معجزات منسوب کرتے ہیں جو قرآن شریف کی بیان کردہ سنت کے مخالف ہیں۔ اور وہ راہ چلتے ہیں جس کا آگے کوچہ ہی بند ہے۔ اور نہ صرف اسی قدر کہ حضرت عیسیٰ کی نسبت عیسائیوں کی پرانی کہانیوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں بلکہ آئندہ کیلئے تمام دنیا سے الگ کسی وقت آسمان سے اُن کا نازل ہونا مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آئندہ آخری زمانہ میں (حالانکہ عمر دنیا کے رو سے جو سات ہزار ہے یہی آخری زمانہ ہے) حضرت عیسیٰ آسمان سے فرشتوں کے ساتھ نازل ہوں گے اور ایک بڑا تماشا ہوگا اور لاکھوں آدمیوں کا ہجوم ہوگا اور آسمان کی طرف نظر ہوگی اور لوگ دور سے دیکھ کر کہیں گے کہ وہ آئے وہ آئے۔ اور دمشق میں ایک سفید مینار کے قریب اُتریں گے مگر تعجب کہ وہ غریب اور عاجز انسان جو اپنی نبوت ثابت کرنے کیلئے الیاس نبی کو دوبارہ دنیا میں نہ لاسکا یہاں تک کہ صلیب پر لٹکا یا گیا۔ اُس کی نسبت ایسے ایسے کرشمے بیان کئے جاتے ہیں۔ اگر یہ باتیں قبول کے لائق ہیں تو پھر کیوں حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی یہ کرامت جو لوگوں میں بہت مشہور ہو رہی ہے قبول نہیں کی جاتی کہ ایک کشتی جو جمع برات دریا میں ڈوب گئی تھی انہوں نے بارہ برس کے بعد نکالی تھی اور سب لوگ زندہ تھے اور نثارے اور باجے اُن کے ساتھ نچ رہے تھے۔ ایسا ہی یہ دوسری کرامت کہ ایک مرتبہ فرشتہ ملک الموت ان کے کسی مرید کی روح بغیر اجازت نکال کر لے گیا تھا انہوں نے اڑ کر آسمان پر اس کو جا پکڑا اور اُس کی ٹانگ پر لٹھی ماری اور ہڈی توڑ دی اور اُس روز کی جس قدر رو حیں نکالی گئی تھیں سب چھوڑ دیں اور وہ دوبارہ زندہ ہو گئیں۔ فرشتہ روتا ہوا خدا تعالیٰ کے پاس گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عبدالقادر مجھو بیت کے مقام میں ہے اس کے کام کی نسبت کوئی دست اندازی نہیں ہوگی اگر وہ تمام گذشتہ مُردے زندہ کر دیتا تب بھی اُس کا اختیار تھا۔

اب جس حالت میں ایسی مشہور شدہ کرامات کو قبول نہیں کیا گیا جن کے قبول کرنے میں چنداں حرج نہ تھا تو پھر کیوں ایسے شخص کی طرف وہ باتیں منسوب کی جاتی ہیں جو نہ صرف قرآن شریف کی منشاء کے برخلاف ہیں بلکہ عیسیٰ پرستی کے شرک کو اُس سے مدد ملتی ہے جس نے چالیس کروڑ انسانوں کو خدائے تعالیٰ کی توحید سے محروم کر دیا ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کو اور نبیوں پر کیا زیادتی اور کیا خصوصیت ہے۔ پھر اُس کو ایک خصوصیت دینا جو شرک کی جڑ ہے کس قدر کھلی کھلی ضلالت ہے جس سے ایک بڑی قوم تباہ ہو چکی ہے ہائے افسوس کہ انہوں نے محض مصنوعی کفارہ پر بھروسہ کر کے اپنے تئیں ہلاک کیا اور یہ خیال نہ کیا کہ نفس کے آتش دریا سے وہی پار ہوگا جو اپنی کشتی اپنے ہاتھ سے بنائے گا اور وہی مزدوری لے گا جو اپنا کام آپ کرے گا اور وہی نقصان سے بچے گا جو اپنا بوجھ آپ اٹھائے گا یہ کیسی جہالت ہے جو ایک انسان بے دست و پا ہو کر دوسرے انسان پر اپنی کامیابی کیلئے بھروسہ کرے اور کسی کی جسمانی قوت کو اپنی روحانی زندگی کیلئے مفید سمجھے۔ خدا کا قانون ہے کہ اُس نے کسی انسان کو کسی امر میں خصوصیت نہیں دی اور کوئی انسان نہیں کہہ سکتا کہ مجھ میں ایک ایسی بات ہے جو دوسرے انسانوں میں نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ایسے انسان کو واقعی طور پر معبود ٹھہرانے کیلئے بنیاد پڑ جاتی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بعض عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ خصوصیت پیش کی تھی کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں تو فی الفور اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی اس آیت میں جواب دیا۔ اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقْنٰهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ سُبْحٰنَ فِىْ سُوْرٍ ۙ۔ یعنی ”عیسیٰ کی مثال آدم کی مثال ہے خدا نے اس کو مٹی سے پیدا کیا پھر اُس کو کہا کہ ”ہو جا۔ سو وہ ہو گیا“ ایسا ہی عیسیٰ بن مریم، مریم کے خون سے اور مریم کی منی سے پیدا ہوا اور پھر خدا نے کہا کہ ہو جا سو ہو گیا۔ پس اتنی بات میں کون سی خدائی اور کون سی خصوصیت اس میں پیدا ہو گئی۔ موسم برسات میں ہزار ہا کیڑے مکوڑے بغیر ماں اور باپ کے خود بخود زمین سے

پیدا ہو جاتے ہیں۔ کوئی اُن کو خدا نہیں ٹھہراتا۔ کوئی اُن کی پرستش نہیں کرتا۔ کوئی اُن کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ پھر خواہ نحوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اتنا شور کرنا اگر جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ اور یہ کہنا کہ وہ اب تک زندہ ہے اور دوسرے نبی سب فوت ہو چکے یہ قرآن شریف کی مخالفت ہے۔ اللہ تعالیٰ تو قرآن شریف میں بصریح اُن کی موت بیان فرماتا ہے پھر وہ زندہ کیونکر ہوئے اور قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ ہرگز نہیں آئیں گے۔ جیسا کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي^۱ سے یہ دونوں مطلب ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس تمام آیت کے اوّل آخر کی آیتوں کے ساتھ یہ معنی ہیں کہ خدا قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہے گا کہ کیا تو نے ہی لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اپنا معبود ٹھہرانا۔ تو وہ جواب دیں گے کہ جب تک میں اپنی قوم میں تھا تو میں اُن کے حالات سے مطلع تھا اور گواہ تھا پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ہی اُن کے حالات سے واقف تھا۔ یعنی بعد وفات مجھے اُن کے حالات کی کچھ بھی خبر نہیں۔

اب اس آیت سے صریح طور پر دو باتیں ثابت ہوتی ہیں (۱) اوّل یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آیت میں اقرار کرتے ہیں کہ جب تک میں اُن میں تھا میں ان کا محافظ تھا۔ اور وہ میرے رو برد بگڑے نہیں بلکہ میری وفات کے بعد بگڑے ہیں۔ پس اگر فرض کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک آسمان پر زندہ ہیں تو ساتھ ہی اقرار کرنا پڑے گا کہ اب تک عیسائی بھی بگڑے نہیں کیونکہ اس آیت میں عیسائیوں کا بگڑنا آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا ایک نتیجہ ٹھہرایا گیا ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر موقوف رکھا گیا ہے لیکن جبکہ ظاہر ہے کہ عیسائی بگڑ چکے ہیں تو ساتھ ہی ماننا پڑتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو چکے ہیں ورنہ تکذیب آیت قرآنی لازم آتی ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ آیت میں صریح طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے بگڑنے کی نسبت اپنی لاعلمی ظاہر کریں گے اور کہیں گے کہ مجھے تو اُس وقت تک ان کے حالات کی نسبت علم تھا جبکہ میں اُن میں تھا۔

اور پھر جب مجھے وفات دی گئی تب سے میں اُن کے حالات سے محض بے خبر ہوں مجھے معلوم نہیں کہ میرے پیچھے کیا ہوا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ عذر اُن کا اس حالت میں کہ وہ قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں کسی وقت آئے ہوتے اور عیسائیوں کی ضلالت پر اطلاع پاتے۔ محض دروغوئی ٹھہرتا ہے اور اس کا جواب تو خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ ہونا چاہیے کہ اے گستاخ شخص میرے روبرو اور میری عدالت میں کیوں جھوٹ بولتا ہے اور کیوں محض دروغ کے طور پر کہتا ہے کہ مجھے اُن کے بگڑنے کی کچھ بھی خبر نہیں حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے قیامت سے پہلے دوبارہ تجھے دنیا میں بھیجا تھا اور تو نے عیسائیوں سے لڑائیاں کی تھیں اور اُن کی صلیب توڑی تھی اور اُن کے خنزیر قتل کئے تھے اور پھر میرے روبرو اتنا جھوٹ کہ گویا تجھے کچھ بھی خبر نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ایسے عقیدے میں کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے کس قدر ان کی ہتک ہے اور نعوذ باللہ اس سے وہ دروغو ٹھہرتے ہیں۔

اور اگر کہو کہ پھر ان حدیثوں کے کیا معنی کریں جن میں لکھا ہے کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوگا اس کا یہ جواب ہے کہ اسی طرح معنی کر لو جس طرح حضرت عیسیٰ نے الیاس کے دوبارہ آنے کی نسبت معنی کئے تھے۔ اور نیز حدیثوں میں صاف لکھا ہے کہ وہ عیسیٰ اسی امت میں سے ہوگا کوئی اور شخص نہیں ہوگا۔ اور یہ نہیں لکھا کہ دوبارہ آئے گا بلکہ یہ لکھا ہے کہ ”نازل ہوگا“ اگر دوبارہ آنا مقصود ہوتا تو اُس جگہ رجوع کا لفظ چاہیے تھا نہ نزول کا۔ اور اگر فرض محال کے طور پر کوئی حدیث قرآن شریف سے مخالف ہوتی تو وہ رد کرنے کے لائق تھی نہ یہ کہ کسی حدیث سے قرآن شریف کو رد کیا جائے۔ اور اس جگہ یاد رہے کہ قرآن شریف یہود و نصاریٰ کی غلطیوں اور اختلافات کو دور کرنے کیلئے آیا ہے۔ اور قرآن شریف کی کسی آیت کے معنی کرنے کے وقت جو یہود و نصاریٰ کے متعلق ہو یہ ضرور دیکھ لینا چاہیے کہ اُن میں کیا جھگڑا تھا جس کو قرآن شریف فیصلہ کرنا چاہتا ہے اب اس اصول کو مدنظر رکھ کر اس آیت کے معنی کہ مَا قَاتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۗ

بڑی آسانی سے ایک منصف مزاج سمجھ سکتا ہے کیونکہ یہود کے عقیدہ کے رُو سے جو شخص صلیب کے ذریعہ سے قتل کیا جائے وہ ملعون ہوتا ہے اور اُس کا رفع روحانی خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا اور وہ شیطان کی طرف جاتا ہے۔ اب خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ حضرت عیسیٰ کا رفع روحانی خدائے تعالیٰ کی طرف ہو یا نہ ہو۔ سو خدا نے اول یہود کے اس وہم کو مٹایا کہ حضرت عیسیٰ بذریعہ صلیب قتل ہو چکے ہیں اور فرمایا کہ یہود کا صرف یہ ایک شبہ تھا جو خدا نے اُن کے دلوں میں ڈال دیا۔ عیسیٰ بذریعہ صلیب قتل نہیں ہوا تا اس کو ملعون قرار دیا جائے بلکہ اُس کا رفع روحانی ہوا جیسے کہ اور مومنوں کا ہوتا ہے ظاہر ہے کہ خدائے تعالیٰ کو اس فضول بحث اور فیصلہ کی ضرورت نہ تھی کہ حضرت عیسیٰ بحکم غضری آسمان پر گیا یا نہ گیا کیونکہ یہود کا یہ متنازع فیہ امر نہ تھا اور یہود کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ جو شخص مصلوب ہو جائے وہ مع جسم غضری آسمان پر نہیں جاتا کیونکہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ جو شخص مصلوب نہ ہو وہ مع جسم غضری آسمان پر چلا جاتا ہے اور نہ یہود کا یہ عقیدہ ہے کہ بے ایمان اور لعنتی آدمی مع جسم آسمان پر نہیں جاتا مگر مومن مع جسم غضری آسمان پر چلا جاتا ہے کیونکہ موسیٰ جو یہود کے نزدیک سب سے بڑا نبی تھا اُس کی نسبت بھی یہود کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ وہ مع جسم آسمان پر چلا گیا۔ پس تمام جھگڑا تو رفع روحانی کا تھا۔ یہود کی طرف سے اپنے عقیدہ کے موافق یہ بحث تھی کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ ملعون ہیں کیونکہ اُن کا رفع روحانی نہیں ہوا وجہ یہ کہ وہ صلیب کے ذریعہ سے مارے گئے پس اسی غلطی کو خدا تعالیٰ نے دور کرنا تھا سو خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ عیسیٰ ملعون نہیں ہے بلکہ اُس کا رفع روحانی اور مومنوں کی طرح ہو گیا۔

یاد رہے کہ ملعون کا لفظ مرفوع کے مقابل پر آتا ہے جبکہ مرفوع کے معنی روحانی طور پر مرفوع ہو۔ پس جو لوگ حضرت عیسیٰ کو بوجہ مصلوب ہونے کے ملعون ٹھہراتے ہیں اُن کے نزدیک ملعون کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ ایسے شخص کا رفع روحانی نہیں ہوتا۔ عیسائیوں نے بھی اپنی غلطی سے تین دن کے لئے حضرت عیسیٰ کو ملعون مان لیا یعنی تین دن تک اُس کا رفع روحانی

نہیں ہوا۔ اور بموجب ان کے عقیدہ کے حضرت عیسیٰ ملعون ہونے کی حالت میں تحت الثریٰ میں گئے اور ساتھ کوئی جسم نہ تھا۔ پھر مرفوع ہونے کی حالت میں کیوں جسم کی ضرورت ہوئی۔ دونوں حالتیں ایک ہی رنگ کی ہونی چاہئیں۔ یہ ہماری طرف سے عیسائیوں پر الزام ہے کہ وہ بھی رفع کے بارے میں غلطی میں پھنس گئے۔ وہ اب تک اس بات کے اقراری ہیں کہ صلیب کا نتیجہ توریت کی رو سے ایک روحانی امر تھا یعنی لعنتی ہونا جس کو دوسرے لفظوں میں عدم رفع کہتے ہیں پس بموجب اُن کے عقیدہ کے عدم رفع روحانی طور پر ہی ہوا۔ اس حالت میں رفع بھی روحانی ہونا چاہیے تھا تا تقابل قائم رہے۔ عیسائی صاحبان مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ملعون ہونے کی حالت میں صرف روحانی طور پر تحت الثریٰ اور دوزخ کی طرف گئے اُس وقت اُن کے ساتھ کوئی جسم نہ تھا۔ پھر جبکہ یہ حالت ہے تو پھر مرفوع ہونے کی حالت میں کیوں جسم کی ضرورت پڑی اور کیوں جسم کو ساتھ ملا یا گیا۔ حالانکہ قدیم سے توریت کے ماننے والے تمام نبی اور تمام یہود کے فقیہ صلیبی لعنت کے یہی معنی کرتے آئے ہیں کہ روحانی طور پر رفع نہ ہو۔ اور اب بھی یہی کرتے ہیں کہ جو شخص صلیب کے ذریعہ سے مارا جائے اُس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا۔ لعنت کے معنی عدم رفع ہے۔ بہر حال جبکہ خدا تعالیٰ نے یہود کا اعتراض دور کرنا تھا اور یہود اب تک عدم رفع سے مراد روحانی معنی لیتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ روحانی طور پر عیسیٰ کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوا۔ اور وہ کاذب تھا تو پھر خدا تعالیٰ اصل بات کو چھوڑ کر اور طرف کیوں چلا گیا۔ گویا نعوذ باللہ خدا تعالیٰ نے یہود کا اصل جھگڑا سمجھا ہی نہیں اور ایسے حج کی طرح فیصلہ کیا جو سراسر رونداد مثل کے برخلاف فیصلہ لکھ مارتا ہے۔ ایسا گمان اگر خدا تعالیٰ کی نسبت کیا جائے تو پھر کفر میں کیا شک ہے۔

پھر ماسوا اس کے ہم کہتے ہیں کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ خدائے تعالیٰ نے یہود کے اصل جھگڑے کی اس جگہ پروانہ رکھ کر ایک نئی بات بیان کر دی ہے جس کا بیان کرنا محض ایک فضول اور غیر ضروری امر تھا یعنی یہ کہ حضرت عیسیٰ کو مع جسم عنصری دوسرے آسمان پر بٹھایا گیا تو پھر

اس خیال کا بطلان اس طرح پر ہوتا ہے کہ اول تو قرآن شریف میں کہیں نہیں لکھا کہ حضرت عیسیٰ کو مع جسم عنصری دوسرے آسمان پر بٹھایا گیا بلکہ قرآن شریف کے لفظ تو یہ ہیں کہ **بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ**۔ یعنی خدا نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھالیا۔ پس سوچو کہ کیا خدا دوسرے آسمان پر مجسم چیزوں کی طرح بیٹھا ہوا ہے؟ اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہمیشہ روحانی ہی ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی تمام نبیوں کی تعلیم ہے خدا جسم نہیں ہے کہ تا جسمانی رفع اُس کی طرف ہو۔ تمام قرآن شریف میں یہی محاورہ ہے کہ جب کسی کی نسبت فرمایا جاتا ہے کہ خدا کی طرف وہ گیا یا خدا کی طرف اس کا رفع ہوا تو اُس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ روحانی طور پر اس کا رفع ہوا جیسا کہ اس آیت میں بھی یہی معنی ہیں جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ لِأَنَّكَ كَرِهْتِ النَّاسَ وَمُنْتَهَىٰ أَمْرُكَ أَن تَقْبَلِي أَعْيُنَ النَّاسِ وَمَنْ يَرُوكَ كَالضَّالِّينَ**۔ پس کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ مع جسم عنصری آجا۔

ماسوا اس کے اس جگہ یہ سوال ہوگا کہ اگر اس جگہ رفع روحانی کا بیان نہیں ہے اور اس جگہ وہ جھگڑا فیصلہ نہیں کیا گیا جو یہود نے حضرت مسیح کے رفع روحانی کی نسبت انکار کیا تھا اور نعوذ باللہ ملعون قرار دیا تھا تو پھر قرآن شریف کے کس مقام میں یہود کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے جس کا جواب دینا بموجب وعدہ الہی کے ضروری تھا۔ پس اس تمام بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کے رفع کو رفع جسمانی ٹھہرانا سراسر ہٹ دھرمی اور حماقت ہے بلکہ یہ وہی رفع ہے جو ہر ایک مومن کے لئے وعدہ الہی کے موافق موت کے بعد ہونا ضروری ہے اور کافر کے لئے حکم ہے کہ **لَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ** یعنی ان کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے یعنی ان کا رفع نہیں ہوگا جیسا کہ دوسری جگہ فرماتا ہے **مُفْتَحَةً لَهُمُ الْأَبْوَابُ**۔ پس سیدھی بات کو الٹا دینا تقویٰ اور طہارت کے برخلاف اور ایک طور سے تحریف کلام الہی ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے وقت میں تمام صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے کہ تمام نبی فوت ہو چکے ہیں۔

اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں یہی معنی آیت مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ^۱ کے کئے گئے۔ یعنی سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پس کیا حضرت عیسیٰ رسول نہیں تھے جو فوت سے باہر رہ گئے۔ پھر باوجود اس اجماع کے فوج اعوج کے زمانہ کی تقلید کرنا دیانت سے بعید ہے۔ امام مالک کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں۔ پس جبکہ سلف الائمہ کا یہ مذہب ہے تو دوسروں کا بھی یہی مذہب ہوگا۔ اور جن بزرگوں نے اس حقیقت کے سمجھنے میں خطا کی وہ خطا خدا تعالیٰ کے نزدیک درگزر کے لائق ہے۔ اس دین میں بہت سے اسرار ایسے تھے کہ درمیانی زمانہ میں پوشیدہ ہو گئے تھے مگر مسیح موعود کے وقت میں ان غلطیوں کا کھل جانا ضروری تھا کیونکہ وہ حکم ہو کر آیا۔ اگر درمیانی زمانہ میں یہ غلطیاں نہ پڑتیں تو پھر مسیح موعود کا آنا فضول اور انتظار کرنا بھی فضول تھا، کیونکہ مسیح موعود مجدد ہے اور مجدد غلطیوں کی اصلاح کے لئے ہی آیا کرتے ہیں۔ وہ جس کا نام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم رکھا ہے وہ کس بات کا حکم ہے اگر کوئی اصلاح اس کے ہاتھ سے نہ ہو۔ یہی سچ ہے مبارک وہ جو قبول کریں اور خدا سے ڈریں۔

اب پھر ہم اپنے پہلے مضمون کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ معجزات اور کرامات جو عوام الناس نے حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کئے ہیں وہ سنت اللہ سے سراسر برخلاف ہیں۔ اور جیسے ایک فریق نے سرے سے انکار معجزات کا کر کے اپنے تئیں تفریط کی حد تک پہنچا دیا ہے ایسا ہی اُن کے مقابل پر دوسرے فریق نے معجزات کے بارے میں سخت غلو کر کے اپنی بات کو افراط کی حد تک پہنچا دیا ہے اور درمیانی راہ کو دونوں فریق نے ترک کر دیا ہے ظاہر ہے کہ اگر معجزات نہ ہوں تو پھر خدائے تعالیٰ کے وجود پر کوئی قطعی اور یقینی علامت باقی نہیں رہتی اور اگر معجزات اس رنگ کے ہوں جس کا ابھی بیان کیا گیا ہے تو پھر ایمان کے ثمرات مفقود ہو جاتے ہیں اور ایمان ایمان نہیں رہتا۔ اور شرک تک نوبت پہنچتی ہے

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو عجیب طور پر جاہلوں کا نشانہ ہوئے ہیں۔ اُن کی زندگی کے زمانہ میں تو یہود بے دین نے اُن کا نام کافر اور کذاب اور مکار اور مُفتی رکھا اور اُن کے رفع روحانی سے انکار کیا۔ اور پھر جب وہ فوت ہو گئے تو اُن لوگوں نے جن پر انسان پرستی کی سیرت غالب تھی اُن کو خدا بنا دیا اور یہودی تو رفع روحانی سے ہی انکار کرتے تھے۔ اب بمقابلہ اُن کے رفع جسمانی کا اعتقاد ہوا اور یہ بات مشہور کی گئی کہ وہ مع جسم آسمان پر چڑھ گئے ہیں گویا پہلے نبی تو روحانی طور پر بعد موت آسمان پر چڑھتے تھے مگر حضرت عیسیٰ زندہ ہونے کی حالت میں ہی مع جسم مع لباس مع تمام لوازم جسمانی کے آسمان پر جا بیٹھے۔ گویا یہ یہودیوں کی ضد اور انکار کا جو رفع روحانی سے منکر تھے نہایت مبالغہ کے ساتھ ایک جواب تراشا گیا اور یہ جواب سراسر نامعقول تھا کیونکہ یہودیوں کو رفع جسمانی سے کچھ غرض نہ تھی۔ اُن کی شریعت کا یہ مسئلہ تھا کہ جو لوگ صلیب پر مرتے ہیں وہ لعنتی اور کافر اور بے ایمان ہوتے ہیں۔ اُن کا رفع روحانی خدائے تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا اور یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ ہر ایک مومن جب مرتا ہے تو اُس کی روح کو فرشتے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور اُس کیلئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں لیکن کافر کی روح آسمان کی طرف اٹھائی نہیں جاتی۔ اور کافر ملعون ہوتا ہے اُس کی روح نیچے کو جاتی ہے۔ اور وہ لوگ باعث صلیب پانے حضرت عیسیٰ اور نیز بوجہ بعض اختلافات کے اپنے فتووں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کافر ٹھہرا چکے تھے۔ کیونکہ بزعم اُن کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بذریعہ صلیب قتل ہو گئے تھے۔ اور توریت میں یہ صاف حکم تھا کہ جو شخص بذریعہ صلیب مارا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے پس ان وجوہ سے انہوں نے حضرت عیسیٰ کو کافر ٹھہرایا تھا اور اُن کے رفع روحانی سے منکر ہو گئے تھے۔ پس یہودیوں کے نزدیک یہ منصوبہ ہنسی کے قابل تھا کہ گویا حضرت مسیح مع جسم آسمان پر چلے گئے۔ اور درحقیقت یہ افترا ان لوگوں نے کیا تھا جو توریت کے علم سے ناواقف تھے اور خود فی نفسہ یہ خیال نہایت درجہ پر لعمو تھا جس سے

خدائے تعالیٰ پر اعتراض ہوتا تھا کیونکہ جس حالت میں حضرت مسیح علیہ السلام یہودیوں کے تمام فرقوں تک جو مختلف فرقوں میں متفرق ہو چکے تھے اپنی دعوت کو ہنوز پہنچا نہیں سکے تھے اور اُن کے ہاتھ سے ایک فرقہ کو بھی ابھی ہدایت نہیں ہوئی تھی۔ ایسی صورت میں تبلیغ کے کام کو نا تمام چھوڑ کر حضرت عیسیٰ کا آسمان پر چڑھ جانا سراسر خلافِ مصلحت اور اپنے فرض منصبی سے پہلو تہی کرنا تھا۔ اور خود ظاہر ہے کہ خدائے تعالیٰ کا محض بیہودہ طور پر اُن کو آسمان پر بٹھا دینا ایک بے سود اور لغو کام ہے جو ہرگز خدائے تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔

غرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ ایک تہمت ہے کہ گویا وہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے۔ سو جیسا کہ حضرت عیسیٰ کی زندگی کے زمانہ میں بھی اُن کے دشمنوں نے محض تہمت کے طور پر اُن کو کافر اور کذاب قرار دیا ویسا ہی اُن کی تعریف میں غلو کرنے والوں نے جو نادان دوست تھے بقول شخصے کہ پیراں پندرند مریداں پرانند اُن کو مع جسم آسمان پر چڑھا دیا اور نہ صرف اسی قدر بلکہ اُن کو خدا بھی بنا دیا۔ اور پھر جب اور بھی زمانہ گذر گیا تو یہ عقیدہ بھی تراشا گیا کہ وہ اسی جسم عنصری کے ساتھ پھر آسمان سے اُتریں گے اور آخری دور انہی کا ہوگا اور وہی خاتم الانبیاء ہوں گے۔ غرض جس قدر جھوٹی کرامتیں اور جھوٹے معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کئے گئے ہیں کسی اور نبی میں اُس کی نظیر نہیں پائی جاتی اور عجیب تر یہ کہ باوجود ان تمام فرضی معجزات کے ناکامی اور نامرادی جو مذہب کے پھیلانے میں کسی کو ہو سکتی ہے وہ سب سے اول نمبر پر ہیں۔ کسی اور نبی میں اس قدر نامرادی کی نظیر تلاش کرنا لا حاصل ہے مگر یاد رہے کہ اب اُن کے نام پر جو مذہب دنیا میں پھیل رہا ہے یہ ان کا مذہب نہیں ہے۔ اُن کی تعلیم میں خنزیر خوری اور تین خدا بنانے کا حکم اب تک انجیلوں میں نہیں پایا جاتا بلکہ یہ وہی مشرکانہ تعلیم ہے جس کی نبیوں نے مخالفت کی تھی۔ توریت کے دہوی بڑے بھاری اور ابدی حکم تھے اول یہ کہ انسان کو خدا نہ بنانا۔ دوسرے یہ کہ سؤر کو مت کھانا۔ سو دونوں حکم پولوس مقدس کی تعلیم سے توڑ دیئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اب ہم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ معجزہ کیا چیز ہے اور معجزہ کی کیوں ضرورت ہے۔ سو ہم اس کتاب کے پہلے باب میں معجزہ کی اصل حقیقت اور ضرورت بیان کریں گے اور دوسرے باب میں اپنے دعویٰ کے مطابق اُن معجزات کے چند نمونے بیان کر دیں گے اور تیسرا باب خاتمہ کا ہوگا جس پر سالہ ختم ہوگا۔

پہلا باب

معجزہ کی اصل حقیقت اور ضرورت کے بیان میں

معجزہ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ معجزہ ایسے امر خارق عادت کو کہتے ہیں کہ فریق مخالف اُس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز آجائے خواہ وہ امر بظاہر نظر انسانی طاقتوں کے اندر ہی معلوم ہو جیسا کہ قرآن شریف کا معجزہ جو ملک عرب کے تمام باشندوں کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ پس وہ اگرچہ بنظر سرسری انسانی طاقتوں کے اندر معلوم ہوتا تھا لیکن اُس کی نظیر پیش کرنے سے عرب کے تمام باشندے عاجز آ گئے۔ پس معجزہ کی حقیقت سمجھنے کیلئے قرآن شریف کا کلام نہایت روشن مثال ہے کہ بظاہر وہ بھی ایک کلام ہے جیسا کہ انسان کا کلام ہوتا ہے لیکن وہ اپنی فصیح تقریر کے لحاظ سے اور نہایت لذیذ اور مصطفیٰ اور رنگین عبارت کے لحاظ سے جو ہر جگہ حق اور حکمت کی پابندی کا التزام رکھتی ہے اور نیز روشن دلائل کے لحاظ سے جو تمام دنیا کے مخالفانہ دلائل پر غالب آ گئیں اور نیز زبردست پیشگوئیوں کے لحاظ سے ایک ایسا لاجواب معجزہ ہے جو باوجود گذرنے تیرہ سو برس کے اب تک کوئی مخالف اس کا مقابلہ نہیں کر سکا اور نہ کسی کو طاقت ہے جو کرے۔ قرآن شریف کو تمام دنیا کی کتابوں سے یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ معجزانہ پیشگوئیوں کو بھی معجزانہ عبارات میں جو اعلیٰ درجہ

کی بلاغت اور فصاحت سے پُر اور حق اور حکمت سے بھری ہوئی ہیں بیان فرماتا ہے۔ غرض اصلی اور بھاری مقصد معجزہ سے حق اور باطل یا صادق اور کاذب میں ایک امتیاز دکھلانا ہے۔ اور ایسے امتیازی امر کا نام معجزہ یا دوسرے لفظوں میں نشان ہے۔ نشان ایک ایسا ضروری امر ہے کہ اُس کے بغیر خدائے تعالیٰ کے وجود پر بھی پورا یقین کرنا ممکن نہیں اور نہ وہ ثمرہ حاصل ہونا ممکن ہے کہ جو پورے یقین سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مذہب کی اصلی سچائی خدائے تعالیٰ کی ہستی کی شناخت سے وابستہ ہے۔ سچے مذہب کے ضروری اور اہم لوازم میں سے یہ امر ہے کہ اُس میں ایسے نشان پائے جائیں جو خدائے تعالیٰ کی ہستی پر قطعی اور یقینی دلالت کریں اور وہ مذہب اپنے اندر ایسی زبردست طاقت رکھتا ہو جو اپنے پیرو کا خدائے تعالیٰ کے ہاتھ سے ہاتھ ملادے۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ صرف مصنوعات پر نظر کر کے صانع کی فقط ضرورت ہی محسوس کرنا اور اُس کی واقعی ہستی پر اطلاع نہ پانا یہ کامل خدا شناسی کیلئے کافی نہیں ہے اور اسی حد تک ٹھہرنے والے کوئی سچا تعلق خدائے تعالیٰ سے حاصل نہیں کر سکتے اور نہ اپنے نفس کو جذبات نفسانیہ سے پاک کر سکتے ہیں۔ اس سے اگر کچھ سمجھا جاتا ہے تو صرف اس قدر کہ اس ترکیب محکم اور مبلغ کا کوئی صانع ہونا چاہیے نہ یہ کہ درحقیقت وہ صانع ہے بھی۔ اور ظاہر ہے کہ صرف ضرورت کو محسوس کرنا ایک قیاس ہے جو رویت کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اور نہ رویت کے پاک نتائج اس سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ پس جو مذہب انسان کی خدا شناسی کو صرف ہونا چاہئے کے ناقص مرحلہ تک چھوڑتا ہے وہ اس کی عملی حالت کا چارہ گر نہیں ہے۔ پس درحقیقت ایسا مذہب ایک مردہ مذہب ہے جس سے کسی پاک تبدیلی کی توقع رکھنا ایک طمعِ خام ہے۔

ظاہر ہے کہ محض عقلی دلائل مذہب کی سچائی کے لئے کامل شہادت نہیں ہو سکتے اور یہ ایسی مہر نہیں ہے کہ کوئی جلسا ساز اس کے بنانے پر قادر نہ ہو بلکہ یہ تو عقل کے چشمہ عام کی ایک گداگری متصور ہو سکتی ہے۔ پھر اس بات کا کون فیصلہ کرے کہ عقلی باتیں جو ایک

کتاب نے لکھیں درحقیقت وہ الہامی ہیں یا کسی اور کتاب سے چُرا کر لکھی گئی ہیں۔ اور اگر فرض بھی کر لیں کہ وہ چُرائی ہوئی نہیں ہیں تو پھر بھی ہستی باری تعالیٰ پر وہ کب دلیل قاطع ہو سکتی ہیں۔ اور کب کسی طالب حق کا نفس اس بات پر پوری تسلی پا سکتا ہے کہ فقط وہی عقلی باتیں یقینی طور پر آیت خدا نما ہیں اور کب یہ اطمینان بھی ہو سکتا ہے کہ وہ باتیں بکلی غلطی سے مبرا ہیں۔ پس اگر ایک مذہب صرف چند باتوں کو عقل یا فلسفہ کی طرف منسوب کر کے اپنی سچائی کی وجہ بیان کرتا ہے اور آسمانی نشانوں اور خارق عادت امور کے دکھلانے سے قاصر ہے تو ایسے مذہب کا پیرو فریب خوردہ یا فریب دہندہ ہے اور وہ تاریکی میں مرے گا۔

﴿۴۸﴾

غرض محض عقلی دلائل سے تو خدائے تعالیٰ کا وجود بھی یقینی طور پر ثابت نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ کسی مذہب کی سچائی اُس سے ثابت ہو جائے۔ اور جب تک ایک مذہب اس بات کا ذمہ وار نہ ہو کہ وہ خدا کی ہستی کو یقینی طور پر ثابت کر کے دکھلائے تب تک وہ مذہب کچھ چیز نہیں ہے اور بد قسمت ہے وہ انسان جو ایسے مذہب پر فریفتہ ہو۔ ہر ایک وہ مذہب لعنت کا داغ اپنی پیشانی پر رکھتا ہے جو انسان کی معرفت کو اُس مرحلہ تک نہیں پہنچا سکتا جس سے گویا وہ خدا کو دیکھ لے۔ اور نفسانی تاریکی روحانی حالت سے بدل جائے اور خدا کے تازہ نشانوں سے تازہ ایمان حاصل ہو جائے۔ اور نہ صرف لاف کے طور پر بلکہ واقعی طور پر ایک پاک زندگی مل جائے۔ انسان کو سچی پاکیزگی حاصل کرنے کیلئے اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ اُس زندہ خدا کا اُس کو پتہ لگ جائے جو نافرمان کو ایک دم میں ہلاک کر سکتا ہے اور جس کی رضا کے نیچے چلنا ایک نقد بہشت ہے۔ اور جس طرح ایک مذہب کیلئے صرف عقلی طور پر اپنی عمدگی دکھلانا کافی نہیں ہے ایسا ہی ایک ظاہری راستباز کیلئے صرف یہ دعویٰ کافی نہیں ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کے احکام پر چلتا ہے بلکہ اس کیلئے ایک امتیازی نشان چاہیے جو اُس کی راستبازی پر گواہ ہو کیونکہ ایسا دعویٰ تو قریباً ہر ایک کر سکتا ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے اور اس کا دامن تمام اقسام فسق و فجور سے پاک ہے مگر ایسے دعوے پر

تسلی کیونکر ہو کہ فی الحقیقت ایسا ہی امر واقع ہے۔ اگر کسی میں مادہ سخاوت ہے تو ناموری کی غرض سے بھی ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی عابد زاہد ہے تو ریا کاری بھی اس کا موجب ہو سکتی ہے۔ اور اگر فسق و فجور سے کوئی بچ گیا ہے تو تہیدستی بھی اس کا باعث ہو سکتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ محض لوگوں کے لعن طعن کے خوف سے کوئی پارسا طبع بن بیٹھے اور عظمت الہی کا کچھ بھی اس کے دل پر اثر نہ ہو۔ پس ظاہر ہے کہ عمدہ چال چلن اگر ہو بھی تاہم حقیقی پاکیزگی پر کامل ثبوت نہیں ہو سکتا شاید درپردہ کوئی اور اعمال ہوں۔ لہذا حقیقی راستبازی کیلئے خدائے تعالیٰ کی شہادت ضروری ہے جو عالم الغیب ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو دنیا میں پاک ناپاک کے حالات مشتبہ ہو جاتے ہیں اور امان اٹھ جاتا ہے اس لئے ماہ الامتیاز کی نہایت درجہ ضرورت ہے۔ اور جس مذہب نے راستبازی کیلئے کوئی ماہ الامتیاز کا خلعت عطا نہیں فرمایا یقیناً سمجھو کہ وہ مذہب ٹھیک نہیں ہے اور نور سے بالکل خالی ہے۔ خدا کی طرف سے جو کتاب ہو وہ آپ بھی اپنے اندر ماہ الامتیاز رکھتی ہے اور اپنے پیرو کو بھی امتیازی نشان بخشی ہے۔

غرض بغیر امتیازی نشان کے نہ مذہب حق اور مذہب باطل میں کوئی کھلا کھلا تفرقہ پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ایک راستباز اور مکار کے درمیان کوئی فرق بین ظاہر ہو سکتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص دراصل بدچلن اور فاسق اور فاجر ہو لیکن اُس کی بدچلنیاں ظاہر نہ ہوں۔ پس اگر ایسی صورت میں وہ بھی راستبازی کا دعویٰ کرے جیسا کہ ایسے دعوے ہمیشہ دنیا میں پائے جاتے ہیں تو پھر خدائے تعالیٰ کی طرف سے حقیقی راستباز کے لئے کونسا ایک چمکتا ہوا نشان ہے جس سے وہ ایسے مکاروں سے الگ کا الگ دکھائی دے اور روز روشن کی طرح شناخت کر لیا جائے۔ حالانکہ قدیم سے اور جب سے کہ دنیا کی بنیاد ڈالی گئی ہے سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے اور یہی قانون قدرت ہے کہ تمام عمدہ اور خراب چیزوں میں ایک امتیازی نشان رکھا گیا ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ بظاہر سونا اور پیتل ہم شکل ہیں یہاں تک کہ

بعض جاہل اس سے دھوکہ بھی کھا لیتے ہیں لیکن حکیم مطلق نے سونے میں ایک امتیازی نشان رکھا ہے جس کو صراف فی الفور شناخت کر لیتے ہیں۔ اور بہترے سفید اور چمکتے ہوئے پتھر ایسے ہیں جو کہ ہیرے سے بہت ہی مشابہ ہیں اور بعض نادان اُن کو ہیرا سمجھ کر ہزار ہا روپیہ کا نقصان اٹھا لیتے ہیں لیکن صانع عالم نے ہیرے کیلئے ایک امتیازی نشان رکھا ہوا ہے جس کو ایک دانشمند جوہری شناخت کر سکتا ہے۔ ایسا ہی دنیا کے کل جوہرات اور عمدہ چیزوں کو دیکھ لو کہ اگرچہ بظاہر نظر کئی رڈی اور ادنیٰ درجہ کی چیزیں اُن سے شکل میں مل جاتی ہیں مگر ہر ایک پاک اور قابل قدر جوہر اپنے امتیازی نشان سے اپنی خصوصیت کو ظاہر کر دیتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔ اور خود انسان کو دیکھو کہ اگرچہ وہ صورت میں بہت سے حیوانات سے مشابہت رکھتا ہے جیسا کہ بندر سے تا ہم اُس میں ایک امتیازی نشان ہے جس کی وجہ سے ہم کسی بندر کو انسان نہیں کہہ سکتے۔ پھر جب کہ اس مادی دنیا میں جو ناپائیدار اور بے ثبات ہے اور جس کا نقصان بھی بمقابلہ آخرت کے کچھ چیز نہیں ہے ہر ایک عمدہ اور نفیس جوہر کیلئے حکیم مطلق نے امتیازی نشان قائم کر دیا ہے جس کی وجہ سے وہ جوہر بسہولت شناخت کیا جاتا ہے تو پھر مذہب جس کی غلطی جہنم تک پہنچاتی ہے اور ایسا ہی ایک راستباز اور اہل اللہ کا وجود جس کا انکار شقاوت ابدی کے گڑھے میں ڈالتا ہے کیونکر یقین کیا جائے کہ اُن کی شناخت کے لئے کوئی بھی یقینی اور قطعی نشان نہیں۔ پس ایسے شخص سے زیادہ کون احمق اور نادان ہے کہ جو خیال کرتا ہے کہ سچے مذہب اور سچے راستباز کیلئے کوئی امتیازی نشان خدا نے قائم نہیں کیا۔ حالانکہ خدائے تعالیٰ قرآن شریف میں آپ فرماتا ہے کہ کتاب اللہ جو مذہب کی بنیاد ہے امتیازی نشان اپنے اندر رکھتی ہے جس کی نظیر کوئی پیش نہیں کر سکتا اور نیز فرماتا ہے کہ ہر ایک مومن کو فرقان عطا ہوتا ہے یعنی امتیازی نشان جس سے وہ شناخت کیا جاتا ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ سچا مذہب اور حقیقی راستباز ضرور اپنے ساتھ امتیازی نشان رکھتا ہے اور اسی کا نام دوسرے لفظوں میں معجزہ اور کرامت اور خارق عادت امر ہے۔

ہمارے اس قدر بیان سے ثابت ہو گیا کہ سچا مذہب ضرور اس بات کا حاجت مند ہے کہ اُس میں کوئی ایسی معجزانہ خاصیت ہو کہ جو دوسرے مذہب میں وہ نہ پائی جائے اور سچا راستباز ضرور اس بات کا حاجت مند ہے کہ کچھ ایسی معجزانہ تائیدات الہیہ اُس کے شامل حال ہوں کہ جن کی نظیر غیروں میں ہرگز نہ مل سکے تا انسان ضعیف البیان جو ادنیٰ ادنیٰ شبہ سے ٹھوکر کھاتا ہے دولت قبول سے محروم نہ رہے۔ سوچ کر دیکھو کہ جس حالت میں انسانوں کی غفلت اور وہم پرستی کی یہ حالت ہے کہ باوجودیکہ خدا کے سچے مامورین سے صد ہا نشان ظاہر ہوتے ہیں اور ہر ایک پہلو سے خدا اُن کی مدد فرماتا ہے پھر بھی وہ اپنی بدبختی سے شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ہزار ہا نشانوں سے کچھ بھی فائدہ نہ اٹھا کر طرح طرح کی بدگمانیوں میں پڑ جاتے ہیں تو پھر اس صورت میں ان کا کیا حال ہوتا کہ ایک مامور من اللہ کیلئے آسمان سے کوئی امتیازی نشان نہ ملتا اور صرف خشک زہد اور ظاہری عبادت کے دکھلانے پر مدار ہوتا اور اس طرح بدگمانیوں کا دروازہ بھی کھلا ہوتا۔ پس خدا جو کریم و رحیم ہے اُس نے نہ چاہا کہ اس کے ایک مقبول مذہب یا ایک مقبول بندہ سے انکار کر کے دنیا میں ہلاک ہو جائے۔ پس اُس نے سچے مذہب پر دائمی نشانوں کی مہر لگا دی اور سچے راستباز کو اپنے خارق عادت کاموں کے ساتھ قبولیت کا نشان عطا فرمایا۔ سچ تو یہ ہے کہ خدا نے مقبول مذہب اور مقبول بندہ کو امتیازی نشان عطا کرنے میں کوئی بھی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اور سورج سے زیادہ اُن کو چمکا کر دکھلایا اور وہ کام اُن کی تائید میں دکھلائے کہ جن کی نظیر دنیا میں دیکھنے سننے میں نہیں آتی۔ خدا برحق ہے لیکن اُس کا چہرہ دیکھنے کا آئینہ وہ منہ ہیں جن پر اس کے عشق کی بارشیں ہوئیں جن کے ساتھ خدا ایسا ہمکلام ہوا کہ جیسے ایک دوست دوست سے۔ وہ غلبہٴ محبت سے دوئی کے نقش کو مٹا کر توحید کی کامل حقیقت تک پہنچے کیونکہ توحید صرف یہی نہیں ہے کہ الگ رہ کر خدا کو ایک جاننا۔ اس توحید کا توشیطان بھی قائل ہے بلکہ ساتھ اس کے یہ بھی ضروری ہے کہ عملی رنگ میں یعنی محبت کے کامل جوش سے اپنی ہستی کو محو کر کے خدا کی وحدت کو اپنے پروردگار کیلینا یہی

﴿۵۱﴾

کامل توحید ہے جو مدارِ نجات ہے جس کو اہل اللہ پاتے ہیں۔ پس یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ خدا اُن میں اُترتا ہے کیونکہ خلا اپنے تئیں بالطبع پُر کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اُترتا جسمانی طور سے نہیں ہے بلکہ اس طور سے ہے جو کیف اور کم سے بلند تر ہے۔ غرض خدا کی خاص تجلّی سے حقیقی راستبازوں میں وہ برکتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو خدا میں ہیں۔ اور اُن کی زندگی معجزانہ زندگی ہو جاتی ہے وہ بدلّائے جاتے ہیں۔ اور ان کا وجود ایک نیا وجود ہو جاتا ہے جس کو دنیا دیکھ نہیں سکتی۔ پر سعید لوگ اُس کے آثار کو دیکھتے ہیں۔ چونکہ اب وہ تجلّی موجود ہے اور ایسے آثار تا سیداتِ الہیہ کے نمایاں ہیں جو ہم میں اور ہمارے غیروں میں ماہِ الامتیاز ہیں اس لئے ہم چند ایسے نشانِ تحریر کر کے حق کے طالبوں کو خدائے تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں جو مامورین کی نسبت سنت اللہ ہے اور شریر معصوبوں پر خدائے تعالیٰ کی حجت پوری کرتے ہیں۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْكَرِيمِ الْقَدِيرِ۔

باب دوم

اُن نشانوں کے بیان میں جو بذریعہ اُن پیشگوئیوں کے ظاہر ہوئے

جو آج سے پچیس برس پہلے براہین احمدیہ میں لکھ کر شائع کی گئی تھیں

واضح ہو کہ براہین احمدیہ میری تالیفات میں سے وہ کتاب ہے جو ۱۸۸۰ عیسوی میں یعنی

۱۲۹۷ ہجری میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کی تالیف کے زمانہ میں جیسا کہ خود کتاب

سے ظاہر ہوتا ہے میں ایک ایسی گمنامی کی حالت میں تھا کہ بہت کم لوگ ہوں گے کہ جو میرے

وجود سے بھی واقف ہوں گے۔ غرض اس زمانہ میں میں اکیلا انسان تھا جس کے ساتھ کسی

دوسرے کو کچھ تعلق نہ تھا اور میری زندگی ایک گوشہ تنہائی میں گذرتی تھی اور اسی پر میں راضی اور

خوش تھا کہ ناگہاں عنایت ازلی سے مجھے یہ واقعہ پیش آیا کہ یکدفعہ شام کے قریب اسی مکان میں اور ٹھیک ٹھیک اسی جگہ کہ جہاں اب ان چند سطروں کے لکھنے کے وقت میرا قدم ہے مجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے کچھ خفیف سی غنودگی ہو کر یہ وحی ہوئی:-

يَا أَحْمَدُ بَارَكَ اللَّهُ فِيكَ. مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ
رَمَى. الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أُنذِرَ آبَاءَهُمْ وَلِتَسْتَبِينَ
سَبِيلَ الْمُجْرِمِينَ. قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ. ☆

یعنی اے احمد! خدا نے تجھ میں برکت رکھ دی۔ جو کچھ تو نے چلایا تو نے نہیں چلایا بلکہ خدا نے چلایا۔ وہ خدا ہے جس نے تجھے قرآن سکھلایا یعنی اُس کے حقیقی معنوں پر تجھے اطلاع دی۔ تاکہ تو اُن لوگوں کو ڈرائے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے۔ اور تاکہ مجرموں کی راہ کھل جائے اور تیرے انکار کی وجہ سے اُن پر حجت پوری ہو جائے۔ ان لوگوں کو کہہ دے کہ میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہوں اور میں وہ ہوں جو سب سے پہلے ایمان لایا۔

اس وحی کے نازل ہونے پر مجھے ایک طرف تو خدائے تعالیٰ کی بے نہایت عنایات کا

☆ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۹

قرآن شریف کے لئے تین تجلیات ہیں۔ وہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے نازل ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے اُس نے زمین پر اشاعت پائی اور مسیح موعود کے ذریعہ سے بہت سے پوشیدہ اسرار اس کے کھلے۔ وَلِكُلِّ أَمْرٍ وَقْتُ مَعْلُومٍ۔ اور جیسا کہ آسمان سے نازل ہوا تھا ویسا ہی آسمان تک اس کا نور پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اس کے تمام احکام کی تکمیل ہوئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں اس کے ہر ایک پہلو کی اشاعت کی تکمیل ہوئی اور مسیح موعود کے وقت میں اس کے روحانی فضائل اور اسرار کے ظہور کی تکمیل ہوئی۔ منہ

شکر ادا کرنا پڑا کہ ایک میرے جیسے انسان کو جو کوئی بھی لیاقت اپنے اندر نہیں رکھتا اس عظیم الشان خدمت سے سرفراز فرمایا اور دوسری طرف بجز اس وحی الہی کے مجھے یہ فکر دامنگیر ہوا کہ ہر ایک مامور کے لئے سنت الہیہ کے موافق جماعت کا ہونا ضروری ہے تا وہ اُس کا ہاتھ بٹائیں اور اُس کے مددگار ہوں۔ اور مال کا ہونا ضروری ہے تا دینی ضرورتوں میں جو پیش آتی ہیں خرچ ہو۔ اور سنت اللہ کے موافق اعداء کا ہونا بھی ضروری ہے اور پھر اُن پر غلبہ بھی ضروری ہے تا اُن کے شر سے محفوظ رہیں اور اُمرِ دعوت میں تا ثیر بھی ضروری ہے تا سچائی پر دلیل ہو اور تا اس خدمت مشوضہ میں ناکامی نہ ہو۔

ان امور میں جیسا کہ تصور کیا گیا بڑی مشکلات کا سامنا نظر آیا اور بہت خوفناک حالت دکھائی دی کیونکہ جبکہ میں نے اپنے تئیں دیکھا تو نہایت درجہ گمنام اور اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ پایا۔ وجہ یہ کہ نہ تو میں کوئی خاندانی پیرزادہ اور کسی گدی سے تعلق رکھتا تھا تا میرے پر اُن لوگوں کا اعتقاد ہو جاتا اور وہ میرے گرد جمع ہو جاتے جو میرے باپ دادے کے مرید تھے اور کام سہل ہو جاتا اور نہ میں کسی مشہور عالم فاضل کی نسل میں سے تھا تا صدہا آبائی شاگردوں کا میرے ساتھ تعلق ہوتا اور نہ میں کسی عالم فاضل سے باقاعدہ تعلیم یافتہ اور سند یافتہ تھا تا مجھے اپنے سرمایہ علمی پر ہی بھروسہ ہوتا اور نہ میں کسی جگہ کا بادشاہ یا نواب یا حاکم تھا تا میرے رعب حکومت سے ہزاروں لوگ میرے تابع ہو جاتے بلکہ میں ایک غریب ایک ویرانہ گاؤں کا رہنے والا اور بالکل اُن ممتاز لوگوں سے الگ تھا جو مرجع عالم ہوتے ہیں یا ہو سکتے ہیں۔

غرض کسی قسم کی ایسی عزت اور شہرت اور ناموری مجھے حاصل نہ تھی جس پر میں نظر رکھ کر اس بات کو اپنے لئے سہل سمجھتا کہ یہ کام تبلیغِ دعوت کا مجھ سے ہو سکے گا۔ پس طبعاً یہ کام مجھے نہایت مشکل اور بظاہر صورت غیر ممکن اور محالات سے معلوم ہوا۔ اور علاوہ اس کے اور مشکلات یہ معلوم ہوئے کہ بعض امور اس دعوت میں ایسے تھے کہ ہرگز اُمید نہ تھی کہ قوم

اُن کو قبول کر سکے اور قوم پر تو اس قدر بھی امید نہ تھی کہ وہ اس امر کو بھی تسلیم کر سکیں کہ بعد زمانہ نبوت وحی غیر تشریحی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور قیامت تک باقی ہے بلکہ صریح معلوم ہوتا تھا کہ اُن کی طرف سے وحی کے دعوے پر تکفیر کا انعام ملے گا۔ اور سب علماء متفق ہو کر درپے ایذا پہنچ گئی ہو جائیں گے کیونکہ اُن کے نزدیک بعد سیدنا جناب ختمی پناہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی الہی پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بالکل غیر ممکن ہے کہ اب کسی سے مکالمہ و مخاطبہ الہیہ ہو اور اب قیامت تک اُمت مرحومہ اس قسم کے رحم سے بے نصیب کی گئی ہے کہ خدائے تعالیٰ ان کو اپنا ہمکلام کر کے اُن کی معرفت میں ترقی بخشنے اور براہ راست اپنی ہستی پر اُن کو مطلع فرمائے بلکہ وہ صرف تقلیدی طور پر گلے پڑا ڈھول بجا رہے ہیں۔ اور شہودی طور پر ایک ذرہ معرفت اُن کو حاصل نہیں۔ ہاں اس قدر محض لغو طریق پر بعض کا اُن میں سے اعتقاد ہے کہ الہام تو نیک بندوں کو ہوتا ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ الہام رحمانی ہے یا شیطانی ہے لیکن ظاہر ہے کہ ایسا الہام جو شیطان کی طرف بھی منسوب ہو سکتا ہے خدا کے ان انعامات میں شمار نہیں ہو سکتا جو انسان کے ایمان کو مفید ہو سکتے ہیں بلکہ مشتبہ ہونا اور شیطانی کلام سے مشابہ ہونا اُس کے ساتھ ایک ایسا لعنت کا داغ ہے جو جہنم تک پہنچا سکتا ہے۔ اور اگر خدا نے کسی بندہ کے لئے صِرَاطِ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی دُعا قبول کی ہے اور اُس کو مُنعمین میں داخل فرمایا ہے تو ضرور اپنے وعدہ کے مطابق اس روحانی انعام سے حصہ دیا ہے جو یقینی طور پر مکالمہ و مخاطبہ الہیہ ہے۔

غرض یہی وہ امر تھا کہ اس اندھی دنیا میں قوم کے لئے ایک جوش اور غضب دکھلانے کا محل تھا۔ پس میرے جیسے بیکس تنہا کے لئے ان تمام امور کا جمع ہونا بظاہر ناکامی کی ایک علامت تھی ☆ بلکہ ایک سخت ناکامی کا سامنا تھا کیونکہ کوئی پہلو بھی درست نہ تھا۔ اول

☆ میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الہی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تھا اسی کی نسبت میری گھبراہٹ ظاہر کرنے کے لئے یہ الہام ہوا تھا۔ فاجاءہ المخاص

﴿۵۴﴾

مال کی ضرورت ہوتی ہے۔ سو اس وحی الہی کے وقت تمام ملکیت ہماری تباہ ہو چکی تھی اور ایک بھی ایسا آدمی ساتھ نہ تھا جو مالی مدد کر سکتا۔ دوسرے میں کسی ایسے ممتاز خاندان میں سے نہیں تھا جو کسی پر میرا اثر پڑ سکتا۔ ہر ایک طرف سے بال و پر ٹوٹے ہوئے تھے پس جس قدر مجھے اس وحی الہی کے بعد سرگردانی ہوئی وہ میرے لئے ایک طبعی امر تھا اور میں اس بات کا محتاج تھا کہ میری زندگی کو قائم رکھنے کے لئے خدائے تعالیٰ عظیم الشان وعدوں سے مجھے تسلی دیتا تا میں غموں کے ہجوم سے ہلاک نہ ہو جاتا۔ پس میں کس منہ سے خداوند کریم و قدیر کا شکر کروں کہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ اور میری بے کسی اور نہایت بے قراری کے وقت میں مجھے مبشرانہ پیشگوئیوں کے ساتھ تھام لیا اور پھر بعد اس کے اپنے تمام وعدوں کو پورا کیا۔ اگر وہ خدائے تعالیٰ کی تائیدیں اور نصرتیں بغیر سبقت پیشگوئیوں کے یونہی ظہور میں آتیں تو بخت اور اتفاق پر حمل کی جاتیں لیکن اب وہ ایسے خارقِ عادت نشان ہیں کہ اُن سے وہی انکار کرے گا جو شیطانی خصلت اپنے اندر رکھتا ہوگا۔

اور پھر اس کے بعد خدانے اپنے اُن تمام وعدوں کو پورا کیا جو ایک زمانہ دراز پہلے پیشگوئی کے طور پر کئے تھے۔ اور طرح طرح کی تائیدیں اور طرح طرح کی نصرتیں کیں۔ اور جن مشکلات کے تصور سے قریب تھا کہ میری کمر ٹوٹ جائے اور جن غموں کی وجہ سے مجھے خوف تھا کہ میں ہلاک ہو جاؤں اُن تمام مشکلات اور تمام غموں کو دور فرمایا اور جیسا کہ وعدہ کیا تھا

إلى جذع النخلة. قال ياليتني ميت قبل هذا و كنت نسياً منسياً. مخاض سے مراد اس جگہ وہ امور ہیں جن سے خوفناک نتائج پیدا ہوتے ہیں اور جذع النخلة سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کی اولاد اگر صرف نام کے مسلمان ہیں۔ با محاورہ ترجمہ یہ ہے کہ درد انگیز دعوت جس کا نتیجہ قوم کا جانی دشمن ہو جانا تھا اس مامور قوم کے لوگوں کی طرف لائی جو کھجور کی خشک شاخ یا جڑ کی مانند ہیں۔ تب اُس نے خوف کھا کر کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مر جاتا اور بھولا بسر ہو جاتا۔ منہ

بقرہ

ویسا ہی ظہور میں لایا۔ اگرچہ وہ بغیر سبقت پیشگوئیوں کے بھی میری نصرت اور تائید کر سکتا تھا مگر اُس نے ایسا نہ کیا بلکہ ایسے زمانہ اور ایسی نو میدی کے وقت میں میری تائید اور نصرت کیلئے پیشگوئیاں فرمائیں کہ وہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس زمانہ سے مشابہ تھا جبکہ آپ مکہ معظمہ کی گلیوں میں اکیلے پھرتے تھے اور کوئی آپ کے ساتھ نہ تھا۔ اور کوئی صورت کامیابی کی ظاہر نہیں تھی۔ اسی طرح وہ پیشگوئیاں جو میرے گمنامی کے زمانہ میں کی گئیں اُس زمانہ کی نگاہ میں ہنسی کے لائق اور دُور از قیاس تھیں اور ایک دیوانہ کی بڑے سے مشابہ تھیں۔ کس کو معلوم تھا کہ جیسا کہ ان پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا گیا ہے سچ مچ کسی زمانہ میں ہزار ہا انسان میرے پاس قادیان میں آئیں گے۔ اور کئی لاکھ انسان میری بیعت میں داخل ہو جائیں گے اور میں اکیلا نہیں رہوں گا جیسا کہ اُس زمانہ میں اکیلا تھا۔ اور خدا نے گمنامی اور تنہائی کے زمانہ میں یہ خبریں دیں تا وہ ایک دانشمند اور طالب حق کی نظر میں عظیم الشان نشان ہوں اور تاسپائی کے ڈھونڈنے والے یقین دل سے سمجھ لیں کہ یہ کاروبار انسان کی طرف سے نہیں ہے اور نہ ممکن ہے کہ انسان کی طرف سے ہو۔ اُس زمانہ میں کہ میں ایک گمنام اور اکیلا اور نہایت کم درجہ کی حیثیت کا انسان تھا اور اس قدر کم حیثیت تھا کہ قابل ذکر نہ تھا اور کسی ایسے ممتاز خاندان سے نہ تھا جس کی نسبت توقع ہو سکتی تھی کہ باسانی لوگ اُس پر جمع ہو جائیں گے۔ ایسے وقت میں اور ایسی حالت میں کون انسان ایسی پیشگوئیاں کر سکتا تھا جو براہین احمدیہ میں آج سے پچیس برس پہلے شائع ہو چکی ہیں جن میں سے بطور نمونہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَانْتَهَى أَمْرُ الزَّمَانِ إِلَيْنَا الْيَسَّرَ هَذَا بِالْحَقِّ .

☆ اصل میں بہت سی پیشگوئیاں براہین احمدیہ کی ایسی ہیں جن پر آج تیس سال کی مدت گزر چکی ہے لیکن

پچیس سال براہین احمدیہ میں لکھے جانے کی تاریخ ہے نہ اصل زمانہ پیشگوئی کا۔ منہ

وَلَا تَيْئَسُ مِنْ رُوحِ اللَّهِ. أَلَا إِنَّ رُوحَ اللَّهِ قَرِيبٌ. أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ. يَأْتِيكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ. يَأْتُونَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ. يَنْصُرُكَ اللَّهُ مِنْ عِنْدِهِ يَنْصُرُكَ رِجَالُ نُوحَى إِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ إِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا. يَرْفَعُ اللَّهُ ذِكْرَكَ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ تَوْحِيدِي وَتَفْرِيدِي فَحَانَ أَنْ تُعَانَ وَتُعْرِفَ بَيْنَ النَّاسِ. هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا. وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَأَتْلُ عَلَيْهِمْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ. وَلَا تُصَعِّرْ لِحَلْقِ اللَّهِ وَلَا تَسْتَمَّ مِنَ النَّاسِ. أَصْحَابُ الصُّفَّةِ. وَمَا أَذْرَاكَ مَا أَصْحَابُ الصُّفَّةِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ. يُصَلُّونَ عَلَيْكَ. رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ. اَمْلُوا. دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۰ سے ۲۴۲ تک۔ ترجمہ۔ جس وقت خدا کی مدد اور فتح آئے گی اور زمانہ ہماری طرف رجوع کر لے گا اُس وقت کہا جائے گا کہ کیا یہ کاروبار خدا کی طرف سے نہ تھا۔ اور خدا کی رحمت سے نو امید مت ہو یعنی یہ خیال مت کر کہ میں تو ایک گنہگار اور اکیلا اور احدٌ مِنَ النَّاسِ آدمی ہوں۔ یہ کیوں کر ہوگا کہ میرے ساتھ ایک دنیا جمع ہو جائے گی۔ کیونکہ خدا ارادہ کر چکا ہے کہ ایسا ہی ہوگا اور اُس کی مدد قریب ہے۔ اور جن راہوں سے وہ مالی مدد آئے گی اور ارادت کے خطوط آئیں گے وہ سڑکیں ٹوٹ جائیں گی اور گہری ہو جائیں گی۔ یعنی بکثرت ہر ایک قسم کا مال آئے گا اور دُور دُور سے آئے گا اور دُور دُور سے مُریدانہ خطوط آئیں گے۔ اور نیز اس قدر لوگ کثرت سے آئیں گے کہ جن راہوں پر چلیں گے اُن راہوں میں گڑھے پڑ جائیں گے۔ خدا اپنے پاس سے تیری مدد کرے گا۔ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم خود آسمان سے الہام کریں گے۔ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ تیرے ذکر کو خدا اونچا کرے گا اور دنیا اور آخرت میں اپنی نعمت تیرے پر پوری کر دے گا۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔ پس وقت چلا آتا ہے کہ تیری مدد کی جائے گی۔ اور دنیا جہان میں تیرے نام کو

شہرت دی جائے گی۔ اور تو اس سے کیوں تعجب کرتا ہے کہ خدا ایسا کرے گا۔ کیا تیرے پر وہ وقت نہیں آیا کہ تو محض معدوم تھا اور تیرے وجود کا دنیا میں نام و نشان نہ تھا۔ پھر کیا خدا کی قدرت سے یہ بعید ہے کہ تیری ایسی تائیدیں کرے اور یہ وعدے پورے کر کے دکھلا دے۔ اور تو اُن لوگوں کو جو ایمان لائے یہ خوشخبری سنا کہ اُن کا قدم خدا کے نزدیک صدق کا قدم ہے۔ سو اُن کو وہ وحی سنا دے جو تیری طرف تیرے رب سے ہوئی۔ اور یاد رکھ کہ وہ زمانہ آتا ہے کہ لوگ کثرت سے تیری طرف رجوع کریں گے۔ سو تیرے پر واجب ہے کہ تو اُن سے بدخلفی نہ کرے اور تجھے لازم ہے کہ تو اُن کی کثرت کو دیکھ کر تھک نہ جائے۔ اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے تیرے حجروں میں آکر آباد ہوں گے۔ وہی ہیں جو خدا کے نزدیک اَصْحَابُ الصُّفَّةِ کہلاتے ہیں۔ اور تو جانتا ہے کہ وہ کس شان اور کس ایمان کے لوگ ہوں گے جو اَصْحَابُ الصُّفَّةِ کے نام سے موسوم ہیں وہ بہت قوی الایمان ہوں گے۔ تو دیکھے گا کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے وہ تیرے پر درود بھیجیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے خدا! ہم نے ایک آواز دینے والے کی آواز سنی جو ایمان کی طرف بلاتا ہے۔ سو ہم ایمان لائے ان تمام پیشگوئیوں کو تم لکھ لو کہ وقت پر واقع ہوں گی۔

ان چند سطروں میں جو پیشگوئیاں ہیں وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے ہیں جو اول درجہ پر خارق عادت ہیں سو ہم اول صفائی بیان کے لئے ان پیشگوئیوں کے اقسام بیان کرتے ہیں بعد اس کے یہ ثبوت دیں گے کہ یہ پیشگوئیاں پوری ہو گئی ہیں۔ اور درحقیقت یہ خارق عادت نشان ہیں اور اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی ان کا شمار کیا جائے تب بھی یہ نشان جو ظاہر ہوئے دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے۔

پیشگوئیوں کے اقسام میں سے اول وہ پیشگوئی ہے جس کی طرف وحی الہی وَانْتَهٰی اَمْرُ الْمَرْمٰنِ الْیَسَنٰی میں اشارہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مخالف لوگوں سے ہمارا جنگ ہوگا

مخالف چاہیں گے کہ اس سلسلہ میں ناکامی رہے اور لوگ اس طرف رجوع نہ کریں اور نہ قبول کریں۔ پر ہم چاہیں گے کہ لوگ رجوع کریں آخر ہمارا ہی ارادہ پورا ہوگا۔ اور لوگوں کا اس طرف رجوع ہو جائے گا۔ اور وہ قبول کرتے جائیں گے (۲) دوسری پیشگوئیوں میں یہ خبر دی گئی ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ دُور دُور سے مالی امداد بھیجی جائے گی اور دُور دُور سے خطوط آئیں گے اور اس قدر تواتر اور کثرت سے مائی مدد پہنچے گی کہ جن راہوں سے وہ مالی مدد آئے گی وہ سڑکیں گہری ہو جائیں گی۔ (۳) تیسری پیشگوئی یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ اس قدر لوگ ارادت اور اعتقاد سے قادیان میں آئیں گے کہ جن راہوں سے وہ آئیں گے وہ سڑکیں ٹوٹ جائیں گی (۴) چوتھی پیشگوئی یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ لوگ تیرے ہلاک اور تباہ کرنے کے لئے کوشش کریں گے۔ مگر ہم تیرے محافظ رہیں گے۔ (۵) پانچویں پیشگوئی یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میں دنیا میں تجھے شہرت دوں گا اور تو دُور دُور تک مشہور ہو جائے گا اور تیری مدد کی جائے گی۔ (۶) چھٹی پیشگوئی یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ اس قدر لوگ کثرت سے آئیں گے کہ قریب ہے کہ تو تھک جائے یا بباعث کثرت ازدحام اُن سے تو بدخلقی کرے۔ (۷) ساتویں پیشگوئی یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ بہت سے لوگ اپنے اپنے وطنوں سے تیرے پاس قادیان میں ہجرت کر کے آئیں گے اور تمہارے گھروں کے کسی حصہ میں رہیں گے وہ اصحابِ صُفہ کہلائیں گے۔

یہ سات پیشگوئیاں ہیں جن کی خبر ان کلماتِ وحی الہی میں دی گئی ہے اور ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اس زمانہ میں یہ ساتوں پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔ کیونکہ علماء اور پیر زادوں نے کفر کے فتوے طیار کر کے اور طرح طرح کے منصوبے تراش کر کے ناخنوں تک زور لگایا کہ تائمری طرف کوئی رجوع نہ کرے اور حیا کو بالائے طاق رکھ کر خدا تعالیٰ سے جنگ کیا اور کوئی دقیقہ مکر اور فریب اور دھوکہ دینے کا اٹھانہ رکھا۔ اور بعض نے میری نسبت جھوٹی منجریاں کیں تا کسی طرح گورنمنٹ کو بھی افروختہ کریں اور بعض نے جاہل مسلمانوں کو افروختہ کیا تا وہ دکھ دیتے رہیں مگر آخر کار وہ سب نامراد رہے اور یہ پودا زمین میں مخفی نہ رہ سکا اور ایک جماعت کی

صورت پیدا ہوگئی جس کے ثابت کرنے کی کچھ ضرورت نہیں کہ بدیہی امر ہے پھر دوسری پیشگوئی یہ تھی کہ ہر طرف سے مالی امداد آئے گی یہ مالی امداد اب تک پچاس ہزار روپیہ سے زیادہ آچکی ہے۔ بلکہ میں یقین کرتا ہوں کہ ایک لاکھ کے قریب پہنچ گئی ہے اس کے ثبوت کیلئے ڈاکخانجات کے رجسٹر کافی ہیں اور پھر تیسری پیشگوئی یہ تھی کہ لوگ کثرت سے آئیں گے۔ سواں قدر کثرت سے آئے کہ اگر ہر روزہ آمدن اور خاص وقتوں کے مجموعوں کا اندازہ لگایا جائے تو کئی لاکھ تک اُس کی تعداد پہنچتی ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کو محکمہ پولیس کے وہ ملازم خوب جانتے ہیں جن کو اس طرف خیال رکھنے کا حکم ہے اور نیز قادیان کے تمام لوگ جانتے ہیں۔ اور پھر چوتھی پیشگوئی یہ تھی کہ خدا فرماتا ہے کہ لوگوں کے حملوں سے ہم بچائیں گے اور تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے سواں کا ظہور بھی ہو چکا۔ چنانچہ ڈاکٹر مارٹن کلارک کے مقدمہ میں یہ ارادہ کیا گیا تھا کہ میں پھانسی دیا جاؤں اور کرم دین جس نے ناحق بے موجب مجھ پر فوجداری مقدمے کئے اُس کا بھی یہی ارادہ تھا کہ میں کسی طرح سخت قید کی سزا پاؤں اور وہ اس مقدمہ بازی میں اکیلا نہ تھا بلکہ کئی مولوی اور حاسد دنیا دار اس کے ساتھ شریک تھے اور اس کیلئے چندے ہوتے تھے۔ سو خدا نے مجھے بچالیا اور اپنی پیشگوئیوں کو سچا کر کے دکھلا دیا۔ پھر پانچویں پیشگوئی یہ تھی کہ خدا دنیا میں عزت کے ساتھ تجھے شہرت دے گا۔ سواں کا پورا ہونا محتاج بیان نہیں۔ چھٹی پیشگوئی یہ تھی کہ اس قدر لوگ آئیں گے کہ عنقریب ہے کہ تو اُن کی ملاقات سے تھک جائے یا کثرت مہمانداری کی وجہ سے بد خلقی کرے سواں پیشگوئی کا وقوع نہایت ظاہر ہے اور جن لوگوں کو قادیان میں آنے کا اتفاق ہوتا رہا ہے وہ کثرت آمد مہمانوں کو دیکھ کر گواہی دے سکتے ہیں کہ واقعی بعض اوقات اس کثرت سے مہمان جمع ہوتے ہیں اور اس کثرت سے ملاقاتوں کی کشمکش ہوتی ہے کہ اگر یہ وصیت ہر وقت ملحوظ نہ ہو تو ممکن ہے کہ ضعف بشریت بد خلقی کی طرف مائل کر دیوے یا مہمانداری میں فتور پیدا ہو جائے۔ سب کے ساتھ خوش خلقی سے مصافحہ کرنا اور باوجود صد ہا لوگوں کے اجتماع کے ہر ایک کے ساتھ پورے اخلاق سے پیش آنا بجز خدا کی مدد کے ہر ایک کا کام نہیں۔ ساتویں پیشگوئی اُن اصحاب الصنفہ کی

نسبت ہے جو ہجرت کر کے قادیاں میں آ گئے۔ سو جس کا جی چاہے آ کر دیکھ لے۔

یہ سات قسم کے نشان ہیں جن میں سے ہر ایک نشان ہزار ہا نشانوں کا جامع ہے۔ مثلاً یہ پیشگوئی کہ **يَا تُيُوكَ مِنْ كُلِّ فَجِّ عَمِيْقٍ** جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک جگہ سے اور دور دراز ملکوں سے نقد اور جنس کی امداد آئے گی اور خطوط بھی آئیں گے۔ اب اس صورت میں ہر ایک جگہ سے جو اب تک کوئی روپیہ آتا ہے یا پارچات اور دوسرے ہدیے آتے ہیں یہ سب بجائے خود ایک ایک نشان ہیں۔ کیونکہ ایسے وقت میں ان تمام باتوں کی خبر دی گئی تھی جبکہ انسانی عقل اس کثرتِ مدد کو دراز قیاس و مجال سمجھتی تھی۔ ایسا ہی یہ دوسری پیشگوئی یعنی **يَا تُسُوْنُ مِنْ كُلِّ فَجِّ عَمِيْقٍ** جس کے یہ معنی ہیں کہ دُور دُور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے یہاں تک کہ وہ سڑکیں ٹوٹ جائیں گی جن پر وہ چلیں گے۔ اس زمانہ میں یہ پیشگوئی بھی پوری ہو گئی چنانچہ اب تک کئی لاکھ انسان قادیان میں آچکے ہیں اور اگر خطوط بھی اس کے ساتھ شامل کئے جائیں جن کی کثرت کی خبر بھی قبل از وقت گمنامی کی حالت میں دی گئی تھی تو شاید یہ اندازہ کروڑ تک پہنچ جائے گا مگر ہم صرف مالی مدد اور بیعت کنندوں کی آمد پر کفایت کر کے ان نشانوں کو تخمیناً دس لاکھ نشان قرار دیتے ہیں۔ بے حیا انسان کی زبان کو قابو میں لانا تو کسی نبی کیلئے ممکن نہیں ہوا لیکن وہ لوگ جو حق کے طالب ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے گمنامی کے زمانہ میں جس کو قریباً پچیس برس گذر گئے جب کہ میں کچھ بھی چیز نہ تھا اور کسی قسم کی شہرت نہ رکھتا تھا اور کسی بزرگ خاندان پیرزادگی سے نہ تھا تا رجوعِ خلاق سہل ہوتا۔ اس قدر کھلے طور پر آئندہ زمانہ کے عروج اور ترقیات کی خبر دینا اور پھر ان چیزوں کا اسی طرح بعد زمانہ دراز وقوع میں آجانا کیا کسی انسان سے ہو سکتا ہے اور کیا ممکن ہے کہ کوئی کذاب اور مفتری ایسا کر سکے۔ میں باور نہیں کر سکتا کہ جو شخص پہلے انصاف کی نظر سے اُس زمانہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے جبکہ براہین احمدیہ تالیف کی گئی تھی اور ابھی شائع بھی نہیں ہوئی تھی اور ایک جوڈیشل تحقیقات کے طور سے خود موقع پر آ کر دریافت کرے کہ اُس زمانہ میں میں کیا چیز تھا اور کس قدر نحول اور گمنامی کے زاویہ میں پڑا ہوا تھا

اور کیسے مجبور اور مخدول کی طرح لوگوں کے تعلقات سے الگ تھا۔ اور پھر ان پیشگوئیوں کو جو حال کے زمانہ میں پوری ہو گئیں غور سے دیکھے اور تدبیر سے اُن پر نظر ڈالے تو اُس کو ان پیشگوئیوں کی سچائی پر ایسا یقین آجائے گا کہ گویا دن چڑھ جائے گا۔ مگر بخل اور تعصب اور نفسانی کبر اور عنوت کی حالت میں کسی کو کیا غرض جو اس قدر محنت اٹھائے بلکہ وہ تو تکذیب کی راہ کو اختیار کرے گا جو بہت سہل کام ہے اور کوشش کرے گا جو کسی طرح ان نشانوں کے قبول کرنے سے محروم رہے۔

بجز فضل خداوندی چہ درمانے ضلالت را	نہ بخشد سود اعجازے تہیدستان قسمت را
اگر بر آسمان صداماہتاب و صدخورے تابد	نہ بیند روز روشن آنکہ گم کردہ بصارت را
تو اے دانائترس از آنکہ سوئے او بخوای رفت	بہ دنیا دل چہ مے بندی چہ دانی وقت رحلت را
مشو از بہر دنیا سرکش فرمان احدیت را	مخراز بہر روزے چنداے مسکین تو شقوت را
اگر خوای کہ یابی دردو عالم جاہ و دولت را	خدا را باش و از دل پیشہ بخود گیر طاعت را
غلام درگش باش و بعالم بادشاہی گن	نباشد بیم از غیرے پرستاران حضرت را
تو از دل سوئے یار خود بیا تا نیز یار آید	محبت مے کشد با جذب روحانی محبت را
خدا در نصرت آنکس بود کوناصر دین ست	ہمیں افتاد آئین از ازل درگاہ عزت را
اگر باورنے آید بخواں ایں واقعاتم را	کہ تا بنی تو در ہر مشکلم انواع نصرت را
ہر آں کو یابد از درگاہ از خدمت ہے یابد	کہ غفلت را سزائے ہست و اجرے ہست خدمت را
من اندر کار خود حیرانم و رازش نمے دانم	کہ من بے خدمتے دیدم چنین نعماء و حشمت را
نہاں اندر نہاں اندر نہاں اندر نہاں ہستم	کجا باشد خبر از ما گرفتاران نخوت را

﴿۶۰﴾

ندائے رحمت از درگاہ باری بشنوم ہر دم | اگر کرے کند لعنت چہ وزن آں ہرزہ لعنت را
اگر در حلقۂ اہل خدا داخل شوی یا نے | نوشتیم از رہ شفقت کہ ماموریم دعوت را
یہ پیشگوئیاں جو ابھی ہم لکھ چکے ہیں صرف برائین احمدیہ کے اسی مقام میں مسطور
نہیں ہیں بلکہ خدائے تعالیٰ نے تاکید کے طور پر اور اس اظہار کی غرض سے کہ یہ ارادہ آسمان
پر قرار پا چکا ہے جا بجا دوبارہ سہ بارہ برائین احمدیہ کے مختلف مقامات میں اُن کا ذکر کیا ہے۔
اور بعض اور پیشگوئیاں بھی بیان فرمائی ہیں جو ان سے الگ ہیں۔ چنانچہ ہم حق کے طالبوں کو
پورے طور پر سیراب کرنے کیلئے وہ پیشگوئیاں بھی اس جگہ لکھ دیتے ہیں اور یاد رہے کہ اس
جگہ صرف اسی قدر معجزہ نہیں کہ وہ پیشگوئیاں باوجود اہل عناد کی سخت مخالفت کے ایک مدت
دراز کے بعد پوری ہو گئیں بلکہ ساتھ اس کے یہ بھی معجزہ ہے کہ جیسا کہ ابتدا میں یہ وحی الہی
مجھے ہوئی تھی کہ جو اس رسالہ میں درج ہو چکی ہے یعنی یہ کہ یا احمد بارک اللہ فیک
جس کے معنی ہیں کہ اے احمد خدا تیری عمر اور کام میں برکت دے گا۔ ایسا ہی خدا نے مجھے
موت سے محفوظ رکھا یہاں تک کہ وہ تمام پیشگوئیاں پوری کر کے دکھلا دیں اور باوجود ان
تمام عوارض اور امراض کے جو مجھے لگے ہوئے ہیں جو دو زرد چادروں کی طرح ایک اوپر کے
حصے میں اور ایک نیچے کے بدن کے حصہ میں شامل حال ہیں جیسا کہ مسیح موعود کے لئے اخبار
صحیحہ میں یہ علامت قرار دی گئی ہے مگر پھر بھی خدائے تعالیٰ نے اپنے فضل سے جیسا کہ وعدہ
کیا تھا میری عمر میں برکت دی بڑی بڑی بیماریوں سے میں جاں بر ہو گیا۔ اور کئی دشمن بھی
منصوبے کرتے رہے کہ کسی طرح میں کسی تیج میں پڑ کر اس در دنیا سے رخصت ہو جاؤں مگر
وہ اپنے کمروں میں نامراد رہے اور میرے خدا کا ہاتھ میرے ساتھ رہا اور اُس کی پاک وحی
جس پر میں ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدائے تعالیٰ کی تمام کتابوں پر مجھے ہر روز تسلی
دیتی رہی۔ سو یہ خدا کے نشان ہیں جن کے دیکھنے سے اُس کا چہرہ نظر آتا ہے۔ مبارک وہ

جو ان پر غور کریں اور خدا کے ساتھ لڑنے سے ڈریں۔ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو خود تہہ ہو جاتا اور اس کا یوں خاتمہ ہو جاتا جیسا کہ ایک کاغذ لپیٹ دیا جائے۔ پر یہ سب کچھ اُس خدا کی طرف سے ہے جس نے آسمان بنائے اور زمین کو پیدا کیا۔ کیا انسان کو حق پہنچتا ہے کہ اُس پر اعتراض کرے کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ اور ایسا کیوں نہ کیا۔ اور کیا وہ ایسا ہے کہ اپنے کاموں سے پوچھا جائے؟ کیا انسان کا علم اس کے علم سے بڑھ کر ہے؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ نزولِ مسیح کی پیشگوئی کے کیا معنی تھے؟ اب ذیل میں وہ پیشگوئیاں لکھی جاتی ہیں جو پہلی پیشگوئیوں کی تاکید اور تائید کیلئے فرمائی گئی ہیں اور وہ یہ ہیں:-

بورکت یا احمد و کان ما بارک اللہ فیک حقاً فیک۔ شانک عجیب و اجرک قریب۔ الارض و السماء معک کما هو معی۔ سبحان اللہ تبارک و تعالیٰ زاد مجدک ینقطع اباءک و یبدء منک۔ و ما کان اللہ لیترکک حتی یمیز الخبیث من الطیب۔ واللہ غالب علی امرہ و لکن اکثر الناس لا یعلمون۔ اذا جاء نصر اللہ و الفتح و تمت کلمة ربک هذا الذی کنتم بہ تستعجلون۔ اُردت ان استخلف فخلقت ادم۔ دنئی فندلیٰ فکان قاب قوسین او اذنی۔ یحیی الدین و یقیم الشریعة۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۸۶ سے صفحہ ۴۹۶ تک۔ ترجمہ:- اے احمد تجھے برکت دی گئی اور یہ برکت تیرا ہی حق تھا۔ تیری شان عجیب ہے اور تیرا اجر قریب ہے یعنی وہ تمام وعدے جو کئے گئے وہ جلد پورے ہوں گے۔ چنانچہ پورے ہو گئے۔ اور پھر فرماتا ہے کہ زمین اور آسمان تیرے ساتھ ہیں جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آئندہ بہت سی قبولیت ظاہر ہوگی اور زمین کے لوگ رجوع کریں گے اور آسمانی فرشتے ساتھ ہوں گے جیسا کہ آج کل ظہور میں آیا۔ پھر فرماتا ہے۔ پاک ہے وہ خدا جو بہت برکتوں والا اور بہت بلند ہے اُس نے تیری بزرگی کو زیادہ کیا۔ تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع ہو جائے گا اور اب سے سلسلہ تجھ سے شروع ہوگا۔ اور دنیا میں تیری نسل پھیلے گی اور قوموں میں تیری شہرت ہو جائے گی۔ اور

خاندان کی عمارت کا پہلا پتھر تو ہوگا۔ خدا ایسا نہیں ہے کہ تجھے چھوڑ دے جب تک پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلائے۔ اور خدا اپنی ہر ایک بات پر غالب ہے مگر اکثر لوگ خدائی طاقت سے بے خبر ہیں۔ ان پیشگوئیوں میں بہت سی نسل کا وعدہ دیا جیسا کہ حضرت ابراہیم کو دیا تھا چنانچہ اس وعدہ کی بنا پر مجھے یہ چار بیٹے دیئے جو اب موجود ہیں۔ اور ان پیشگوئیوں کو کہ میں تجھے نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ پاک اور پلید میں فرق نہ کر لوں اس زمانہ میں ظاہر کر دیا۔ چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ باوجود تمہاری سخت مخالفت اور مخالفانہ دعاؤں کے اُس نے مجھے نہیں چھوڑا اور ہر میدان میں وہ میرا حامی رہا۔ ہر ایک پتھر جو میرے پر چلایا گیا اُس نے اپنے ہاتھوں پر لیا۔ ہر ایک تیر جو مجھے مارا گیا اُس نے وہی تیر دشمنوں کی طرف لوٹا دیا۔ میں بیکس تھا اُس نے مجھے پناہ دی۔ میں اکیلا تھا اُس نے مجھے اپنے دامن میں لے لیا۔ میں کچھ بھی چیز نہ تھا مجھے اُس نے عزت کے ساتھ شہرت دی اور لاکھوں انسانوں کو میرا ارادتمند کر دیا۔ پھر وہ اُسی مقدس وحی میں فرماتا ہے کہ جب میری مدد تمہیں پہنچے گی اور میرے منہ کی باتیں پوری ہو جائیں گی یعنی خلق اللہ کا رجوع ہو جائے گا اور مالی نصرتیں ظہور میں آئیں گی تب منکروں کو کہا جائے گا کہ دیکھو کیا وہ باتیں پوری نہیں ہو گئیں جن کے بارے میں تم جلدی کرتے تھے۔ چنانچہ آج وہ سب باتیں پوری ہو گئیں۔ اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ خدا نے اپنے عہد کو یاد کر کے لاکھوں انسانوں کو میری طرف رجوع دے دیا اور وہ مالی نصرتیں کیں جو کسی کے خواب و خیال میں نہ تھیں۔ پس اے مخالفو! خدا تم پر رحم کرے اور تمہاری آنکھیں کھولے۔ ذرہ سوچو کہ کیا یہ انسانی مکر ہو سکتے ہیں۔ یہ وعدے تو براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانہ میں کئے گئے تھے جبکہ قوم کے سامنے ان کا ذکر کرنا بھی ہنسی کے لائق تھا اور میری حیثیت کا اس قدر بھی وزن نہ تھا جیسا کہ رائی کے دانہ کا وزن ہوتا ہے۔ تم میں سے کون ہے کہ جو مجھے اس بیان میں ملزم کر سکتا ہے۔ تم میں سے کون ہے کہ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ اُس وقت بھی ان ہزار ہا لوگوں میں سے کوئی میری طرف رجوع رکھتا تھا۔ میں تو براہین احمدیہ کے چھپنے کے وقت ایسا گمنام

شخص تھا کہ امرتسر میں ایک پادری کے مطبع میں جس کا نام رجب علی تھا میری کتاب براہین احمدیہ چھپتی تھی اور میں اُس کے پروف دیکھنے کے لئے اور کتاب کے چھپوانے کے لئے اکیلا امرتسر جاتا اور اکیلا واپس آتا تھا اور کوئی مجھے آتے جاتے نہ پوچھتا کہ تو کون ہے اور نہ مجھ سے کسی کو تعارف تھا اور نہ میں کوئی حیثیت قابل تعظیم رکھتا تھا۔ میری اس حالت کے قادیاں کے آریہ بھی گواہ ہیں جن میں سے ایک شخص شرمیت نام اب تک قادیاں میں موجود ہے جو بعض دفعہ میرے ساتھ امرتسر میں پادری رجب علی کے پاس مطبع میں گیا تھا جس کے مطبع میں میری کتاب براہین احمدیہ چھپتی تھی۔ اور تمام یہ پیشگوئیاں اس کا کاتب لکھتا تھا۔ اور وہ پادری خود حیرانی سے پیشگوئیوں کو پڑھ کر باتیں کرتا تھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک ایسے معمولی انسان کی طرف ایک دنیا کا رجوع ہو جائے گا۔ پر چونکہ وہ باتیں خدا کی طرف سے تھیں میری نہیں تھیں اس لئے وہ اپنے وقت میں پوری ہو گئیں اور پوری ہو رہی ہیں۔ ایک وقت میں انسانی آنکھ نے اُن سے تعجب کیا۔ اور دوسرے وقت میں دیکھ بھی لیا۔ پھر بقیہ ترجمہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ دنیا میں اپنا ایک خلیفہ قائم کروں۔ سو میں نے اس آدم کو پیدا کیا۔ اس وحی الہی میں میرا نام آدم رکھا گیا۔ کیونکہ انسانی نسل کے خراب ہو جانے کے زمانہ میں میں پیدا کیا گیا گویا ایسے زمانہ میں جب کہ زمین انسانوں سے خالی تھی۔ اور جیسا کہ آدم تو ام پیدا کیا گیا میں بھی تو ام ہی پیدا ہوا تھا۔ اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی جو مجھ سے پہلے پیدا ہوئی اور میں بعد میں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اب میرے پر کامل انسانیت کے سلسلہ کا خاتمہ ہے اور نیز میرا نام آدم رکھنے میں اور بھی ایک اشارہ تھا جو اس دوسرے الہام میں یعنی اُس وحی الہی میں جو قرآنی عبارت میں مجھ کو ہوئی اُس کی تفصیل ہے اور وہ وحی یہ

ہے: قَالَ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً . قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْہَا مِنْ یُّفْسَد فِیْہَا . قَالَ

اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ یعنی میری نسبت خدا نے میرے ہی ذریعہ سے براہین احمدیہ میں خبر دی کہ میں آدم کے رنگ پر ایک خلیفہ پیدا کرتا ہوں۔ تب اس خبر کو سن کر بعض مخالفوں نے

میرے حالات کو کچھ اپنے عقائد کے برخلاف پا کر اپنے دلوں میں کہا کہ یا الہی کیا تو ایسے انسان کو اپنا خلیفہ بنائے گا کہ جو ایک مفسد آدمی ہے جو ناحق قوم میں پھوٹ ڈالتا ہے اور علماء کے مسلمات سے باہر جاتا ہے۔ تب خدا نے جواب دیا کہ جو مجھے معلوم ہے وہ تمہیں معلوم نہیں۔ یہ خدا کا کلام ہے کہ جو مجھ پر نازل ہوا اور درحقیقت میرے اور میرے خدا کے درمیان ایسے باریک راز ہیں جن کو دنیا نہیں جانتی اور مجھے خدا سے ایک نہانی تعلق ہے جو قابل بیان نہیں۔ اور اس زمانہ کے لوگ اس سے بے خبر ہیں۔ پس یہی معنی ہیں اس وحی الہی کے کہ قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔

پھر بقیہ ترجمہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ شخص مجھ سے نزدیک ہو اور میرا قرب کامل اس نے پایا۔ اور پھر بعد اس کے ہمدردیء خلاق کے لئے اُن کی طرف متوجہ ہوا اور مجھ میں اور مخلوق میں ایک واسطہ ہو گیا جیسا کہ دو قوسوں میں وتر ہو۔ اور اس لئے کہ وہ اس درمیانی مقام پر ہے وہ دین کو از سر نو زندہ کرے گا اور شریعت کو قائم کر دے گا۔ یعنی بعض غلطیاں جو مسلمانوں میں رائج ہو گئی ہیں اور ناحق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان غلطیوں کو منسوب کیا جاتا ہے۔ اُن سب غلطیوں کو ایک حکم کے منصب پر ہو کر دُور کر دے گا۔ اور شریعت کو جیسا کہ ابتدا میں سیدھی تھی سیدھی کر کے دکھلا دے گا۔

پھر انہی پیشگوئیوں کے بارے میں براہین احمدیہ میں اور بھی الہام ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ نُصِرَتْ وَقَالُوا لَا تَحِينَ مَنَاصِ . اَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنتَصِرٌ . سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ . وَاِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرَضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ . قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمْ اللّٰهُ . وَاَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ یَحِیُّ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا . وَمَنْ کَانَ لِلّٰهِ کَانَ اللّٰهُ لَہُ . قُلْ اِنْ اَفْتَرِیْتَهٗ فَعَلِیْیْ اِجْرَامٌ شَدِیْدٌ . یَا اَحْمَدِیْ اَنْتَ مُرَادِیْ وَمَعِیْ غَرَسْتُکُمْ کَرَامَتُکَ بَیْدِیْ . اَمْ کَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا . قُلْ هُوَ اللّٰهُ عَجِیْبٌ . لَا یُسْتَل

عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْتَلُونَ . وَقَالُوا إِنِّي لَكَ هَذَا إِنْ هَذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ . قُلِ اللَّهُ تَمَّ ذَرُهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ . وَلَا تَخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنَّهُمْ مَغْرُقُونَ . يَظَلُّ رَبُّكَ عَلَيْكَ وَيَغِيثُكَ وَيُرْحَمُكَ . وَإِنْ لَمْ يَعصَمَكَ النَّاسُ يَعصَمَكَ اللَّهُ مِنْ عِنْدِهِ . يَعصَمَكَ اللَّهُ مِنْ عِنْدِهِ وَإِنْ لَمْ يَعصَمَكَ النَّاسُ . وَإِذِمْكَ رَبُّكَ الَّذِي كَفَّرَ . أَوْ قَدْلَى يَا هَامَانَ . تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ مَا كَانَ لَهُ أَنْ يَدْخُلَ فِيهَا إِلَّا خَائِفًا وَمَا أَصَابَكَ مِنْ اللَّهِ . الْفِتْنَةُ هَلْهَنَا فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أَوْلُوا الْعِزْمِ . أَلَا إِنَّهَا فِتْنَةٌ مِنَ اللَّهِ لِيَحِبَّ حَبًّا جَمًّا عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُودٍ . شَاتَانِ تَذْبَحَانِ . وَكُلٌّ مِنْ عَلَيْهَا فَا ن . عَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَإَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ . دیکھو صفحہ ۴۹ سے ۵۱ تک براہین احمدیہ جلد چہارم۔ ترجمہ: تجھے مدد دی جائے گی اور نصرت الہی تیرے شامل ہوگی۔ اور ایسی نصرت ہوگی کہ حقیقت راستی کھل جائے گی۔ تب مخالف لوگ کہیں گے کہ اب گریز کی جگہ نہیں۔ وہ کہیں گے کہ ہم ایک بھاری جماعت ہیں جو انتقام لے سکتے ہیں۔ پر عنقریب وہ بھاگ جائیں گے اور منہ پھیر لیں گے۔ خدا کے نشان کو دیکھ کر کہیں گے کہ یہ مکر ہے جو بہت پختہ ہے۔ تو اُن کو کہہ دے کہ اگر خدائے تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی

☆ یہ لفظ کفر اور کفر دونوں قراءتیں ہیں۔ کیونکہ کافر کہنے والا بہر حال منکر بھی ہوگا اور جو شخص اس دعوے سے منکر ہے وہ بہر حال کافر ٹھہرائے گا۔ اور ہامان کا لفظ ہیمان کے لفظ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور ہیمان اس کو کہتے ہیں جو کسی وادی میں اکیلا سرگردان پھرے۔ منہ

☆ یہ آیت یعنی وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ قرآن شریف کے اس مقام کی ہے جہاں معجزہ شق القمر کا ذکر ہے۔ پس ایسی آیت کو اس موقع پر ذکر کرنا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس جگہ بھی کوئی قمری نشان ظاہر ہوگا۔ پس وہ نشان عجیب طور کا خسوف قمر تھا جو رمضان کے مہینہ میں ظہور میں آیا۔ بعض علماء لکھتے ہیں کہ معجزہ شق القمر بھی ایک قسم کا خسوف ہی تھا۔ منہ

کرو تا خدا بھی تم سے محبت رکھے اور یقیناً سمجھو کہ خدا اس زمین کو یعنی اس زمین کے رہنے والوں کو جو مرچکے ہیں پھر زندہ کرے گا یعنی بہت سے لوگ ہدایت پائیں گے اور ایک روحانی انقلاب پیدا ہوگا۔ اور بہت سے لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ اور جو خدا کا ہو خدا اُس کے لئے ہو جاتا ہے۔ اُن کو کہہ دے کہ اگر میں نے خدا پر انفر کیا ہے تو میں نے ایک سخت گناہ کا ارتکاب کیا ہے جس کی سزا مجھے ملے گی یعنی مفتری اسی دنیا میں سزا پاتا ہے اور سرسبز نہیں ہوتا اور اُس کا تمام ساختہ پر داختہ آخر بگڑ جاتا ہے۔ مگر صادق کامیاب ہو جاتا ہے اور صدق کی جڑ پاتال میں ہے۔ پھر فرمایا کہ اے میرے احمد! تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے میں نے تیری بزرگی کا درخت اپنے ہاتھ سے لگایا یعنی تو صادق ہے اور میری طرف سے ہے اس لئے میں تجھے لوگوں میں بہت وجاہت اور بزرگی بخشوں گا اور یہ کام خاص میرے ہاتھ سے ہوگا نہ کسی اور کے ہاتھ سے۔ لہذا اس کام کو کوئی بھی زائل نہیں کر سکے گا۔ یہ آئندہ زمانہ کے لئے ایک پیشگوئی تھی جو اب پوری ہوگئی۔ اور پھر فرماتا ہے کہ کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہے اور خیال کرتے ہیں کہ ایسا کیونکر ہوگا۔ تو تو ان کو جواب دے کہ عجائب دکھانا خدا کا کام ہے وہ اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا اور لوگ پوچھے جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ مرتبہ تجھے کیونکر ملے گا۔ یہ تو تیری اپنی بناوٹ معلوم ہوتی ہے۔ کہہ نہیں یہ وعدے خدا کی طرف سے ہیں اور پھر اُن کو اُن کے لہو و لعب میں چھوڑ دے یعنی جو بدگمانی کر رہے ہیں کرتے رہیں۔ آخر دیکھ لیں گے کہ یہ خدا کی باتیں ہیں یا انسان کی۔ اور جو لوگ ظالم ہیں اور اپنے ظلم کو نہیں چھوڑتے اُن کے بارے میں مجھ سے ہمکلام مت ہو کہ میں اُن کو غرق کروں گا۔ یہ ایک نہایت خوفناک پیشگوئی ہے جو غرق کرنے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ نہ معلوم کس طور سے غرق کیا جائے گا۔ آیا نوح کی قوم کی طرح یا لوط کی قوم کی طرح جو شدید زلزلہ سے زمین میں غرق کئے گئے تھے۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرے پر تیرا رب اپنا سایہ ڈالے گا اور تیری فریاد سنے گا اور تیرے پر رحم کرے گا اور اگر چہ لوگ تجھے بچانا نہ چاہیں مگر خدا تجھے بچائے گا۔ خدا تجھے ضرور بچائے گا اگر چہ لوگ پھنسانے

کا ارادہ کریں۔ یہ پیشگوئی اُن مقدمات کی نسبت ہے جو ڈاکٹر مارٹن کلا راک اور کرم دین وغیرہ کی طرف سے بصیغہ فوجداری میرے پر ہوئے تھے اور لیکچرارام کے قتل ہونے کے وقت بھی میرے پھنسانے کیلئے کوشش کی گئی تھی اور ان مقدمات میں ارادہ کیا گیا تھا کہ مجھے پھانسی دی جائے یا قید میں ڈالا جائے۔ سو خدائے تعالیٰ اس پیشگوئی میں فرماتا ہے کہ میں اُن کو اُن کے ارادوں میں نامراد رکھوں گا اور ان کے حملوں سے میں تجھے ضرور بچاؤں گا، چنانچہ چوبیس برس کے بعد وہ سب پیشگوئیاں پوری ہو گئیں۔ اور پھر فرماتا ہے کہ اس مکر کرنے والے کے مکر کو یاد کر جو تجھے کافر ٹھہرائے گا۔ اور تیرے دعوے سے منکر ہوگا وہ ایک اپنے رفیق سے استفتاء پر فتویٰ لے گا تا عوام کو اس سے فروختہ کرے۔ ہلاک ہو گئے دونوں ہاتھ ابی لہب [☆] کے جن سے وہ فتویٰ لکھا تھا۔ لکھنے میں اگرچہ ایک ہاتھ کا کام ہے مگر دوسرا بھی اس کی مدد دیتا ہے۔ اور ہلاک ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ اپنے استفتاء کی غرض سے نامراد رہے گا۔ اور پھر فرماتا ہے کہ وہ بھی ہلاک ہو گیا یعنی اُس نے گناہ شدید کا ارتکاب کیا جو دراصل ہلاکت ہے۔ اس لئے دنیا کی طرف اُس کا رخ کر دیا گیا اور حلاوتِ ایمان اُس سے جاتی رہی۔ اُس کو مناسب نہ تھا کہ اس معاملہ میں دخل دیتا مگر ڈرتے ڈرتے یعنی اگر کچھ شک تھا تو پوشیدہ طور پر رفع کرتا اور ادب سے رفع کرتا نہ یہ کہ دشمن بن کر میدان میں نکلتا۔ اور پھر فرمایا کہ جو تجھے تکلیف پہنچے گی وہ خدا کی طرف سے ہے۔ یعنی اگر خدا نہ چاہتا تو یہ فتنہ برپا کرنا اس کی مجال نہ تھا۔ اور پھر فرمایا کہ اُس وقت دنیا میں بڑا شور اُٹھے گا اور بڑا فتنہ ہوگا پس تجھ کو چاہیے کہ صبر کرے جیسا کہ اولوالعزم پیغمبر صبر کرتے رہے۔ مگر یاد رکھ کہ یہ فتنہ اُس شخص کی طرف سے نہیں ہوگا بلکہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہوگا تاکہ وہ تجھ سے زیادہ پیار کرے۔ اور یہ پیار

﴿۶۶﴾

☆ اس جگہ ابی لہب کے معنی ہیں۔ آگ بھڑکنے کا باپ یعنی اس ملک میں جو تکفیر کی آگ بھڑکے گی

دراصل باپ اس کا وہ ہوگا جس نے یہ استفتاء لکھا۔ منہ

خدا کی طرف سے وہ نعمت ہے کہ جو پھر تجھ سے چھینی نہیں جائے گی۔ اور پھر ایک اور پیشگوئی کر کے فرمایا کہ دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ یعنی میاں عبدالرحمن اور مولوی عبداللطیف جو کابل میں سنگسار کئے گئے۔ اور ہر ایک جو زمین پر ہے آخراً مرے گا۔ پر ان دونوں کا ذبح کیا جانا آخر تمہارے لئے بہتری کا پھل لائے گا۔ اور ان واقعات شہادت کے مصالحوں جو خدا کو معلوم ہیں وہ تمہیں معلوم نہیں۔ یعنی خدا جانتا ہے کہ ان موتوں سے اس ملک کابل میں کیا کیا بہتری پیدا ہوگی۔ اس سے پہلی پیشگوئی اُس استفتاء کے بارے میں ہے جو مولوی محمد حسین کے ہاتھ سے اور مولوی نذیر حسین کے فتویٰ لکھنے سے ظہور میں آیا جس سے ایک دنیا میں شور اٹھا اور سب نے ہمارا تعلق چھوڑ دیا اور کافر اور بے ایمان اور دجال کہنا موجب ثواب سمجھا۔ اُس کے ساتھ جو یہ وعدہ ہے کہ خدا اس کے بعد بہت پیار کرے گا یہ رجوع خلق اللہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ خدا کا پیار مخلوق کے پیار کو چاہتا ہے۔ اور خدا کی رضامندی تقاضا کرتی ہے کہ دنیا کے سعید لوگ بھی راضی ہو جائیں۔ اور مؤخر الذکر پیشگوئی میں جو دو بکریوں کے ذبح کئے جانے کا ذکر ہے یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو سرزمین کابل میں ظہور میں آیا یعنی ہماری جماعت میں سے ایک شخص عبدالرحمن نام جو جوان صالح تھا اور دوسرے مولوی عبداللطیف صاحب جو نہایت بزرگوار آدمی تھے امیر کابل کے حکم سے سنگسار کئے گئے محض اس الزام سے کہ کیوں وہ دونوں ہماری جماعت میں داخل ہو گئے اور اس واقعہ کو قریباً دو برس گزر چکے ہیں۔ اب یہ مقام انصاف کی آنکھ سے دیکھنے کا ہے کہ کیونکر

﴿۶۷﴾

☆ یہ واقعہ شہادت اخویم مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم اور شیخ عبدالرحمن صاحب مرحوم ایک ایسا دور از قیاس واقعہ تھا کہ جب تک وقوع میں نہ آ گیا ہمارے ذہن کا اس طرف التفات نہ ہوا کہ درحقیقت وحی الہی کے یہ معنی ہیں کہ دو ہمارے صادق مرید سچ مچ ذبح کئے جائیں گے بلکہ اس حالت کو مستبعد سمجھ کر محض اجتہاد کے طور پر تاویل کی طرف میلان ہوتا رہا۔ اور تاویلی مصداق

ممکن ہے کہ ایسے غیب کی باتیں جو نہاں در نہاں تھیں اُس شخص کی طرف منسوب ہو سکیں جو مفتری ہو حالانکہ خدائے تعالیٰ اپنے کلام عزیز میں فرماتا ہے کہ ہر ایک مومن پر غیبِ کامل کے امور ظاہر نہیں کئے جاتے بلکہ محض اُن بندوں پر جو اصطفاء اور اجتناء کا مرتبہ رکھتے ہیں ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ قرآن شریف میں فرماتا ہے لَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ ۗ لِيَعْنَىٰ اللَّهُ تَعَالَىٰ اِسْمُ غَيْبِ پَر كَسِي كُو غَالِبِ هُوْنِ نَهِيْس دِيْتَا مَكْرَانِ لُو كُوْنِ كُو جُو اس كِ رَسُوْلِ اُوْر اس كِي دَر گَاه كِ پَسْنِدِيْدِه هُوْنِ۔

افسوس کا مقام ہے کہ بعض نادان مولوی اور عالم کہلا کر بعض وعید کی پیشگوئیوں کی نسبت جن میں سے بعض پوری ہو گئیں اور بعض پوری ہونے کو ہیں اعتراض پیش کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ خدائے تعالیٰ اپنے وعید کی نسبت اختیار رکھتا ہے چاہے اُس کو پورا کرے یا ملتوی کر دے یہی تمام نبیوں کا مذہب ہے اور اسی پر رُڈ بلا کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے۔ کیونکہ ایک بلا جس کا خدا تعالیٰ نے کسی کی نسبت ارادہ کیا ہے خواہ وہ اُس بلا کو کسی نبی پر ظاہر کر کے پیشگوئی کے رنگ میں ظاہر فرماوے اور خواہ پوشیدہ رکھے وہ بہر حال بلا ہی ہے۔ پس اگر وہ کسی طرح رد نہیں ہو سکتی تو پھر صدقہ اور خیرات اور دعا کی کیوں ترغیب دی ہے۔

خیال میں گزرتے رہے کیونکہ انسان کا اپنا علم اور اپنا اجتہاد غلطی سے خالی نہیں لیکن جب یہ دونوں واقعات بعینہ ظہور میں آ گئے۔ اور دو بزرگ اس جماعت کے بڑی بے رحمی سے کابل میں شہید کئے گئے تو حق البقین کی طرح وحی الہی کے معنی معلوم ہو گئے اور جب اُس وحی کی تمام عبارت کو نظر اٹھا کر دیکھا تو آنکھ کھل گئی اور عجیب ذوق پیدا ہوا اور معلوم ہوا کہ جہاں تک تصریح ممکن ہے خدا نے تصریح سے اس پیشگوئی کو بیان کر دیا ہے اور ایسے الفاظ اختیار کئے ہیں اور ایسے فقرات بیان فرمائے ہیں کہ وہ دوسرے پر صادق آ ہی نہیں سکتے۔ سبحان اللہ! اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کیسے اس نے ان پوشیدہ باتوں کو ایک زمانہ دراز پہلے براہین احمدیہ میں تصریح بیان کر دیا۔ منہ

﴿ ۲۸ ﴾

پھر بعد اس کے اور پیشگوئیاں ہیں جو ان پیشگویوں کی مؤید ہیں جن کو ہم ذیل میں لکھتے ہیں اور وہ یہ ہیں:- وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ. أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. وَأَن يَتَّخِذَ مِنكَ إِلَّا هِزْوًا. أَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ قُلُوبَنَا إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الْقُرْآنِ. قُلْ إِنْ هَدَىٰ اللَّهُ هُوَ الْهُدَىٰ. رَبِّ إِنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ. اِيْلَىٰ اِيْلَىٰ لِمَا سَبَقْتَنِي. يَا عَبْدَ الْقَادِرِ إِنِّي مَعَكَ غَرَسْتُ لَكَ بَيْدِي رَحْمَتِي وَقَدْرَتِي. وَنَجِّسْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا. إِنَّا بِذَلِكَ لِلْأَزْمِ. أَنَا مُحْيِيكَ نَفْحَتُ فِيكَ مِنْ لَدُنِّي رُوحَ الصِّدْقِ. وَالْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِنِّي وَلِتُصْنَعَ عَلَيَّ عَيْنِي. كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سَوْفِهِ. إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ. دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۱ سے ۵۱۵ تک - ترجمہ مع شرح - اور تم سست مت بنو اور غم مت کرو - کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں یعنی اگر تمام لوگ دشمن ہو جائیں تو خدا اپنی طرف سے نصرت کرے گا اور پھر فرمایا کہ کیا تو جانتا نہیں کہ خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے اُس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں - پس وہ قادر ہے کہ ایک تنہا گناہ کو اس قدر ترقی دے کہ لاکھوں انسان اُس کے محبت اور ارادتمند ہو جائیں - یہ وہ پیشگوئی ہے جو پچیس برس کے بعد اس زمانہ میں پوری ہوئی - اور پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے تجھے ایک ہنسی کی جگہ سمجھ رکھا ہے - وہ طنز کہتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے جس کو خدا نے ہم میں دعوت کے لئے کھڑا کیا ان کو کہہ دے کہ میں تو تمہاری طرح صرف ایک بشر ہوں مجھے یہ وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے اور ہر ایک نیکی اور بھلائی قرآن میں ہے ان کو کہہ دے کہ تمہارے خیالات کیا چیز ہیں - ہدایت وہی ہے جو خدائے تعالیٰ براہ راست آپ دیتا ہے ورنہ انسان اپنے غلط اجتہادات سے کتاب اللہ کے معنی بگاڑ دیتا ہے اور کچھ کا کچھ سمجھ لیتا ہے - وہ خدا ہی ہے جو غلطی نہیں کھاتا لہذا ہدایت اُسی کی ہدایت ہے - انسانوں کے

اپنے خیالی معنی بھروسے کے لائق نہیں ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ یہ دعا کر کہ اے خدا میں مغلوب ہوں وہ بہت ہیں اور میں اکیلا ہوں وہ ایک گروہ ہے تو میری طرف سے مقابلہ کے لئے آپ کھڑا ہو جا۔ اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ یہ آئندہ زمانہ کی ابتلاؤں کی نسبت ایک پیشگوئی ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا جو مخالفت کا بہت شور اٹھے گا اور وہ گمنامی اور تنہائی کا زمانہ ہوگا اور مخالفت پر ایک مخلوق تل جائے گی اور ظاہری تزلزل دیکھ کر بشریت کے مقتضی سے خیال آئے گا کہ خدا نے اپنی نصرت کو چھوڑ دیا۔ پس خدائے تعالیٰ اس آئندہ زمانہ کو یاد دلاتا ہے کہ اُس وقت خدا دعاؤں کو قبول کرے گا اور وہ حالت نہیں رہے گی۔ اور دلوں کو اس طرف رجوع پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بہت فتنہ کے بعد جو کافر ٹھہرانے کے فتویٰ سے اٹھا تھا آخر دل اس طرف متوجہ ہو گئے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے عبدالقادر میں تیرے ساتھ ہوں۔ میں نے تیرے لئے اپنی رحمت اور قدرت کا درخت لگایا اور میں تجھ کو ہر ایک نعم سے نجات دوں گا مگر اس سے پہلے کئی فتنے تیری راہ میں برپا کروں گا تا تجھے خوب جانچا جائے اور تافتنوں کے وقتوں میں تیری استقامت ظاہر ہو۔ میں تیرا لازمی چارہ ہوں۔ اور میں تیرے دردوں کا علاج ہوں اور میں ہی ہوں جس نے تجھے زندہ کیا۔ میں نے اپنی طرف سے تجھ میں صدق کی رُوح پھونک دی۔ اور اپنی طرف سے میں نے تجھ پر محبت ڈال دی۔ یعنی تجھ میں ایک ایسی خاصیت رکھ دی کہ ہر ایک جو سعید ہوگا وہ تجھ سے محبت کرے گا اور تیری طرف کھینچا جائے گا۔ میں نے ایسا کیا تا کہ تو میری آنکھوں کے سامنے پرورش پاوے اور میرے روبرو تیرا نشوونما ہو۔ تو اُس بیج کی طرح ہے جو زمین میں بویا گیا اور وہ ایک چھوٹا سادانہ تھا جو خاک میں پوشیدہ تھا۔ پھر اُس کا سبزہ نکلا اور روز بروز وہ بڑھتا گیا یہاں تک کہ وہ بہت موٹا ہو گیا اور اُس کی ٹہنیاں پھیل گئیں اور وہ ایک پورا درخت ہو کر تنا اُس کا اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ یہ آئندہ زمانہ کی ترقی کے لئے ایک پیشگوئی ہے اور اس میں بتلایا ہے کہ اس وقت تو تُو

ایک دانہ کی طرح ہے جو زمین میں بویا گیا اور خاک میں چھپ گیا۔ لیکن آئندہ یہ مقدر ہے کہ اس دانہ کا سبزہ نکلے اور وہ بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ ایک بڑا درخت بن جائے گا اور موٹا ہو جائے گا اور اپنے پاؤں پر قائم ہو جائے گا جس کو کوئی آندھی نقصان پہنچا نہیں سکتی گی۔ یہ پیشگوئی اس زمانہ سے پچیس برس پہلے دنیا میں شائع ہو چکی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا تجھے ایک بڑی اور کھلی کھلی فتح دے گا تا کہ وہ تیرے پہلے گناہ بخشے اور پچھلے گناہ بھی۔ اس جگہ اس وحی الہی کے متعلق ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ فتح کو گناہ کے بخشے سے کیا تعلق ہے۔ بظاہر ان دونوں فقروں کو آپس میں کچھ جوڑ نہیں۔ لیکن درحقیقت ان دونوں فقروں کا باہم نہایت درجہ کا تعلق ہے۔ پس تشریح اُس وحی الہی کی یہ ہے کہ اس آندھی دنیا میں جس قدر خدا کے ماموروں اور نبیوں اور رسولوں کی نسبت نکتہ چینی ہوتی ہیں اور جس قدر ان کی شان اور اعمال کی نسبت اعتراض ہوتے ہیں اور بدگمانیاں ہوتی ہیں اور طرح طرح کی باتیں کی جاتی ہیں وہ دنیا میں کسی کی نسبت نہیں ہوتیں اور خدا نے ایسا ہی ارادہ کیا ہے تا ان کو بد بخت لوگوں کی نظر سے مخفی رکھے اور وہ ان کی نظر میں جائے اعتراض ٹھہرائیں کیونکہ وہ ایک دولت عظمیٰ ہیں اور دولت عظمیٰ کو نا اہلوں سے پوشیدہ رکھنا بہتر ہے۔ اسی وجہ سے خدائے تعالیٰ ان کو جو شقی ازلی ہیں اُس برگزیدہ گروہ کی نسبت طرح طرح کے شبہات میں ڈال دیتا ہے تا وہ دولت قبول سے محروم رہ جائیں۔ یہ سنت اللہ ان لوگوں کی نسبت ہے جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے امام اور رسول اور نبی ہو کر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس قدر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت دشمنانِ حق نے طرح طرح کے اعتراض تراشے ہیں اور طرح طرح کی عیب جوئی کی ہے وہ باتیں کسی معمولی صالح کی نسبت ہرگز تراشی نہیں گئیں۔ کونسی تہمت ہے جو ان پر نہیں لگائی گئی اور کونسی نکتہ چینی ہے جو ان پر نہیں کی گئی۔ پس چونکہ تمام تہمتوں کا معقولی طور پر جواب دینا ایک نظری امر تھا اور نظری امور کا فیصلہ مشکل ہوتا ہے اور تاریک طبع لوگ اُس سے تسلی نہیں پکڑتے۔ اس لئے خدائے تعالیٰ نے نظری راہ کو اختیار نہیں کیا اور نشانوں کی راہ اختیار کی

اور اپنے نبیوں کی بریت کے لئے اپنے تائیدی نشانوں اور عظیم الشان نصرتوں کو کافی سمجھا۔ کیونکہ ہر ایک غبی اور پلید بھی باسانی سمجھ سکتا ہے کہ اگر وہ نعوذ باللہ ایسے ہی نفسانی آدمی اور مفتری اور ناپاک طبع ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ ان کی نصرت کے لئے ایسے بڑے بڑے نشان دکھلائے جاتے سو خدا تعالیٰ نے اپنی سنت قدیمہ کے موافق حصص سابقہ براہین احمدیہ میں میری نسبت بھی یہی وحی کی جو اوپر ذکر ہو چکی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا بڑی بڑی فتوحات اور عظیم الشان نشان تیری تائید میں دکھلائے گا تا وہ اعتراض جو دنیا کے اندھے لوگوں نے تیرے پہلے حصہ زندگی کی نسبت یا اخیر حصہ زندگی کی نسبت کئے ہیں ان سب کا جواب پیدا ہو جائے☆ کیونکہ عالم الاسرار کی شہادت سے بڑھ کر اور کوئی شہادت نہیں اور ذنب کا لفظ اس اعتبار سے بولا گیا ہے کہ معترض اور نکتہ چین جو حملہ کرتے ہیں وہ اپنے دلوں میں مرسلین کی نسبت ان نکتہ چینوں کو ایک ذنب قرار دے کر حملہ کرتے ہیں۔ پس اس کے یہ معنی ہوئے کہ جو ذنب تیری طرف منسوب کیا گیا ہے نہ یہ کہ حقیقت میں کوئی ذنب ہے اور خود یہ ادب سے دور ہے کہ انسان اس وحی الہی کے یہ معنی کرے کہ درحقیقت کوئی ذنب ہے جس کو خدائے تعالیٰ نے بخش دیا بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ ذنب کے نام پر ان کی طرف

﴿۷۱﴾

☆ خدانے مجھ پر ظاہر فرمایا ہے کہ آخری حصہ زندگی کا یہی ہے جو اب گذر رہا ہے جیسا کہ عربی میں وحی الہی یہ ہے۔ قَرُبَ اَجَلُكَ الْمُقَدَّرَ وَلَا نُبْقِي لَكَ مِنَ الْمَخْزِيَاتِ ذِكْرًا۔ یعنی تیری اجل مقدراب قریب ہے اور ہم تیری نسبت ایک بات بھی ایسی باقی نہیں چھوڑیں گے جو موجب رسوائی اور طعن تشنیع ہو۔ اسی بناء پر اس نے مجھے توفیق دی کہ پنجم حصہ براہین احمدیہ شائع کیا جائے۔ اور ایسا ہی خدائے عزوجل نے اپنی اس وحی میں میرے قرب اجل کی طرف اشارہ فرمایا۔

تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تیرا حادثہ ہوگا۔ منہ

منسوب کیا گیا اور اس کو شہرت دی گئی ہے اس غلط شہرت کو ایک عظیم الشان نشان سے ڈھانک دیا جائے گا۔ نادان لوگ نہیں جانتے کہ کن معنوں سے خدا اپنے مقبول بندوں کی طرف ذنب کو یعنی گناہ کو منسوب کرتا ہے کیونکہ حقیقی گناہ جو نافرمانی خدا تعالیٰ کی ہے وہ تو قبل از توبہ قابل سزا ہے نہ یہ کہ خدا تعالیٰ کو خود ہی اس بات کا فکر پڑ جائے کہ میں کوئی ایسا نشان دکھلاؤں کہ تا وہ نکتہ چینی کے خیالات اور عیب جوئی کے توہمات خود بخود مخفی اور مستور ہو جائیں اور اُن کا ذکر کرنے والا ذلیل ہو جائے۔ اسی وجہ سے ائمہ اور اہل تصوف لکھتے ہیں کہ جن لغزشوں کا انبیاء علیہم السلام کی نسبت خدا تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے جیسا کہ آدم علیہ السلام کا دانہ کھانا۔ اگر تحقیر کی راہ سے ان کا ذکر کیا جائے تو یہ موجب کفر اور سلب ایمان ہے کیونکہ وہ مقبول ہیں اور دنیا جس بات کو ذنب سمجھتی ہے وہ اُس سے محفوظ ہیں اور اُن سے عداوت کرنا خدا تعالیٰ کے حملہ کا نشانہ بننا ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے **وَمَنْ عَادَىٰ وَلِيًّا لِي فَقَدْ اذْنَتْهُ لِلْحَرْبِ** یعنی جو شخص میرے ولی کا دشمن ہو تو میں اُس کو متنبہ کرتا ہوں کہ اب میری لڑائی کے لئے طیار ہو جا۔ غرض اہل اصطفاء خدا تعالیٰ کے بہت پیارے ہوتے ہیں اور اُس سے نہایت شدید تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کی عیب جوئی اور نکتہ چینی میں خیر نہیں ہے۔ اور ہلاکت کے لئے اس سے کوئی بھی دروازہ نزدیک تر نہیں کہ انسان اندھا بن کر محبان اور محبوبانِ الہی کا دشمن ہو جائے۔

اور یاد رہے کہ مغفرت کے صرف یہی معنی نہیں کہ جو گناہ صادر ہو جائے اُس کو بخش دینا بلکہ یہ بھی معنی ہیں کہ گناہ کو حیڑ قوت سے حیڑ فعل کی طرف نہ آنے دینا اور ایسا خیال دل میں پیدا ہی نہ کرنا۔ ان پیشگوئیوں میں بھی بار بار خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ایک گمنامی کی حالت کو خدا تعالیٰ شہرت کی حالت سے بدل دے گا اور گو کتنے فتنے پیدا ہوں گے اُن سب سے خدا تعالیٰ نجات دے گا۔ اور جیسے اول عیب جو اور نکتہ چینی تھے آخری حصہ عمر میں بھی ایسے ہی ہوں گے لیکن خدا ایک ایسی فتح نمایاں ظاہر کرے گا کہ ان نکتہ چینیوں

اور عیب گیروں کا منہ بند ہو جائے گا یا یہ کہ اُن کے اثر سے لوگ محفوظ رہیں گے۔ یہ انسان کا خاصہ ہے کہ ہزار نشان سے بھی اس قدر ہدایت پانے کے لئے طیار نہیں ہوتا جس قدر کہ ایک عیب گیر کی شرارت سے متاثر ہو کر منکر ہونے کو طیار ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس وحی الہی میں اس پیرایہ میں ظاہر نہیں فرمایا کہ میں نشان دکھلاؤں گا بلکہ فرمایا کہ میں ایک فتح عظیم تجھ کو دوں گا یعنی کوئی ایسا نشان دکھلاؤں گا کہ جو دلوں کو فتح کرے گا اور تمہاری عظمت ظاہر کر دے گا۔ اور فرمایا کہ یہ عمر کے آخری زمانہ میں ہوگا۔ پس میں زور سے کہتا ہوں کہ اسی زمانہ کیلئے یہ پیشگوئی ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ نکتہ چینیوں اور عیب گیریاں حد سے بڑھ گئی ہیں پس میں امیدوار ہوں کہ عنقریب ایک بڑا نشان ظاہر ہوگا جو دلوں کو فتح کرے گا اور مُردہ دلوں کو جو بار بار مرتے ہیں پھر زندہ کر دے گا۔ فالحمد لله على ذلك.

پھر ان پیشگوئیوں کی تائید میں اور پیشگوئیاں حصص سابقہ براہین احمدیہ میں ہیں جو پچیس^{۲۵} برس کے بعد اس زمانہ میں پوری ہوئی ہیں اور وہ یہ ہیں۔ ایس اللہ بکافِ عبده فبراًہ اللہ ممّا قالوا وکان عند اللہ وجیہا۔ ایس اللہ بکافِ عبده فلمّا تجلّی ربّه للجبَل جعله دكّا۔ واللّٰه موهن کید الکافرین۔ ایس اللہ بکافِ عبده ولنجعلہ ایة للناس ورحمةً منّا وکان امرًا مقضیًا قول الحق الذی فیہ تمترّون۔ لا یصدّق السفیہ الا سیفة الهلاک عدوّلی وعدوّک قل ائی امر اللہ فلا تستعجلوه اذا جاء نصر اللہ الست برّبکم قالوا بلی۔ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلندتر محکم افتاد۔ پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار۔ خدا تیرے سب کام درست کر دے گا۔ اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ هو الذی ینزل الغیث بعد ما قنطوا وینشر رحمته۔ یجتبی الیہ من یشاء من عبادہ۔ وکذا لک مَنَنّا علی یوسف لنصرف عنه السوء والفحشاء ولتنذر قومًا مّا

أُنذِرُ أَبَاءَهُمْ فَهَمَّ غَافِلُونَ. قَلَّ عِنْدِي شَهَادَةُ مِنَ اللَّهِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُؤْمِنُونَ - اِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ. رَبِّ السَّجْنِ احْبَبِ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَ نِي إِلَيْهِ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ غَمِّي - دیکھو برائین احمدیہ صفحہ ۵۱۶ سے ۵۵۲ تک -

ترجمہ:- کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے۔ پس وہ اُن تمام الزاموں سے اُس کو بری کرے گا جو اُس پر لگائے جائیں گے اور وہ خدا کے نزدیک مرتبہ رکھتا ہے کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے۔ پس وہ پہاڑ کو اُس کی بریت کے لئے گواہ لائے گا اور پہاڑ پر جب اُس کی تجلی ہوگی تو وہ اُسے پارہ پارہ کر دے گا اور اس نشان سے منکروں کے منصوبوں کو سست کر دے گا کیا وہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے یعنی خدا کے نشان کافی ہیں کسی اور کی گواہی کی ضرورت نہیں اور یہ پہاڑ کا پارہ پارہ کرنا لوگوں کے لئے ہم ایک نشان بنائیں گے اور یہ نشان ہمارا موجب رحمت ہوگا کہ اس سے بہت لوگ فائدہ اٹھائیں گے☆ اور یہ امر پہلے سے مقدر تھا۔ یہ وہ سچی بات ہے جس کے ظہور سے پہلے تم شکوک میں مبتلا تھے۔ سفلہ آدمی تو کسی نشان کو نہیں مانتا بجز موت کے نشان کے وہ میرا اور تیرا دشمن ہے ان سفلوں کو کہہ دے کہ موت کا نشان بھی آئے گا اور دنیا میں ایک مری پڑے گی۔ پس تم مجھ سے جلدی مت کرو کہ یہ سب کچھ اپنے وقت پر ظاہر ہوگا۔ یہ طاعون اور زلزلہ شدید کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو اس زمانہ سے پچیس برس

☆ یاد رہے کہ برائین احمدیہ میں جو کلمات الہیہ کا ترجمہ ہے وہ باعث قبل از وقت ہونے کے کسی جگہ مجمل ہے اور کسی جگہ معقولی رنگ کے لحاظ سے کوئی لفظ حقیقت سے پھیرا گیا ہے یعنی صرف عن الظاہر کیا گیا، اور چونکہ اصل کلام الہی موجود ہے اس کے پڑھنے والوں کو چاہیے کہ کسی ایسی تاویل کی پروا نہ کریں جو پیشگوئی کے ظہور سے پہلے کی گئی ہو۔ اور اس کو اجتہادی غلطی سمجھ لیں کیونکہ پیشگوئی کی حقیقی تفسیر کا وہ وقت ہوتا ہے جس وقت میں وہ پیشگوئی ظاہر ہو۔ منہ

پہلے براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب [☆] میں ہولناک اور مہلک نشان ملک میں بھیج کر اپنے مامور اور مرسل کی مدد کروں گا تو منکرین کو کہا جائے گا کہ اب بتلاؤ کیا میں تمہارا رب ہوں یا نہیں۔ یعنی وہ دن بڑی مشکل اور مصیبت کے ہوں گے۔ اور ان دنوں میں بڑے بڑے ہولناک نشان ظاہر ہوں گے۔ اور نشانوں کو دیکھ کر بہت سے سید دل اور کج طبع حق کی طرف رجوع کر لیں گے۔ اور یہ فرستادہ جوان کے درمیان ظاہر ہوا ہے اس پر ایمان لے آئیں گے۔ پھر مجھ کو خدائے عزوجل مذکورہ بالا وحی میں مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تو خوشی اور نشاط کی چال سے زمین پر چل کہ اب تیرا وقت نزدیک آ گیا اور محمدیوں کا پاؤں ایک بہت بلند اور محکم منار پر پڑ گیا۔ محمدیوں کے لفظ سے مراد اس سلسلہ کے مسلمان ہیں۔ ورنہ بموجب خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کے جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہے دوسرے فرقے جو مسلمان کہلاتے ہیں روز بروز تنزل پذیر ہوں گے۔ اور ایسا ہی وہ فرقے جو اسلام سے باہر ہیں جیسا کہ اس وحی الہی میں جو براہین احمدیہ میں مندرج ہے صریح طور پر فرمایا ہے۔ یا عیسیٰ انسی متوفیک ورافعک الیٰ ومطہرک من الذین کفروا ﴿۱﴾ وجاعل الذین اتبعوک

☆ ﴿۴۲﴾ یہ پیشگوئی ان لوگوں کی نسبت ہے جو اس مامور و مرسل کی وحی کو انسان کا افترا یا شیطان کے وساوس خیال کرتے ہیں اور یہ نہیں مانتے کہ وہی ہمارا خدا ہے جو براہین احمدیہ کے زمانہ سے آج تک اس راقم پر اپنی وحی نازل کر رہا ہے۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ اخیر میں ان کو منوا کر چھوڑوں گا۔ اور ان کو اقرار کرنا پڑے گا۔ وہ جو براہین احمدیہ کے زمانہ سے اخیر تک اس راقم پر وحی کرتا رہا ہے وہی اس دنیا کا خدا ہے اس کے سوائے کوئی خدا نہیں۔ اس میں یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ کوئی بڑا نشان ظاہر ہوگا جس سے بڑے بڑے منکروں کی گردنیں جھک جائیں گی۔ منہ

☆ ﴿۴۳﴾ یہ فقرہ سہو کا تب سے براہین میں رہ گیا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ منکروں کے ہر ایک الزام اور تہمت سے تیرا دامن پاک کر دوں گا۔ یہ کئی مرتبہ الہام ہو چکا ہے۔ منہ

فوق الذین کفر والی یوم القیامۃ۔ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا۔ اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تیری بریت ظاہر کروں گا۔ اور وہ جو تیرے پیرو ہیں میں قیامت تک ان کو تیرے منکروں پر غالب رکھوں گا۔ اس جگہ اس وحی الہی میں عیسیٰ سے مراد میں ہوں۔ اور تابعین یعنی پیروؤں سے مراد میری جماعت ہے۔ قرآن شریف میں یہ پیشگوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ہے اور مغلوب قوم سے مراد یہودی ہیں جو دن بدن کم ہوتے گئے۔ پس اس آیت کو دوبارہ میرے لئے اور میری جماعت کے لئے نازل کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مقدر یوں ہے کہ وہ لوگ جو اس جماعت سے باہر ہیں وہ دن بدن کم ہوتے جائیں گے اور تمام فرقے مسلمانوں کے جو اس سلسلہ سے باہر ہیں وہ دن بدن کم ہو کر اس سلسلہ میں داخل ہوتے جائیں گے یا نابود ہوتے جائیں گے جیسا کہ یہودی گھٹتے گھٹتے یہاں تک کم ہو گئے کہ بہت ہی تھوڑے رہ گئے۔ ایسا ہی اس جماعت کے مخالفوں کا انجام ہوگا۔ اور اس جماعت کے لوگ اپنی تعداد اور قوت مذہب کے رُوسے سب پر غالب ہو جائیں گے۔ یہ پیشگوئی فوق العادت کے طور پر پوری ہو رہی ہے کیونکہ جب براہین احمدیہ میں یہ پیشگوئی شائع ہوئی تھی اُس وقت تو میری یہ حالت گمنامی کی تھی کہ ایک شخص بھی نہیں کہہ سکتا کہ وہ میرا پیرو تھا۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے تعداد اس جماعت کی کئی لاکھ تک پہنچ گئی ہے اور اس ترقی کی تیز رفتار ہے جس کا باعث وہ آفات آسمانی بھی ہیں جو اس ملک کو قلمہ اجل بنا رہے ہیں۔ پھر بعد اس کے بقیہ وحی الہی یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کا سردار ہے اور پھر بعد اس کے فرمایا کہ خدا تیرے سب کام درست کر دے گا۔ اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ واضح رہے کہ یہ پیشگوئیاں نہایت اعلیٰ درجہ کی ہیں کیونکہ ایسے وقت میں کی گئیں جبکہ کوئی کام بھی درست نہ تھا اور کوئی مراد حاصل نہ تھی اور اب اس زمانہ میں پچیس برس کے بعد اس قدر مرادیں حاصل ہو گئیں کہ جن کا شمار کرنا مشکل ہے خدا نے اس ویرانہ کو یعنی قادیان کو مجمع الدیار بنا دیا کہ ہر ایک ملک کے لوگ یہاں آ کر جمع ہوتے ہیں اور وہ کام دکھلائے کہ کوئی عقل نہیں کہہ سکتی تھی کہ ایسا ظہور میں آجائے گا۔ لاکھوں انسانوں نے

مجھے قبول کر لیا اور یہ ملک ہماری جماعت سے بھر گیا۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ ملک عرب اور شام اور مصر اور روم اور فارس اور امریکہ اور یورپ وغیرہ ممالک میں یہ تخم بویا گیا اور کئی لوگ ان ممالک سے اس سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے اور امید کی جاتی ہے کہ وہ وقت آتا جاتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ ان مذکورہ بالا ممالک کے لوگ بھی اس نور آسمانی سے پورا حصہ لیں گے۔ نادان دشمن جو مولوی کہلاتے تھے اُن کی کمریں ٹوٹ گئیں اور وہ آسمانی ارادہ کو اپنے فریبوں اور مکروں اور منصوبوں سے روک نہ سکے اور وہ اس بات سے نومید ہو گئے کہ وہ اس سلسلہ کو معدوم کر سکیں اور جن کاموں کو وہ بگاڑنا چاہتے تھے وہ سب کام درست ہو گئے۔ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلٰی ذٰلِكَ پھر بعد اس کے خدا تعالیٰ آئندہ زمانہ کے لوگوں کی بیجا تہمتوں کی نسبت ایک خاص پیشگوئی کر کے مجھے یوسف قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے: هو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمته یجتبی الیہ من یشاء من عبادہ و کذالک مننا علی یوسف لنصرف عنہ السوء و الفحشاء و لتندر قومًا ما أنذر اباہم ہم فہم غافلون۔ قل عندی شہادۃ من اللہ فہل انتم مؤمنون انّ معی ربّی سیہدین۔ ربّ السجن احبّ الیّ ممّا یدعوننی الیہ۔ ربّ نجّنی من غمی۔

ان آیات کو جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۶ سے ۵۵۴ تک درج ہیں میں ابھی پہلے بھی لکھ چکا ہوں مگر صفائی بیان کے لئے دوبارہ موقع پر لکھی گئیں تا پیشگوئی کے معنی سمجھنے میں کچھ دقت نہ ہو۔ ترجمہ اس وحی الہی کا یہ ہے۔ خدا وہ خدا ہے جو بارش کو اُس وقت اُتارتا ہے۔ جبکہ لوگ مینہ سے نومید ہو جاتے ہیں تب نومیدی کے بعد اپنی رحمت پھیلاتا ہے۔ اور جس بندہ کو اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے رسالت اور نبوت کے لئے چن لیتا ہے۔ اور ہم نے اسی طرح اس یوسف پر احسان کیا تا ہم دفع کریں اور پھیر دیں اُس سے اُن بُرائی اور بے حیائی کی باتوں کو جو اُس کی نسبت بطور تہمت تراشی جائیں گی۔ یعنی خدا تعالیٰ کا کسی تہمت اور الزام کے وقت جو اُس کے نبیوں اور رسولوں کی نسبت کی جاتی ہیں یہ قانونِ قدرت ہے کہ

اوّل وہ عیب گیر اور نکتہ چین اور بدگمان لوگوں کو پورے طور پر موقعہ دیتا ہے کہ تا وہ جو چاہیں بکواس کریں اور جس طرح چاہیں کوئی تہمت لگاویں یا بہتان باندھیں۔ پس وہ لوگ بہت خوش ہو کر حملے کرتے ہیں اور اپنے حملوں پر بہت بھروسہ کرتے ہیں یہاں تک کہ صادقوں کی جماعت ایسے حملوں سے ڈرتی ہے اور انسانی کمزوری کی وجہ سے اس بات سے نومید ہو جاتے ہیں کہ بارانِ رحمت الہی اس منفریاناہ داغ کو دھو دے اور خدا تعالیٰ کی بھی یہی عادت ہے کہ بارانِ رحمت نازل تو کرتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلاتا ہے لیکن اوّل کسی مدت تک لوگوں کو نومید کر دیتا ہے تا وہ لوگوں کے ایمان کی آزمائش کرے۔ پس اسی طرح خدا تعالیٰ کے نبی اور مرسل پر جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہ آزمائے جاتے ہیں۔ شریر لوگوں کی طرف سے بہت بیجا حملے خدا تعالیٰ کے نبیوں پر ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ فاسق اور فاجر ٹھہرائے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی عادت اسی طرح پر واقعہ ہے کہ اعتراض کرنے والوں کو اعتراض کرنے کے لئے بہت سی گنجائش دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی نکتہ چینی اور عیب گیری کی باتوں کو بہت قوی سمجھنے لگتے ہیں اور اُن پر خوش ہوتے اور اتراتے ہیں اور مومنوں کے دلوں کو ان باتوں سے بہت صدمہ پہنچتا ہے یہاں تک کہ اُن کی کمر ٹوٹی ہے اور وہ سخت طور پر آزمائے جاتے ہیں پھر خدا تعالیٰ کی نصرت کا مینہ برستا ہے اور تمام افتراؤں کے ورق کو دھو ڈالتا ہے اور اپنے نبیوں کے اجتباء اور اصطفاء کے مرتبہ کو ثابت کر دیتا ہے۔ خلاصہ اس پیشگوئی کا یہ ہے کہ اسی طرح اس یوسف کی ہم بریت ظاہر کریں گے کہ اوّل شریر لوگ بیجا تہمتیں اُس پر لگائیں گے جیسا کہ یوسف بن یعقوب پر تہمت لگائی گئی تھی لیکن آخر خدا نے ایک شخص کو اُس کی بریت کیلئے ایک گواہ ٹھہرایا اور اُس گواہی نے یوسف کو اُس تہمت سے بری کر دیا۔ پس خدا فرماتا ہے کہ اس جگہ بھی میں ایسا ہی کروں گا۔ جیسا کہ اس نے فرمایا۔ قل عندی شہادۃ من اللہ فهل انتم مؤمنون۔ ان معی ربی سیہدین۔ یعنی اے یوسف جو لوگ تیرے پر الزام لگاتے ہیں اُن کو کہہ دے

کہ میں اپنی بریت کیلئے خدا تعالیٰ کی گواہی اپنے پاس رکھتا ہوں پس کیا تم اس گواہی کو قبول کرو گے یا نہیں؟ اور یہ بھی ان کو کہہ دے کہ میں تمہاری کسی تہمت سے ملزم نہیں ہو سکتا کیونکہ میرے ساتھ میرا خدا ہے۔ وہ میری بریت کے لئے کوئی راہ پیدا کر دے گا۔ [☆] یاد رہے کہ جب یوسف بن یعقوب پر زلیخا نے بیجا الزام لگایا تھا تو اُس موقعہ پر خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا**۔ یعنی زلیخا کے قریبیوں میں سے ایک شخص نے یوسف کی بریت کی گواہی دی۔ مگر اس جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس یوسف کے لئے خود گواہی دوں گا پس اس سے زیادہ اور کیا گواہی ہوگی کہ آج سے پچیس برس پہلے خدا تعالیٰ نے ان تہمتوں کی خبر دی ہے جو ظالم اور شریر لوگ مجھ پر لگاتے ہیں۔ اور یوسف بن یعقوب کے لئے صرف ایک انسان نے گواہی دی مگر میرے لئے خدا نے پسند کیا کہ خود گواہی دے اور یوسف بن یعقوب پر تہمت لگانے کے لئے ایک عورت نے پیش دستی کی مگر میرے پر وہ لوگ تہمتیں لگاتے ہیں جو عورتوں سے بھی کمتر ہیں۔ اور **إِنَّ كَيْدَ كُنَّ عَظِيمَةً** کے مصداق ہیں۔ پھر اس پیشگوئی کے آخری حصہ کی یہ عبارت ہے۔ **رَبِّ السَّجْنِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَ نَحْيَ إِلَيْهِ** یعنی اے میرے رب مجھے تو قید بہتر ہے ان باتوں سے کہ یہ عورتیں مجھ سے خواہش

☆ یہ آیت یعنی **إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ** جس کا یہ ترجمہ ہے کہ میرے ساتھ میرا خدا ہے۔ وہ مخلصی کی کوئی راہ دکھلا دے گا۔ یہ قرآن شریف میں حضرت موسیٰ کے قصہ میں ہے جب کہ فرعون نے ان کا تعاقب کیا تھا اور بنی اسرائیل نے سمجھا تھا کہ اب ہم پکڑے گئے۔ پس خدا تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے کہ ایسے کمزور اس جماعت میں بھی ہوں گے جن کی تسلی کے لئے کہا جائے گا کہ گھبراؤ مت۔ خدا تمہیں ان تہمتوں سے بریت حاصل کرنے کے لئے کوئی راہ دکھا دے گا جیسا کہ اس نے یوسف بن یعقوب کو دکھلا دی جب کہ ایک مکارہ عورت نے پیش دستی کر کے خلاف واقعہ باتیں یوسف کی نسبت اپنے خاوند کو سنائیں۔ منہ

کرتی ہیں۔ خلاصہ مطلب یہ کہ اگر کوئی عورت ایسی خواہش کرے تو میں اپنے نفس کے لئے اُس امر سے قید ہونا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ یہ یوسف بن یعقوب علیہما السلام کی دعائھی جس دعا کی وجہ سے وہ قید ہو گئے اور میرا بھی یہی کلمہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے آج سے پچیس برس پہلے براہین احمدیہ میں لکھ دیا۔ صرف یہ فرق ہے کہ یوسف بن یعقوب اپنی اس دعا کی وجہ سے قید ہو گیا مگر خدا نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۰ میں میری نسبت یہ فرمایا۔ **يَعصمك اللّٰه من عندہ وان لم يعصمك النّاس** یعنی خدا تعالیٰ تجھے خود بچالے گا اگرچہ لوگ تیرے پھنسانے پر آمادہ ہوں۔ سو ایسا ہی ہوا کہ مسیحی کرم دین کے فوجداری مقدمہ میں ایک ہندو مجسٹریٹ کا ارادہ تھا کہ مجھے قید کی سزا دے مگر خدا تعالیٰ نے کسی غیبی سامان سے اُس کے دل کو اس ارادہ سے روک دیا۔ اور یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ آخر کار سزا دینے کے ارادہ سے قطعاً ناکام رہے گا۔ پس اِس اُمت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دُعا کر کے بھی قید سے بچا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔ اور اِس اُمت کے یوسف کی بریت کے لئے پچیس برس پہلے ہی خدا نے آپ گواہی دے دی اور اور بھی نشان دکھلائے مگر یوسف بن یعقوب اپنی بریت کے لئے انسانی گواہی کا محتاج ہوا۔ اور ان پیشگوئیوں کی گواہی کے بعد زلزلہ شدیدہ نے بھی گواہی دی جس کی گیارہ مہینہ پہلے میں نے خبر دی تھی کیونکہ زلزلہ کی پیشگوئی کے ساتھ یہ وحی الہی بھی ہوئی تھی۔ **قل عندی شہادۃ من اللّٰه فہل انتم مؤمنون** ☆ پس یہ دو گواہ ہو گئے اور نہ معلوم کہ بعد ان کے کتنے گواہ ہیں۔

☆ اس جگہ پر خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ **قل عندی شہادۃ من اللّٰه فہل انتم مؤمنون**۔ یعنی ان کو کہہ دے کہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے جو انسانوں کی گواہی پر مقدم ہے۔ وہ یہی گواہی ہے کہ خدا نے ایک مدت دراز پہلے ان بیجا بہتانوں کی خبر دی۔ منہ

غرض وہ خدا جو بدگمانوں کے گندے خیالات کا بھی علم رکھتا ہے اُس نے مجھے یوسف قرار دے کر اور میری نسبت میری زبان سے یوسف علیہ السلام کا وہ قول نقل کر کے جو سورہ یوسف میں آچکا ہے یعنی یہ کہ رَبِّ السَّجُنِّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ - آئندہ زمانہ کی نسبت ایک پیشگوئی کی ہے تا وہ میرے اندرونی حالات کو لوگوں پر ظاہر کرے۔ اگرچہ میں یہ عادت نہیں رکھتا اور طبعاً اس سے کراہت کرتا ہوں کہ لوگوں کے سامنے اپنی دلی پاکیزگی ظاہر کروں بلکہ یوسف کی طرح میرا بھی یہی قول ہے کہ وَمَا أُبْرِيئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَرَحَهُ رَبِّي مگر خدا کے لطف و کرم کو میں کہاں چھپاؤں اور کیونکر میں اس کو پوشیدہ کر دوں۔ اُس کے تو اس قدر لطف و کرم ہیں کہ میں گن بھی نہیں سکتا۔ کیا عجیب کرم فرمائی ہے کہ ایسے زمانہ میں جبکہ بدگمانیاں نہایت درجہ تک پہنچ گئی ہیں خدا نے میرے لئے بہت ناک نشان دکھلائے۔ مثلاً غور کرو کہ وہ شدید زلزلہ جس کی ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء کو مجھے خبر دی گئی جس نے ہزار ہا انسانوں کو ایک دم میں تباہ کر دیا۔ اور پہاڑوں کو غاروں کی طرح بنا دیا اُس کے آنے کی کس کو خبر تھی۔ کس نجومی نے مجھ سے پہلے یہ پیشگوئی کی تھی وہ خدا ہی تھا جس نے قریباً ایک برس پہلے مجھے یہ خبر دی۔ اُسی وقت لاکھوں انسانوں میں بذریعہ اخبارات شائع کی گئی۔ اُس نے فرمایا کہ میں نشان کے طور پر یہ زلزلہ ظاہر کروں گا تا سعید لوگوں کی آنکھ کھلے۔ مگر میرے نزدیک براہین احمدیہ کی پیشگوئیاں اس سے کم نہیں ہیں جن میں اس زلزلہ شدیدہ کی بھی خبر ہے۔ اور یہ پیشگوئی یوسف قرار دینے کی بھی ایک ایسی پیشگوئی ہے جس نے اس زمانہ کے نہایت گندہ حملوں کی آج سے پچیس سال پہلے خبر دی ہے۔ یہ وہ ناپاک حملے ہیں جو نادان مخالفوں کے آخری ہتھیار ہیں اور بعد اس کے فیصلہ کا دن ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس موقع پر خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ قُلْ عِنْدِي شَهَادَةٌ مِنَ اللَّهِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُؤْمِنُونَ یہ اُس شہادت سے زیادہ زبردست ہے جو سورہ یوسف میں یہ آیت ہے وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ۗ ظاہر ہے

کہ خدا کی شہادت اور انسان کی شہادت برابر نہیں ہو سکتی۔ پس وہ شہادت یہی شہادت ہے کہ وہ جو عالم الغیب ہے وہ پچیس سال پہلے اس زمانہ سے مجھے یوسف قرار دے کر اس کے واقعات میرے پر منطبق کرتا ہے اور ایسی خصوصیت کے الفاظ بیان فرماتا ہے جس سے حقیقت کھلتی ہے جیسا کہ اس کا میری طرف سے یہ فرمانا کہ رَبِّ السَّجْنِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ^۱ ظاہر کر رہا ہے کہ کسی آئندہ واقعہ کی طرف یہ اشارہ ہے لیکن چونکہ یوسف بھی شریر لوگوں کی بدگمانیوں سے نہیں بچ سکا تو پھر ایسے لوگوں پر مجھے بھی افسوس کرنا لاجواب ہے جو میرے پر بدگمانی کریں۔ ہر ایک جو مجھ پر حملہ کرتا ہے وہ جلتی ہوئی آگ میں اپنا ہاتھ ڈالتا ہے کیونکہ وہ میرے پر حملہ نہیں بلکہ اُس پر حملہ ہے جس نے مجھے بھیجا ہے وہی فرماتا ہے کہ اِنِّي مَهِيْنٌ مِّنْ اِرَادِ اِهَانَتِكَ۔ یعنی میں اُس کو ذلیل کروں گا جو تیری ذلت چاہتا ہے ایسا شخص خدا تعالیٰ کی آنکھ سے پوشیدہ نہیں[☆]۔ یہ مت گمان کرو کہ وہ میرے لئے نشانوں کا دکھانا بس کر دے گا۔ نہیں بلکہ وہ نشان پر نشان دکھائے گا اور میرے لئے اپنی وہ گواہیاں دے گا جن سے زمین بھر جائے گی۔ وہ ہولناک نشان دکھائے گا اور رعب ناک کام کرے گا۔ اس نے مدت تک ان حالات کو دیکھا اور صبر کرتا رہا مگر اب وہ اس مینہ کی طرح جو موسم پر ضرور گرتا ہے گرے گا اور شریر روجوں کو اپنے صاعقہ کا مزا چکھائے گا۔ وہ شریر جو اس سے نہیں ڈرتے اور شوخیوں میں حد سے بڑھ جاتے ہیں وہ اپنے ناپاک خیالات اور بُرے کاموں کو لوگوں سے چھپاتے ہیں مگر خدا انہیں دیکھتا ہے کیا شریر انسان خدا کے ارادوں پر غالب آسکتا ہے؟ کیا وہ اس سے لڑ کر فتح پاسکتا ہے؟ اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے

☆ یہ آیت کہ اِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِيْنِ^۲ باواز بلند بتلا رہی ہے کہ فرعونی صفات لوگ اپنی بیجا تہمتوں پر فخر کریں گے مگر خدا اپنے بندہ کو نجات دے گا پھر حملہ کرنے والوں کے آگے ایک دریا ہے جس میں اُن کا خاتمہ ہو جائے گا۔ منہ

مجھے یوسف قرار دے کر فرمایا قل عندی شہادۃ من اللہ فهل انتم مؤمنون۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ ان کو کہہ دے کہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے جو انسانوں کی گواہیوں پر غالب ہے پس کیا تم اس گواہی کو مانتے ہو یا نہیں؟ اس فقرہ سے یہ مطلب ہے کہ اے شرارتیں کرنے والو اور ہتہمتیں لگانے والو! اگر تم خدا کی اس گواہی کو قبول نہیں کرتے جو اُس نے آج سے پچیس سال پہلے دی تو پھر خدا کسی اور نشان سے گواہی دے گا جس سے تم ایک سخت شکنجہ میں پڑو گے تب رونا اور دانت پینا ہوگا۔ پس میں دیکھتا ہوں کہ خدا کی دوسری گواہیاں بھی شروع ہو گئیں اور مجھے خدا نے اپنے الہام سے یہ بھی خبر دی ہے کہ جو شخص تیری طرف تیر چلائے گا میں اُسی تیر سے اس کا کام تمام کروں گا۔ اور اس وحی الہی میں جو مجھے یوسف قرار دیا گیا ہے یہ بھی ایک فقرہ ہے کہ ولتندرقومًا ما انذر اباہم فہم غافلون۔ اس آیت کے معنی پہلی آیت کو ساتھ ملانے سے یہ ہیں کہ ہم نے اس یوسف پر احسان کیا کہ خود اس کی بریت کی شہادت دی تا وہ بُرائی اور بے حیائی جو اس کی طرف منسوب کی جائے گی اس کو ہم اُس سے پھیر دیں اور دفع کر دیں اور ہم یہ اس لئے کریں گے کہ تا انذار اور دعوت میں حرج نہ آوے کیونکہ خدا کے رسولوں اور نبیوں اور ماموروں پر جو یہ اندھی دنیا طرح طرح کے الزام لگاتی ہے اگر ان کو دفع نہ کیا جائے تو اس سے دعوت اور انذار کا کام سُست ہو جاتا ہے بلکہ رک جاتا ہے اور ان کی باتیں دلوں پر اثر نہیں کرتیں اور معقولی رنگ کے جواب اچھی طرح دلوں کے زنگ کو دور نہیں کر سکتے۔ پس اس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ لوگ اپنی بدگمانیوں سے ہلاک نہ ہو جائیں اور ہیزم دوزخ نہ بن جائیں۔ لہذا وہ خدا جو کریم اور رحیم ہے جو اپنی مخلوق کو ضائع کرنا نہیں چاہتا اپنے زبردست نشانوں کے ساتھ اپنے نبیوں کی صفائی اور اصطفاء اور اجتناء کی شہادت دیتا ہے اور جو شخص ان گواہیوں کو پا کر بھی اپنی بدظنیوں سے باز نہیں آتا اُس کے ہلاک ہونے کی خدا کو کچھ بھی پروا نہیں۔ خدا اُس کا دشمن ہو جاتا ہے

اور اس کے مقابل پر خود کھڑا ہو جاتا ہے۔ شریر انسان خیال کرتا ہے کہ میرے مکر دنیا کے دلوں پر بُرا اثر ڈالیں گے مگر خدا کہتا ہے کہ اے احمق! کیا تیرے مکر میرے مکر سے بڑھ کر ہیں؟ میں تیرے ہی ہاتھوں کو تیری ذلت کا موجب کروں گا اور تجھے تیرے دوستوں کے ہی آگے رسوا کر کے دکھاؤں گا۔ اور اس جگہ مجھے یوسف قرار دینے سے ایک اور مقصد بھی مد نظر ہے کہ یوسف نے مصر میں پہنچ کر کئی قسم کی ذلتیں اٹھائی تھیں جو دراصل اُس کی ترقی مدارج کی ایک بنیاد تھی مگر اوائل میں یوسف نادانوں کی نظر میں حقیر اور ذلیل ہو گیا تھا اور آخر خدا نے اُس کو ایسی عزت دی کہ اُس کو اسی ملک کا بادشاہ بنا کر قحط کے دنوں میں وہی لوگ غلام کی طرح اس کے بنادینے جو غلامی کا داغ بھی اُس کی طرف منسوب کرتے تھے پس خدا تعالیٰ مجھے یوسف قرار دے کر یہ اشارہ فرماتا ہے کہ اس جگہ بھی میں ایسا ہی کروں گا۔ اسلام اور غیر اسلام میں روحانی غذا کا قحط ڈال دوں گا اور روحانی زندگی کے ڈھونڈنے والے بجز اس سلسلہ کے کسی جگہ آرام نہ پائیں گے اور ہر ایک فرقہ سے آسمانی برکتیں چھین لی جائیں گی اور اسی بندہ درگاہ پر جو بول رہا ہے ہر ایک نشان کا انعام ہوگا پس وہ لوگ جو اس روحانی موت سے بچنا چاہیں گے وہ اسی بندہ حضرت عالی کی طرف رجوع کریں گے اور یوسف کی طرح یہ عزت مجھے اسی توہین کے عوض دی جائے گی بلکہ دی گئی جس توہین کو ان دنوں میں ناقص العقول لوگوں نے کمال تک پہنچایا ہے۔ اور گو میں زمین کی سلطنت کے لئے نہیں آیا مگر میرے لئے آسمان پر سلطنت ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی اور مجھے خدا نے اطلاع دی ہے کہ آخر بڑے بڑے مفسد اور سرکش تجھے شناخت کر لیں گے۔

جیسا کہ فرماتا ہے۔ يَخْرُونِ عَلَى الْاَذْقَانِ سُجَّدًا. رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا اِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ. لا

تشریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وهو ارحم الراحمین☆۔ اور میں نے کشفی طور پر

☆ ترجمہ۔ ٹھوڑیوں پر سجدہ کرتے ہوئے گریں گے یہ کہتے ہوئے کہ خدایا ہم خطا کار تھے ہم نے گناہ کیا۔ ہمارے گناہ بخش۔ پس خدا فرمائے گا کہ تم پر کوئی سرزنش نہیں کیونکہ تم ایمان لے آئے خدا تمہارے گناہ بخش دے گا کہ وہ ارحم الراحمین ہے۔ اس جگہ بھی خدا نے لا تشریب کے لفظ کے ساتھ مجھے یوسف ہی قرار دیا۔ منہ

دیکھا کہ زمین نے مجھ سے کلام کیا اور کہا یا ولی اللہ کُنْتُ لَا أَعْرِفُكَ۔ یعنی اے ولی اللہ میں اس سے پہلے تجھ کو نہیں پہچانتی تھی۔ زمین سے مراد اس جگہ اہل زمین ہیں۔ مبارک وہ جو دہشت ناک دن سے پہلے مجھ کو قبول کرے کیونکہ وہ امن میں آئے گا۔ لیکن جو شخص زبردست نشانوں کے بعد مجھے قبول کرے اُس کا ایمان رتی بھی قیمت نہیں رکھتا۔

انکوں ہزار عُذْر بیارے گناہ را مرشوائے کردہ را نبود زیب دخترے

پھر اور پیشگوئیاں ہیں جو مذکورہ بالا پیشگوئیوں کی تائید میں براہین احمدیہ میں مندرج ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هُوَ شَعْنَا نَعْسَا۔ آئِي لُوِيُوْءٌ۔ آئِي شَيْلِ رِغُوِيُوْءِ لَارِجِ پارٹی اوف اسلام۔ ثَلَاةٌ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثَلَاةٌ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ۔ میں اپنی چوکار دکھاؤں گا اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا الْفِتْنَةَ هَلْهِنَا فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اَوْلُو الْعِزْمِ۔ يَا دَاوُدَ عَامِلٌ بِالنَّاسِ رَفِقًا وَاِحْسَانًا وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ اَشْكُرُ نِعْمَتِي رَيْتَ خَدِيْجَتِيْ۔ اَنْكَ الْيَوْمَ لَذُوْحَطٍّ عَظِيْمٍ۔ مَا وَدَّعَكَ رَبِّكَ وَمَا قَلِيْ۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ اَلَمْ نَجْعَلْ لَكَ سَهْوَةً فِىْ كُلِّ اَمْرٍ۔ بَيْتَ الْفِكْرِ وَبَيْتَ الْمَذْكَرِ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا۔ مَبَارَكَ وَ مَبَارَكَ وَ كُلِّ اَمْرٍ مَبَارَكَ يَجْعَلُ فِيْهِ۔ يَرِيْدُوْنَ اَنْ يَطْفُئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ قُلْ اللّٰهُ حَافِظُهُ۔ عِنَايَةُ اللّٰهِ حَافِظُكَ۔ نَحْنُ نَزَّلْنَاهُ وَاِنَّا لِهٰفِظُوْنَ۔ اللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔ وَيُخَوِّفُوْنَكَ مِنْ دُوْنِهِ اٰثْمَةَ الْكُفْرِ۔ لَا تَخَفْ اَنْكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى۔ يَنْصُرُكَ اللّٰهُ فِىْ مَوٰطِنٍ۔ كَتَبَ اللّٰهُ لِاَغْلِبِنَا اَنَا وَرَسُلِيْ۔ اَعْمَلْ مَا شِئْتَ فَاِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَكَ۔ اَنْتَ مَنِيْ بِمَنْزِلَةِ لَا يَعْلَمُهَا الْخَلْقُ۔ وَقَالُوْا اِنْ هُوَ اِلَّا افْكٌ اَفْتَرٰى۔ وَمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِىْ اٰبَانَا الْاَوَّلِيْنَ۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ وَ

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ . اجْتَبَيْنَاهُمْ وَاصْطَفَيْنَاهُمْ كَذَلِكَ لِيَكُونَ آيَةً
 لِلْمُؤْمِنِينَ . ام حسبتم انّ اصحاب الكهف والرقيم كانوا من آياتنا عجبا . قل
 هو اللّٰه عجيب . كلّ يوم هو في شان ففهمناها سليمان . ووجدوا بها
 واستيقنتها انفسهم ظلما وعلوا . قل جاءكم نور من اللّٰه فلا تكفروا ان كنتم
 مؤمنين . سلام على ابراهيم . صافيناه ونجيناها من الغم . تفرّدنا بذلك .
 فاتخذوا من مقام ابراهيم مُصلّى . (دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۶ سے صفحہ ۵۶۱ تک)
 ترجمہ۔ اے خدا میں دعا کرتا ہوں کہ مجھے نجات بخش اور مشکلات سے رہائی فرما۔ ہم نے
 نجات دے دی۔ یہ دونوں فقرے عبرانی زبان میں ہیں اور یہ ایک پیشگوئی ہے جو دعا کی
 صورت میں کی گئی اور پھر دعا کا قبول ہونا ظاہر کیا گیا اور اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جو
 موجودہ مشکلات ہیں یعنی تنہائی بیکسی ناداری کسی آئندہ زمانہ میں وہ دور کر دی جائیں گی۔
 چنانچہ پچیس^{۲۵} برس کے بعد یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور اس زمانہ میں ان مشکلات کا نام و نشان نہ
 رہا۔ اور پھر دوسری پیشگوئی انگریزی زبان میں ہے اور میں اس زبان سے واقف نہیں۔ یہ بھی
 ایک معجزہ ہے جو اس زبان میں وحی الہی نازل ہوئی۔ ترجمہ یہ ہے کہ میں تم سے محبت کرتا
 ہوں۔ میں تمہیں ایک بڑا گروہ اسلام کا دوں گا۔ ایک گروہ تو ان میں سے پہلے مسلمانوں میں
 سے ہوگا اور دوسرا گروہ ان لوگوں میں سے ہوگا جو دوسری قوموں میں سے ہوں گے یعنی
 ہندوؤں میں سے یا یورپ کے عیسائیوں میں سے یا امریکہ کے عیسائیوں میں سے یا کسی
 اور قوم میں سے چنانچہ ہندو مذہب کے گروہ میں سے بہت سے لوگ مشرف باسلام ہو کر

☆ ترجمہ: یعنی سچی اور صافی اور کامل محبت جو ہم کو اس بندہ سے ہے دوسروں کو نہیں ہم اس امر میں
 متفرّد ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ محبت بقدر معرفت ہوتی ہے۔ منہ

ہمارے سلسلہ میں داخل ہو گئے ہیں جن میں سے ایک شیخ عبدالرحیم ہیں جو اسی جگہ قادیان میں مقیم ہیں جنہوں نے عربی کی کتابیں بھی پڑھ لی ہیں اور قرآن شریف اور کتب درسیہ حدیث وغیرہ کو پڑھ لیا ہے اور عربی میں خوب مہارت پیدا کر لی ہے۔ دوسرے شیخ فضل حق جو اس ضلع کے رئیس ہیں اور اُن کا باپ جاگیر دار ہے۔ تیسرے شیخ عبداللہ (دیوان چند) جو ساہا سال سے ڈاکٹری میں تجربہ رکھتے ہیں اور اس جگہ قادیان میں وہی کام کرتے ہیں۔ اور اس سلسلہ کے لئے اسی کام پر قادیان میں مامور ہیں اسی طرح اور کئی ہیں جو اپنے اپنے وطنوں میں جاگزیں ہیں۔ ایسا ہی یورپ یا امریکہ کے قدیم عیسائیوں میں بھی تھوڑے عرصہ سے ہمارے سلسلہ کا رواج ہوتا جاتا ہے چنانچہ حال میں ہی ایک معزز انگریز شہر نیویارک کا رہنے والا جو ملک یونائیٹڈ اسٹیٹ امریکہ میں ہے جس کا پہلا نام ہے ایف ایل اینڈرسن نمبر ۲۰۲-۲۰۰ اور تھسٹریٹ۔ اور بعد اسلام اس کا نام حسن رکھا گیا ہے وہ ہماری جماعت یعنی سلسلہ احمدیہ میں داخل ہے اور اُس نے اپنے ہاتھ سے چٹھی لکھ کر اپنا نام اس جماعت میں درج کرایا ہے اور ہماری کتابیں جو انگریزی میں ترجمہ شدہ ہیں پڑھتا ہے قرآن شریف کو عربی میں پڑھ لیتا ہے اور لکھ بھی سکتا ہے ایسا ہی اور کئی انگریز ان ملکوں میں اس سلسلہ کے شاخوآن ہیں اور اپنی موافقت اس سے ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر بیکر جن کا نام ہے۔ اے جارج بیکر نمبر ۴۰۴ سیس کوئی ہینا یونیورسٹی ڈلفیا امریکہ۔ میگزین ریویو آف ریلیجنس میں میرا نام اور تذکرہ پڑھ کر اپنی چٹھی میں یہ الفاظ لکھتے ہیں ”مجھے آپ کے امام کے خیالات کے ساتھ بالکل اتفاق ہے انہوں نے اسلام کو ٹھیک اُس شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے جس شکل میں حضرت نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا“ اور ایک عورت امریکہ سے میری نسبت اپنے خط میں لکھتی ہے کہ ”میں ہر وقت ان کی تصویر کو دیکھتی رہنا پسند کرتی ہوں۔ یہ تصویر بالکل مسیح کی تصویر معلوم ہوتی ہے“ اور اسی طرح ہمارے ایک دوست کی بیوی جس کا پہلا نام ایلزی تھ

تھا جو انگلینڈ کی باشندہ ہے اس جماعت میں داخل ہو چکی ہے۔ اسی طرح اور کئی خط امریکہ انگلینڈ روس وغیرہ ممالک سے متواتر آرہے ہیں اور وہ تمام خطوط متعصب منکروں کے منہ بند کرنے کے لئے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ ایک بھی ضائع نہیں کیا گیا اور دن بدن ان ممالک میں ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنے کیلئے قدرتی طور پر ایک جوش پیدا ہو رہا ہے اور تعجب ہے کہ وہ خود بخود ہمارے سلسلہ سے مطلع ہوتے جاتے ہیں اور خدائے کریم و رحیم و حکیم ان کے دلوں میں ایک انس اور محبت اور حسن ظن پیدا کرتا جاتا ہے اور صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ یورپ اور امریکہ کے لوگ ہمارے سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے طیاری کر رہے ہیں اور وہ اس سلسلہ کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جیسا کہ ایک سخت پیاسا یا سخت بھوکا جوشدت بھوک اور پیاس سے مرنے پر ہو اور یک دفعہ اُس کو پانی اور کھانا مل جائے۔ اسی طرح وہ اس سلسلہ کے ظہور سے خوشی ظاہر کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں اسلام کی شکل کو تفریط اور افراط کے سیلاب نے بگاڑ دیا تھا ایک فرقہ جو محض زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتا ہے وہ قطعاً اسلامی برکات سے منکر ہو چکا تھا اور معجزات اور پیشگوئیوں سے نہ صرف انکار بلکہ دن رات ٹھٹھا اور ہنسی کرتا تھا اور معاد کے واقعات کی اصل حقیقت نہ سمجھ کر اس سے بھی تمسخر اور انکار سے پیش آتا تھا اور عبادات اسلامیہ سے جن سے روحانیت کے دروازے کھلتے ہیں سبکدوش ہونا چاہتا تھا غرض دہریت سے بہت قریب جا رہا تھا اور صرف نام کا مسلمان تھا۔ اور وہ امر جو اسلام اور دوسرے مذاہب میں ایسا ماہ الامتیاز ہے جو کوئی شخص اپنی طاقت سے اپنے مذہب میں وہ حصہ امتیازی نشان کا داخل کر ہی نہیں سکتا اُس سے وہ بالکل بے خبر تھا۔ یہ تو تفریط والوں کا حال تھا اور دوسرے فریق نے افراط کی راہ اختیار کر لی تھی یعنی ایسے بے اصل قصے اور بیہودہ کہانیاں جو کتاب اللہ کے برخلاف ہیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا

میں آنا اپنے مذہب کا جزو بنا دیا تھا حالانکہ خدا تعالیٰ صریح الفاظ سے قرآن شریف میں اُن کی وفات ظاہر کرتا ہے اور احادیث نبویہ میں صراحت سے لکھا گیا ہے کہ آنے والا مسیح اسی اُمت میں سے ہوگا۔ جیسا کہ موسیٰ کے سلسلہ کا مسیح اُسی قوم میں سے تھا نہ کہ آسمان سے آیا تھا۔ پس اس تفریط اور افراط کو دور کرنے کیلئے خدا نے یہ سلسلہ زمین پر قائم کیا جو باعث اپنی سچائی اور خوبصورتی اور اعتدال کے ہر ایک اہل دل کو پسند آتا ہے۔ غرض یہ پیشگوئی کہ ایک گروہ پرانے مسلمانوں میں سے اس سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوگا اور ایک گروہ نئے مسلمانوں میں سے یعنی یورپ اور امریکہ اور دیگر کفار کی قوموں میں سے اس سلسلہ کے اندر اپنے تئیں لائے گا۔ پچیس برس بعد اُس زمانہ سے کہ جب خبر دی گئی پوری ہوئی۔ یاد رکھو کہ جیسا کہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں عربی زبان میں اس پیشگوئی کے یہ لفظ ہیں جو وحی الہی نے میرے پر ظاہر کئے جو براہین احمدیہ حصہ سابقہ میں آج سے پچیس برس پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ یعنی اس سلسلہ میں داخل ہونے والے دو فریق ہوں گے۔ ایک پرانے مسلمان جن کا نام اولین رکھا گیا جو اب تک تین لاکھ کے قریب اس سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور دوسرے نئے مسلمان جو دوسری قوموں میں سے اسلام میں داخل ہوں گے یعنی ہندوؤں اور سکھوں اور یورپ اور امریکہ کے عیسائیوں میں سے۔ اور وہ بھی ایک گروہ اس سلسلہ میں داخل ہو چکا ہے اور ہوتے جاتے ہیں۔ اسی زمانہ کے بارے میں جو میرا زمانہ ہے خدا تعالیٰ قرآن شریف میں خبر دیتا ہے جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ آخری دنوں میں طرح طرح کے مذاہب پیدا ہو جائیں گے اور ایک مذہب دوسرے مذہب پر حملہ کرے گا جیسا کہ ایک موج دوسری موج پر پڑتی ہے یعنی تعصب بہت بڑھ جائے گا اور لوگ طلب حق کو چھوڑ کر خواہ نہ خواہ اپنے مذاہب کی حمایت کریں گے۔ اور کینے اور تعصب ایسے حد اعتدال سے گذر جائیں گے کہ ایک قوم دوسری قوم کو نکل لینا چاہے گی تب انہیں دنوں میں آسمان سے ایک فرقہ کی بنیاد ڈالی جائے گی اور خدا اپنے منہ سے اُس فرقہ کی حمایت کے لئے

﴿۸۳﴾

ایک کمر ناء بجائے گا اور اس کمر ناء کی آواز سے ہر ایک سعید اس فرقہ کی طرف کھچا آئے گا۔ بجز ان لوگوں کے جو شقی ازلی ہیں جو دوزخ کے بھرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ قرآن شریف کے اس میں الفاظ یہ ہیں وَ نَفَخَ فِي الصُّورِ فَمَجَمَّعَهُمْ جَمْعًا۔ اور یہ بات کہ وہ نَفَخَ کیا ہوگا۔ اور اس کی کیفیت کیا ہوگی اس کی تفصیل وَقَاتُوا قَاتًا خود ظاہر ہوتی جائے گی۔ مجملًا صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ استعدادوں کو جنبش دینے کے لئے کچھ آسمانی کارروائی ظہور میں آئے گی اور ہولناک نشان ظاہر ہوں گے تب سعید لوگ جاگ اٹھیں گے کہ یہ کیا ہوا چاہتا ہے کیا یہ وہی زمانہ نہیں جو قریب قیامت ہے جس کی نبیوں نے خبر دی ہے۔ اور کیا یہ وہی انسان نہیں جس کی نسبت اطلاع دی گئی تھی کہ اس امت میں سے وہ مسیح ہو کر آئے گا جو عیسیٰ بن مریم کہلائے گا تب جس کے دل میں ایک ذرا بھی سعادت اور رشد کا مادہ ہے خدا تعالیٰ کے غضبناک نشانوں کو دیکھ کر ڈرے گا اور طاقت بالا اس کو کھینچ کر حق کی طرف لے آئے گی اور اس کے تمام تعصب اور کینے یوں جل جائیں گے جیسا کہ ایک خشک تنکا بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑ کر بھسم ہو جاتا ہے غرض اس وقت ہر ایک رشید خدا کی آوازیں سن لے گا۔ اور اس کی طرف کھینچا جائے گا اور دیکھ لے گا کہ اب زمین اور آسمان دوسرے رنگ میں ہیں نہ وہ زمین ہے اور نہ وہ آسمان۔ جیسا کہ مجھے پہلے اس سے ایک کشفی رنگ میں دکھلایا گیا تھا کہ میں نے ایک نئی زمین اور نیا آسمان بنایا ایسا ہی عنقریب ہونے والا ہے اور کشفی رنگ میں یہ بنانا میری طرف منسوب کیا گیا کیونکہ خدا نے اس زمانہ کے لئے مجھے بھیجا ہے۔ لہذا اس نئے آسمان اور نئی زمین کا میں ہی موجب ہوا اور ایسے استعارات خدا کی کلام میں بہت ہیں لیکن اس جگہ شاید بعض نادانوں کو یہ اشکال پیش آوے کہ اگرچہ یہ تو صحیح مسلم اور بخاری میں آچکا ہے کہ آنے والا مسیح اسی امت میں سے ہوگا اور قرآن شریف میں بھی سورہ نور میں مِنْكُمْ كَالْفِظِ اس کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہر ایک خلیفہ اسی امت میں سے ہوگا اور آیت كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ بھی اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے جس سے ظاہر ہے کہ کوئی امر غیر معمولی نہیں ہوگا بلکہ جس طرح صدر زمانہ اسلام میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

مثیل موسیٰ ہیں جیسا کہ آیت کَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رُسُولاً سے ظاہر ہے ایسا ہی آخر زمانہ اسلام میں دونوں سلسلوں موسوی اور محمدی کا اول اور آخر میں تطابق پورا کرنے کیلئے مثیل عیسیٰ کی ضرورت تھی جس کی نسبت حدیث بخاری امامکم منکم اور حدیث مسلم امکم منکم وضاحت سے خبر دے رہی ہیں۔ مگر اسی امت میں سے عیسیٰ بننے والا ابن مریم کیونکر کہلا سکے وہ تو مریم کا بیٹا نہیں ہے حالانکہ حدیثوں میں ابن مریم کا لفظ آیا ہے۔ پس یاد رہے کہ یہ سوسہ جو نادانوں کے دلوں کو پکڑتا ہے قرآن شریف میں سورہ تحریم میں اس شبہ کا ازالہ کر دیا گیا ہے جیسا کہ سورہ تحریم میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے مشابہت دی گئی ہے اور پھر اس میں عیسیٰ کی روح کے نفع کا ذکر کیا گیا ہے جس میں صریح اشارہ کیا گیا ہے کہ اس امت میں سے کوئی فرد اول مریم کے درجہ پر ہوگا اور پھر اس مریم میں نفع روح کیا جائے گا تب وہ اس درجہ سے منتقل ہو کر ابن مریم کہلائے گا۔ اور اگر کوئی مجھ سے سوال کرے کہ اگر یہی سچ ہے تو پھر تمہارے الہامات میں بھی اس کی طرف کوئی اشارہ ہونا چاہئے تھا۔ اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ آج سے پچیس برس پہلے یہی تصریح میری کتاب براہین احمدیہ حصص سابقہ میں موجود ہے اور نہ صرف اشارہ بلکہ پوری وضاحت سے کتاب براہین احمدیہ حصص سابقہ میں ایک لطیف استعارہ کے رنگ میں مجھے ابن مریم ٹھہرایا گیا ہے چاہیے کہ اول وہ کتاب ہاتھ میں لے لو اور پھر دیکھو کہ اس کی اوائل میں اول میرا نام خدا تعالیٰ نے مریم رکھا ہے اور فرمایا ہے یا مریم اسکن انت و زوجک الجنة یعنی اے مریم تو اور تیری دوست جنت میں داخل ہو۔ پھر آگے چل کر کئی صفحوں کے بعد جو ایک مدت پیچھے لکھے گئے تھے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے یا مریم نفختُ فیک من لدنی روح الصدق یعنی اے مریم میں نے تجھ میں صدق کی روح پھونک دی۔ پس یہ روح پھونکنا گویا روحانی حمل تھا کیونکہ اس جگہ وہی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو مریم صدیقہ کی نسبت استعمال کئے گئے تھے جب مریم صدیقہ میں روح پھونکی گئی تھی تو اس کے یہی معنی تھے کہ اس کو حمل ہو گیا تھا جس حمل سے عیسیٰ پیدا ہوا۔ پس اس جگہ بھی اسی طرح فرمایا کہ تجھ میں روح پھونکی گئی گویا یہ ایک روحانی حمل تھا۔ پھر آگے چل کر آخر کتاب میں

مجھے عیسیٰ کر کے پکارا گیا۔ کیونکہ بعد نفع ربانی مریمی حالت عیسیٰ بننے کیلئے مستعد ہوئی جس کو استعارہ کے رنگ میں حمل قرار دیا گیا۔ پھر آخر اسی مریمی حالت سے عیسیٰ پیدا ہو گیا۔ اسی رمز کیلئے کتاب کے آخر میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا اور کتاب کے اوّل میں مریم نام رکھا گیا۔ اب شرم اور حیا اور انصاف اور تقویٰ کی آنکھ سے اوّل سورہ تحریم میں اس آیت پر غور کرو جس میں بعض افراد اس امت کو مریم سے نسبت دی گئی ہے اور پھر مریم میں نفع روح کا ذکر کیا گیا ہے جو اس حمل کی طرف اشارہ کرتا ہے جس سے عیسیٰ پیدا ہونے والا ہے۔ پھر بعد اس کے براہین احمدیہ حصہ سابقہ کے یہ تمام مقامات پڑھو اور خدا تعالیٰ سے ڈر کر خوف کرو کہ کس طرح اُس نے پہلے میرا نام مریم رکھا اور پھر مریم میں نفع روح کا ذکر کیا اور آخر کتاب میں اسی مریم کے روحانی حمل سے مجھے عیسیٰ بنا دیا۔ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو ہرگز انسان کی قدرت نہ تھی کہ دعوے سے ایک زمانہ دراز پہلے یہ لطیف معارف پیش بندی کے طور پر اپنی کتاب میں داخل کر دیتا۔ تم خود گواہ ہو کہ اُس وقت اور اُس زمانہ میں مجھے اس آیت پر اطلاع بھی نہ تھی کہ میں اس طرح پر عیسیٰ مسیح بنایا جاؤں گا بلکہ میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔ اور باوجود اس بات کے کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ حصہ سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیشگوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب تھیں وہ سب آیتیں میری طرف منسوب کر دیں اور یہ بھی فرمادیا کہ تمہارے آنے کی خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا اور براہین احمدیہ حصہ سابقہ میں میں نے وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا اور شائع کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ اور میری آنکھیں اُس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ بن مریم اسرائیلی توفوت ہو چکا ہے اور وہ واپس نہیں آئے گا اس زمانہ اور اس امت کے لئے تو ہی عیسیٰ بن مریم ہے۔ یہ میری غلط رائے جو براہین احمدیہ حصہ سابقہ میں درج ہو گئی یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک نشان تھا اور میری سادگی اور عدم بناوٹ پر گواہ تھا

مگر اب میں اس سخت دل قوم کا کیا علاج کروں کہ نہ قسم کو مانتے ہیں نہ نشانوں پر ایمان لاتے ہیں اور نہ خدا تعالیٰ کی ہدایتوں پر غور کرتے ہیں۔ آسمان نے بھی نشان دکھلائے اور زمین نے بھی۔ مگر ان کی آنکھیں بند ہیں اب نہ معلوم خدا انہیں کیا دکھلائے گا۔

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ ہی نہیں رکھا بلکہ ابتدا سے انتہا تک جس قدر انبیاء علیہم السلام کے نام تھے وہ سب میرے نام رکھ دیئے ہیں۔ چنانچہ براہین احمدیہ حصہ سابقہ میں میرا نام آدم رکھا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنَّا جَاعِلٌ لِّاٰدَمَ خٰلِیْفًا فَاذْبُرُوْا لَیْلًا مِّنْ لَّیْلِہٖ سَابِقًا لِّہٖ اَنْ یَّخْلُقَ فَاخْلُقْ اٰدَمَ دِکْہُوْرًا بِرٰہِیْنِ اِحْمَدِیْہٖ حَصْحَصَ سَابِقًا صَفْحَہٖ ۵۰۴۔ دونوں فقروں کے معنی یہ ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ اپنا خلیفہ بناؤں سو میں نے آدم کو پیدا کیا یعنی اس عاجز کو۔ پھر فرمایا پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو ایک ہی رات میں تمام سیر کرا دیا۔ پیدا کیا اس آدم کو۔ پھر اس کو بزرگی دی۔ ایک ہی رات میں سیر کرانے سے مقصد یہ ہے کہ اس کی تمام تکمیل ایک ہی رات میں کر دی اور صرف چار پہر میں اس کے سلوک کو کمال تک پہنچایا اور خدا نے جو میرا نام آدم رکھا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں عام طور پر بنی آدم کی روحانیت پر موت آگئی تھی پس خدا نے نئی زندگی کے سلسلہ کا مجھے آدم ٹھہرایا اور اس مختصر فقرہ میں یہ پیشگوئی پوشیدہ ہے کہ جیسا کہ آدم کی نسل تمام دنیا میں پھیل گئی ایسا ہی میری یہ روحانی نسل اور نیز ظاہری نسل بھی تمام دنیا میں پھیلے گی۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ فرشتوں نے آدم کے خلیفہ بنانے پر اعتراض کیا اور خدا تعالیٰ نے اس اعتراض کو رد کر کے کہا کہ آدم کے حالات جو مجھے معلوم ہیں وہ تمہیں معلوم نہیں یہی واقعہ میرے پر صادق آتا ہے کیونکہ براہین احمدیہ کے حصہ سابقہ میں یہ وحی الہی درج ہے کہ لوگ میری نسبت ایسے ہی اعتراض کریں گے جیسے کہ آدم علیہ السلام پر کئے گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنْ یَّتَّخِذُوْنَکَ اِلٰہَازٍ وَّاٰہُذًا الَّذِیْ یُبْعَثُ اللّٰہُ جَاہِلًا وَّ مُجَنَّبًا۔

یعنی تجھے لوگ ہنسی کی جگہ بنا لیں گے اور کہیں گے کہ کیا یہی شخص خدا نے مبعوث فرمایا ہے

یہ تو جاہل ہے یا دیوانہ ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ انہیں حصص براہین احمدیہ میں فرماتا ہے۔
 اَنْتَ مَنَّیْ بِمَنْزِلَةٍ لَا یَعْلَمُهَا الْخَلْقُ - یعنی تیرا میرے نزدیک وہ مقام ہے جس کو دنیا
 نہیں جانتی۔ یہ جواب اسی قسم کا ہے جیسا کہ آدم کی نسبت قرآن شریف میں ہے۔ قَالَ
 اِنَّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ^۱ بلکہ یہی آیتیں بعینہم اگرچہ براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں
 نہیں مگر دوسری کتابوں میں میری نسبت بھی وحی الہی ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ تیسری آدم سے
 مجھے یہ بھی مناسبت ہے کہ آدم توام کے طور پر پیدا ہوا اور میں بھی توام پیدا ہوا۔ پہلے لڑکی پیدا
 ہوئی بعدہ میں۔ اور بایں ہمہ میں اپنے والد کیلئے خاتم الولد تھا۔ میرے بعد کوئی بچہ پیدا نہیں
 ہوا۔ اور میں جمعہ کے روز پیدا ہوا تھا اور آدم کا حواسے پہلے پیدا ہونا اس بات کی طرف اشارہ
 تھا کہ وہ سلسلہ دنیا کا مبداء ہے۔ اور میرا اپنی توام ہمیشہ سے بعد میں پیدا ہونا اس بات کی
 طرف اشارہ تھا کہ میں دنیا کے سلسلہ کے خاتمہ پر آیا ہوں۔ چنانچہ چھٹے ہزار کے آخر میں
 میری پیدائش ہے اور قمری حساب کی رو سے اب ساتواں ہزار جاتا ہے۔

اسی طرح براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں خدا تعالیٰ نے میرا نام نوح بھی رکھا ہے اور
 میری نسبت فرمایا ہے۔ وَلَا تَخَاطَبُنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّہُمْ مُّعْرِضُوْنَ - یعنی میری
 آنکھوں کے سامنے کشتی بنا اور ظالموں کی شفاعت کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کر کہ
 میں ان کو غرق کروں گا۔ خدا نے نوح کے زمانہ میں ظالموں کو قریباً ایک ہزار سال تک مہلت
 دی تھی اور اب بھی خیر القرون کی تین صدیوں کو علیحدہ رکھ کر ہزار برس ہی ہو جاتا ہے۔ اس
 حساب سے اب یہ زمانہ اُس وقت پر آ پہنچتا ہے جبکہ نوح کی قوم عذاب سے ہلاک کی گئی تھی
 اور خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا۔ اصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعِیْنِنَا وَوَحِیْنَا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَبِیْعُوْنَکَ اِنَّمَا
 یَبِیْعُوْنَ اللّٰہَ یَدِ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمُ - یعنی میری آنکھوں کے روبرو اور میرے حکم سے کشتی بنا۔
 وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ نہ تجھ سے بلکہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ
 ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ یہی بیعت کی کشتی ہے جو انسانوں کی جان اور ایمان بچانے

کے لئے ہے۔ لیکن بیعت سے مراد وہ بیعت نہیں جو صرف زبان سے ہوتی ہے اور دل اس سے غافل بلکہ روگردان ہے۔ بیعت کے معنی بیچ دینے کے ہیں۔ پس جو شخص درحقیقت اپنی جان اور مال اور آبرو کو اس راہ میں بیچتا نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ خدا کے نزدیک بیعت میں داخل نہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ظاہری بیعت کرنے والے بہت ایسے ہیں کہ نیک ظنی کا مادہ بھی ہنوز ان میں کامل نہیں اور ایک کمزور بچہ کی طرح ہر ایک اہتلا کے وقت ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اور بعض بد قسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتا مردار کی طرف۔ پس میں کیونکر کہوں کہ وہ حقیقی طور پر بیعت میں داخل ہیں مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے مگر اذن نہیں دیا جاتا کہ ان کو مطلع کروں۔ کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے۔ پس مقام خوف ہے۔

اسی طرح براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام ابراہیم بھی رکھا گیا ہے جیسا کہ فرمایا۔ سلام علیک یا ابراہیم (دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۸) یعنی اے ابراہیم تجھ پر سلام۔ ابراہیم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بہت برکتیں دی تھیں اور وہ ہمیشہ دشمنوں کے حملوں سے سلامت رہا۔ پس میرا نام ابراہیم رکھ کر خدا تعالیٰ یہ اشارہ کرتا ہے کہ ایسا ہی اس ابراہیم کو برکتیں دی جائیں گی اور مخالف اس کو کچھ ضرر نہیں پہنچائیں گے۔ جیسا کہ اسی براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں اللہ تعالیٰ مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے سورکت یا احمد و کان ما بارک اللہ فیک حقاً فیک یعنی اے احمد تجھے مبارک کیا گیا اور یہ تیرا ہی حق تھا۔ اور انہیں حصص سابقہ براہین احمدیہ میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ میں تجھے اس قدر برکت دوں گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اور جس طرح ابراہیم سے خدا نے خاندان شروع کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میری نسبت فرماتا ہے۔ سبحان اللہ زاد مجدک ینقطع ابا و ک و یبدء منک۔ یعنی خدا پاک ہے جس نے تیری بزرگی کو

زیادہ کیا۔ وہ تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع کر دے گا اور ابتداء خاندان کا تجھ سے کرے گا۔ اور ابراہیم سے خدا کی محبت ایسی صاف تھی جو اُس نے اس کی حفاظت کے لئے بڑے بڑے کام دکھلائے اور غم کے وقت اُس نے ابراہیم کو خود تسلی دی۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام ابراہیم رکھ کر فرماتا ہے۔ سلام علی ابراہیم صافیناہ و نجیناہ من الغمّ تفرّدنا بذالک صفحہ ۵۶۔ یعنی اس ابراہیم پر سلام۔ ہماری اس سے محبت صافی ہے جس میں کوئی کدورت نہیں اور ہم اس کو غم سے نجات دیں گے۔ یہ محبت ہم سے ہی مخصوص ہے کوئی دوسرا اس کا ایسا محبت نہیں۔ اور پھر ایک اور جگہ براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام ابراہیم رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ یا ابراہیم اعرض عن هذا انه عمل غیر صالح۔ انما انت مذکور وما انت علیہم بمصیطر۔ صفحہ ۵۱۰۔ یعنی اے ابراہیم اس شخص سے الگ ہو جا یہ اچھا آدمی نہیں ہے اور تیرا کام یاد دلانا ہے تو ان پر داروغہ تو نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بعض اپنی قوم کے لوگوں سے اور قریب رشتوں سے قطع تعلق کرنا پڑا تھا پس میری نسبت یہ پیشگوئی تھی کہ تمہیں بھی بعض قوم کے قریب لوگوں سے قطع تعلق کرنا پڑے گا چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ پھر ایک اور جگہ براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام ابراہیم رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے و نظرنا الیک وقلنا یا نار کونی برداً و سلاماً علی ابراہیم۔ دیکھو صفحہ ۲۴۰۔ یعنی ہم نے اس ابراہیم کی طرف نظر کی اور کہا کہ اے آگ ابراہیم کیلئے ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا۔ یہ آئندہ زمانہ کے لئے ایک پیشگوئی ہے۔ اور جہاں تک اس وقت میرا خیال ہے یہ ان خوفناک مقدمات کیلئے بشارت ہے جن میں جان اور عزت کے تلف ہونے کا اندیشہ تھا جیسا کہ ڈاکٹر مارٹن کلارک کا میرے پر استغاثہ اقدام قتل اور کرم دین کا مقدمہ اور آگ سے مراد اس جگہ وہ آگ ہے جو حکام کے غضب اور اشتعال سے پیدا ہوتی ہے اور حاصل مطلب یہ ہے کہ ہم غضب اور اشتعال کی آگ کو ٹھنڈی کر دیں گے اور سلامتی سے مخلصی ہوگی۔ اور اسی طرح براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام یوسف بھی رکھا گیا ہے۔ اور

مشابہت کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ ایسا ہی براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام موسیٰ رکھا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تَلَطَّفَ بِالنَّاسِ وَتَرَخَّمَ عَلَيْهِمْ اَنْتَ فَيَهْمُ بِمَنْزِلَةِ مُوسَىٰ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا يَقُولُوْنَ (دیکھو صفحہ ۵۰۸ براہین احمدیہ حصص سابقہ) یعنی لوگوں سے لطف اور مدارات سے پیش آ۔ تو اُن میں موسیٰ کی طرح ہے اور اُن کی دلازار باتوں پر صبر کرتا رہ۔ یعنی موسیٰ بڑا حلیم تھا اور ہمیشہ بنی اسرائیل آئے دن مرتد ہوتے تھے اور موسیٰ پر حملے کرتے اور بعض اوقات کئی بیہودہ الزام اس پر لگاتے تھے مگر موسیٰ ہمیشہ صبر کرتا تھا اور ان کا شفیق تھا۔ موسیٰ ان کو ایک جلتے ہوئے تنور سے نکال لایا اور فرعون کے ہاتھ سے نجات دی اور موسیٰ نے فرعون کے سامنے بڑے بڑے ہولناک معجزے دکھائے۔ پس اس نام کے رکھنے میں یہ پیشگوئی بھی ہے کہ ایسا ہی اس جگہ بھی ہوگا۔ اسی طرح خدا نے براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام داؤد بھی رکھا جس کی تفصیل عنقریب اپنے موقع پر آئے گی۔ ایسا ہی براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں خدا تعالیٰ نے میرا نام سلیمان بھی رکھا اور اسکی تفصیل بھی عنقریب آئے گی۔ ایسا ہی براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں خدا تعالیٰ نے میرا نام احمد اور محمد بھی رکھا اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم نبوت ہیں ویسا ہی یہ عاجز خاتم ولایت ہے۔ اور بعد اس کے میری نسبت براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں یہ بھی فرمایا۔ جَرَى اللّٰهُ فِی حُلُلِ الْاَنْبِیَاءِ یعنی رسول خدا تمام گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے پیرانیوں میں، اس وحی الہی کا مطلب یہ ہے کہ آدم سے لے کر اخیر تک جس قدر انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں آئے ہیں خواہ وہ اسرائیلی ہیں یا غیر اسرائیلی ان سب کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے اس عاجز کو کچھ حصہ دیا گیا ہے اور ایک بھی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے خواص یا واقعات میں سے اس عاجز کو حصہ نہیں دیا گیا۔ ہر ایک نبی کی فطرت کا نقش میری فطرت میں ہے اسی پر خدا نے مجھے اطلاع دی اور اس میں یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے جانی دشمن

اور سخت مخالف جو عناد میں حد سے بڑھ گئے تھے جن کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کیا گیا اس زمانہ کے اکثر لوگ بھی اُن سے مشابہ ہیں اگر وہ توبہ نہ کریں۔ غرض اس وحی الہی میں یہ جتلانا منظور ہے کہ یہ زمانہ جامع کمالاتِ اخیار و کمالاتِ اشرار ہے اور اگر خدا تعالیٰ رحم نہ کرے تو اس زمانہ کے شریر تمام گذشتہ عذابوں کے مستحق ہیں یعنی اس زمانہ میں تمام گذشتہ عذاب جمع ہو سکتے ہیں اور جیسا کہ پہلی امتوں میں کوئی قوم طاعون سے مری کوئی قوم صاعقہ سے اور کوئی قوم زلزلہ سے اور کوئی قوم پانی کے طوفان سے اور کوئی قوم آندھی کے طوفان سے اور کوئی قوم حسف سے۔ اسی طرح اس زمانہ کے لوگوں کو ایسے عذابوں سے ڈرنا چاہیے اگر وہ اپنی اصلاح نہ کریں کیونکہ اکثر لوگوں میں یہ تمام مواد موجود ہیں محض حلم الہی نے مہلت دے رکھی ہے۔ اور یہ فقرہ کہ جبری اللہ فی حُللِ الانبیاء بہت تفصیل کے لائق ہے جس کا یہ پنجم حصہ براہین متحمل نہیں ہو سکتا صرف اس قدر اجمالاً کافی ہے کہ ہر ایک گذشتہ نبی کی عادت اور خاصیت اور واقعات میں سے کچھ مجھ میں ہے اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے گذشتہ نبیوں کے ساتھ رنگارنگ طریقوں میں نصرت اور تائید کے معاملات کئے ہیں اُن معاملات کی نظیر بھی میرے ساتھ ظاہر کی گئی ہے اور کی جائے گی اور یہ امر صرف اسرائیلی نبیوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ گل دنیا میں جو نبی گذرے ہیں ان کی مثالیں اور ان کے واقعات میرے ساتھ اور میرے اندر موجود ہیں۔ اور ہندوؤں میں جو ایک نبی گذرا ہے جس کا نام کرشن تھا وہ بھی اس میں داخل ہے افسوس کہ جیسے داؤد نبی پر شریر لوگوں نے فسق و فجور کی تہمتیں لگائیں ایسی ہی تہمتیں کرشن پر بھی لگائی گئی ہیں اور جیسا کہ داؤد خدا تعالیٰ کا پہلوان اور بڑا بہادر تھا اور خدا اس سے پیار کرتا تھا ویسا ہی آریہ ورت میں کرشن تھا۔ پس یہ کہنا درست ہے کہ آریہ ورت کا داؤد کرشن ہی تھا اور اسرائیلی نبیوں کا کرشن داؤد ہی تھا اور یہ بالکل صحیح ہے کہ ہم کہیں کہ داؤد کرشن تھا یا کرشن داؤد تھا۔ کیونکہ زمانہ اپنے اندر ایک گردشِ دوری رکھتا ہے۔ اور نیک ہوں یا بد ہوں بار بار دنیا میں ان کے امثال پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راستباز مقدس نبی گذر چکے ہیں ایک ہی شخص کے

وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جائیں سو وہ میں ہوں۔ اسی طرح اس زمانہ میں تمام بدوں کے نمونے بھی ظاہر ہوئے فرعون ہو یا وہ یہود ہوں جنہوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا یا ابو جہل ہو سب کی مثالیں اس وقت موجود ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یا جوج ماجوج کے ذکر کے وقت اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

اسی طرح خدا تعالیٰ نے میرا نام ذوالقرنین بھی رکھا کیونکہ خدا تعالیٰ کی میری نسبت یہ وحی مقدّس کہ جوری اللہ فی حُلَلِ الانبیاء۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ خدا کا رسول تمام نبیوں کے پیرائیوں میں یہ چاہتی ہے کہ مجھ میں ذوالقرنین کے بھی صفات ہوں کیونکہ سورہ کہف سے ثابت ہے کہ ذوالقرنین بھی صاحب وحی تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس کی نسبت فرمایا ہے قُلْنَا يَا ذَا الْقُرْنَيْنِ اِطِيعِ اٰمْرَ رَبِّكَ وَارْتَقِ الصَّخْرَةَ نَحْنُ عِندَ الصَّخْرَةِ بِرُؤُوسِنَا فَاِذَا الْوَادِي جَارٍ فَاْتِ بِالسَّيِّدَةِ الْمَرْكُوبَةِ اِنَّكَ اَنْتَ الْبَارِقِیْنَ۔ پس اس وحی الہی کی رو سے کہ جوری اللہ فی حُلَلِ الانبیاء۔ اس اُمت کے لئے ذوالقرنین میں ہوں۔ اور قرآن شریف میں مثالی طور پر میری نسبت پیشگوئی موجود ہے مگر اُن کے لئے جو فراست رکھتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ذوالقرنین وہ ہوتا ہے جو دو صدیوں کو پانے والا ہو۔ اور میری نسبت یہ عجیب بات ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں نے جس قدر اپنے اپنے طور پر صدیوں کی تقسیم کر رکھی ہے ان تمام تقسیموں کے لحاظ سے جب دیکھا جائے تو ظاہر ہوگا کہ میں نے ہر ایک قوم کی دو صدیوں کو پالیا ہے۔ میری عمر اس وقت تخمیناً ۶۷ سال ہے پس ظاہر ہے کہ اس حساب سے جیسا کہ میں نے دو ہجری صدیوں کو پالیا ہے۔ ایسا ہی دو عیسائی صدیوں کو بھی پالیا ہے اور ایسا ہی دو ہندی صدیوں کو بھی جن کا سن بکرماجیت سے شروع ہوتا ہے اور میں نے جہاں تک ممکن تھا قدیم زمانہ کے تمام ممالک شرقی اور غربی کی مقرر شدہ صدیوں کا ملاحظہ کیا ہے کوئی قوم ایسی نہیں جس کی مقرر کردہ صدیوں میں سے دو صدئیں میں نے نہ پائی ہوں۔ اور بعض احادیث میں بھی آچکا ہے کہ آنے والے مسیح کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ وہ ذوالقرنین ہوگا۔ غرض بموجب نص وحی الہی کے میں

ذوالقرنین ہوں اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کی ان آیتوں کی نسبت جو سورہ کہف میں ذوالقرنین کے قصہ کے بارے میں ہیں میرے پر پیشگوئی کے رنگ میں معنی کھولے ہیں۔ میں ذیل میں ان کو بیان کرتا ہوں مگر یاد رہے کہ پہلے معنوں سے انکار نہیں ہے وہ گذشتہ سے متعلق ہیں اور یہ آئندہ کے متعلق۔ اور قرآن شریف صرف قصہ گو کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کے ہر ایک قصہ کے نیچے ایک پیشگوئی ہے۔ اور ذوالقرنین کا قصہ مسیح موعود کے زمانہ کیلئے ایک پیشگوئی اپنے اندر رکھتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف کی عبارت یہ ہے

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ ذِي الْقُرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُوا عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا ^۱ یعنی یہ لوگ تجھ سے ذوالقرنین کا حال دریافت کرتے ہیں۔ ان کو کہو کہ میں ابھی تھوڑا سا تذکرہ ذوالقرنین کا تم کو سناؤں گا اور پھر بعد اس کے فرمایا۔ اِنَّا مَكِّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ^۲ یعنی ہم اس کو یعنی مسیح موعود کو جو ذوالقرنین بھی کہلائے گا روئے زمین پر ایسا مستحکم کریں گے کہ کوئی اس کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ اور ہم ہر طرح سے ساز و سامان اس کو دے دیں گے۔ اور اُس کی کارروائیوں کو سہل اور آسان کر دیں گے۔ یاد رہے کہ یہ وحی براہین احمدیہ حصہ سابقہ میں بھی میری نسبت ہوئی ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے الم نجعل لك سهوله ^۳ فی كل امرٍ یعنی کیا ہم نے ہر ایک امر میں تیرے لئے آسانی نہیں کر دی۔ یعنی کیا ہم نے تمام وہ سامان تیرے لئے میسر نہیں کر دیئے جو تبلیغ اور اشاعت حق کے لئے ضروری تھے۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ اس نے میرے لئے وہ سامان تبلیغ اور اشاعت حق کے میسر کر دیئے جو کسی نبی کے وقت میں موجود نہ تھے۔ تمام قوموں کی آمد و رفت کی راہیں کھولی گئیں۔ طے مسافرت کے لئے وہ آسانیاں کر دی گئیں کہ برسوں کی راہیں دنوں میں طے ہونے لگیں اور خبر رسانی کے وہ ذریعے

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ذوالقرنین کا ذکر صرف گزشتہ زمانہ سے وابستہ نہیں بلکہ آئندہ زمانہ میں بھی ایک ذوالقرنین آنے والا ہے اور گزشتہ کا ذکر تو ایک تھوڑی سی بات ہے۔ منہ

پیدا ہوئے کہ ہزاروں کوس کی خبریں چند منٹوں میں آنے لگیں۔ ہر ایک قوم کی وہ کتابیں شائع ہوئیں جو مخفی اور مستور تھیں۔ اور ہر ایک چیز کے بہم پہنچانے کے لئے ایک سبب پیدا کیا گیا۔ کتابوں کے لکھنے میں جو جو وقتیں تھیں وہ چھاپہ خانوں سے دفع اور دور ہو گئیں یہاں تک کہ ایسی ایسی مشینیں نکلی ہیں کہ ان کے ذریعہ سے دس دن میں کسی مضمون کو اس کثرت سے چھاپ سکتے ہیں کہ پہلے زمانوں میں دس سال میں بھی وہ مضمون قید تحریر میں نہیں آسکتا تھا اور پھر ان کے شائع کرنے کے اس قدر حیرت انگیز سامان نکل آئے ہیں کہ ایک تحریر صرف چالیس دن میں تمام دنیا کی آبادی میں شائع ہو سکتی ہے اور اس زمانہ سے پہلے ایک شخص بشرطیکہ اس کی عمر بھی لمبی ہو سو برس تک بھی اس وسیع اشاعت پر قادر نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر بعد اس کے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے فَاتَّبِعْ سَبَبًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ ۗ وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا يَاذَا الْقَرْنَيْنِ ۖ إِنَّمَا أَنْتُجَدَّبُ وَإِنَّمَا أَنْتُجَدَّبُ فِيهِمْ حُسْنًا قَالَ إِنَّمَا مِنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُكَرًا ۖ وَإِنَّمَا مِنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءٌ الْحُسْنَىٰ ۗ وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا ۙ یعنی جب ذوالقرنین کو مسیح موعود ہے ہر ایک طرح کے سامان دیئے جائیں گے۔ پس وہ ایک سامان کے پیچھے پڑے گا۔ یعنی وہ مغربی ممالک کی اصلاح کے لئے کمر باندھے گا اور وہ دیکھے گا کہ آفتاب صداقت اور حقانیت ایک کچھڑ کے چشمہ میں غروب ہو گیا اور اس غلیظ چشمہ اور تاریکی کے پاس ایک قوم کو پائے گا جو مغربی قوم کہلائے گی یعنی مغربی ممالک میں عیسائیت کے مذہب والوں کو نہایت تاریکی میں مشاہدہ کرے گا۔ نہ ان کے مقابل پر آفتاب ہوگا جس سے وہ روشنی پاسکیں اور نہ ان کے پاس پانی صاف ہوگا جس کو وہ پیوں یعنی ان کی علمی اور عملی حالت نہایت خراب ہوگی اور وہ روحانی روشنی اور روحانی پانی سے بے نصیب ہوں گے۔ تب ہم ذوالقرنین یعنی مسیح موعود کو کہیں گے کہ تیرے اختیار میں ہے چاہے تو ان کو عذاب دے یعنی عذاب نازل ہونے کے لئے بددعا کرے (جیسا کہ احادیث صحیحہ میں مروی ہے) یا ان کے ساتھ حسن سلوک

کا شیوہ اختیار کرے تب ذوالقرنین یعنی مسیح موعود جواب دے گا کہ ہم اُسی کو سزا دلانا چاہتے ہیں جو ظالم ہو۔ وہ دنیا میں بھی ہماری بددعا سے سزایاب ہوگا اور پھر آخرت میں سخت عذاب دیکھے گا لیکن جو شخص سچائی سے منہ نہیں پھیرے گا اور نیک عمل کرے گا اس کو نیک بدلہ دیا جائے گا اور اس کو انہیں کاموں کی بجا آوری کا حکم ہوگا جو سہل ہیں اور آسانی سے ہو سکتے ہیں۔ غرض یہ مسیح موعود کے حق میں پیشگوئی ہے کہ وہ ایسے وقت میں آئے گا جبکہ مغربی ممالک کے لوگ نہایت تاریکی میں پڑے ہوں گے اور آفتاب صداقت اُن کے سامنے سے بالکل ڈوب جائے گا اور ایک گندے اور بدبودار چشمہ میں ڈوبے گا یعنی بجائے سچائی کے بدبودار عقائد اور اعمال اُن میں پھیلے ہوئے ہوں گے، اور وہی ان کا پانی ہوگا جس کو وہ پیتے ہوں گے اور روشنی کا نام و نشان نہیں ہوگا تاریکی میں پڑے ہوں گے اور ظاہر ہے کہ یہی حالت عیسائی مذہب کی آج کل ہے جیسا کہ قرآن شریف نے ظاہر فرمایا ہے اور عیسائیت کا بھاری مرکز ممالک مغربیہ ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ثُمَّ اتَّبَعَ سَبَبًا حَتَّىٰ اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَصْلُحُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَهُمْ مِّنْ دُونِهَا سَبْتًا كَذَلِكَ وَقَدْ احْتَضْنَا بِمَا لَدَيْهِ خَيْرًا ۗ لِّعَنِ پھر ذوالقرنین جو مسیح موعود ہے جس کو ہر ایک سامان عطا کیا جائے گا ایک اور سامان کے پیچھے پڑے گا یعنی ممالک مشرقیہ کے لوگوں کی حالت پر نظر ڈالے گا اور وہ جگہ جس سے سچائی کا آفتاب نکلتا ہے اس کو ایسا پائے گا کہ ایک ایسی نادان قوم پر آفتاب نکلا ہے جن کے پاس دھوپ سے بچنے کے لئے کوئی بھی سامان نہیں یعنی وہ لوگ ظاہر پرستی اور افراط کی دھوپ سے جلتے ہوں گے اور حقیقت سے بے خبر ہوں گے اور ذوالقرنین یعنی مسیح موعود کے پاس حقیقی راحت کا سامان سب کچھ ہوگا جس کو ہم خوب جانتے ہیں مگر وہ لوگ قبول نہیں کریں گے اور وہ لوگ افراط کی دھوپ سے بچنے کے لئے کچھ بھی پناہ نہیں رکھتے ہوں گے۔ نہ گھر نہ سایہ دار درخت نہ کپڑے جو گرمی سے بچاسکیں اس لئے آفتاب صداقت جو طلوع کرے گا اُن کی ہلاکت کا موجب ہو جائے گا۔ یہ اُن لوگوں کے لئے ایک مثال ہے جو آفتاب ہدایت کی روشنی تو اُن کے سامنے موجود ہے اور اُس گروہ کی طرح نہیں ہیں جن کا آفتاب غروب ہو چکا ہے لیکن ان لوگوں کو اس آفتاب ہدایت سے بجز اس کے کوئی فائدہ نہیں کہ دھوپ سے چڑا اُن کا جل جائے اور رنگ سیاہ ہو جائے اور آنکھوں کی

روشنی بھی جاتی رہے۔☆ اس تقسیم سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح موعود کا اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے کے لئے تین قسم کا دورہ ہوگا۔ اول اس قوم پر نظر ڈالے گا جو آفتاب ہدایت کو کھو بیٹھے ہیں اور ایک تاریکی اور کچھڑ کے چشمہ میں بیٹھے ہیں۔ دوسرا دورہ اس کا ان لوگوں پر ہوگا جو ننگ دھڑنگ آفتاب کے سامنے بیٹھے ہیں۔ یعنی ادب سے اور حیا سے اور تواضع سے اور نیک ظن سے کام نہیں لیتے۔ نرے ظاہر پرست ہیں گویا آفتاب کے ساتھ لڑنا چاہتے ہیں سو وہ بھی فیض آفتاب سے بے نصیب ہیں اور ان کو آفتاب سے بجز جلنے کے اور کوئی حصہ نہیں۔ یہ ان مسلمانوں کی طرف اشارہ ہے جن میں مسیح موعود ظاہر تو ہوا مگر وہ انکار اور مقابلہ سے پیش آئے اور حیا اور ادب اور حسن ظن سے کام نہ لیا اس لئے سعادت سے محروم رہ گئے بعد اس کے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

ثُمَّ اتَّبَعَ سَبَبًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُونِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا قَالُوا يَا أَيُّهَا الْقُرْنَيْنِ إِنَّ يَا جُوجَ وَمَا جُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا قَالَ مَا مَكَّرْتَنِي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا أَلْتُوبُ زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ السَّدَّيْنِ قَالَ انْفُخُوا حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ أَلْتُوبُ أَفْرِغْ عَلَيْهِ قَطْرًا فَمَا اسْتَطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا قَالَ هَذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا وَعَرَّضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ عَرَضًا الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ۝

﴿۹۳﴾

☆ اس جگہ خدا تعالیٰ کو یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ مسیح موعود کے وقت تین گروہ ہوں گے۔ ایک گروہ تفریط کی راہ لے گا جو روشنی کو بالکل کھو بیٹھے گا اور دوسرا گروہ افراط کی راہ اختیار کرے گا جو تواضع اور انکسار اور فروتنی سے روشنی سے فائدہ نہیں اٹھائے گا بلکہ خیرہ طبع ہو کر مقابلہ کرنے والے کی طرح روحانی دھوپ کے سامنے محض برہنہ ہونے کی حالت میں کھڑا ہوگا مگر تیسرا گروہ میانہ حالت میں ہوگا۔ وہ مسیح موعود سے چاہیں گے کہ کسی طرح یا جوج ماجوج کے حملوں سے بچ جائیں اور یا جوج ماجوج اجیج کے لفظ سے نکلا ہے یعنی وہ قوم جو آگ کے استعمال کرنے میں ماہر ہے۔ منہ

پھر ذوالقرنین یعنی مسیح موعود ایک اور سامان کے پیچھے پڑے گا۔ اور جب وہ ایک ایسے موقع پر پہنچے گا یعنی جب وہ ایک ایسا نازک زمانہ پائے گا جس کو یسن السدین کہنا چاہیے یعنی دو پہاڑوں کے بیچ مطلب یہ کہ ایسا وقت پائے گا جب کہ دو طرفہ خوف میں لوگ پڑے ہوں گے اور ضلالت کی طاقت حکومت کی طاقت کے ساتھ مل کر خوفناک نظارہ دکھائے گی تو ان دونوں طاقتوں کے ماتحت ایک قوم کو پائے گا جو اُس کی بات کو مشکل سے سمجھیں گے یعنی غلط خیالات میں مبتلا ہوں گے اور باعث غلط عقائد مشکل سے اُس ہدایت کو سمجھیں گے جو وہ پیش کرے گا لیکن آخر کار سمجھ لیں گے اور ہدایت پالیں گے اور یہ تیسری قوم ہے جو مسیح موعود کی ہدایات سے فیض یاب ہوں گے تب وہ اس کو کہیں گے کہ اے ذوالقرنین! یا جوج اور ماجوج نے زمین پر فساد مچا رکھا ہے پس اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم آپ کے لئے چندہ جمع کر دیں تا آپ ہم میں اور ان میں کوئی روک بنا دیں۔ وہ جواب میں کہے گا کہ جس بات پر خدا نے مجھے قدرت بخشی ہے وہ تمہارے چندوں سے بہتر ہے ہاں اگر تم نے کچھ مدد کرنی ہو تو اپنی طاقت کے موافق کرو تا میں تم میں اور ان میں ایک دیوار کھینچ دوں۔ یعنی ایسے طور پر ان پر حجت پوری کروں کہ وہ کوئی طعن تشنیع اور اعتراض کا تم پر حملہ نہ کر سکیں۔ لوہے کی سلیں مجھے لا دو تا آمد و رفت کی راہوں کو بند کیا جائے یعنی اپنے تئیں میری تعلیم اور دلائل پر مضبوطی سے قائم کرو اور پوری استقامت اختیار کرو اور اس طرح پر خود لوہے کی سل بن کر مخالفانہ حملوں کو روکو اور پھر سلوں میں آگ پھونکو جب تک کہ وہ خود آگ بن جائیں۔ یعنی محبت الہی اس قدر اپنے اندر بھڑکاؤ کہ خود الہی رنگ اختیار کرو۔ یاد رکھنا چاہیے کہ خدائے تعالیٰ سے کمال محبت کی یہی علامت ہے کہ محبت میں ظلی طور پر الہی صفات پیدا ہو جائیں اور جب تک ایسا ظہور میں نہ آوے تب تک دعویٰ محبت جھوٹ ہے۔ محبت کاملہ کی مثال بے نیامہ لوہے کی وہ حالت ہے جب کہ وہ آگ میں ڈالا جائے اور اس قدر آگ اُس میں اثر کرے کہ وہ خود آگ بن جائے۔ پس اگرچہ وہ اپنی اصلیت میں لوہا ہے

آگ نہیں ہے مگر چونکہ آگ نہایت درجہ اس پر غلبہ کر گئی ہے اس لئے آگ کے صفات اُس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ آگ کی طرح جلا سکتا ہے۔ آگ کی طرح اس میں روشنی ہے۔ پس محبت الہیہ کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اس رنگ سے رنگین ہو جائے اور اگر اسلام اس حقیقت تک پہنچانہ سکتا تو وہ کچھ چیز نہ تھا لیکن اسلام اس حقیقت تک پہنچاتا ہے۔ اول انسان کو چاہیے کہ لوہے کی طرح اپنی استقامت اور ایمانی مضبوطی میں بن جائے کیونکہ اگر ایمانی حالت خس و خاشاک کی طرح ہے تو آگ اُس کو چھوتے ہی بھسم کر دے گی۔ پھر کیونکہ وہ آگ کا مظہر بن سکتا ہے۔ افسوس بعض نادانوں نے عبودیت کے اُس تعلق کو جو ربوبیت کے ساتھ ہے جس سے ظلمی طور پر صفات الہیہ بندہ میں پیدا ہوتے ہیں نہ سمجھ کر میری اس وحی من اللہ پر اعتراض کیا ہے کہ اِنَّمَا اَمْرُكَ اِذَا ارَدْتَ شَيْئًا اَنْ تَقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ یعنی تیری یہ بات ہے کہ جب تو ایک بات کو کہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا یہ میری طرف سے نہیں ہے اور اس کی تصدیق اکابر صوفیہ اسلام کر چکے ہیں جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانیؒ نے بھی فتوح الغیب میں یہی لکھا ہے اور عجیب تر یہ کہ سید عبدالقادر جیلانیؒ نے بھی یہی آیت پیش کی ہے۔ افسوس لوگوں نے صرف رسمی ایمان پر کفایت کر لی ہے اور پوری معرفت کی طلب ان کے نزدیک کفر ہے اور خیال کرتے ہیں کہ یہی ہمارے لئے کافی ہے حالانکہ وہ کچھ بھی چیز نہیں اور اس سے منکر ہیں کہ کسی سے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کا مکالمہ مخاطبہ یقینی اور واقعی طور پر ہو سکتا ہے۔ ہاں اس قدر ان کا خیال ہے کہ دلوں میں القا ہوتا ہے مگر نہیں معلوم کہ وہ القا شیطانی ہے یا رحمانی ہے اور نہیں سمجھتے کہ ایسے القا سے ایمانی حالت کو فائدہ کیا ہوا اور کونسی ترقی ہوئی بلکہ ایسا القا تو ایک سخت ابتلا ہے جس میں معصیت کا اندیشہ یا ایمان جانے کا خطرہ ہے کیونکہ اگر ایسی مشتبہ وحی میں جو نہیں معلوم شیطان سے ہے یا رحمان سے ہے کسی کو تا کیدی حکم ہو کہ یہ کام کر تو اگر اس نے وہ کام نہ کیا اس خیال سے کہ شاید یہ شیطان نے حکم دیا ہے

اور دراصل وہ خدا کا حکم تھا تو یہ انحراف موجب معصیت ہوا۔ اور اگر اُس حکم کو بجالایا اور اصل میں شیطان کی طرف سے وہ حکم تھا تو اس سے ایمان گیا۔ پس ایسے الہام پانے والوں سے وہ لوگ اچھے رہے جو ایسے خطرناک الہامات سے جن میں شیطان بھی حصہ دار ہو سکتا ہے۔ محروم ہیں۔ ایسے عقیدہ کی حالت میں عقل بھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی ممکن ہے کہ کوئی الہام الہی ایسا ہو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا تھا جس کی تعمیل میں اس کے بچہ کی جان خطرہ میں پڑتی تھی یا جیسا کہ خضر علیہ السلام کا الہام تھا جس نے بظاہر حال ایک نفس زکیہ کا ناحق خون کیا اور چونکہ ایسے امور بظاہر شریعت کے برخلاف ہیں اس لئے شیطانی دخل کے احتمال سے کون ان پر عمل کرے گا اور بوجہ عدم تعمیل معصیت میں گرے گا۔ اور ممکن ہے کہ شیطان لعین کوئی ایسا حکم دے کہ بظاہر شریعت کے مخالف معلوم نہ ہو اور دراصل بہت فتنہ اور تباہی کا موجب ہو یا پوشیدہ طور پر ایسے امور ہوں جو موجب سلبِ ایمان ہوں۔ پس ایسے مکالمہ مخاطبہ سے فائدہ کیا ہوا۔

﴿۹۶﴾

پھر آیاتِ متذکرہ بالا کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذوالقرنین یعنی مسیح موعود اس قوم کو جو یا جوج ماجوج سے ڈرتی ہے کہے گا کہ مجھے تانا بالا دو کہ میں اس کو پگھلا کر اُس دیوار پر انڈیل دوں گا۔ پھر بعد اس کے یا جوج ماجوج طاقت نہیں رکھیں گے کہ ایسی دیوار پر چڑھ سکیں یا اس میں سوراخ کر سکیں۔ یاد رہے کہ لوہا اگرچہ بہت دیر تک آگ میں رہ کر آگ کی صورت اختیار کر لیتا ہے مگر مشکل سے پگھلتا ہے مگر تانا بنا جلد پگھل جاتا ہے اور سالک کے لئے خدا تعالیٰ کی راہ میں پگھلنا بھی ضروری ہے۔ پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایسے مستعد دل اور نرم طبیعتیں لاؤ کہ جو خدا تعالیٰ کے نشانوں کو دیکھ کر پگھل جائیں کیونکہ سخت دلوں پر خدا تعالیٰ کے نشان کچھ اثر نہیں کرتے لیکن انسان شیطانی حملے سے تب محفوظ ہوتا ہے کہ اول استقامت میں لوہے کی طرح ہو

اور پھر وہ لوہا خدا تعالیٰ کی محبت کی آگ سے آگ کی صورت پکڑ لے اور پھر دل پکھل کر اس لوہے پر پڑے اور اس کو منتشر اور پراگندہ ہونے سے تھام لے۔ سلوک تمام ہونے کے لئے یہ تین ہی شرطیں ہیں جو شیطانی حملوں سے محفوظ رہنے کیلئے سید سکندری ہیں اور شیطانی رُوح اس دیوار پر چڑھ نہیں سکتی اور نہ اس میں سوراخ کر سکتی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ یہ خدا کی رحمت سے ہوگا اور اس کا ہاتھ یہ سب کچھ کرے گا۔ انسانی منصوبوں کا اس میں دخل نہیں ہوگا۔ اور جب قیامت کے دن نزدیک آجائیں گے تو پھر دوبارہ فتنہ برپا ہو جائے گا یہ خدا کا وعدہ ہے اور پھر فرمایا کہ ذوالقرنین کے زمانہ میں جو مسیح موعود ہے ہر ایک قوم اپنے مذہب کی حمایت میں اٹھے گی اور جس طرح ایک موج دوسری موج پر پڑتی ہے ایک دوسرے پر حملہ کریں گے اتنے میں آسمان پر قرناء پھونکی جائے گی یعنی آسمان کا خدا مسیح موعود کو مبعوث فرما کر ایک تیسری قوم پیدا کر دے گا اور ان کی مدد کے لئے بڑے بڑے نشان دکھائے گا یہاں تک کہ تمام سعید لوگوں کو ایک مذہب پر یعنی اسلام پر جمع کر دے گا۔ اور وہ مسیح کی آواز سنیں گے اور اس کی طرف دوڑیں گے تب ایک ہی چوپان اور ایک ہی گلہ ہوگا اور وہ دن بڑے سخت ہوں گے۔ اور خدا ہیبت ناک نشانوں کے ساتھ اپنا چہرہ ظاہر کر دے گا۔ اور جو لوگ کفر پر اصرار کرتے ہیں وہ اسی دنیا میں ب باعث طرح طرح کی بلاؤں کے دوزخ کا منہ دیکھ لیں گے۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کی آنکھیں میری کلام سے پردہ میں تھیں اور جن کے کان میرے حکم کو سن نہیں سکتے تھے کیا ان منکروں نے یہ گمان کیا تھا کہ یہ امر سہل ہے کہ عاجز بندوں کو خدا بنا دیا جائے اور میں معطل ہو جاؤں اس لئے ہم ان کی ضیافت کے لئے اسی دنیا میں جہنم کو نمودار کر دیں گے یعنی بڑے بڑے ہولناک نشان ظاہر ہوں گے اور یہ سب نشان اس کے مسیح موعود کی سچائی پر گواہی دیں گے۔ اُس کریم کے فضل کو دیکھو کہ یہ انعامات اس مُشتِ خاک پر ہیں جس کو مخالف کافر اور دجال کہتے ہیں۔

﴿۹۷﴾

اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار
 وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار
 کر دیا دشمن کو اک حملہ سے مغلوب اور خوار
 مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار
 کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قرب و جوار
 ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار
 ورنہ درگہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار
 پر نہ چھوڑا ساتھ تو نے اے میرے حاجت برار
 بس ہے تو میرے لئے مجھ کو نہیں تجھ بن بکار
 پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار
 میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار
 گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار
 تیرے بن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ نعمتگار
 میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار
 جن کا مشکل ہے کہ تاروزِ قیامت ہو شمار
 چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار
 تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار
 ساری تدبیروں کا خاکہ اڑ گیا مثلِ غبار
 جیسے ہووے برق کا اک دم میں ہر جا انتشار

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار
 کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس
 بدگمانوں سے بچایا مجھ کو خود بن کر گواہ
 کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا
 تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے کریم
 کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
 یہ سراسر فضل و احسان ہے کہ میں آیا پسند
 دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے
 اے مرے یارِ یگانہ اے مری جاں کی پنہ
 میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
 اے فدا ہو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل
 ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
 نسلِ انساں میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہے
 لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
 اس قدر مجھ پر ہونیں تیری عنایات و کرم
 آسماں میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ
 تو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کے لئے
 ہو گئے بیکار سب حیلے جب آئی وہ بلا
 سرزمین ہند میں ایسی ہے شہرت مجھ کو دی

تا وہ نخلِ راستی اس ملک میں لاوے شمار
تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہیں راز دار
تو ہی کرتا ہے کسی کو بے نوا یا بختیار
جس کو چاہے تخت سے نیچے گرا دے کر کے خوار
جس کو تو نے کر دیا ہے قوم و دیں کا افتخار
سلطنت تیری ہے جو رہتی ہے دائم برقرار
تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے اور بادِ بہار
کون جانے اے مرے مالک ترے بھیدوں کی سار
گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے شمار
شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار
میں نے کب مانگا تھا یہ تیرا ہی ہے سب برگ و بار
کون ہوں تا رد کروں حکمِ شہِ ذی الاقتدار
گرچہ میں ہوں بس ضعیف و ناتواں و دل و نگار
ہر قدم میں کوہِ ماراں ہر گذر میں دشتِ خار
پر نہیں پہنچی دلوں تک جاہلوں کے یہ پکار
پھیر دے میری طرف آجائیں پھر بے اختیار
وہ دل سگیں جو ہووے مثلِ سنگ کو ہسار
زلزلوں سے ہو گئے صدا ہا مساکن مثلِ غار
شرط یہ بھی تھی کہ کرتے صبر کچھ دن اور قرار

پھر دوبارہ ہے اُتارا تو نے آدم کو یہاں
لوگ سو بک بک کریں پر تیرے مقصد اور ہیں
ہاتھ میں تیرے ہے ہر خُسران و نفع و عُسر و یُسْر
جس کو چاہے تخت شاہی پر بٹھا دیتا ہے تو
میں بھی ہوں تیرے نشاںوں سے جہاں میں اک نشاں
فانیوں کی جاہ و حشمت پر بلا آوے ہزار
عزت و ذلت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں
میرے جیسے کو جہاں میں تو نے روشن کر دیا
تیرے اے میرے مُربی کیا عجب کام ہیں
ابتدا سے گوشہٴ خلوت رہا مجھ کو پسند
پر مجھے تو نے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا
اس میں میرا جرم کیا جب مجھ کو یہ فرماں ملا
اب تو جو فرماں ملا اُس کا ادا کرنا ہے کام
دعوتِ ہر ہرزہ گو کچھ خدمتِ آساں نہیں
چرخ تک پہنچے ہیں میرے نعرہ ہائے روز و شب
قبضہٴ تقدیر میں دل ہیں اگر چاہے خدا
گر کرے مُعجز نمائی ایک دم میں نرم ہو
ہائے میری قوم نے تکذیب کر کے کیا لیا
شرط تقویٰ تھی کہ وہ کرتے نظر اس وقت پر

کیا وہ سارے مرحلے طے کر چکے تھے علم کے
دل میں جو ارماں تھے وہ دل میں ہمارے رہ گئے
ایسے کچھ بگڑے کہ اب بننا نظر آتا نہیں
کس کے آگے ہم کہیں اس دردِ دل کا ماجرا
کیا کروں کیونکر کروں میں اپنی جاں زیروزبر
اس قدر ظاہر ہوئے ہیں فضلِ حق سے معجزات
پر نہیں اکثر مخالف لوگوں کو شرم و حیا
صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
دن چڑھا ہے دشمنانِ دین کا ہم پر رات ہے
اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرہ مرا
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
فضل کے ہاتھوں سے اب اسوقت کر میری مدد
میرے سُقم و عیب سے اب کیجئے قطعِ نظر
میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعیفِ دینِ مصطفیٰ
کیا سلوائے گا مجھے تو خاک میں قبل از مراد
یا الہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
قوم میں فسق و فجور و معصیت کا زور ہے
ایک عالم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر

کیا نہ تھی آنکھوں کے آگے کوئی رہ تاریک و تار
دشمن جاں بن گئے جن پر نظر تھی بار بار
آہ کیا سمجھے تھے ہم اور کیا ہوا ہے آشکار
اُن کو ہے ملنے سے نفرت بات سننا درکنار
کس طرح میری طرف دیکھیں جو رکھتے ہیں نثار
دیکھنے سے جن کے شیطان بھی ہوا ہے دلفگار
دیکھ کر سوسو نشاں پھر بھی ہے تو ہیں کاروبار
اک نشاں کافی ہے گردل میں ہے خوف کردگار
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار
پھیر دے میری طرف اے سارباں جگ کی مہار
خاک میں ہوگا یہ سرگر تو نہ آیا بن کے یار
کشتیِ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار
تا نہ خوش ہو دشمنِ دین جس پہ ہے لعنت کی مار
میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زار و نزار
مجھ کو کر اے میرے سلطان کامیاب و کامگار
یہ تو تیرے پر نہیں امید اے میرے حصار
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
چھارہا ہے ابرِ یاس اور رات ہے تاریک و تار
پھیر دے اب میرے مولیٰ اس طرف دریا کی دھار

رحم کر بندوں پہ اپنے تا وہ ہوویں رستگار
 بے طرح پھیلی ہیں یہ آفات ہر سو ہر کنار
 آگیا اس قوم پر وقتِ خزاں اندر بہار
 اپنی کج رائی پہ ہردل کر رہا ہے اعتبار
 غور سے دیکھا تو کیڑے اُس میں بھی پائے ہزار
 اس و بانے کھائے ہر شاخِ ایمان کے ثمار
 جل گیا ہے باغِ تقویٰ دیں کی ہے اب اک مزار
 ورنہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہے ہر دم سیل وار
 اک نظر کر اس طرف تا کچھ نظر آوے بہار
 کس قدر ہے حق سے نفرت اور ناحق سے پیار
 نور سے ہو کر الگ چاہا کہ ہوویں اہلِ نار
 اُس کا ہووے ستیاناس اس سے بگڑے ہوشیار
 پر کے اک ریشہ سے ہو جاتی ہے کووں کی قطار
 کیا نہیں تم دیکھتے نصرتِ خدا کی بار بار
 ایک فاسق اور کافر سے وہ کیوں کرتا ہے پیار
 کیوں دکھاتا ہے وہ کیا ہے بدکنوں کا رشتہ دار
 جس کا تھا پابند وہ از ابتدائے روزگار
 کیا خدا دھوکے میں ہے اور تم ہو میرے راز دار
 اُس کی یہ تائید ہو پھر جھوٹ سچ میں کیا نکھار

اب نہیں ہیں ہوش اپنے ان مصائب میں بجا
 کس طرح نپٹیں کوئی تدبیر کچھ بنتی نہیں
 ڈوبنے کو ہے یہ کشتیِ آمرے اے ناخدا
 نورِ دل جاتا رہا اور عقل موٹی ہوگئی
 جس کو ہم نے قطرہ صافی تھا سمجھا اور تقی
 دور بین معرفت سے گند نکلا ہر طرف
 اے خدا بن تیرے ہو یہ آپاشی کس طرح
 تیرے ہاتھوں سے مرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
 اک نشان دکھلا کہ اب دیں ہو گیا ہے بے نشان
 کیا کہوں دنیا کے لوگوں کی کہ کیسے سو گئے
 عقل پر پردے پڑے سو سوشاں کو دیکھ کر
 گر نہ ہوتی بدگمانی کفر بھی ہوتا فنا
 بدگمانی سے تو رائی کے بھی بنتے ہیں پہاڑ
 حد سے کیوں بڑھتے ہو لوگو کچھ کرو خوفِ خدا
 کیا خدا نے اتقیا کی عون و نصرت چھوڑ دی
 ایک بدکردار کی تائید میں اتنے نشان
 کیا بدلتا ہے وہ اب اس سنت و قانون کو
 آنکھ گر پھوٹی تو کیا کانوں میں بھی کچھ پڑ گیا
 جس کے دعوے کی سراسر افترا پر ہے بنا

﴿۱۰۱﴾

کیا رہا وہ بے خبر اور تم نے دیکھا حالِ زار
 ورنہ تھے میری صداقت پر براہیں بیشمار
 جب اکٹھے ہوں تو پھر ایماں اڑے جیسے غبار
 بدگمانی زہر ہے اس سے بچو اے دیں شعار
 جن کی عادت میں نہیں شرم و شکیب و اصطبار
 پر مقدر کو بدل دینا ہے کس کے اختیار
 دل قوی رکھتے ہیں ہم دردوں کی ہے ہم کو سہار
 ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے رو بہ زار و نزار
 پس نہ بیٹھو میری رہ میں اے شیرانِ دیار
 تا عیاں ہو کون پاک اور کون ہے مُردارِ خوار
 تیغ کو کھینچنے ہوئے اُس پر جو کرتا ہے وہ وار
 ہوش ہو جائیں خطا اور بھول جائے سب نقار
 پھر شریر انفسِ ظالم کو کہاں جائے فرار
 خود مسیحا کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار
 ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
 نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار
 پھر ہوئے ہیں چشمہ توحید پر از جاں نثار
 آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار
 گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اُس کا انتظار

تیا خدا بھولا رہا تم کو حقیقت مل گئی
 بدگمانی نے تمہیں مجنون و اندھا کر دیا
 جہل کی تاریکیاں اور سوءِ ظن کی تند باد
 زہر کے پینے سے کیا انجامِ جز موت و فنا
 کانٹے اپنی راہ میں بوتے ہیں ایسے بدگمان
 یہ غلط کاری بشر کی بد نصیبی کی ہے جڑ
 سخت جاں ہیں ہم کسی کے بغض کی پروا نہیں
 جو خدا کا ہے اُسے لاکارنا اچھا نہیں
 ہے سر رہ پر مرے وہ خود کھڑا مولیٰ کریم
 سنت اللہ ہے کہ وہ خود فرق کو دکھلائے ہے
 مجھ کو پردے میں نظر آتا ہے اک میرا معین
 دشمنِ غافل اگر دیکھے وہ بازو وہ سلاح
 اس جہاں کا کیا کوئی داور نہیں اور داد گر
 کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
 آسمان پر دعوتِ حق کیلئے اک جوش ہے
 آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
 کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
 باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
 آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے

کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عَزَّ و وقار
 دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار
 نیز بشنو از زمیں آمدِ امامِ کامگار
 ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار
 وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار
 پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار
 کب تلک تو خوئے شیطان کو کرے گا اختیار
 آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزانِ دیار
 جس کی تحریکوں سے سنتا ہے بشر گفتارِ یار
 سایہ افکن جس پہ نور حق نہیں خورشید وار
 قصد کرتے ہیں کہ ہو پامال در شاہوار
 وہ بلاتے ہیں کہ ہو جائیں نہاں ہم زیرِ غار
 پھر بھی کہتے ہیں کہ کوئی مصلحِ دیں کیا بکار
 وہ ارادے ہیں کہ جو ہیں برخلافِ شہریار
 وہ تو فرہہ ہو گئے پر دیں ہوا زار و نزار
 میں تو مرجاتا اگر ہوتا نہ فضل کردگار
 اِس اَلْم کو میرے وہ سمجھے کہ ہے وہ دلفگار
 مہر و ماہ کی آنکھ غم سے ہوگی تاریک و تار
 کیسے عالم ہیں کہ اُس عالم سے ہیں یہ برکنار

ہر طرف ہر ملک میں ہے بت پرستی کا زوال
 آسماں سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہوا
 اسمعوا صوت السّما جاء المسیح جاء المسیح
 آسماں بارد نشان الوقت مے گوید زمیں
 اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
 اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
 اے مکذّب کوئی اس تکذیب کا ہے انتہا
 ملتِ احمد کی مالک نے جو ڈالی تھی بنا
 گلشنِ احمد بنا ہے مسکنِ بادِ صبا
 ورنہ وہ ملت وہ رہ وہ رسم وہ دیں چیز کیا
 دیکھ کر لوگوں کے کینے دل مراخوں ہو گیا
 ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف
 نُورِ دل جاتا رہا اِک رسم دیں کی رہ گئی
 راگ وہ گاتے ہیں جس کو آسماں گاتا نہیں
 ہائے مارِ آستیں وہ بن گئے دیں کے لئے
 ان غموں سے دوستو خم ہو گئی میری کمر
 اِس تپش کو میری وہ جانے کہ رکھتا ہے تپش
 کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
 مفتری کہتے ہوئے ان کو حیا آتی نہیں

﴿۱۰۳﴾

وہ ہمارا ہو گیا اس کے ہوئے ہم جاں نثار
 نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار
 میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار
 گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار
 کیا کرو گے تم ہماری نیستی کا انتظار
 اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار
 اک ادا سے ہو گیا میں سیلِ نفسِ دوں سے پار
 آنکھ میں اس کی کہ ہے وہ دور تر از صحنِ یار
 ہو گئے اسرار اس دلبر کے مجھ پر آشکار
 وادیِ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار
 پھر بھی اس کافر کا حامی ہے وہ مقبولوں کا یار
 وہ خدا جو چاہیے تھا مومنوں کا دوستدار
 جس نے ناحق ظلم کی رہ سے کیا تھا مجھ پہ وار
 فتح کی دیتی تھی وحی حق بشارت بار بار
 پھر سزا پا کر لگایا سرمہ دُنبالہ دار
 اب مٹا سکتا نہیں یہ نام تا روزِ شمار
 کیوں تمہارا متقی پکڑا گیا ہو کر کے خوار
 کیسے میرے یار نے مجھ کو بچایا بار بار
 بن گئے شیطان کے چیلے اور نسلِ ہونہار

غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے
 میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
 اک شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے
 پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
 دشمنوں! ہم اس کی رہ میں مر رہے ہیں ہر گھڑی
 سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
 کیا کروں تعریف حسن یار کی اور کیا لکھوں
 اس قدر عرفاں بڑھا میرا کہ کافر ہو گیا
 اُس رُخِ روشن سے میری آنکھ بھی روشن ہوئی
 قوم کے لوگو! ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
 کیا تماشا ہے کہ میں کافر ہوں تم مومن ہوئے
 کیا چنھی بات ہے کافر کی کرتا ہے مدد
 اہل تقویٰ تھا کرم دیں بھی تمہاری آنکھ میں
 بے معاون میں نہ تھا تھی نصرتِ حق میرے ساتھ
 پر مجھے اُس نے نہ دیکھا آنکھ اُس کی بند تھی
 نام بھی کذاب اس کا دفتروں میں رہ گیا
 اب کہو کس کی ہوئی نصرت جنابِ پاک سے
 پھر ادھر بھی کچھ نظر کرنا خدا کے خوف سے
 قتل کی ٹھانی شریوں نے چلائے تیر مکر

پر نہ آیا کوئی بھی منصوبہ اُن کو ساز وار
آتشِ تکفیر کے اُڑتے رہے پیہم شرار
ہاتھ کس کا ہے کہ رد کرتا ہے وہ دشمن کا وار
دل میں اٹھتا ہے مرے رہ رہ کے اب سو سو بخار
ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار
ورنہ اُٹھ جائے اماں پھر سچے ہوویں شرمسار
کیا تمہیں کچھ ڈرنیں ہے کرتے ہو بڑھ بڑھ کے وار
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار
دن سے ہیں بیزار اور راتوں سے وہ کرتے ہیں پیار
ایسے بھی شہر نہ ہوں گے گرچہ تم ڈھونڈو ہزار
مرتے ہیں بن آب وہ اور درپہ نہر خوشگوار
یوں تو ہر دم مشغلہ ہے گالیاں لیل و نہار
جن کی نصرت سالہا سے کر رہا ہو کردگار
زرد ہو جاتا ہے منہ جیسے کوئی ہو سوگوار
ہو گئے مفتون دنیا دیکھ کر اُس کا سنگار
کیا یہی ہے زہد و تقویٰ کیا یہی راہ خیار
روزِ روشن چھوڑ کر ہیں عاشقِ شب ہائے تار
اُن کے جو حملے ہیں اُن میں سب نبی ہیں حصہ دار

تھر لگایا ناخنوں تک زور بن کر اک گروہ
ہم نگہ میں اُن کی دجال اور بے ایماں ہوئے
اب ذرہ سوچو دیانت سے کہ یہ کیا بات ہے
کیوں نہیں تم سوچتے کیسے ہیں یہ پردے پڑے
یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
پاک و برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر
اس قدر نصرت کہاں ہوتی ہے اک کذاب کی
ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
آفتاب صبح نکلا اب بھی سوتے ہیں یہ لوگ
روشنی سے بغض اور ظلمت پہ وہ قربان ہیں
سر پہ اک سورج چمکتا ہے مگر آنکھیں ہیں بند
طرفہ کیفیت ہے اُن لوگوں کی جو منکر ہوئے
پر اگر پوچھیں کہ ایسے کاذبوں کے نام لو
مردہ ہو جاتے ہیں اس کا کچھ نہیں دیتے جواب
اُن کی قسمت میں نہیں دیں کے لئے کوئی گھڑی
جی چرانا راستی سے کیا یہ دیں کا کام ہے
کیا قسم کھائی ہے یا کچھ سچ قسمت میں پڑا
انبیاء کے طور پر حجت ہوئی اُن پر تمام

﴿۱۰۵﴾

چھوڑ دیں گے کیا وہ سب کو کفر کر کے اختیار
یہ تو ہے سب شکل اُن کی ہم تو ہیں آئینہ دار
سال ہے اب تیسواں دعوے پہ از روئے شمار
جبکہ میں نے وحی ربانی سے پایا افتخار
پھر عجب تر یہ کہ نصرت کے ہوئے جاری بحار
ہر عدو پر حجت حق کی پڑی ہے ذوالفقار
جن سے ہیں معنی اَتَمَمْتُ عَلَیْكُمْ اَشْكَار
پر رہا وہ ہر اندھیرے میں رفیق و نعمگسار
گر نہیں باور نظیریں اس کی تم لاؤ دو چار
اُس مہمن سے ڈرو جو بادشاہ ہر دو دار
کچھ نہیں تم پر عقوبت گو کرو عصیاں ہزار
زہر منہ کی مت دکھاؤ تم نہیں ہونسل مار
دل کو جو دھوے وہی ہے پاک نزد کردگار
مجھ کو کافر کہتے کہتے خود نہ ہوں از اہل نار
وہ مری ذلت کو چاہیں پا رہا ہوں میں وقار
اژدہا بن بن کے آئے ہو گئے پھر سوسمار
یہ نشانِ صدق پا کر پھر یہ کیس اور یہ نقار
اُس پہ مال و جان و تن بڑھ بڑھ کے کرتے تھے شمار
دیکھ کر سوسو نشان پھر کر رہے ہو تم فرار

میری نسبت جو کہیں کہیں سے وہ سب پر آتا ہے
مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں مہر
ساتھ سے ہیں کچھ برس میرے زیادہ اس گھڑی
تھا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں
اس قدر یہ زندگی کیا افترا میں کٹ گئی
ہر قدم میں میرے مولیٰ نے دیئے مجھ کو نشان
نعمتیں وہ دیں مرے مولیٰ نے اپنے فضل سے
سایہ بھی ہو جائے ہے اوقاتِ ظلمت میں جدا
اس قدر نصرت تو کاذب کی نہیں ہوتی کبھی
پھر اگر ناچار ہو اس سے کہ دو کوئی نظیر
یہ کہاں سے سن لیا تم نے کہ تم آزاد ہو
نعرہ اِنَّا ظَلَمْنَا سِنْتَ اِبْرَارِ ہے
جسم کو مل مل کے دھونا یہ تو کچھ مشکل نہیں
اپنے ایماں کو ذرا پردہ اٹھا کر دیکھنا
گر حیا ہو سوچ کر دیکھیں کہ یہ کیا راز ہے
کیا بگاڑا اپنے مکروں سے ہمارا آج تک
اے فقیہو عالمو مجھ کو سمجھ آتا نہیں
صدق کو جب پایا اصحابِ رسول اللہ نے
پھر عجب یہ علم۔ یہ تحقید آثار و حدیث

روح انصاف و خدا ترسی کہ ہے دیں کا مدار
 جاہ دنیا کب تک دنیا ہے خود ناپائیدار
 کون ہے جو تم کو ہر دم کر رہا ہے شرمسار
 یہ ہمارے ہاتھ کے نیچے ہے اک ادنیٰ شکار
 خائب و خاسر رہے تم۔ ہو گیا میں کامگار
 قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار
 لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار
 جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مرورِ روزگار
 اُس میں ہے یہ پیشگوئی پڑھ لو اُس کو ایک بار
 اِس قدر امرِ نہاں پر کس بشر کو اقتدار
 جو نہ سمجھے وہ غبی از فرق تا پا ہے حمار
 راہِ حرماں چھوڑ دو رحمت کے ہو امیدوار
 کس کے فرماں سے میں مقصد پا گیا اور تم ہو خواہ
 جس کا ہر میداں میں پھلِ حرماں ہے اور ذلت کی مار
 میں تو خود رکھتا ہوں اُن کے دیں سے اور ایماں سے عار
 میں تو اک کوڑی کو بھی لیتا نہیں ہوں زینہار
 لیک دیں وہ رہ نہیں جس پر چلیں اہلِ نقار
 جھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار
 اس کو ہیرامت گماں کر ہے یہ سنگِ کوہسار

بجٹ کرنا تم سے کیا حاصل اگر تم میں نہیں
 کیا مجھے تم چھوڑتے ہو جاہ دنیا کے لئے
 کون درپردہ مجھے دیتا ہے ہر میدان میں فتح
 تم تو کہتے تھے کہ یہ نابود ہو جائے گا جلد
 بات پھر یہ کیا ہوئی کس نے مری تائید کی
 اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
 کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
 اُس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر
 کھول کر دیکھو براہیں جو کہ ہے میری کتاب
 اب ذرہ سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
 قدرتِ رحمان و مکرِ آدمی میں فرق ہے
 سوچ لو اے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے
 سوچ لو یہ ہاتھ کس کا تھا کہ میرے ساتھ تھا
 یہ بھی کچھ ایماں ہے یارو ہم کو سمجھائے کوئی
 غل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجال ہے
 گر یہی دیں ہے جو ہے اُن کی خصائل سے عیاں
 جان و دل سے ہم نثارِ ملتِ اسلام ہیں
 واہ رے جوشِ جہالتِ خوب دکھلائے ہیں رنگ
 نازمت کر اپنے ایماں پر کہ یہ ایماں نہیں

﴿۱۰۷﴾

جب کہ ایماں کے تمہارے گند ہوں گے آشکار
 تانہ دب جائیں ترے اہل و عیال و رشتہ دار
 پر اُترتا ہی نہیں ہے جامِ غفلت کا نثار
 ایسے کچھ سوئے کہ پھر ہوتے نہیں ہیں ہوشیار
 اب تک تو بہ نہیں اب دیکھئے انجام کار
 اب قیامت تک ہے اس اُمت کا قصوں پر مدار
 پر اُتارے کون برسوں کا گلے سے اپنے ہار
 اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
 اک یہی دیں کے لئے ہے جائے عزّ و افتخار
 یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اس پہ ہو مشکِ تثار
 یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں روئے نگار
 بس یہی اک قصر ہے جو عافیت کا ہے حصار
 محض قصوں سے نہ ہو کوئی بشر طوفاں سے پار
 جس کو یہ کامل ملے اُس کو ملے وہ دستدار
 وصلِ یار اُس کا ثمر پر ارد گرد اُس کے ہیں خار
 جو نہیں اس کی طلب میں بے خود و دیوانہ وار
 دیں اُسے ملتا ہے جو دیں کے لئے ہو بے قرار
 جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار
 مہدی موعودِ حق اب جلد ہوگا آشکار

پیننا ہوگا دو ہاتھوں سے کہ ہے ہے مرگئے
 ہے یہ گھر گرنے پہ اے مغرور لے جلدی خبر
 یہ عجب بد قسمتی ہے کس قدر دعوت ہوئی
 ہوش میں آتے نہیں سو سو طرح کوشش ہوئی
 دن بُرے آئے اکٹھے ہو گئے قحط و وبا
 ہے غضب کہتے ہیں اب وحی خدا مفقود ہے
 یہ عقیدہ برخلافِ گفتیہ دادار ہے
 وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
 گوہرِ وحی خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر
 یہ وہ گل ہے جس کا ثانی باغ میں کوئی نہیں
 یہ وہ ہے مفتاح جس سے آسماں کے در کھلیں
 بس یہی ہتھیار ہے جس سے ہماری فتح ہے
 ہے خدا دانی کا آلہ بھی یہی اسلام میں
 ہے یہی وحی خدا عرفانِ مولیٰ کا نشان
 واہ رے باغِ محبت موت جس کی رہ گذر
 ایسے دل پر داغِ لعنت ہے ازل سے تا ابد
 پر جو دنیا کے بنے کیڑے وہ کیا ڈھونڈیں اُسے
 ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
 یاد وہ دن جب کہ کہتے تھے یہ سب ارکانِ دیں

کون تھا جس کو نہ تھا اُس آنے والے سے پیار
 سب سے اوّل ہو گئے منکر یہی دیں کے منار
 پھر مسیح وقت سے دشمن ہوئے یہ جبہ دار
 پھر مٹے کیونکر کہ ہے تقدیر نے نقشِ جدار
 میں نہیں مامور از بہر جہاد و کارزار
 اور کرتا جنگ اور دیتا غنیمت بے شمار
 پھر تو اس پر جمع ہوتے ایک دم میں صد ہزار
 آگ آتی گرنہ میں آتا تو پھر جاتا قرار
 قوم نے مجھ کو کہا کذاب ہے اور بدشعار
 ہاں مگر توبہ کریں با صد نیاز و اعسار
 ہے خدا کے حکم سے یہ سب تباہی اور تبار
 وہ نہیں راضی کہ بے دینی ہو ان کا کاروبار
 بن ہے یہ دنیاے دوں طاعوں کرے اُس میں شکار
 یہ جو ایماں ہے زباں کا کچھ نہیں آتا بکار
 امن کی رہ پر چلو بن کو کرو مت اختیار
 کوئی ہے روبہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار
 تُو تو رب العالمین ہے اور سب کا شہریار
 جوڑنا یا توڑنا یہ کام تیرے اختیار
 پھر بنا کر توڑ دے اک دم میں کردے تارتار

کون تھا جس کی تمنا یہ نہ تھی اک جوش سے
 پھر وہ دن جب آگئے اور چودھویں آئی صدی
 پھر دوبارہ آگئی احبار میں رسم یہود
 تھا نوشتوں میں یہی از ابتدا تا انتہا
 میں تو آیا اس جہاں میں ابن مریم کی طرح
 پر اگر آتا کوئی جیسی انہیں امید تھی
 ایسے مہدی کے لئے میدان کھلا تھا قوم میں
 پر یہ تھا رحم خداوندی کہ میں ظاہر ہوا
 آگ بھی پھر آگئی جب دیکھ کر اتنے نشان
 ہے یقین یہ آگ کچھ مدت تک جاتی نہیں
 یہ نہیں اک اتفاقی امر تا ہوتا علاج
 وہ خدا جس نے بنایا آدمی اور دیں دیا
 بے خدا بے زہد و تقویٰ بے دیانت بے صفا
 صید طاعوں مت بنو پورے بنو تم متقی
 موت سے گر خود ہو بے ڈر کچھ کرو بچوں پہ رحم
 بن کے رہنے والو تم ہرگز نہیں ہو آدمی
 ان دلوں کو خود بدل دے اے مرے قادر خدا
 تیرے آگے محو یا اثبات نا ممکن نہیں
 ٹوٹے کاموں کو بناوے جب نگاہ فضل ہو

تو ہی بگڑی کو بناوے توڑدے جب بن چکا
 جب کوئی دل ظلمت عصیاں میں ہووے مبتلا
 اس جہاں میں خواہش آزادی بے سود ہے
 دل جو خالی ہو گداِ عشق سے وہ دل ہے کیا
 فقر کی منزل کا ہے اول قدم نفی وجود
 تلخ ہوتا ہے ثمر جب تک کہ ہو وہ ناتمام
 تیرے منہ کی بھوک نے دل کو کیا زیروزبر
 اے خدا اے چارہ سازِ درد ہم کو خود بچا
 باغ میں تیری محبت کے عجب دیکھے ہیں پھل
 تیرے بن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے
 گر نہ ہو تیری عنایت سب عبادت ہیچ ہے
 جن پہ ہے تیری عنایت وہ بدی سے دور ہیں
 چھٹ گئے شیطان سے جو تھے تیری الفت کے اسیر
 سب پیاسوں سے نکو تر تیرے منہ کی ہے پیاس
 جس کو تیری دھن لگی آخر وہ تجھ کو جاملا
 عاشقی کی ہے علامت گریہ و دامانِ دشت
 تیری درگہ میں نہیں رہتا کوئی بھی بے نصیب
 میں تو تیرے حکم سے آیا مگر افسوس ہے
 جیفہٴ دنیا پہ یکسر گر گئے دنیا کے لوگ

تیرے بھیدوں کو نہ پاوے سو کرے کوئی بچار
 تیرے بن روشن نہ ہووے گو چڑھے سورج ہزار
 اک تری قیدِ محبت ہے جو کردے رنگار
 دل وہ ہے جس کو نہیں بے دلبر یکتا قرار
 پس کرو اس نفس کو زیروزبر از بہر یار
 اس طرح ایماں بھی ہے جب تک نہ ہو کامل پیار
 اے مرے فردوسِ اعلیٰ اب گرا مجھ پر شمار
 اے مرے زخموں کے مرہم دیکھ میرا دلنگار
 ملتے ہیں مشکل سے ایسے سب اور ایسے انار
 ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہو جانا غبار
 فضل پر تیرے ہے سب جہدِ عمل کا انحصار
 رہ میں حق کی قوتیں اُن کی چلیں بن کر قطار
 جو ہوئے تیرے لئے بے برگ و پائی بہار
 جس کا دل اس سے ہے بریاں پا گیا وہ آبشار
 جس کو بے چینی ہے یہ وہ پا گیا آخر قرار
 کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار
 شرط رہ پر صبر ہے اور ترک نامِ اضطراب
 چل رہی ہے وہ ہوا جو رخنہ اندازِ بہار
 زندگی کیا خاک اُن کی جو کہ ہیں مردارِ خوار

دیں کو دے کر ہاتھ سے دنیا بھی آخر جاتی ہے
 رنگِ تقویٰ سے کوئی رنگ نہیں ہے خوب تر
 سو چڑھے سورج نہیں بن روئے دلبرِ روشنی
 اے مرے پیارے جہاں میں تو ہی ہے اک بے نظیر
 اس جہاں کو چھوڑنا ہے تیرے دیوانوں کا کام
 کون ہے جس کے عمل ہوں پاک بے انوارِ عشق
 غیر ہو کر غیر پر مرنا کسی کو کیا غرض
 کون چھوڑے خوابِ شیریں کون چھوڑے اکل و شرب
 عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پر خطر
 پر ہزار افسوس دنیا کی طرف ہیں جھک گئے
 جس کو دیکھو آجکل وہ شوخیوں میں طاق ہے
 ممبروں پر اُن کے سارا گالیوں کا وعظ ہے
 جس طرف دیکھو یہی دنیا ہی مقصد ہوگئی
 ایک کانٹا بھی اگر دیں کے لئے اُن کو لگے
 ہر زماں شکوہ زباں پر ہے اگر ناکام ہیں
 لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اور ہیں
 اے مرے پیارے بتا تو کس طرح خوشنود ہو
 جس طرح تو دور ہے لوگوں سے میں بھی دور ہوں
 نیک ظن کرنا طریقِ صالحانِ قوم ہے

کوئی آسودہ نہیں بن عاشق و شیدائے یار
 ہے یہی ایماں کا زیور ہے یہی دیں کا سنگار
 یہ جہاں بے وصلِ دلبر ہے شبِ تاریک و تار
 جو ترے مجنوںِ حقیقت میں وہی ہیں ہوشیار
 نقد پالیتے ہیں وہ اور دوسرے امیدوار
 کون کرتا ہے وفا بن اس کے جس کا دل فگار
 کون دیوانہ بنے اس راہ میں لیل و نہار
 کون لے خارِ مغیلاں چھوڑ کر پھولوں کے ہار
 عشق ہے جو سر جھکاوے زیرِ تیغِ آبِ دار
 وہ جو کہتے تھے کہ ہے یہ خانہء ناپائدار
 آہِ رحلت کر گئے وہ سب جو تھے تقویٰ شعار
 مجلسوں میں اُن کی ہر دم سب و غیبت کار و بار
 ہر طرف اس کے لئے رغبتِ دلائیں بار بار
 چیخ کر اس سے وہ بھاگیں شیر سے جیسے حمار
 دیں کی کچھ پروا نہیں دنیا کے غم میں سوگوار
 میں فدائے یار ہوں گو تیغ کھینچے صد ہزار
 نیک دن ہوگا وہی جب تجھ پہ ہوویں ہم نثار
 ہے نہیں کوئی بھی جو ہو میرے دل کا راز دار
 لیک سو پردے میں ہوں اُن سے نہیں ہوں آشکار

بے خبر دونوں ہیں جو کہتے ہیں بد یا نیک مرد
ابن مریم ہوں مگر اُترا نہیں میں چرخ سے
ملک سے مجھ کو نہیں مطلب نہ جنگوں سے ہے کام
تاج و تخت ہند قیصر کو مبارک ہو مدام
مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
ہم تو بٹتے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں
ملکِ روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر
داغِ لعنت ہے طلب کرنا زمیں کا عزّ و جاہ
کام کیا عزت سے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض
ہم اُسی کے ہو گئے ہیں جو ہمارا ہو گیا
دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرشِ ربّ العالمین
دوستی بھی ہے عجب جس سے ہوں آخر دوستی
دیکھ لو میل و محبت میں عجب تاثیر ہے
کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں
اس کے پانے کا یہی اے دوستو اک راز ہے
تیر تاثیر محبت کا خطا جاتا نہیں
ہے یہی اک آگ تا تم کو بچاؤے آگ سے
اس سے خود آکر ملے گا تم سے وہ یارِ ازل
وہ کتاب پاک و برتر جس کا فرقاں نام ہے

میرے باطن کی نہیں ان کو خبر اک ذرہ وار
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کار زار ﴿۱۱۱﴾
کام میرا ہے دلوں کو فتح کرنا نئے دیار
اُن کی شاہی میں میں پاتا ہوں رفاہِ روزگار
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار
آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا انتقار
گو بہت دنیا میں گذرے ہیں امیر و تاجدار
جس کا جی چاہے کرے اس داغ سے وہ تن و نگار
گر وہ ذلت سے ہو راضی اس پہ سوعزت نثار
چھوڑ کر دنیاؤں کو ہم نے پایا وہ نگار
قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اُترا مجھ میں یار
آملی اُلفت سے اُلفت ہو کے دو دل پر سوار
ایک دل کرتا ہے جھک کر دوسرے دل کو شکار
طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشتِ خار
کیمیا ہے جس سے ہاتھ آجائے گا زر بے شمار
تیر اندازو! نہ ہونا سست اس میں زینہار
ہے یہی پانی کہ نکلیں جس سے صدہا آبشار
اس سے تم عرفانِ حق سے پہنو گے پھولوں کے ہار
وہ یہی دیتی ہے طالب کو بشارت بار بار

آدمی کیونکر کہیں جب اُن میں ہے مُحق حمار
 کر دیا قصوں پہ سارا ختم دیں کا کاروبار
 کیا یہی چوہا ہے نکلا کھود کر یہ کوہسار
 کس طرح رہل سکے جب دیں ہی ہوتاریک وتار
 فیض کے درکھل رہے ہیں اپنے دامن کو پسار
 پھر وہی ضد و تعصب اور وہی کین و نقار
 باغ میں ہو کر بھی قسمت میں نہیں دیں کے شمار
 جن کا ہونا تھا بعید از عقل و فہم و افتکار
 جس زمانہ میں براہیں کا دیا تھا اشتہار
 کس طرح سرعت سے شہرت ہوگئی در ہر دیار
 کس جماعت کی تھی مجھ سے کچھ ارادت یا پیار
 خاندانِ فقر بھی تھا باعثِ عز و وقار
 ایک انسان تھا کہ خارج از حساب و از شمار
 گُفر کے فتووں نے مجھ کو کر دیا بے اعتبار
 مرجع عالم بنایا مجھ کو اور دین کا مدار
 کر دیئے اُس نے تہ جیسے کہ ہو گرد و غبار
 کوئی بتلائے نظیر اس کی اگر کرنا ہے وار
 پر خدا کا کام کب بگڑے کسی سے زینہار
 جلد تر ہوتا ہے برہم افترا کا کاروبار

جن کو ہے انکار اس سے سخت ناداں ہیں وہ لوگ
 کیا یہی اسلام کا ہے دوسرے دینوں پہ فخر
 مغزِ فرقانِ مطہر کیا یہی ہے زُہدِ خشک
 گر یہی اسلام ہے بس ہو گئی اُمتِ ہلاک
 منہ کو اپنے کیوں بگاڑا نا اُمیدوں کی طرح
 کس طرح کے تم بشر ہو دیکھتے ہو صد نشاں
 بات سب پوری ہوئی پر تم وہی ناقص رہے
 دیکھ لو وہ ساری باتیں کیسی پوری ہو گئیں
 اُس زمانہ میں ذرہ سوچو کہ میں کیا چیز تھا
 پھر ذرہ سوچو کہ اب چرچا مرا کیسا ہوا
 جانتا تھا کون کیا عزت تھی پبلک میں مجھے
 تھے رجوعِ خلق کے اسباب مال و علم و حکم
 لیک ان چاروں سے میں محروم تھا اور بے نصیب
 پھر رکھایا نام کافر ہو گیا مطعونِ خلق
 اس پہ بھی میرے خدا نے یاد کر کے اپنا قول
 سارے منصوبے جو تھے میری تباہی کے لئے
 سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
 مگر انسان کو مٹا دیتا ہے انسانِ دگر
 مفتری ہوتا ہے آخر اس جہاں میں روسیہ

افترا کی ایسی دم لمبی نہیں ہوتی کبھی
 حسرتوں سے میرا دل پُر ہے کہ کیوں منکر ہو تم
 یہ عجب آنکھیں ہیں سورج بھی نظر آتا نہیں
 قوم کی بدقسمتی اس سرکشی سے کھل گئی
 قوم میں ایسے بھی پاتا ہوں جو ہیں دُنیا کے کرم
 مکر کے بل چل رہی ہے اُن کی گاڑی روز و شب
 دیں کے کاموں میں تو اُن کے لڑکھڑاتے ہیں قدم
 حلت و حرمت کی کچھ پروا نہیں باقی رہی
 لاف زہد و راستی اور پاپ دل میں ہے بھرا
 اے عزیز و کب تک چل سکتی ہے کاغذ کی ناؤ
 جاودانی زندگی ہے موت کے اندر نہاں
 اے خدا کمزور ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے اٹھا
 تیری عظمت کے کرشمے دیکھتا ہوں ہر گھڑی
 کام دکھلائے جو تو نے میری نصرت کے لئے
 کس طرح تو نے سچائی کو مری ثابت کیا
 ہے عجب اک خاصیت تیرے جمال و حسن میں
 اے مرے پیارے ضلالت میں پڑی ہے میری قوم
 مجھ کو کافر کہتے ہیں میں بھی انہیں مومن کہوں
 مجھ پہ اے واعظ نظر کی یار نے تجھ پر نہ کی

جو ہو مثلِ مدتِ فخر الرسل فخر الخیار
 یہ گھٹا اب جھوم جھوم آتی ہے دل پر بار بار
 کچھ نہیں چھوڑا حسد نے عقل اور سوچ اور بچار
 پر وہی ہوتا ہے جو تقدیر سے پایا قرار
 مقصد اُن کی زلیست کا ہے شہوت و نحر و تمار
 نفس و شیطان نے اٹھایا ہے انہیں جیسے کہاں
 لیک دنیا کے لئے ہیں نوجوان و ہوشیار
 ٹھونس کر مُردار پیٹوں میں نہیں لیتے ڈکار
 ہے زباں میں سب شرف اور نیچ دل جیسے چمار
 ایک دن ہے غرق ہونا با دو چشم اشکبار
 گلشنِ دلبر کی رہ ہے وادیِ غربت کے خار
 ناتواں ہم ہیں ہمارا خود اٹھالے سارا بار
 تیری قدرت دیکھ کر دیکھا جہاں کو مُردہ وار
 پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے ہر زمان وہ کاروبار
 میں ترے قرباں مری جاں تیرے کاموں پر نثار
 جس نے اک چکار سے مجھ کو کیا دیوانہ وار
 تیری قدرت سے نہیں کچھ دور گر پائیں سُدھار
 گر نہ ہو پرہیز کرنا جھوٹ سے دیں کا شعار
 حیف اُس ایماں پہ جس سے کفر بہتر لاکھ بار

میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار
 زیورِ دین کو بناتا ہے وہ اب مثلِ سنار
 دین تو خود کھینچے ہے دل مثلِ بہتِ سیمیں عذار
 تا اٹھاوے دین کی راہ سے جو اٹھا تھا اک غبار
 جن سے ہوں شرمندہ جو اسلام پر کرتے ہیں وار
 وحشیوں میں دین کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار
 معنیءِ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار
 قوم وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار
 گرچہ نکلے روم کی سرحد سے یا از زنگبار
 وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مشکِ تبار
 چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دمار
 چیز کیا ہیں اُس کے آگے رستم و اسفندیار
 کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ اکسار
 چھوڑ دو اُن کو کہ چھوڑائیں وہ ایسے اشتہار
 دم نہ مارو گر وہ ماریں اور کر دینِ حالِ زار
 شدتِ گرمی کا ہے محتاجِ بارانِ بہار
 یہ خیالِ اللہ اکبر کس قدر ہے نابکار
 جنگ بھی تھی صلح کی نیت سے اور کیس سے فرار
 اب تو آنکھیں بند ہیں دیکھیں گے پھر انجام کار

روضہٴ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک
 وہ خدا جس نے نبی کو تھا زرِ خالص دیا
 وہ دکھاتا ہے کہ دین میں کچھ نہیں اکراہ و جبر
 پس یہی ہے رمز جو اُس نے کیا منع از جہاد
 تا دکھاوے منکروں کو دین کی ذاتی خوبیاں
 کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
 پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
 نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے
 روشنی میں مہرِ تاباں کی بھلا کیا فرق ہو
 اے مرے پیارو نکلیب و صبر کی عادت کرو
 نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
 جس نے نفسِ دوں کو ہمت کر کے زیرِ پاکیا
 گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
 تم نہ گھیراؤ اگر وہ گالیاں دین ہر گھڑی
 چپ رہو تم دیکھ کر اُن کے رسالوں میں ستم
 دیکھ کر لوگوں کا جوش و غیظ مت کچھ غم کرو
 افترا اُن کی نگاہوں میں ہمارا کام ہے
 خیر خواہی میں جہاں کی خوں کیا ہم نے جگر
 پاک دل پر بدگمانی ہے یہ شقوت کا نشاں

جب کہ کہتے ہیں کہ کاذب پھولتے پھلتے نہیں
 کیا تمہاری آنکھ سب کچھ دیکھ کر اندھی ہوئی
 آنکھ رکھتے ہو ذرہ سوچو کہ یہ کیا راز ہے
 یہ کرم مجھ پر ہے کیوں کوئی تو اس میں بات ہے
 مجھ کو خود اُس نے دیا ہے چشمیہ توحید پاک
 دوش پر میرے وہ چادر ہے کہ دی اُس یار نے
 خیرگی سے بدگمانی اس قدر اچھی نہیں
 ایک طوفان ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر
 صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
 پشتیاء دیوارِ دیں اور مامنِ اسلام ہوں
 جاہلوں میں اس قدر کیوں بدگمانی بڑھ گئی
 کچھ تو سمجھیں بات کو یہ دل میں ارماں ہی رہا
 اے کہ ہر دم بدگمانی تیرا کاروبار ہے
 میں اگر کاذب ہوں کذابوں کی دیکھوں گا سزا
 اس تعصب پر نظر کرنا کہ میں اسلام پر
 میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسمان سے وقت پر
 ہائے وہ تقویٰ جو کہتے تھے کہاں مخفی ہوئی
 کام جو دکھلائے اُس خلاق نے میرے لئے
 میں نے روتے روتے دامن کر دیا تر درد سے

﴿۱۱۵﴾

پھر مجھے کہتے ہیں کاذب دیکھ کر میرے شمار
 کچھ تو اُس دن سے ڈرو یارو کہ ہے روز شمار
 کس طرح ممکن کہ وہ قدوس ہو کاذب کا یار
 بے سبب ہرگز نہیں یہ کاروبارِ کردگار
 تا لگاوے از سر نو بارغِ دیں میں لالہ زار
 پھر اگر قدرت ہے اے منکر تو یہ چادر اُتار
 ان دنوں میں جب کہ ہے شورِ قیامت آشکار
 نوح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار
 ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
 نارسا ہے دستِ دشمن تا بفرقِ ایں جدار
 کچھ بُرے آئے ہیں دن یا پڑ گئی لعنت کی مار
 واہ رے شیطانِ عجب اُن کو کیا اپنا شکار
 دوسری قوت کہاں گم ہو گئی اے ہوشیار
 پر اگر صادق ہوں پھر کیا عذر ہے روز شمار
 ہوں فدا پھر بھی مجھے کہتے ہیں کافر بار بار
 میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار
 ساربانِ نفسِ دوں نے کس طرف پھیری مہار
 کیا وہ کرسکتا ہے جو ہو مفتری شیطان کا یار
 اب تلک تم میں وہی خشکی رہی باحالِ زار

ہو گیا آنکھوں کے آگے اُن کے دن تاریک و تار
جس سے عقلیں ہو گئیں بیکار اور اک مُردہ وار
جن کے وعظوں سے جہاں کے آگیا دل میں غبار
ایسے کچھ بھولے کہ پھر نسیاں ہوا گردن کا ہار
وہ بدی آتی ہے اُس پر جو ہو اُس کا کاشتکار
سر پہ مسلم اور بخاری کے دیا ناحق کا بار
پھر حماقت ہے کہ رکھیں سب انہی پر انحصار
جب کہ خود وحی خدا نے دی خبر یہ بار بار
خود کہو رویت ہے بہتر یا نقول پُر غبار
جس سے ظاہر ہے کہ راہ نقل ہے بے اعتبار
جس سے دیں نصرانیت کا ہو گیا خدمت گزار
ہو گئے شیطان کے چیلے گردن دیں پر سوار
پھر احادیث مخالف رکھتی ہیں کیا اعتبار
کیا حدیثوں کے لئے فرقاں پہ کر سکتے ہو وار
اب بھی وہ تائید فرقاں کر رہا ہے بار بار
عمر دنیا سے بھی اب ہے آگیا ہفتم ہزار ☆

ہائے یہ کیا ہو گیا عقلوں پہ کیا پتھر پڑے
یا کسی مخفی گناہ سے شامتِ اعمال ہے
گردنوں پر اُن کی ہے سب عام لوگوں کا گناہ
ایسے کچھ سوئے کہ پھر جاگے نہیں ہیں اب تک
نوعِ انساں میں بدی کا تخم بونا ظلم ہے
چھوڑ کر فرقاں کو آثارِ مخالف پر جے
جبکہ ہے امکان کذب و کج روی اخبار میں
جبکہ ہم نے نور حق دیکھا ہے اپنی آنکھ سے
پھر یقین کو چھوڑ کر ہم کیوں گمانوں پر چلیں
تفرقہ اسلام میں نقلوں کی کثرت سے ہوا
نقل کی تھی اک خطا کاری مسیحا کی حیات
صد ہزاراں آفتیں نازل ہوئیں اسلام پر
موتِ عیسیٰ کی شہادت دی خدا نے صاف صاف
گر گُماں صحت کا ہو پھر قابل تاویل ہیں
وہ خدا جس نے نشانوں سے مجھے تمنغہ دیا
سر کو پیڑا! آسمان سے اب کوئی آتا نہیں

☆ کتب سابقہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ عمر دنیا کی حضرت آدم علیہ السلام سے سات ہزار برس تک
ہے اسی کی طرف قرآن شریف اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے کہ إِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ
مِمَّا تَعُدُّونَ ۗ یعنی خدا کا ایک دن تمہارے ہزار برس کے برابر ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے میرے دل پر

اُس کے آتے آتے دیں گا ہو گیا قصہ تمام
کشتیء اسلام بے لطف خدا اب غرق ہے
مجھ کو دے اک فوق عادت اے خدا جوش و تپش
وہ لگا دے آگ میرے دل میں ملت کے لئے
اے خدا تیرے لئے ہر ذرہ ہو میرا فدا
خاکساری کو ہماری دیکھ اے دانائے راز
اک کرم کر پھیر دے لوگوں کو فرقاں کی طرف
ایک فرقاں ہے جو شک اور ریب سے وہ پاک ہے
پھر یہ نقلیں بھی اگر میری طرف سے پیش ہوں
باغ مرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب شمر
مرہم عیسیٰ نے دی تھی محض عیسیٰ کو شفا
جھانکتے تھے نور کو وہ روزانہ دیوار سے
وہ خزانے جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
پر ہوئے دیں کے لئے یہ لوگ ماہ آستیں

کیا وہ تب آئے گا جب دیکھے گا اس دیں کا مزار
اے جنوں کچھ کام کر بے کار ہیں عقلوں کے وار
جس سے ہو جاؤں میں غم میں دیں کے اک دیوانہ وار
شعلے پہنچیں جس کے ہر دم آسمان تک بیشمار
مجھ کو دکھلا دے بہار دیں کہ میں ہوں اشکبار ﴿۱۱۷﴾
کام تیرا کام ہے ہم ہو گئے اب بے قرار
نیز دے توفیق تا وہ کچھ کریں سوچ اور بچار
بعد اس کے ظن غالب کو ہیں کرتے اختیار
تنگ ہو جائے مخالف پر مجال کار زار
میں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا شمار
میری مرہم سے شفا پائے گا ہر ملک و دیار
لیک جب در کھل گئے پھر ہو گئے شہر شعار
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار
دشمنوں کو خوش کیا اور ہو گیا آزرده یار

یہ الہام کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک حضرت آدمؑ سے اسی قدر مدت بحساب قمری
گذری تھی جو اس سورۃ کے حروف کی تعداد سے بحساب ابجد معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کے رو سے حضرت آدمؑ
سے اب ساتواں ہزار بحساب قمری ہے جو دنیا کے خاتمہ پر دلالت کرتا ہے اور یہ حساب جو سورۃ والعصر
کے حروف کے اعداد کے نکالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے حساب سے قریباً تمام و کمال ملتا
ہے صرف قمری اور شمسی حساب کو ملحوظ رکھ لینا چاہیے اور ان کی کتابوں سے پایا جاتا ہے جو مسخ موعود کا
چھٹے ہزار میں آنا ضروری ہے اور کئی برس ہو گئے کہ چھٹا ہزار گزر گیا۔ منہ

پاک کو ناپاک سمجھے ہو گئے مردار خوار
 اُن کے غم میں ہم تو پھر بھی ہیں حزین و دلفگار
 پھر بھی پتھر سے نکل سکتی ہے دینداری کی نار
 آیت لَا تَيْبَسُوا رَکْهَتِي ہے دل کو استوار
 یہ شجر آخر کبھی اس نہر سے لائیں گے بار
 مر گئے تھے اس تمنا میں خواص ہر دیار
 میں نہیں کہتا کہ یہ میرے عمل کے ہیں ثمار
 کھول کر دیکھو براہین کو کہ تا ہو اعتبار
 وہ خدا سے پوچھ لے میرا نہیں یہ کاروبار
 ہو سکے تو خود بنو مہدی بحکمِ کر دگار
 پھر لعین وہ بھی ہے جو صادق سے رکھتا ہے نثار
 سر زمین ہند میں چلتی ہے نہر خوشگوار
 کیا ضرورت ہے کہ دکھلاؤ غضب دیوانہ وار
 یہ خدا کا ہے نہ ہے یہ مفتری کا کاروبار

غل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجال ہے
 گو وہ کافر کہہ کے ہم سے دُور تر ہیں جا پڑے
 ہم نے یہ مانا کہ اُن کے دل ہیں پتھر ہو گئے
 کیسے ہی وہ سخت دل ہوں ہم نہیں ہیں نا امید
 پیشہ ہے رونا ہمارا پیش ربِّ ذُو السَّمَنِ
 جن میں آیا ہے مسیح وقت وہ منکر ہوئے
 میں نہیں کہتا کہ میری جاں ہے سب سے پاک تر
 میں نہیں رکھتا تھا اس دعوے سے اک ذرہ خبر
 گر کہے کوئی کہ یہ منصب تھا شایانِ قریش
 مجھ کو بس ہے وہ خدا عہدوں کی کچھ پروا نہیں
 افترا لعنت ہے اور ہر مفتری ملعون ہے
 تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے
 ان نشانوں کو ذرہ سوچو کہ کس کے کام ہیں
 مفت میں ملزم خدا کے مت بنو اے منکرو

﴿۱۱۸﴾

☆ اب تک کئی ہزار خدا تعالیٰ کے نشان میرے ہاتھ پر ظاہر ہو چکے ہیں۔ زمین نے بھی میرے لئے
 نشان دکھلائے اور آسمان نے بھی اور دوستوں میں بھی ظاہر ہوئے اور دشمنوں میں بھی جن کے کئی لاکھ
 انسان گواہ ہیں اور ان نشانوں کو اگر تفصیلاً جدا جدا شمار کیا جائے تو قریباً وہ سارے نشان دس لاکھ تک
 پہنچتے ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَي ذَالِكِ۔ منہ

یہ فتوحات نمایاں یہ تو اتر سے نشاں
ایسی سرعت سے یہ شہرت ناگہاں سالوں کے بعد
کچھ تو سوچو ہوش کر کے کیا یہ معمولی ہے بات
مٹ گئے حیلے تمہارے ہو گئی حجت تمام
بندہ درگاہ ہوں اور بندگی سے کام ہے
مت کرو بک بک بہت۔ اُس کی دلوں پر ہے نظر
کیسے پتھر پڑ گئے بے بے تمہاری عقل پر
ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دین احمد پر تبر
کون سی آنکھیں جو اس کو دیکھ کر روتی نہیں
کھا رہا ہے دیں طمانچے ہاتھ سے قوموں کے آج
یہ مصیبت کیا نہیں پہنچی خدا کے عرش تک
جنگِ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا
ہر نئی وقت نے اس جنگ کی دی تھی خبر
اے خدا شیطان پہ مجھ کو فتح دے رحمت کے ساتھ
جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگِ روس اور جاپان سے
دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل سوچ کر
بسترِ راحت کہاں ان فکر کے ایام میں
لشکرِ شیطان کے نرغے میں جہاں ہے گھر گیا
نسلِ انسان سے مدد اب مانگنا بے کار ہے

کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکاروں کا کار
کیا نہیں ثابت یہ کرتی صدقِ قول کردگار
جس کا چرچا کر رہا ہے ہر بشر اور ہر دیار
اب کہو کس پر ہوئی اے منکر و لعنت کی مار
کچھ نہیں ہے فتح سے مطلب نہ دل میں خوف ہار
دیکھتا ہے پاکیءِ دل کو نہ باتوں کی سنوار
دیں بے منہ میں گرگ کے۔ تم گرگ کے خود پاسدار
کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور اُن کے وہ وار
کون سے دل ہیں جو اس غم سے نہیں ہیں بیقرار
اک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار
کیا یہ نمش الدین نہاں ہو جائے گا اب زیرِ غار
دل گھٹا جاتا ہے یارب سخت ہے یہ کارزار
کر گئے وہ سب دعائیں بادو چشمِ اشکبار
وہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بے شمار
میں غریب اور ہے مقابل پر حریف نامدار
اے مری جاں کی پنے فوجِ ملائک کو اُتار
غم سے ہردن ہو رہا ہے بدتر از شب ہائے تار
بات مشکل ہو گئی قدرت دکھا اے میرے یار
اب ہماری ہے تری درگاہ میں یارب پکار

ہم تو کافر ہو چکے اُن کی نظر میں بار بار
 کیوں نہیں وہ دیکھتے جو ہو رہا ہے آشکار
 کچھ بنیں طاعون کی صورت کچھ زلازل کے بخار
 ہو رہے ہیں صد ہزاراں آدمی اس کا شکار
 جس سے اک محشر کا عالم تھا بصد شور و پکار
 جس قدر گھر گر گئے اُن کا کردوں کیونکر شمار
 یا ہوئے اک ڈھیر اینٹوں کے پُر از گرد و غبار
 ہر طرف میں مرگ کی آواز تھی اور اضطراب
 مر گئے لاکھوں بشر اور ہو گئے دنیا سے پار
 پس خدا جانے کہ اب کس حشر کا ہے انتظار
 کیا یہی عادت تھی شیخ غزنوی کی یادگار
 پڑتی ہے ہم پر بھی کچھ کچھ وحی رحماں کی پھوار
 آگیا چرخ بریں سے اُن کو تکفیروں کا تار
 ہو گیا تیر تعصب ان کے دل میں وار پار
 گو سناویں اُن کو وہ اپنی بجاتے ہیں ستار
 آسماں سے آگئی میری شہادت بار بار
 یا محبت کے وہ دن تھے یا ہوا ایسا نقار
 پھول بن کر ایک مدت تک ہوئے آخر کو خار
 آہ کیا یہ دل میں گذرا ہوں میں اس سے دلفگار

کیوں کریں گے وہ مدد اُن کو مدد سے کیا غرض
 پر مجھے رہ رہ کے آتا ہے تعجب قوم سے
 شکر اللہ میری بھی آپہں نہیں خالی گئیں
 اک طرف طاعون خونِ کھا رہا ہے ملک کو
 دوسرے منگل کے دن آیا تھا ایسا زلزلہ
 ایک ہی دم میں ہزاروں اس جہاں سے چل دیئے
 یا تو وہ عالی مکاں تھے زینت و زیب جلوس
 حشر جس کو کہتے ہیں اک دم میں برپا ہو گیا
 دب گئے نیچے پہاڑوں کے کئی دیہات و شہر
 اس نشاں کو دیکھ کر پھر بھی نہیں ہیں نرم دل
 وہ جو کہلاتے تھے صوفی کہیں میں سب سے بڑھ گئے
 کہتے ہیں لوگوں کو ہم بھی زُبدۃ الأبرار ہیں
 پر وہی نا فہم ملہم اول الأعدا ہوئے
 سب نشاں بیکار اُن کے بغض کے آگے ہوئے
 دیکھتے ہرگز نہیں قدرت کو اُس ستار کی
 صوفیا اب بیچ ہے تیری طرح تیری تراہ
 قدرتِ حق ہے کہ تم بھی میرے دشمن ہو گئے
 دھو دیئے دل سے وہ سارے صحبتِ دیریں کے رنگ
 جس قدر نقدِ تعارف تھا وہ کھو بیٹھے تمام

دن تو روشن تھا مگر ہے بڑھ گئی گرد و غبار
جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر اور مرغزار
اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آب رودبار
صبح کردے گی انہیں مثل درختان چنار

آسماں پر شور ہے پر کچھ نہیں تم کو خبر
اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
تاریخ امروزہ ۱۵/اپریل ۱۹۰۵ء
آئے گا قہر خدا سے خلق پر اک انقلاب
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر و زبر
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگِ یاسمن

☆ خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے۔ اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہوگا جو نمونہ قیامت ہوگا بلکہ قیامت کا زلزلہ اس کو کہنا چاہیے جس کی طرف سورہ اذا زلزلت الارض زلزالھا اشارہ کرتی ہے لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جمائیں نہیں سکتا۔ ممکن ہے یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھادے جس کی نظیر کبھی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔ ہاں اگر ایسا فوق العادت نشان ظاہر نہ ہو اور لوگ کھلے طور پر اپنی اصلاح بھی نہ کریں تو اس صورت میں میں کاذب ٹھہروں گا مگر میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ یہ شدید آفت جس کو خدا تعالیٰ نے زلزلہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے صرف اختلاف مذہب پر کوئی اثر نہیں رکھتی اور نہ ہندو یا عیسائی ہونے کی وجہ سے کسی پر عذاب آسکتا ہے اور نہ اس وجہ سے آسکتا ہے کہ کوئی میری بیعت میں داخل نہیں یہ سب لوگ اس تشویش سے محفوظ ہیں۔ ہاں جو شخص خواہ کسی مذہب کا پابند ہو جرائم پیشہ ہونا اپنی عادت رکھے اور فسق و فجور میں غرق ہو اور زانی، خون، چور، ظالم اور ناحق کے طور پر بداندیش، بد زبان اور بد چلن ہو اس کو اس سے ڈرنا چاہیے اور اگر توبہ کرے تو اس کو بھی کچھ غم نہیں اور مخلوق کے نیک کردار اور نیک چلن ہونے سے یہ عذاب ٹل سکتا ہے قطعاً نہیں ہے۔ منہ

بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
 راہ کو بھولیں گے ہو کر مست و بے خود راہوار
 سرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شرابِ انجبار
 زار بھی ہو گا تو ہو گا اُس گھڑی باحالِ زار
 آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار
 اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دارومدار
 کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بُردبار

ہوش اُڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس
 ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
 خون سے مردوں کے کوہستان کے آبِ رواں
 مضحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس
 اک نمونہ قہر کا ہو گا وہ ربانی نشان
 ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہ ناشناس
 وحی حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا

یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف

قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا ادھار



(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

اے یار ازل بس است روئے تو مرا بہتر ز ہزار خلد کوئے تو مرا
از مصلحتی دگر طرف بنم لیک ہر لحظہ نگاہ ہست سوئے تو مرا
بر عزت من اگر کسے حملہ کند صبر است طریق ہچو خوئے تو مرا
من چستم و چہ عزتم ہست مگر جنگ است ز بہر آبروئے تو مرا

ایک صاحب محمد اکرام اللہ نام نے روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۰۵ء میں میرے ان اشتہارات کی نسبت جن میں اوّل دفعہ اور دوم دفعہ کے زلزلہ کی نسبت پیشگوئیاں ہیں کچھ اعتراض شائع کئے ہیں اور میرے خیال میں وہ اعتراضات صرف تعصب کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ ناتسجھی اور نہایت محدود واقفیت بھی ان کا موجب ہے۔ قوم کی حالت پر اسی وجہ سے مجھے رونا آتا ہے کہ اعتراض کرنے کے وقت کچھ تدبیر نہیں کرتے اور جنون کی طرح ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے یا خود نمائی کی وجہ سے یہ شوق دامن گیر ہوتا ہے کہ کسی طرح معترض بن کر ہمیں بھی اوّل درجہ کے مخالفوں میں جگہ مل جائے اور یا کم سے کم لائق اور اہل علم متصور ہوں مگر بجائے لائق کہلانے کے خود اپنے ہاتھ سے اپنی پردہ دری کرتے ہیں۔ اب اہل انصاف اعتراضات کو سنیں اور ان کے جوابات پر غور کر کے دیکھیں کہ کیا ایسے اعتراضات کوئی منصف مزاج جس کو کچھ بھی عقل اور دین سے حصہ ملا ہے کر سکتا ہے۔ افسوس کہ یہ لوگ اوّل خود دھوکا کھاتے ہیں اور پھر لوگوں کو دھوکے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ اور اس جاہلیت کا سارا باعث وہ جلا ہوا تعصب ہے کہ جو جہنم کی آگ اپنے اندر رکھتا ہے۔

خلاصہ اعتراض اوّل قولہ۔ اب ہم مرزا صاحب کے قول سے ثابت کرتے ہیں کہ زلزلہ کی پیشگوئی کوئی قابل وقعت چیز نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی کتاب ازالہ اوہام میں خود لکھتے ہیں کہ زلزلہ کی پیشگوئی



قابل وقعت چیز نہیں بلکہ مہمل اور ناقابل التفات ہے۔ الجواب۔ واضح ہو کہ معترض نے اس جگہ وہ میری عبارت پیش کی ہے کہ جو میں نے انجیل متی کی ایک پیشگوئی پر جو حضرت مسیح کی طرف منسوب کی جاتی ہے ازالہ اوہام میں لکھی ہے۔ اور اس جگہ کافی ہوگا کہ وہی عبارت زلزلہ کی نسبت جو انجیل متی میں حضرت مسیح کے نام پر مندرج ہے جس کو میں نے ازالہ اوہام میں نقل کیا ہے پبلک کے سامنے پیش کر دی جائے اور پھر وہ عبارتیں جو میری پیشگوئیوں میں دونوں زلزلوں کی نسبت بذریعہ اشتہارات شائع ہو چکی ہیں بالمقابل اس جگہ لکھ دی جائیں تا ناظرین خود سمجھ لیں کہ کیا ان دونوں پیشگوئیوں کی ایک ہی صورت ہے یا ان میں کچھ فرق بھی ہے اور کیا میری پیشگوئی میں بھی زلزلہ کی نسبت صرف معمولی الفاظ ہیں جو ہر ایک زلزلہ پر صادق آسکتے ہیں جیسا کہ انجیل متی کے الفاظ ہیں یا میری پیشگوئی فوق العادت زلزلہ کی خبر دیتی ہے۔ اور اس جگہ اس بات کا ذکر کرنا بھی بے موقعہ نہ ہوگا کہ جس سرزمین میں حضرت مسیح تھے یعنی ملک شام میں اُس ملک کی قدیم سے ایسی صورت ہے کہ ہمیشہ اس میں زلزلے آیا کرتے ہیں جیسا کہ کشمیر میں اور ہمیشہ طاعون بھی اُس ملک میں آیا کرتی ہے پس اُس ملک کے لئے یہ اعجوبہ نہیں ہے کہ اُس میں زلزلہ آوے یا طاعون پیدا ہو بلکہ کوئی بڑا زلزلہ آنا بھی عجیب بات نہیں ہے حضرت مسیح کی پیدائش سے بھی پہلے اس میں زلزلے آچکے ہیں اور ان کی زندگی میں بھی ہمیشہ سخت اور نرم زلزلے آتے رہے ہیں۔ پھر معمولی بات کی نسبت پیشگوئی کیا ہوگی؟ مگر ہم آگے چل کر بیان کریں گے کہ یہ زلزلہ جس کی پیشگوئی میں نے کی تھی اس ملک کے لئے کوئی معمولی بات نہ تھی بلکہ ایک انہونی اور فوق العادت بات تھی جس کو تمام ملک کے رہنے والوں نے فوق العادت قرار دیا بلکہ نمونہ قیامت سمجھا اور تمام محقق انگریزوں نے بھی یہی گواہی دی اور تاریخ پنجاب بھی یہی شہادت دیتی ہے اور نیز پرانی عمارتیں جو قریباً ۱۶۰۰ سو برس سے محفوظ چلی آئیں بزبان حال یہی شہادت دے رہی ہیں مگر سب کو معلوم ہے کہ ملک شام میں تو اس کثرت سے زلزلے آتے ہیں کہ جب وہ پیشگوئی

حضرت مسیح کی لکھی گئی تو غالباً اس وقت بھی کوئی زلزلہ آ رہا ہوگا۔

اب ہم ذیل میں وہ پیشگوئی لکھتے ہیں جو زلزلہ آنے کی نسبت انجیل متی میں لکھی گئی ہے جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے۔ قوم قوم پر اور بادشاہت بادشاہت پر چڑھ آوے گی اور کال اور مری پڑے گی اور جگہ جگہ بھونچال آویں گے۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۴۔ یہی پیشگوئی ہے جس کی نسبت میں نے ازالہ اوہام میں وہ عبارت لکھی ہے جو معترض نے اخبار مذکور کے صفحہ پانچ کالم اوّل سطر چھبیس میں درج کی ہے اور وہ یہ ہے۔ کیا یہ بھی کچھ پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے مری پڑے گی لڑائیاں ہوں گی قحط پڑیں گے۔ معترض صاحب میری اس عبارت کو لکھ کر اس سے یہ بات نکالتے ہیں کہ گویا میں نے یہ اقرار کیا ہے کہ زلزلہ کی نسبت پیشگوئی کرنا کوئی قابل وقعت چیز نہیں اور ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اس عبارت سے میرا یہ مدعا نہیں ہے جو معترض نے سمجھا ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ معمولی طور پر ایک بات کو پیش کرنا جس میں کوئی عجوبہ نہیں اور جس میں کوئی فوق العادت امر نہیں پیشگوئی کے مفہوم میں داخل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اگر کوئی پیشگوئی کرے کہ برسات کے دنوں میں کچھ نہ کچھ بارشیں ہوں گی تو یہ پیشگوئی نہیں کہلا سکتی کیونکہ عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ برسات کے مہینوں میں کچھ نہ کچھ بارشیں ہو جایا کرتی ہیں۔ ہاں اگر کوئی یہ پیشگوئی کرے کہ اب کی دفعہ برسات کے دنوں میں اس قدر بارشیں ہوں گی کہ زمین میں سے چشمے جاری ہو جائیں گے اور کونیں پُر ہو کر نہروں کی طرح بہنے لگیں گے اور گذشتہ سو برس میں ایسی بارش کی کوئی نظیر نہیں ہوگی تو اس کا نام ضرور ایک امر خارق عادت اور پیشگوئی رکھا جائے گا سو اسی اصول کے لحاظ سے میں نے انجیل متی باب ۲۴ کی پیشگوئی پر اعتراض کیا تھا کہ صرف اتنا کہہ دینا کہ زلزلے آئیں گے خاص کر اس ملک میں جس میں ہمیشہ زلزلے آیا کرتے ہیں بلکہ سخت زلزلے بھی آتے ہیں یہ کوئی ایسی خبر نہیں ہے جس کا نام پیشگوئی رکھا جائے یا اس کو ایک امر خارق عادت ٹھہرایا جائے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ کیا ان ہر سہ اشتہارات میں جو میں نے زلزلہ کی نسبت پیشگوئی

کے طور پر ملک میں شائع کئے ایسی ہی معمولی خبر پائی جاتی ہے جس میں کوئی امر خارق عادت نہیں۔ اگر درحقیقت ایسا ہی ہے تو پھر زلزلہ کی نسبت میری پیشگوئی بھی ایک معمولی بات ہوگی۔ زلزلہ کی نسبت میرے اشتہارات کے الفاظ یہ ہیں۔ یکم مئی ۱۹۰۲ء میں مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی ہوئی تھی جس کو میں نے اخبار الحکم اور البدر میں شائع کر دیا تھا۔ عفت الدیار محلہا و مقامها۔ یعنی اس ملک کا ایک حصہ مٹ جائے گا۔ اس کی وہ عمارتیں جو عارضی سکونت کی جگہ ہیں اور وہ عمارتیں جو مستقل سکونت کی جگہ ہیں دونوں نابود ہو جائیں گی ان کا نام و نشان نہیں رہے گا۔ اور الدیار پر جو الف لام ہے وہ دلالت کرتا ہے جو خدا تعالیٰ کے علم میں اس ملک میں سے وہ خاص خاص جگہ ہیں جن پر یہ بتا ہی آئے گی اور وہ خاص حصہ ملک کے مکانات ہیں جو زمین سے برابر ہو جائیں گے۔ یہ کس قدر فوق العادت پیشگوئی ہے اور کس شد و مد سے اس میں آئندہ واقعہ کا ذکر ہے جس کی سولہ سو برس تک بھی اس ملک میں نظیر نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ انگریزی اخباروں کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ بڑے بڑے طبقات الارض کے محقق اس ملک کی نسبت یہ فوق العادت واقعہ قرار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ یورپ کے بڑے بڑے محققوں کی شہادت سے شائع ہو چکا ہے کہ سولہ سو برس تک بھی پنجاب میں اس زلزلہ کی نظیر نہیں پائی جاتی اور تمام اخباریں اس مضمون سے بھری پڑی ہیں کہ یہ زلزلہ نمونہ قیامت تھا۔ پس جبکہ اُس وحی الہی میں جو میرے پر ہوئی یہ فوق العادت مضمون ہے کہ اس حادثہ سے عمارتیں نابود ہو جائیں گی اور ایک حصہ اس ملک کا تباہ ہو جائے گا تو پھر نہایت افسوس ہے کہ ایسی عظیم الشان پیشگوئی کو جو ایک ملک کے تباہ ہونے کی خبر دیتی ہے انجیل کی ایک معمولی خبر کے برابر ٹھہرایا جائے جو زلزلے آئیں گے اور وہ بھی اُس ملک میں جو زلزلوں کا گھر ہے کیا کسی پیشگوئی کے اس سے زیادہ الفاظ ڈرانے والے ہو سکتے ہیں۔ ہر ایک منصف مزاج خود سوچ لے کہ کیا اس ملک پنجاب کے لئے زلزلہ کی پیشگوئی کے الفاظ اس سے زیادہ فوق العادت ہو سکتے ہیں جو وحی ربانی عفت الدیار محلہا و مقامها میں پائے جاتے ہیں۔ جس کے یہ معنی

ہیں کہ ایک حصہ ملک کا ایسا تباہ ہو جائے گا کہ اس کی عمارتیں سب نابود ہو جائیں گی نہ سرائیں باقی رہیں گی نہ مستقل سکونت کی جگہ۔ اس جگہ ادنیٰ عربی دان بھی الدیار کے الف لام کو ذہن میں رکھ کر سمجھ سکتا ہے کہ الدیار سے ایک حصہ اس ملک کا مراد ہے اور عفت کے لفظ سے یہی مطلب ہے کہ اس حصہ ملک کے سب مکانات گر جائیں گے نابود ہو جائیں گے ناپدید ہو جائیں گے۔☆

پس کوئی مجھ کو سمجھاوے کہ اس ملک کے لئے ایسا واقعہ پہلے اس سے کب پیش آیا تھا اور نہ ایمان داری سے بعید ہے کہ انسان بے حیا ہو کر جھوٹ بولے اور اس خدا کا خوف نہ کرے جس کا ہاتھ ہر ایک وقت سزا دینے پر قادر ہے۔ اور پھر اشتہار الوصیت میں جو ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء میں زلزلہ سے پہلے شائع کیا گیا تھا یہ عبارت درج ہے۔ اس وقت جو آدھی رات کے بعد چار بج چکے ہیں بطور کشف میں نے دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طور پر شور قیامت برپا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی الہام ہوا کہ موتا موتی لگ رہی ہے اب سوچو کہ کیا ایک آئندہ واقعہ کی ان الفاظ سے پیشگوئی کرنا کہ وہ نمونہ قیامت ہوگا۔ اور شور قیامت اس سے برپا ہوگا وہ پیشگوئی اس پیشگوئی سے مساوی ہو سکتی ہے جو معمولی الفاظ میں کہا جائے جو زلزلے آویں گے۔ خاص کر شام جیسے ملک میں جو اکثر زلزلوں اور طاعون کی جگہ ہے اگر خدا تعالیٰ کا خوف ہو تو خدائے تعالیٰ کی پیشگوئی کے انکار میں اس قدر دلیری کیونکر ہو۔ یہ میرے پر حملہ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ پر حملہ ہے جس کا وہ کلام ہے اور یہ کہنا کہ عَفَّتِ الدِّيَارِ مَحَلَّهَا و مَقَامَهَا يه لبید بن ربیعہ کے ایک بیت کا پہلا مصرعہ ہے

☆ اگر کسی کو ان معنوں میں شک ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ کسی مخالف عربی دان کو قسم دے کر پوچھ لے کہ کیا اس الہام عَفَّتِ الدِّيَارِ میں عمارتوں کا گرنا۔ نابود ہو جانا اور ایسے مکانات کا گرنا جو عارضی آمد و رفت کے لئے مقرر ہوتے ہیں جیسا کہ دھرم سالہ اور کانگریز کے پہاڑ کی لاٹاں والی کا مندر یا دائمی بود و باش کے مکانات کا گرنا ثابت نہیں ہوتا؟ ظاہر ہے کہ ایسے کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے جس سے آگے توضیح کی ضرورت نہیں۔ منہ

یہ بھی خدا تعالیٰ پر گستاخانہ حملہ ہے وہ ہر ایک شخص کے قول کا وارث ہے بلید ہو یا کوئی اور ہو۔ اسی کی توفیق سے شعر بھی بنتا ہے۔ پس اگر اس نے ایک شخص کے کلام کو لے کر بطور وحی القا کر دیا تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اور اگر یہ اعتراض ہو سکتا ہے تو پھر اس بات کا کیا جواب ہے کہ قرآن شریف میں جو یہ آیت ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ یہ بھی دراصل ایک انسان کا کلام تھا۔ یعنی عبد اللہ بن ابی سرح کا جو ابتداء میں قرآن شریف کی بعض آیات کا کاتب بھی تھا پھر مرتد ہو گیا وہی کلام اس کا بغیر کمی بیشی کے فرقان مجید میں نازل ہو گیا اور یہ وحی الہی کہ عفت الدیار محلها و مقامها اس کے حروف قرآن شریف کی آیت موصوفہ کے حروف سے بھی زیادہ نہیں ہیں۔ یعنی فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ^۱ سے بلکہ اس کے اکیس^۲ حرف ہیں مگر آیت قرآنی کے بائیس^۳ حرف۔ پھر معترض کا اس وحی الہی پر یہ کہاوت سنانا کہ ”کہیں کی اینٹ کہیں کا روٹا۔ بھان متی نے کنبہ جوڑا“^۴ اس کو ذرا سوچنا چاہیے کہ اُس نے درحقیقت قرآن شریف پر حملہ کر کے اپنی عاقبت درست کر لی ہے۔ اور قرآن شریف میں صرف یہی وحی نہیں جو اس بات کا نمونہ ہو جو وہ پہلے انسانی کلام تھا اور پھر اُس سے خدا تعالیٰ کی وحی کا توارد ہوا بلکہ بہت سے ایسے نمونے پیش ہو سکتے ہیں جہاں انسانی کلام سے خدا تعالیٰ کے کلام کا توارد ہوا جیسا کہ قرآن شریف کو بہت جگہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام سے توارد ہوا ہے جس سے علماء بے خبر نہیں ہیں۔ اور جن کی ایک بڑی فہرست پیش ہو سکتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معترض دراصل قرآن شریف سے منکر ہے ورنہ ایسا گستاخی اور بے ادبی کا کلمہ ہرگز اس کے منہ پر نہ آتا۔ کیا کوئی مومن ایسا اعتراض کسی پر کر سکتا ہے؟ کہ وہ اعتراض بعینہ قرآن شریف پر آتا ہو۔ نعوذ باللہ ہرگز نہیں۔

☆ اگرچہ گناہ ہزاروں قسم کے ہوتے ہیں مگر نہایت درجہ کا لعنتی وہ شخص ہے جو خدا تعالیٰ کے پاک کلام پر اعتراض کرے۔ جاہل جلدی سے اور گستاخی سے اور خوش ہو کر خدا تعالیٰ کے کلام پر اعتراض کرتا ہے اور اس قدوس سے لڑتا ہے مگر وہ مرجاتا تو اس سے بہتر تھا۔ منہ

پھر معترض کا پیشگوئی عفت الدیار پر ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ عفت کا لفظ جو ماضی کا صیغہ ہے اس کا ترجمہ مضارع کے معنوں میں کیا گیا ہے حالانکہ اس کا ترجمہ ماضی کے معنوں میں کرنا چاہئے تھا۔ اس اعتراض کے ساتھ معترض نے بہت شوخی دکھائی ہے۔ گویا مخالفانہ حملہ میں اس کو بھاری کامیابی ہوئی ہے۔ اب ہم اس کی کس کس دھوکا دہی کو ظاہر کریں جس شخص نے کافیہ یا ہدایت الخو بھی پڑھی ہوگی۔ وہ خوب جانتا ہے کہ ماضی مضارع کے معنوں پر بھی آجاتی ہے بلکہ ایسے مقامات میں جبکہ آنے والا واقعہ متکلم کی نگاہ میں یقینی وقوع ہو☆ مضارع کو ماضی کے صیغہ پر لاتے ہیں تا اس امر کا یقینی وقوع ہونا ظاہر ہو۔ اور قرآن شریف میں اس کی بہت نظیریں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَنُفِّحَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ^۱ اور جیسا کہ فرماتا ہے وَإِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعْقِبِي أِبْنَ مَرْيَمَ إِنَّكَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمَّيَ الْهَيْبِينَ مِنْ دُونِ اللَّهِ^۲ قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صُدُقُهُمْ^۳ اور جیسا کہ فرماتا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ^۴ اور جیسا کہ فرماتا ہے وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ^۵ اور جیسا کہ فرماتا ہے تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ^۶ اور جیسا کہ فرماتا ہے وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَىٰ النَّارِ^۷ اور جیسا کہ فرماتا ہے وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ قَالَ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا^۸ اب معترض صاحب

☆ مثلاً جس شخص کو بہت سی زہر قاتل دی گئی ہو وہ کہتا ہے کہ میں تو مر گیا۔ اور ظاہر ہے کہ مر گیا ماضی کا صیغہ ہے مضارع کا صیغہ نہیں ہے۔ اس سے مطلب اس کا یہ ہوتا ہے کہ میں مر جاؤں گا۔ اور مثلاً ایک وکیل جس کو ایک قوی اور کھلی کھلی نظیر فیصلہ چیف کورٹ کی اپنے موکل کے حق میں مل گئی ہے وہ خوش ہو کر کہتا ہے کہ بس اب ہم نے فتح پالی حالانکہ مقدمہ ابھی زیر تجویز ہے کوئی فیصلہ نہیں لکھا گیا۔ پس مطلب اس کا یہ ہوتا ہے کہ ہم یقیناً فتح پالیں گے اسی لئے وہ مضارع کی جگہ ماضی کا صیغہ استعمال کرتا ہے۔ منہ

فرمادیں کہ کیا یہ قرآنی آیات ماضی کے صیغے ہیں یا مضارع کے اور اگر ماضی کے صیغے ہیں تو ان کے معنی اس جگہ مضارع کے ہیں یا ماضی کے۔ جھوٹ بولنے کی سزا تو اس قدر کافی ہے کہ آپ کا حملہ صرف میرے پر حملہ نہیں بلکہ یہ تو قرآن شریف پر بھی حملہ ہو گیا گویا وہ صرف و نحو جو آپ کو معلوم ہے خدا کو معلوم نہیں۔ اسی وجہ سے خدا نے جا بجا غلطیاں کھائیں اور مضارع کی جگہ ماضی کو لکھ دیا۔

پھر اس کے ساتھ آپ کا ایک اور اعتراض بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس پیشگوئی یعنی عفت السدیار محلہا و مقامہا میں زلزلہ کا لفظ کہاں ہے۔ افسوس اس معترض کو یہ معلوم نہیں کہ مقصود بالذات تو پیشگوئی کا اسی قدر مفہوم ہے جو الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے غرض تو صرف اتنی ہے کہ ایک حصہ ملک پر بڑی تباہی آئے گی۔ اس جگہ دانا خود سمجھ سکتا ہے کہ مکانات کا تباہ ہونا بذریعہ زلزلہ ہی ہوا کرتا ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ یہ عظیم الشان ملک کی تباہی اور شہروں اور مکانات کا نابود ہو جانا کسی اور ذریعہ سے ظہور میں آوے مگر تب بھی بہر حال یہ پیشگوئی سچی ثابت ہوگی۔ اور چونکہ سنت اللہ کے موافق اس تباہی کو زلزلہ پر دلالت التزامی ہے اس لئے اس کا ذکر کرنا ضروری نہ تھا لیکن چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ بعض کم فہم جن کی فطرت نادانی اور تعصب کی معجون ہے ایسا اعتراض بھی کریں گے اس لئے اُس نے زلزلہ کا لفظ بھی بتصریح لکھ دیا۔ دیکھو پرچہ الحکم مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء اور اگرچہ یہ پیشگوئی زلزلہ کی پیشگوئی سے الگ کر کے جو اس سے پہلے شائع ہو چکی ہے صرف اس قدر بتاتی ہے کہ اس ملک کے بعض حصے تباہ ہو جائیں گے اور سخت تباہی آئے گی اور عمارات نابود ہو جائیں گی اور بستیاں کا لحدوم ہو جائیں گی۔ اور یہ نہیں بتلاتی کہ کس خاص ذریعہ سے یہ تباہیاں وقوع میں آئیں گی۔ لیکن جو شخص سوچے گا کہ شہر اور بستیاں کس ذریعہ سے زمین میں دھنسا کرتی ہیں اور یک دفعہ عمارتیں کیونکر گر جاتی ہیں اور اس پیشگوئی کے ساتھ اس پیشگوئی کو بھی پڑھے گا جو اسی پرچہ میں پانچ ماہ پہلے شائع ہو چکی ہے۔

جس کے یہ لفظ ہیں کہ زلزلہ کا دھکا وہ ایسا اعتراض کرنے سے حیا کرے گا کہ پیشگوئی میں زلزلہ کا ذکر نہیں۔ ہاں ہم یہ اب بھی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں استعارات بھی ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهَوَ فِي الْأُخْرَىٰ أَعْمَىٰ ۗ لَهَذَا مِمَّا تَقَا کہ زلزلہ سے مراد اور کوئی عظیم الشان آفت ہوتی جو پورے طور پر زلزلہ کا رنگ اپنے اندر رکھتی۔ مگر ظاہر عبارت بہ نسبت تاویل کے زیادہ حق رکھتی ہے پس دراصل اس پیشگوئی کا حلقہ وسیع تھا لیکن خدا تعالیٰ نے دشمنوں کا منہ کالا کرنے کے لئے ظاہر الفاظ کی رو سے بھی اس کو پورا کر دیا۔ اور ممکن ہے کہ بعد اس کے بعض حصے اس پیشگوئی کے کسی اور رنگ میں بھی ظاہر ہوں لیکن بہر حال وہ امر خارقِ عادت ہوگا جس کی نسبت یہ پیشگوئی ہے چنانچہ یہی زلزلہ جس نے اس قدر پنجاب میں نقصان پہنچایا اس کی نسبت تحقیقات کی رو سے سول ملٹری گزٹ وغیرہ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے اور یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ سولہ سو برس تک اس ملک پنجاب میں ایسا کوئی زلزلہ نہیں آیا۔ پس یہ پیشگوئی بلاشبہ اول درجہ کی خارقِ عادت امر کی خبر دیتی ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس کے بعد بھی کچھ ایسے حوادث مختلف اسبابِ طبعیہ سے ظاہر ہوں جو ایسی تباہیوں کے موجب ہو جائیں جو خارقِ عادت ہوں پس اگر اس پیشگوئی کے کسی حصہ میں زلزلہ کا ذکر بھی نہ ہوتا تب بھی یہ عظیم الشان نشان تھا کیونکہ مقصود تو اس پیشگوئی میں ایک خارقِ عادت تباہی مکانوں اور جگہوں کی ہے جو بے مثل ہے زلزلہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے پس جب کہ یہ شہادت مل چکی کہ سولہ سو برس تک اس تباہی کی ملک پنجاب میں نظیر نہیں پائی جاتی تو یہ پیشگوئی ایک معمولی امر نہ رہا جو صرف انسانی اٹکل سے ہو سکتا ہے پھر جبکہ اس پیشگوئی کے

﴿۹﴾

☆ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص اس جہان میں اندھا ہے وہ دوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا یعنی جس کو خدا کا دیدار اس جگہ نہیں اُس جگہ بھی نہیں۔ اس آیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو بیچارے جسمانی طور پر اس جہان میں اندھے ہیں وہ دوسرے جہان میں بھی اندھے ہی ہوں گے۔ پس یہ استعارہ ہے کہ جاہل کا نام اندھا رکھا گیا۔ منہ

پہلے حصہ میں جو ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء میں اسی اخبار الحکم میں درج ہوئی ہے صاف اور صریح لفظوں میں زلزلہ کا ذکر بھی شائع ہو چکا ہے تو ایسے معترض کی عقل پر ہنسیں یا روویں جو کہتا ہے جو زلزلہ کی کوئی پیشگوئی نہیں کی۔

اب یاد رہے کہ وحی الہی یعنی عفت الدیار محلہا و مقامہا یہ وہ کلام ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے خدا تعالیٰ نے لیبید بن ربیعۃ العامری کے دل میں ڈالا تھا جو اُس کے اس قصیدہ کا اول مصرع ہے جو سب سے معلقہ کا چوتھا قصیدہ ہے اور لیبید نے زمانہ اسلام کا پایا تھا اور مشرف باسلام ہو گیا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں داخل تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے اس کے کلام کو یہ عزت دی کہ جو آخری زمانہ کی نسبت ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی کہ ایسی ایسی تباہیاں ہوں گی جن سے ایک ملک تباہ ہوگا وہ اُسی کے مصرع کے الفاظ میں بطور وحی فرمائی گئی جو اس کے منہ سے نکلی تھی۔ پس یہ تعجب سخت نادانی ہے کہ ایک کلام جو مسلمان کے منہ سے نکلا ہے وہ کیوں وحی الہی میں داخل ہوا۔ کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں وہ کلام جو عبد اللہ بن ابی سرح کے منہ سے نکلا تھا یعنی فَتَبَرَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَلْقَيْنِ وہی قرآن شریف میں نازل ہوا جس کی وجہ سے عبد اللہ بن ابی سرح مرتد ہو کر مکہ کی طرف بھاگ گیا۔ پس جب کہ خدا تعالیٰ کے کلام کا ایک مرتد کے کلام سے توارد ہوا تو اس سے کیوں تعجب کرنا چاہیے کہ لیبید جیسے صحابی بزرگوار کے کلام سے اس کے کلام کا توارد ہو جائے۔ خدا تعالیٰ جیسے ہر ایک چیز کا وارث ہے ہر ایک پاک کلام کا بھی وارث ہے اور ہر ایک پاک کلام اُسی کی توفیق سے منہ سے نکلتا ہے۔ پس اگر ایسا کلام بطور وحی نازل ہو جائے تو اس بارے میں وہی شخص شک کرے گا جس کو اسلام میں شک ہو۔ اور لیبید کے فضائل میں سے ایک یہ بھی تھا جو اس نے نہ صرف

﴿۱۰﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا بلکہ زمانہ ترقیات اسلام کا خوب دیکھا اور ۴۱ ہجری میں ایک سو ستاون برس کی عمر پا کر فوت ہوا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام سے بھی کئی مرتبہ قرآن شریف کا تورا دہوا جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ قال قال عمر وَاَفَقْتُ رَبِّي فِئْسَىٰ اَرْبَعٍ يَعْنِي چار باتیں جو میرے منہ سے نکلیں وہی خدا تعالیٰ نے فرمائیں اور اگر ہم اس امت مرحومہ کے اولیاء کرام کا ذکر کریں کہ کس قدر دوسروں کے کلام بطور الہام اُن کے دلوں پر القا ہوئے اور بعض کو منثوی رومی کے اشعار بطور الہام منجانب اللہ دل پر ڈالے گئے تو یہ بیان ایک علیحدہ رسالہ کو چاہتا ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ جس شخص کو ایک ذرا واقفیت بھی اس کو چہ سے ہوگی وہ کبھی اس بات کو منہ پر نہیں لائے گا کہ خدا کے کلام کو انسان کے کلام سے تورا دہیں ہو سکتا بلکہ ہر ایک شخص جو کسی قدر علم شریعت سے حصہ رکھتا ہے وہ ایسے کلمہ کو موجب کفر سمجھے گا کیونکہ اس عقیدہ سے قرآن شریف سے انکار کرنا لازم آتا ہے۔ اس جگہ ایک اشکال بھی ہے اور ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس اشکال کو بھی حل کر دیں۔ وہ یہ ہے کہ اگر یہ جائز ہے کہ کسی انسان کے کلام سے خدا کے کلام کا تورا دہو تو ایسا ہونا قرآن شریف کے معجزہ ہونے میں قدرح پیدا کرتا ہے لیکن جیسا کہ صاحب تفسیر کبیر اور دوسرے مفسروں نے لکھا ہے کوئی جائے اشکال نہیں کیونکہ اس قدر قلیل کلام پر اعجاز کی بنا نہیں ورنہ قرآن شریف کے کلمات بھی وہی ہیں جو اور عربوں کے منہ سے نکلتے تھے اعجازی صورت کے پیدا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ خدا کا کلام کم سے کم اس سورۃ کے برابر ہو جو سب سے چھوٹی سورۃ قرآن شریف میں ہے یا کم سے کم دس آیتیں ہوں کیونکہ اسی قدر کو قرآن شریف نے معجزہ ٹھہرایا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اگر کسی شخص کا کلام خدا کے کلام میں بطور وحی کے داخل ہو جائے تو وہ بہر حال اعجاز کا رنگ پکڑ سکتا ہے۔ مثلاً یہی وحی الہی یعنی عَفَتِ الدِّيَارِ مَحَلَّهَا و مَقَامَهَا جب لبید رضی اللہ عنہ کے منہ سے شعر کے طور پر نکلی تو یہ معجزہ نہ تھی لیکن جب وحی کے طور پر ظاہر ہوئی تو اب معجزہ ہوگئی کیونکہ

لبید ایک واقعہ گذشتہ کے حالات پیش کرتا ہے جن کا بیان کرنا انسانی قدرت کے اندر داخل ہے لیکن اب خدا تعالیٰ لبید کے کلام سے اپنی وحی کا توار ذکر کے ایک واقعہ عظیمہ آئندہ کی خبر دیتا ہے جو انسانی طاقتوں سے باہر ہے پس وہی کلام جب لبید کی طرف منسوب کیا جائے تو معجزہ نہیں ہے لیکن جب خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جائے تو بلاشبہ معجزہ ہے۔ آج سے ایک سال پہلے اس بات کو کون جانتا تھا کہ ایک حصہ اس ملک کا زلزلہ شدیدہ کے سبب سے تباہ اور ویران ہو جائے گا یہ کس کو خبر تھی کہ اس قدر شہر اور دیہات یک دفعہ زمین میں دھنس کر تمام عمارتیں نابود ہو جائیں گی اور اُس زمین کی ایسی صورت ہو جائے گی کہ گویا اس میں کبھی کوئی عمارت نہ تھی پس اسی بات کا نام تو معجزہ ہے کہ کوئی ایسی بات ظہور میں آوے جو پہلے اس سے کسی کے خیال و گمان میں نہ تھی اور امکانی طور پر بھی اس کی طرف کسی کا خیال نہ تھا۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اس ملک کے رہنے والوں نے اس زلزلہ شدیدہ کو بڑے تعجب کی نظر سے دیکھا ہے اور اس کو ایک غیر معمولی اور انہونی بات اور نمونہ قیامت قرار دیا ہے اور کیا یہ سچ نہیں ہے کہ محققان یورپ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس ملک کی تاریخ پر سولہ سو برس تک نظر ڈال کر ثابت ہوتا ہے کہ پہلے اس سے ایسا خوفناک اور تباہی ڈالنے والا زلزلہ اس ملک میں کبھی نہیں آیا۔ پس جس وحی نے ایک زمانہ دراز پہلے ایسے غیر معمولی واقعہ کی خبر دی کیا وہ خبر معجزہ نہیں ہے؟ کیا وہ انسانی طاقتوں کے اندر داخل ہے۔ جس ملک کے لوگوں نے بلکہ ان کے باپ دادوں نے

☆ معترض صاحب نے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں بیسہ اخبار میں یہ اعتراض شائع کیا ہے کہ پیشگوئی عفت الدیار محلہا و مقامہا میں زلزلہ کہاں ذکر ہے حالانکہ زلزلہ کا ذکر اس پیشگوئی سے پانچ ماہ پہلے اسی اخبار میں شائع ہو چکا ہے۔ اور یہ پیشگوئی اسی زلزلہ کی صفات کا بیان ہے۔ ہمارے مخالفین کی یہ دیانت اور امانت اور یہ عقل اور یہ فہم ہے۔ کیا ان لوگوں میں کوئی بھی ایسا انسان نہیں کہ خلوت میں اس شخص کو ملامت کرے اور اس کو گوشالی کرے کہ ایسا دھوکا چلک کو کیوں دیا حالانکہ اس کو خوب معلوم تھا کہ پرچہ الحکم ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء میں زلزلہ کی پیشگوئی صاف لفظوں میں موجود ہے جس کے ہیئت ناک نتائج الہام عفت الدیار میں ذکر کئے گئے ہیں اور یہ دونوں پیشگوئیاں ان کے ظہور سے ایک سال پہلے شائع کی گئی ہیں بلکہ زلزلہ کی پیشگوئی صریح اور صاف لفظوں میں مواہب الرحمن صفحہ ۸۶ میں بھی موجود ہے جس کو شائع کئے اڑھائی برس ہو چکے ہیں۔ منہ

﴿۱۲﴾

بھی قریباً دو ہزار برس تک ایک واقعہ کو نہ دیکھا ہونہ سنا ہو اور نہ ان کے خیال و گمان میں ہو کہ ایسا واقعہ ہونے والا ہے یا امکان میں ہے پھر اگر کوئی پیشگوئی ایسے واقعہ کی خبر دے اور وہ واقعہ بعینہ ظہور میں آجائے تو وہ خبر نہ صرف معجزہ کہلائے گی بلکہ اول درجہ کا معجزہ ہوگا۔

پھر ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ معترض صاحب نے ایک عظیم الشان پیشگوئی کی عظمت دُور کرنے کے لئے اور اس کو تمام لوگوں کی نظر میں خفیف ٹھہرانے کیلئے انجیل کی اُس بے معنی پیشگوئی سے اس کو مشابہت دی ہے جس میں محض معمولی الفاظ میں لکھا ہے کہ زلزلے آویں گے۔ لیکن جو شخص ذرا آنکھ کھول کر میرے اشتہارات کی عبارت کو پڑھے گا اس کو افسوس سے کہنا پڑے گا کہ ناحق معترض نے روز روشن پر پردہ ڈالنا چاہا ہے اور ایک بھاری خیانت سے کام لیا ہے۔ اُس نے میرے اشتہارات کو پڑھ لیا ہے اور اس کو خوب علم تھا کہ میری پیشگوئی کے الفاظ جو زلزلہ کی نسبت بیان کئے گئے ہیں وہ انجیل کے الفاظ کی طرح سست اور معمولی نہیں ہیں تاہم اس نے دانستہ ہٹ دھرمی کو اختیار کر لیا۔ کس کو معلوم نہیں کہ عربی الہام یعنی عفت الدیار محلہا و مقامہا ایک ایسی چونکا دینے والی خبر پیشگوئی کے طور پر بیان کرتا ہے جس سے بدنوں پر لرزہ پڑ جائے کیا یہ ایک معمولی بات ہے کہ شہر اور دیہات زمین میں دھنس جائیں گے اور اُردو میں تصریح کی گئی ہے کہ وہ زلزلہ کا دھکا ہوگا۔ دیکھو اخبار الحکم صفحہ ۱۵ کالم ۲ مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء اور پھر ۱۹۰۴ء میں جو رسالہ آمین شائع کیا گیا تھا اس میں لکھا گیا ہے کہ وہ ایسا حادثہ ہوگا کہ اس سے قیامت یاد آجائے گی اور الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۴ء

☆ اخبار رسول ملٹری گزٹ میں یہ امر تحقیقات شدہ شائع کیا گیا ہے کہ ہندوؤں کا مندر جو کاگڑھ میں زلزلہ سے نابود ہو گیا ہے دو ہزار برس سے یہ مندر چلا آتا تھا۔ پس اگر ایسا زلزلہ پہلے اس سے آیا ہوتا تو یہ عمارتیں پہلے سے ہی نابود ہو جاتیں۔ منہ

☆ ایسا ہی میری کتاب ”مواہب الرحمن“ مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں ایک سخت زلزلہ کی خبر ہے جس سے عمارتیں گریں گی اور اس میں نہ صرف عمارتوں کے گرنے کا ذکر ہے بلکہ صاف لفظوں میں زلزلہ کا ذکر ہے۔ دیکھو مواہب الرحمن صفحہ ۸۶۔ منہ

میں شائع کیا گیا ہے کہ مکذّبوں کو ایک نشان دکھایا جائے گا۔ اور پھر اشتہار الانداز میں لکھا ہے کہ آنے والا زلزلہ قیامت خیز زلزلہ ہوگا۔ پھر النداء میں لکھا ہے کہ آنے والے زلزلہ سے زمین زیر و زبر ہو جائے گی۔ پھر اسی میں لکھا ہے کہ یہ عظیم الشان حادثہ محشر کے حادثہ کو یاد دلائے گا۔ اور پھر اسی میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تیرے لئے زمین پر اُتروں گا تا اپنے نشان دکھلاؤں ہم تیرے لئے زلزلہ کا نشان دکھلائیں گے۔ اور وہ عمارتیں جن کو غافل انسان بناتے ہیں یا آئندہ بنائیں گے گرا دیں گے اور میں وہ نشان ظاہر کروں گا جس سے زمین کانپ اٹھے گی تب وہ روز دنیا کے لئے ایک ماتم کا دن ہوگا پھر اس اشتہار میں جس کی سرخی ہے ”زلزلہ کی خبر بار سوم“۔ آئیو لے زلزلہ کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے کہ درحقیقت یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ وہ زلزلہ اس ملک پر آنے والا ہے جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا۔ اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں گذرا۔ اب ایماناً کہو کہ انجیل میں زلزلہ کے بارے میں اس قسم کی عبارتیں کہاں ہیں اور اگر ہیں تو وہ پیش کرنی چاہئیں ورنہ خدا تعالیٰ سے خوف کر کے اس حق پوشی سے باز آنا چاہئے۔

قولہ۔ ترجمہ میں زلزلہ کا لفظ بھی داخل کر دیا تا کہ جاہل لوگ یہ سمجھیں کہ الہام میں زلزلہ کا لفظ بھی موجود ہے۔

اقول۔ اے اندھے صاحب پیشگوئی کے مجموعی الفاظ یہ ہیں۔ زلزلہ کا دھکا عفت الدیار محلہا و مقامہا۔ دیکھو اخبار الحکم ۱۹۰۳ء و ۱۹۰۴ء ان دونوں کے معنی یہ ہوئے کہ ایک زلزلہ کا دھکا لگے گا اور اس دھکا سے ایک حصہ اس ملک کا تباہ ہو جائے گا۔ اور عمارتیں گر جائیں گی اور نابود ہو جائیں گی۔ اب بتلاؤ کہ کیا ہم نے جاہلوں کو دھوکا دیا ہے۔

☆ جیسا کہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں میری کتاب مواہب الرحمن میں بھی جو ۱۹۰۲ء میں چھپ کر شائع ہوئی تھی صریح لفظوں میں یہ پیشگوئی ہے اور زلزلہ کا نام لے کر ذکر موجود ہے۔ پھر اس حالت میں جاہل تو وہ لوگ ہیں کہ جو اتنی تصریح اور توضیح کے بعد بھی سمجھتے ہیں کہ زلزلہ کہاں ذکر ہے ان کو چاہیے کہ آنکھیں کھول کر اخبار الحکم ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء کو پڑھیں اور رسالہ آمین

یا آپ جاہلوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اور کیا ہم نے جھوٹ بولا ہے یا آپ جھوٹ بولتے ہیں؟ لعنة اللہ علی الکاذبین۔ اخبار الحکم موجود ہے۔ اس کے دونوں پرچوں کو دیکھ لو اور یہ اخبار زلزلہ موعودہ سے ایک سال پہلے ملک میں شائع ہو چکی ہے۔ گورنمنٹ میں بھی پہنچ چکی ہے اب بتلاؤ کس تعصب نے آپ کو اس جھوٹ پر آمادہ کیا جو آپ دعویٰ کر بیٹھے جو زلزلہ کا ذکر پیشگوئی میں موجود ہی نہیں ہے۔

قولہ۔ یہ الہام ۳۱ مئی ۱۹۰۲ء☆ کے الحکم کے صفحہ ۴ کالم ۴ پر موجود ہے اور اس کے سامنے صاف طور پر جلی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ متعلق طاعون۔

اقول۔ اس میں کیا شک ہے کہ یہ زلزلہ بھی طاعون کا ایک ضمیمہ ہے اور اس سے متعلق ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار فرما دیا ہے کہ زلزلہ اور طاعون دونوں تیری تائید کے لئے ہیں پس زلزلہ درحقیقت طاعون سے ایک تعلق رکھتا ہے کیونکہ طاعون بھی میرے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نشان ہے اور ایسا ہی زلزلہ بھی۔ پس اسی وجہ سے دونوں کو باہم تعلق ہے اور دونوں ایک ہی امر کے مؤید ہیں۔ اور اگر یہ وہم دل میں پیدا ہو کہ اس فقرہ سے مراد درحقیقت طاعون ہی ہے تو یہ وہم درحقیقت فاسد ہے کیونکہ جو چیز کسی چیز سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ درحقیقت اس کا عین نہیں ہو سکتی ماسوا اس کے قرینہ تو یہ اس جگہ موجود ہے کہ اس فقرہ سے مراد درحقیقت طاعون نہیں ہے یعنی جب کہ پہلے اس سے یہ الہام موجود ہے کہ زلزلہ کا دھکا تو پھر ذرہ انصاف اور عقل کو دخل دے کر خود سوچ لینا چاہیے کہ عمارتوں کا گرنا اور بستنیوں کا معدوم ہونا کیا یہ طاعون کی صفات میں سے ہو سکتا ہے بلکہ یہ تو زلزلہ کی صفات میں سے ہے اس قدر منہ زوری ایک پرہیزگار انسان میں نہیں ہو سکتی کہ جو معنی ایک عبارت کے الفاظ سے پیدا ہو سکتے ہیں

کو پڑھیں جو ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا تھا اور پھر مواہب الرحمن کے صفحہ ۸۶ کو پڑھیں جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی تھی اور پھر اپنی

ایمانی حالت پر روئیں۔ منہ

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ”الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۹ کالم نمبر ۴“ ہونا چاہیے۔ (ناشر)

اور جو اس کے سیاق اور سابق سے مترشح ہو رہے ہیں اور جو معنی واقعہ کے ظہور سے کھل گئے ہیں اور انسانی کائناتس نے قبول کر لیا ہے کہ جو کچھ ظاہر ہوا ہے وہ وہی ہے جو عفت الدیار کے الہام سے نکلتا ہے پھر اس کے انکار پر اصرار کرے اگر فرض بھی کر لیں کہ خود ملہم نے اپنے اجتہاد کی غلطی سے اس حادثہ کو جو عفت الدیار کے الہام سے ظاہر ہوتا ہے طاعون ہی سمجھ لیا تھا تو اس کی یہ غلطی کہ قبل از وقوع ہے مخالف کے لئے کوئی حجت نہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا نبی یا رسول نہیں گذرا جس نے اپنی کسی پیشگوئی میں اجتہادی غلطی نہ کی ہو تو کیا وہ پیشگوئی آپ کے نزدیک خدا تعالیٰ کا ایک نشان نہ ہوگا اگر یہی کفر دل میں ہے تو دبی زبان سے کیوں کہتے ہو پورے طور پر اسلام پر کیوں حملہ نہیں کرتے کیا کسی ایک نبی کا نام بھی لے سکتے ہو جس نے کبھی اجتہادی طور پر اپنی کسی پیشگوئی کے معنی کرنے میں غلطی نہیں کھائی۔ تو پھر بتلاؤ کہ اگر فرض بھی کر لیں کہ لفظ متعلق کے معنی بعینہ طاعون ہے تو کیا یہ حملہ تمام انبیاء پر نہیں۔ عفت الدیار کے الہامی فقرہ پر نظر ڈال کر صاف ظاہر ہے کہ اس فقرہ سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسا حادثہ ہوگا کہ ایک حصہ ملک کی عمارتیں اس سے گر جائیں گی۔ اور نابود ہو جائیں گی۔ اور ظاہر ہے کہ طاعون کا عمارتوں پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ پس اگر ایڈیٹر اخبار الحکم نے ایسا لکھ بھی دیا کہ یہ فقرہ طاعون سے متعلق ہے اور تعلق سے وہ معنی سمجھے جائیں جو معترض نے کئے ہیں تو غایت مافی الباب یہ کہا جائے گا کہ ایڈیٹر الحکم نے ایسا لکھنے میں غلطی کی۔ اور ایسی غلطی خود انبیاء علیہم السلام سے پیشگوئیوں کے سمجھنے میں بعض دفعہ ہوتی رہی ہے۔ جیسا کہ ذہب و ہلی کی حدیث بخاری میں موجود ہے اور اس کے لفظ یہ ہیں۔ قال ابو موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رثیت فی المنام انی اهاجر من مکة الی ارض بہا نخل فذہب و ہلی الی انہا الیمامة او ہجر فاذا ہی المدینة یشرب (بخاری جلد ثانی باب ہجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینہ) یعنی ابو موسیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کی ہے جس میں کھجوروں کے درخت ہیں۔ پس میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ زمین یمامہ یا زمین ہجر ہے مگر وہ مدینہ نکلا یعنی یشرب۔ اب دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی روایا وحی ہے اور جن کا اجتہاد سب اجتہادوں سے اسلم اور اقویٰ اور اصح ہے اپنی روایا کی یہ تعبیر کی تھی کہ یمامہ یا ہجر کی طرف ہجرت ہوگی۔ مگر وہ تعبیر صحیح نہ نکلی۔ پس کیا یہ پیشگوئی آپ کے نزدیک پیشگوئی نہیں ہے؟ اور کیا آپ طیار ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایک حملہ کر دیں۔ پس جب کہ اجتہادی غلطی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہیں تو پھر آپ کا یہ کیا ایمان ہے کہ تعصب کے جوش میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی بھی کچھ پروا نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ سے کچھ شرم نہیں۔ اور پھر سچے منصف بن کر اور خدا ترسی کا دھیان رکھ کر عفت الدیار کے الفاظ کی طرف دیکھنا چاہیے کہ اس کے الفاظ طاعون پر صادق آتے ہیں یا نزلہ پر۔ کیا یہ ایمان داری ہے کہ جب کہ واقعہ موعودہ کے ظہور نے عفت الدیار کے معنوں کو خود کھول دیا پھر بھی اس سے مراد طاعون ہی سمجھیں۔ اس پیشگوئی کے الفاظ صاف طور پر پکار رہے ہیں کہ وہ ایک حادثہ ہے جس سے عمارتیں گر جائیں گی اور ایک حصہ ملک کی بستیوں کا نابود ہو جائے گا۔ اگر آپ عربی نہیں جانتے تو کسی عربی دان سے پوچھ لیں کہ عفت الدیار محلہا و مقامہا کے کیا معنی ہیں اور اگر کسی پر اعتبار نہ ہو تو اس مصرع کے معنی جو شارح نے لکھے ہیں وہ دیکھ لیں اور وہ معنی یہ ہیں *اندرست ديار الاحباب وانمحصى ما كان منها للحوول* ☆ *وَمَا كَانَ لِلْأَقَامَةِ* (دیکھو معلقہ چہارم شرح مصرع اوّل) یعنی دوستوں کی بستیاں اور ان کے گھر نابود ہو گئے اور وہ عمارتیں نابود ہو گئیں جو چند روزہ اقامت کے لئے تھیں جیسے سرانے یا قوموں کی زیارت گاہیں۔ اور وہ عمارتیں بھی نابود ہو گئیں جو مستقل سکونت کی تھیں۔ اب بتلاؤ یہ معنی طاعون پر کیونکر صادق آسکتے ہیں اور طاعون کو عمارتوں کے گرنے سے کیا تعلق ہے۔ ان معنوں میں اور خدا تعالیٰ کی وحی کے معنوں میں صرف ماضی اور

﴿۱۶﴾

مضارع کا فرق ہے یعنی لبید نے اس جگہ ماضی کے معنی ملحوظ رکھے اور خدا تعالیٰ کے کلام میں اس جگہ استقبال کے معنی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ ایک حصہ ملک کی عمارتیں اور بستیاں نابود ہو جائیں گی۔ نہ عارضی سکونتیں باقی رہیں گی نہ مستقل سکونتیں۔ اب بتلاؤ کہ کیا یہ معنی طاعون پر صادق آسکتے ہیں؟ اب ہٹ دھرمی کرنا کیا فائدہ۔ ناحق کی ضد دوہی قسم کے آدمی کیا کرتے ہیں یا سخت احمق یا سخت بے ایمان اور متعصب۔ پھر اگر آپ وہی اعتراض پیش کریں جس کا پہلے بھی جواب دیا گیا ہے یعنی یہ کہ یہ ماضی کا صیغہ ہے اور لبید رضی اللہ عنہ نے ماضی کے معنوں پر استعمال کیا ہے تو اس کا جواب پہلے بھی گذر چکا ہے کہ اب یہ کلام لبید کا نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ خدا تعالیٰ نے جا بجا قرآن شریف میں عظیم الشان پیشگوئیوں کو ماضی کے لفظ سے بیان کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۗ ﴿۱﴾ اب ذرہ کچھ انصاف کو کام میں لا کر جواب دو کہ اس پیشگوئی کے الفاظ ماضی کے صیغہ میں ہیں یا مضارع کے صیغہ میں۔ عقل مند کے لئے تو یہ ایک سخت ندامت کا موقعہ ہے بلکہ ایسی غلطی مرنے کی جگہ ہو جاتی ہے جب کہ ایک شخص باوجود دعوے علم ایک بدیہی امر کا انکار کرے۔ مگر میں سمجھ نہیں سکتا کہ ان جوابات کے پرکھنے کے بعد آپ کی کیا حالت ہوگی۔ انسان کو ایسا طریق اختیار کرنے سے کیا فائدہ جس سے ایک طرف حق کو ترک کر کے خدا تعالیٰ کو ناراض کرے اور دوسری طرف ناحق پر ضد کر کے شرمندگی اور رسوائی اٹھاوے اور خدا تعالیٰ کی کلام میں جو اکثر پیشگوئیوں کو ماضی کے صیغہ میں بیان کیا گیا ہے اس کی اصل فلاسفی یہ ہے کہ ہر ایک واقعہ جو زمین پر ہونے والا ہے وہ پہلے ہی آسمان پر ہو چکتا ہے۔ پس آسمان کے لحاظ سے گویا وہ واقعہ

☆ بابل میں بھی بہت جگہ آئندہ واقعات کو ماضی کے صیغہ میں بیان کیا گیا ہے جیسا کہ یہ فقرہ بابل گر پڑا، بابل گر پڑا۔ دیکھو۔ یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۵ اور جیسا یہ فقرہ۔ ہائے نو پر کہ وہ ویران ہو گیا۔ قریم رسوا ہوا۔ دیکھو ریمیاہ باب ۲۸۔ آیت ۱۔ منہ

زمانہ ماضی سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی بناء پر یہ امر ہے کہ عام لوگوں کو بھی جو صد ہا سچی خوابیں آتی ہیں تو ان خوابوں میں بھی آئندہ ہونے والی بات کو ماضی کے طور پر بتلایا جاتا ہے۔ مثلاً کسی کے گھر میں جو لڑکا پیدا ہوتا ہے تو دکھلایا جاتا ہے کہ لڑکا پیدا ہو گیا یا لڑکی پیدا ہو گئی یا ایسی چیز اس کو مل گئی جس کی تعبیر لڑکا ہے۔ اور پیشگوئیوں کو ماضی کے لفظ پر لانا اور پھر مضارع کے معنوں پر استعمال کرنا نہ صرف قرآن شریف میں ہے بلکہ پہلی کتابوں میں بھی یہ محاورہ شائع متعارف ہے اور ایک بچہ بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اور حدیثوں میں بھی بکثرت یہ محاورہ موجود ہے۔ عن انس رضی اللہ عنہ قال، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خربت خیبر۔ انا اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين۔ خیبر پر فتح پانے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خیبر خراب ہو گیا اور ہم جب کسی قوم کے صحن میں اُتریں پس اس قوم کی نا مبارک صبح ہے جو ڈرائی گئی۔ پس آپ نے اس جگہ ماضی کا صیغہ استعمال کیا۔ اور مقصود یہ تھا کہ آئندہ خراب ہوگا۔

غرض یہ ایک پیشگوئی تھی جو ماضی کے صیغہ میں کی گئی تھی اور دراصل مضارع کے معنی رکھتی تھی یعنی استقبال کے۔ پس اسی طرح یہ بھی ایک پیشگوئی ہے یعنی عفت الدیار محلہا و مقامہا جو ماضی کے صیغہ میں ہے اور معنی استقبال کے رکھتی ہے اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں الدیار سے مراد ایک حصہ ملک کا ہے جیسا کہ الف لام اس پر دلالت کرتا ہے اسی وجہ سے لبید رضی اللہ عنہ نے بھی الدیار سے مراد عام طور پر دیار مراد نہیں لی بلکہ دیار احباب مراد لی ہے اور اس جگہ یعنی خدا کی کلام میں جو عفت الدیار محلہا و مقامہا ہے محل سے مراد ہندوؤں کی قدیم زیارت گاہیں ہیں یعنی وہ مندر ہیں جو قدیم زمانہ سے دھرم سالہ اور کانگڑہ میں موجود تھے جن کی بنیاد کا زمانہ کم سے کم سولہ سو برس ثابت ہے اور مقام سے مراد وہ عمارتیں ہیں جو دائمی سکونت کے لئے اس نواح میں بنائی گئی تھیں اور خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی میں یہ خبر دی تھی کہ وہ مندر یعنی بت خانے بھی گر جائیں گے جن کا گرنا اشاعت تو حید

کے لئے بطور ارہاس کے ہے۔ اور دوسری عمارتیں بھی گر جائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا پس جب کہ ظاہر الفاظ کے رو سے پیشگوئی ظہور میں آگئی تو اب اس سے انکار کرنا جھک مارنا ہے ظاہر الفاظ حق رکھتے ہیں کہ معنی کرنے میں ان کی رعایت ہو اور صرف عن الظاہر اس وقت سراسر حماقت ہے جب کہ ظاہری صورت میں پیشگوئی کے الفاظ پورے ہو جائیں۔ اگر یہ فقرہ انسان کا افترا ہوتا یعنی یہ فقرہ کہ عفت الیدیار محلہا و مقامہا اور اس سے مراد طاعون ہوتی تو ایسا مفتری کبھی یہ فقرہ استعمال نہ کر سکتا کیونکہ اس کو عقل منع کرتی کہ طاعون کی نسبت وہ لفظ استعمال کرے جو طاعون پر صادق نہیں آسکتے کیونکہ طاعون سے عمارتیں نہیں گرتیں اور اگر اجتہاد کے طور پر قبل از وقت صحیح معنی نہ کئے گئے تو اس کا نام اجتہادی غلطی ہے اور بعد از وقت جب حقیقت کھل گئی تب صحیح معنوں کو نہ ماننا اس کا نام شرارت اور بے ایمانی اور ہٹ دھرمی ہے۔

قولہ۔ ہم تو آپ سے وہ الہام پوچھتے ہیں جس میں آپ نے یہ خبر دی ہو کہ زلزلہ آئے گا لیکن ایسا الہام آپ قیامت تک پیش نہیں کر سکتے۔

اقول۔ میں کہتا ہوں کہ جس قیامت کو آپ دُور سمجھتے تھے وہ قیامت تو آپ پر آگئی۔ دیکھو اخبار الحکم صفحہ ۱۵ کالم نمبر ۲ مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۰۳ء جس میں تصریح کر دی گئی ہے کہ زلزلہ کا دھکا آئے گا اور پھر پانچ ماہ بعد ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء میں اس دھکا کی عظمت اور قوت اس وحی الہی میں بیان فرمائی گئی ہے یعنی یہ کہ عفت الیدیار محلہا و مقامہا جس کے یہ معنی ہیں کہ وہ ایسا دھکا ہوگا جس سے اس ملک پنجاب کی ایک حصہ کی بستیاں تباہ ہو جائیں گی۔ اور عمارتوں کا نام و نشان نہیں رہے گا۔ خواہ وہ عارضی سکونتیں تھیں جیسا کہ دھرم سالہ اور کانگرہ میں ہندوؤں کے پوجا کے مندر تھے اور خواہ مستقل سکونتیں تھیں جیسا کہ دھرم سالہ اور کانگرہ وغیرہ کی مستقل سکونتوں کی جگہ تھیں۔ اب آپ فرمائیے کہ وہ قیامت جس کو آپ بہت دُور سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ایسا الہام تم قیامت تک پیش

﴿۱۹﴾

نہیں کر سکتے وہ قیامت آپ پر آگئی یا نہیں؟ ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ اُس قیامت نے ضرور آپ کو پکڑ لیا کیونکہ جس زلزلہ کی پیشگوئی سے آپ منکر ہیں اس کا صریح طور پر ذکر ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء کے اخبار الحکم کے صفحہ ۱۵ کالم نمبر ۲ میں موجود ہے۔ ذرا آنکھیں کھولو اور پڑھ لو اور کسی چینی میں پانی ڈال کر ڈوب مرو۔ پس یہی زلزلہ مذکورہ بالا ہے جس کی صفات ظاہر کرنے کے لئے وحی الہی عفت الدیار پہلی وحی کے بعد نازل ہوئی۔ تو کیا اب تک آپ پر قیامت نہ آئی؟ اگر کہو کہ قیامت کو تو لوگ مرجائیں گے اور میں اب تک زندہ موجود ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت آپ ذلت کی موت سے مرچکے ہیں اور یہ جسمانی زندگی روحانی موت کے بعد کچھ چیز نہیں۔ کیا وہ شخص بھی زندہ کہلا سکتا ہے جس نے بڑے زور و شور سے یہ دعویٰ کیا تھا کہ پیشگوئی میں ہرگز زلزلہ کا ذکر نہیں اور بڑے گھمنڈ سے اس بات پر اصرار کیا تھا کہ قیامت تک تم ایسی پیشگوئی پیش نہیں کر سکتے جس میں زلزلہ کا ذکر ہو اور پھر اس کو دکھلایا گیا کہ وہ پیشگوئی موجود ہے جس میں صریح الفاظ میں زلزلہ کا ذکر ہے جو عفت الدیار کے الہام سے بھی پانچ ماہ پہلے الحکم میں شائع ہو چکی ہے اور الہام عفت الدیار محلہا و مقامہا اُسی زلزلہ مذکورہ کی عظمت بیان کرتا ہے کہ وہ ایسا ہوگا اس لئے اس میں دوبارہ زلزلہ کا لفظ لانے کی ضرورت نہ تھی۔

اب بتلاؤ کہ ایسی زندگی بھی کیا خاک زندگی ہے کہ ایک بات کا قیامت تک نہ ہونے کا دعویٰ کیا اور وہ بغل میں سے ہی نکل آئی۔

بمردی کہ تا زیستن مرد را بہ از زندگانی بترک حیا
جہنم کزو داد فرقان خبر بسوزد درو کاذب بدگہر

جو شخص اندھا اور مردہ نہ ہو سمجھ سکتا ہے کہ جس قدر اس پیشگوئی کے لئے صفائی اور قوت بیان چاہیے وہ سب اوّل درجہ پر اس پیشگوئی میں موجود ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اور اس سے انکار ایک ایسی ہٹ دھرمی ہے جس سے صریح سمجھا جاتا ہے کہ ایسے شخص کو خدا پر ایمان

ہی نہیں۔ اور یہ کچھ نیا طریق نہیں۔ پہلے زمانوں میں بھی وہ لوگ جن کو حق کو قبول کرنا کسی طرح منظور نہ تھا یہی طریق اختیار کرتے آئے ہیں۔

شاید آپ تعصب کے جوش سے یہ بھی اعتراض کر دیں کہ خدا تعالیٰ نے زلزلہ کے آنے کی پانچ ماہ پہلے خبر دی جو الحکم ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء کو شائع ہوئی اور پھر زلزلہ کی شدت کی نشانیاں اور اس کا ہولناک نتیجہ پانچ ماہ بعد بذریعہ اپنی وحی کے بیان کیا۔ یکجا کیوں بیان نہ کیا لیکن اگر آپ ایسا اعتراض کریں تو یہ اعتراض بھی نیا نہیں ہوگا بلکہ یہ وہی اعتراض ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے ابو جہل ملعون اور ابو لہب ملعون نے قرآن شریف پر کر کے کہا تھا۔ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً^۱ سو ایسا اعتراض تَشَابَهَتْ الْقُلُوبِ میں داخل ہوگا جس سے ایک مسلمان کو پرہیز کرنا چاہیے۔

قولہ۔ آپ نے اس الہام میں یہ بھی نہیں بتایا کہ زلزلہ سے مراد کیا ہے۔

اقول۔ ظاہر وحی الہی میں زلزلہ کا لفظ ہے مگر ایسا زلزلہ جو نمونہ قیامت ہوگا بلکہ قیامت کا زلزلہ ہوگا اور یہ کہ اس سے ہزار ہا مکان گریں گے کئی بستیاں نابود ہو جائیں گی اور اس کی نظیر پہلے زمانہ میں نہیں پائی جائے گی۔ اور ناگہانی طور پر ہزار ہا آدمی مرجائیں گے اور ایسا واقعہ ہوگا جو پہلے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں ہوگا۔ پس اس صورت میں مکانوں کا گرنا اور ہزاروں لوگوں کا ایک دفعہ مرجانا اور ایک خارق عادت امر ظاہر ہونا اصل مقصود پیشگوئی ہے۔ اور اگرچہ ظاہر الفاظ پیشگوئی سے زلزلہ سے مراد بلاشبہ زلزلہ ہی سمجھا جاتا ہے مگر خدا تعالیٰ کے کلام کے ساتھ ادب اسی بات کو چاہتا ہے کہ ہم اصل مقصود کو جو ایک خارق عادت امر ہے اور معجزہ ہے مد نظر رکھیں اور زلزلہ کی کیفیت میں دخل نہ دیں کہ وہ کس طرح کا ہوگا اور کس رنگ کا ہوگا۔ گو ظاہر الفاظ یہی ظاہر کرتے ہیں کہ وہ زلزلہ ہی ہوگا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ کوئی اور آفت شدید ہو جس کی نظیر پہلے دنیا میں نہیں دیکھی گئی۔ اور زلزلہ کی کیفیت اور خاصیت اپنے اندر رکھتی ہو مثلاً

خسف کی صورت پر ہوا اور کوئی زلزلہ محسوس نہ ہوا اور زمین تو بالا ہو جائے یا کوئی اور خارق عادت آفت ظہور پذیر ہو جس کی طرف انسانی علم نے کبھی سبقت نہیں کی۔ پس بہر حال وہ معجزہ ہے۔ ہاں اگر وہ شدید آفت ظاہر نہ ہوئی جو دنیا میں ایک زلزلہ ڈال دے گی جو وحی الہی کے ظاہر الفاظ کی رو سے زلزلہ کے رنگ میں ہوگی یا کوئی معمولی امر ظہور میں آیا جس کو دنیا ہمیشہ دیکھتی ہے جو خارق عادت اور غیر معمولی نہیں اور جو سچ مچ قیامت کا نمونہ نہیں اور یا وہ حادثہ میری زندگی میں ظاہر نہ ہوا۔ تو بیشک نقارہ بجا کر میری تکذیب کرو اور مجھے جھوٹا سمجھو۔ غرض تو اس حادثہ عظمیٰ سے یہ ہے جو نمونہ قیامت ہوگا اور دنیا کو ایک آن میں تباہ کر جائے گا۔ اور ہزاروں انسانوں کو ہماری جماعت میں داخل کرے گا۔

﴿۲۱﴾

قولہ۔ آپ نے موقع دیکھ کر براہین احمدیہ کی عبارتوں کو بھی زلزلہ پر چسپاں کیا۔ حالانکہ ان عبارتوں میں زلزلہ کا ذکر نہیں۔

اقول۔ یہ ایسی طرح کا اعتراض ہے جو اس زمانہ میں متعصب پادری قرآن شریف کی اس پیشگوئی پر کرتے ہیں۔ اللَّهِ غَلَبَتِ الرَّؤْمُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ^۱ اور کہتے ہیں کہ موقع دیکھ کر یہ پیشگوئی اپنی اٹکل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ بنائی اور رومی سلطنت کے غلبہ کی محض اس خیال سے پیشگوئی کی کہ رومی طاقت دراصل بڑھی ہوئی تھی جنگی سامان پورے تھے۔ فوج تجربہ کار بہادر تھی اور ایرانی سلطنت کی حالت اس کے برعکس تھی اس لئے موجودہ حالات کو دیکھ کر پیشگوئی کر دی۔ پس مجھے تعجب ہے کہ پادریوں کی عادت اور خصلت کہاں سے آپ میں آگئی۔ ظالم طبع پادری قرآن شریف کی تمام پیشگوئیوں پر یہی اعتراض کرتے ہیں جو آپ نے کیا۔ توبہ کرو ایسا نہ ہو کہ اس مشابہت سے بڑھ کر کوئی اور ترقی کر لو اور اپنے اعتراض کو ذرا آنکھ کھول کر دیکھو کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵ میں یہ پیشگوئی ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنی چمکار دکھاؤں گا اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی

ظاہر کر دے گا۔ فلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا. قُوَّةِ الرَّحْمَنِ لِعُبَيْدِ اللَّهِ الصَّمَدِ عَرَبِيَّ الْهَامِ کاترجمہ یہ ہے کہ جب خدا پہاڑ پر تجلی کرے گا تو اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ خدا ایسا کرے گا تا اپنے بندہ کی سچائی ظاہر کرے۔

اب سوچ کر دیکھو کہ میں نے اس میں اپنی طرف سے کیا بنایا۔ اس جگہ خدا تعالیٰ خود ایک چکار دکھانے کا وعدہ کرتا ہے۔ جیسا کہ کوہ طور پر موسیٰ کے لئے چکار ظاہر ہوئی اور ایک ایسی قدرت نمائی کا وعدہ کرتا ہے جو خارق عادت اور میری رفعت کا موجب ہوگی۔ اور پھر تیسری دفعہ یہ وعدہ فرماتا ہے کہ خدا بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ اور پھر آخر میں اس زور آور حملہ اور اپنی چکار اور اپنی قدرت نمائی کی شرح کرتا ہے جس کا اوپر ذکر کیا ہے اور فرماتا ہے کہ خدا ایک خاص پہاڑ پر تجلی کرے گا اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ اب اگر آپ کی آنکھ تعصب سے کچھ دیکھ نہیں سکتی تو کسی اور منصف مزاج سے پوچھ لو کہ اس الہامی عبارت میں کسی عظیم الشان نشان کا وعدہ دیا گیا ہے یا خاص ہماری بناوٹ ہے اور اگر وعدہ ہے تو کیا پیشگوئی کے الفاظ سے یہی نکلتا ہے کہ نشان کے طور پر پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے گا یا کچھ اور نکلتا ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ اس وقت ہمارے ذہن کا اس طرف انتقال نہ ہوا کہ درحقیقت پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا یہ ایسی ہی صورت ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن کا اس طرف انتقال نہ ہوا کہ جو ہجرت کی جگہ کشفی طور پر دکھائی گئی کہ وہ مدینہ ہے، یمامہ یا ہجر نہیں ہے۔ اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن کا اس طرف انتقال نہ ہوا کہ حدیبیہ والے سفر میں مکہ کے اندر نہیں جا سکیں گے اور نہ طواف خانہ کعبہ کر سکیں گے۔ پس اگر آپ کے ایسے ہی اعتراض ہیں جو اس زمانہ کے نابکار کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں پر کرتے ہیں تو مجھے تو یہ فکر پڑ گئی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کسی دن آپ اسلام سے ہی ہاتھ دھوئیں۔

اب یاد رہے کہ خدا تعالیٰ نے پیشگوئی متذکرہ بالا میں جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۷ میں

موجود ہے ایک صریح اشارہ کے ساتھ زلزلہ کا ذکر کر دیا ہے کیونکہ آیت فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ^۱ اس موقع کی آیت ہے جب کہ خدا تعالیٰ نے کوہ طور پر ایک زلزلہ ڈال کر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا جیسا کہ یہ بیان مفصل توریت میں موجود ہے پس اس صورت میں آپ کی اس حرکت کا نام تعصب رکھیں یا نادانی رکھیں؟ جو آپ کہتے ہیں کہ ان عبارتوں میں کہیں زلزلہ کا ذکر نہیں۔ بندہ خدا اگر زلزلہ کا ذکر نہیں تو تمہیں اس بات سے بھی انکار کرنا چاہیے کہ وہ طور بھی زلزلہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔

قولہ۔ عفت الدیار کے مصرع کے یہ معنی ہیں کہ زمانہ گذشتہ میں مکان برباد ہو گئے تھے۔ اقول۔ الحمد للہ! یہ تو آپ نے مان لیا کہ عفت الدیار محلہا و مقامہا کے یہی معنی ہیں کہ مکانات گر جانا اور برباد ہو جانا۔ باقی رہا یہ کہ آپ عفت کے لفظ کو ماضی کے معنوں تک محدود رکھتے ہیں۔ اس خیال کے رد میں ہم قرآن شریف کے نظائر پیش کر چکے ہیں بلکہ اس کے لئے تو تمام عرب کے باشندے ہمارے گواہ ہیں۔ اب بتلاؤ کیا اب بھی یہ پیشگوئی خارق عادت ہے یا نہیں اگر یہ کہو کہ اس میں کوئی وقت نہیں بتلایا گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن پیشگوئیوں میں خدا تعالیٰ کو یہ منظور ہوتا ہے کہ ان کا وقت مخفی رکھا جائے اُن میں وہ ہرگز نہیں بتلاتا کہ فلاں وقت وہ پیشگوئی پوری ہوگی۔ پس جب کہ خدا تعالیٰ صاف لفظوں میں فرماتا ہے کہ زلزلہ کی پیشگوئی ایسے وقت میں ظاہر ہوگی جب کہ کسی کو خبر نہیں ہوگی اور ناگہانی طور پر وہ حادثہ ظہور میں آئے گا۔ تو پھر اس حادثہ کا وقت بتلانا اپنے ہی قول کی مخالفت ہے۔ دیکھو اشتہار النداء صفحہ ۱۴۔ اور اگر کہو کہ پھر تعین کے بغیر پیشگوئی میں خصوصیت کیا ہوئی۔ یوں تو کبھی کبھی دنیا پر کوئی حادثہ آجاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعین کافی ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میری زندگی میں میری تصدیق کے لئے یہ حادثہ آئے گا اور اس وقت کے کروڑہا لوگ زندہ ہوں گے جو یہ حادثہ دیکھ لیں گے اور حادثہ ایسا ہوگا کہ اس ملک میں پہلے زمانوں میں اس کی نظیر نہیں ہوگی۔ پس یہ تعین کافی ہے کہ وہ قیامت خیز زلزلہ میری

زندگی میں اور اکثر مخالفوں کی زندگی میں آئے گا۔ اور یاد رکھو کہ تمہاری طرح مخالفین مکہ نے بھی
مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ کہہ کر وقت کی تخصیص چاہی تھی اور ان کو وقت نہیں بتلایا گیا تھا۔

قولہ۔ جو اخبار اسلامی معاملات سے ہمدردی رکھتے ہیں ان کو چاہیے کہ اس مضمون کو اپنے جرائد
میں نقل کر کے لوگوں کو آگاہ کر دیں کہ یہ اشتہار جھوٹے ہیں۔ مرزا نے کوئی پیشگوئی نہیں کی تھی۔

اقول۔ اب اس کا کیا جواب دیا جائے بجز اس کے کہ لعنة الله على الكاذبين۔ رہا یہ کہ
اخبارات تکذیب کا مضمون چھاپ دیں تو اس کی اُس قادر کو کچھ پروا نہیں جس نے مجھے بھیجا ہے۔

دنیا کے کیڑے آسمانی ارادوں میں کون سا حرج ڈال سکتے ہیں۔ پہلے اس سے ابو جہل علیہ اللعنة
نے عرب کی تمام قوموں کو اُکسایا تھا کہ یہ شخص (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) جھوٹا دعویٰ

کرتا ہے اور جاہل لوگوں کو اپنے ساتھ جمع کر لیا تھا۔ پھر سوچو کہ اس کا انجام کیا ہوا۔
کیا خدا تعالیٰ کا ارادہ اُس کی شرارتوں سے رُک گیا تھا بلکہ اس بد قسمت کا خدا تعالیٰ نے بدر کی

لڑائی میں فیصلہ کر دیا اور خدا تعالیٰ کے سچے نبی کا دین تمام دنیا میں پھیل گیا۔ اسی طرح میں سچ سچ
کہتا ہوں کہ کوئی اخبار اس ارادہ کو جو آسمان پر کیا گیا ہے روک نہیں سکتا۔ خدا کا غضب انسان

کے غضب سے بڑھ کر ہے۔ یہ میرے پر حملہ نہیں بلکہ اس خدا پر حملہ ہے جس نے زمین و آسمان
کو پیدا کیا۔ وہ چاہتا ہے کہ زمین کو گناہ سے صاف کرے اور پھر اُن دنوں کو دوبارہ لاوے جو

صدق اور استبازی اور توحید کے دن ہیں۔ مگر وہ دل جو دنیا سے پیار کرتے ہیں وہ نہیں
چاہتے کہ ایسے دن آویں۔ اے نادان کیا تو خدا سے مقابلہ کرے گا۔ کیا تیری طاقت میں ہے

کہ تو اُس سے لڑائی کر سکے۔ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو تیرے مقابلہ کی کیا حاجت تھی اس
کے تباہ کرنے کے لئے خدا کافی تھا۔ مگر قریباً پچیس برس سے یہ سلسلہ چلا آتا ہے اور ہر روز

ترقی پر ہے۔ اور خدا نے اپنے پاک وعدوں کے موافق اس کو فوق العادت ترقی دی ہے اور
ضرور ہے کہ قبل اس کے جو یہ دنیا ختم ہو جائے خدا کامل درجہ پر اس سلسلہ کو ترقی دے خدا نے

میری تصدیق کے لئے ہزار ہا نشان دکھائے جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں۔ زمین

سے بھی نشان ظاہر ہوئے۔ اور آسمان سے بھی اور دوستوں میں بھی اور دشمنوں میں بھی اور کوئی مہینہ شاذ و نادر اس سے خالی جاتا ہوگا کہ کوئی نشان ظاہر نہ ہو۔ اور اب بھی فوق العادت نشان کا وعدہ ہے جس کا نام قیامت خیز زلزلہ رکھا گیا ہے جو دنیا کو وہ ہاتھ دکھائے گا جس کو کبھی دنیا نے دیکھا نہیں ہوگا۔ پس اگر خدا کا خوف ہے تو کیوں کچھ عرصہ تک صبر نہیں کیا جاتا۔ یہ زلزلہ محض اس لئے ہوگا کہ تا خدا صادق کے صدق کو ظاہر کرے اور انسانوں کو موقع دے کہ وہ راستی کو ایک چمکتے ہوئے نشان کے ساتھ دیکھ لیں اگرچہ اس کے بعد ایمان لانا کچھ بہت قابلِ عزت نہیں ہوگا مگر تا ہم قبول کرنے والے اس رحمت سے حصہ لیں گے جو ایمان داروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

قولہ: کیا احمد بیگ کی لڑکی کا قصہ مرزائی الہامات کی رونق کو دور نہیں کرتا؟

اقول۔ اے معترض صاحب! کیا پہلے بیہودہ اعتراضات کی ندامت آپ کے لئے کچھ تھوڑی تھی کہ اس لغو اعتراض کی ندامت کا بھی آپ نے حصہ لے لیا۔ اب آپ کان کھول کر سنئے کہ اس پیشگوئی کے دو حصہ تھے اور دونوں شرطی تھے۔ ایک حصہ شرطی طور پر احمد بیگ کی وفات کے متعلق تھا۔ یعنی اس میں یہ پیشگوئی تھی کہ اگر وہ خدا تعالیٰ کی قرارداد شرطوں کا پابند نہ ہو تو تین برس پورے ہونے سے پہلے ہی فوت ہو جائے گا۔ اور نہ صرف وہی بلکہ اس کے ساتھ اور کئی موتیں اس کے اقارب کی ہوں گی۔ پس چونکہ وہ شوخی کی راہ سے کسی شرط کا پابند نہ ہو سکا اس لئے خدا نے اس کو میعاد پوری ہونے سے پہلے ہی اس جہان سے اٹھا دیا اور کئی موتیں اور بھی ساتھ ہوئیں۔ مگر دوسرا حصہ پیشگوئی کا جو احمد بیگ کے داماد کی نسبت تھا اُس میں اس وجہ سے تاخیر ڈال دی گئی کہ باقی ماندہ لوگوں نے شرط کے مضمون سے اپنے دلوں میں خوف پیدا کیا اور بہت ڈرے اور یہ بات ہر ایک کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اگر دو شخص کی موت کی نسبت کوئی پیشگوئی ہو۔ اور ایک اُن میں سے میعاد کے اندر مر جائے تو طبعاً دوسرے کے دل میں خوف پیدا ہو جاتا ہے۔

پس یہ تو ضروری امر تھا کہ احمد بیگ کے داماد کا گروہ احمد بیگ کی موت کو دیکھ کر اپنے دلوں میں بہت ڈرتا۔ سو خدا نے اپنے وعدہ کے موافق جب ان لوگوں کا خوف دیکھا تو داماد کی وفات کے متعلق جو پیشگوئی تھی اس میں تاخیر ڈال دی۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسا کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم اور پنڈت لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی وفات کی تھی اُس میں ظہور میں آیا۔ کیونکہ ڈپٹی عبداللہ آتھم نے وفات کی پیشگوئی سن کر بہت خوف ظاہر کیا اس لئے اس کی موت میں تاخیر ڈال دی گئی۔ اور مقرر شدہ دنوں سے کچھ مہینے زیادہ زندہ رہا۔ لیکن لیکھرام نے پیشگوئی کو سن کر بہت شوخی ظاہر کی اور بدگوئی میں حد سے زیادہ بڑھ گیا اس لئے وہ اصلی میعاد سے بھی پہلے ہی اس جہان سے اٹھایا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسی پیشگوئیاں جو خدا کے رسول کرتے ہیں جن میں کسی کی موت یا اور بلا کی خبر ہوتی ہے وہ وعید کی پیشگوئیاں کہلاتی ہیں۔ اور سنت اللہ ہے کہ خواہ اُن میں کوئی شرط ہو یا نہ ہو وہ توبہ استغفار سے ٹل سکتی ہیں یا اُن میں تاخیر ڈال دی جاتی ہے جیسا کہ یونس نبی کی پیشگوئی میں وقوع میں آیا۔ اور یونس نبی نے جو اپنی قوم کے لئے چالیس دن تک عذاب آنے کا وعدہ کیا تھا وہ قطعی وعدہ تھا۔ اُس میں ایمان لانے یا ڈرنے کی کوئی شرط نہ تھی مگر باوجود اس کے جب قوم نے تضرع اور زاری اختیار کی تو خدا تعالیٰ نے اس عذاب کو ٹال دیا۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے اتفاق سے یہ تسلیم شدہ عقیدہ ہے کہ ہر ایک بلا جو خدا تعالیٰ کسی بندہ پر نازل کرنا ارادہ کرتا ہے وہ بلا صدقہ اور خیرات اور توبہ اور استغفار اور دعا سے دفع ہو سکتی ہے پس اگر وہ بلا جس کا نازل کرنا ارادہ کیا گیا ہے کسی نبی اور رسول اور مامور من اللہ کو اُس سے اطلاع دی جائے تو وہ وعید کی پیشگوئی کہلاتی ہے۔ اور چونکہ وہ بلا ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق توبہ و استغفار اور صدقہ خیرات اور دعا و تضرع سے دفع ہو سکتی ہے یا اس میں تاخیر پڑ سکتی ہے۔ اور اگر وہ بلا جو پیشگوئی کے رنگ میں ظاہر کی گئی ہے صدقہ خیرات وغیرہ سے دور نہ ہو سکے

تو خدا تعالیٰ کی تمام کتابیں اس سے باطل ٹھہریں گی۔ اور تمام نظام دین کا اس سے درہم برہم ہو جائے گا۔ معترض نے اسلام پر یہ سخت حملہ کیا ہے اور نہ صرف اسلام پر بلکہ تمام نبیوں پر یہ حملہ ہے اور اگر عمداً یہ حملہ نہیں کیا تو اسلام اور شریعت سے سخت ناواقفیت اُس کی ثابت ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں سے ایمانداروں کو متنبہ رہنا چاہیے کہ میرے پر حملہ کرنے سے ان کا ارادہ صرف میرے پر حملہ نہیں ہے بلکہ دین اسلام کی اُن کو کچھ پروا نہیں اور اسلام کے وہ چھپے دشمن ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے دین کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

اس نا سمجھ کو یہ بھی تو خبر نہیں کہ جیسے خدا تعالیٰ نے اپنے اخلاق میں یہ داخل رکھا ہے کہ وہ وعید کی پیشگوئی کو توبہ و استغفار اور دعا اور صدقہ سے ٹال دیتا ہے اسی طرح انسان کو بھی اُس نے یہی اخلاق سکھائے ہیں جیسا کہ قرآن شریف اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جو منافقین نے محض خباث سے خلاف واقعہ تہمت لگائی تھی اس تذکرہ میں بعض سادہ لوح صحابہ بھی شریک ہو گئے تھے۔ ایک صحابی ایسے تھے کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے دو وقتہ روٹی کھاتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کی اس خطا پر قسم کھائی تھی اور وعید کے طور پر عہد کر لیا تھا کہ میں اس بے جا حرکت کی سزا میں اس کو کبھی روٹی نہ دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی **وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ**^۱ تب حضرت ابوبکر نے اپنے اس عہد کو توڑ دیا اور بدستور روٹی لگا دی۔ اسی بنا پر اسلامی اخلاق میں یہ داخل ہے کہ اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اُس کا توڑنا حسن اخلاق میں داخل ہے۔ مثلاً اگر کوئی اپنے خدمتگار کی نسبت قسم کھائے کہ میں اس کو ضرور پچاس جوتے ماروں گا تو اس کی توبہ اور تضرع پر معاف کرنا سنت اسلام ہے تا تخلق باخلاق اللہ ہو جائے مگر وعدہ کا تخلف جائز نہیں ترک وعدہ پر باز پُرس ہوگی مگر ترک وعید پر نہیں۔

قولہ: اور پیشگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ اہتر ہے۔

اقول۔ اے متعصب نادان! تجھے کب اتفاق ہوا ہے کہ تو میری پیشگوئیوں کو غور سے دیکھتا اور ان سب پر اطلاع پاتا۔ اور تجھے کب اتفاق ہوا کہ میری صحبت میں رہتا اور میرے نشانوں کو کچشم خود دیکھتا۔ میں تجھے کس سے مشابہت دوں۔ تو اُس اندھے سے مشابہ ہے جو سورج کے وجود سے انکار کرتا ہے اور اپنی نابینائی کی طرف نہیں دیکھتا۔ ہر ایک واقف حال سمجھ سکتا ہے کہ کیا میری پیشگوئیوں کا حال ابتر ہے یا تیرے ایمان کا ہی حال ابتر ہے۔ عقلمندوں کے لئے تیرے اعتراضات کا یہی نمونہ کافی ہے کہ جو بات تمام انبیاء کے نزدیک مسلم ہے اور تمام فرقہ ہائے اسلام کے نزدیک مسلم ہے وہی بات تیرے نزدیک جائے اعتراض ہے۔ ہائے افسوس کیا یہی لوگ اسلام کے لیڈر بننا چاہتے ہیں جن کو خدا کی تعلیم اور اسلام کے عقیدہ کی بھی خبر نہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ راجِعُونَ۔

اے ظالم معترض کیا اسی سرمایہ پر قلم اٹھایا تھا؟ گو تعصب کا جوش تھا مگر اپنی جہالت کو دکھلانا کیا ضرور تھا۔ ہر ایک بات سراسر جھوٹ ہر ایک شبہ محض شیطانی وسوسہ۔ اس علم اور واقفیت کے ساتھ تیرے دل میں کیوں گدگدی اُٹھی کہ خدا تعالیٰ کی پاک وحی پر اعتراض کرے اگر تم خاموش رہتے تو بہتر تھا۔ ناحق گناہ خرید اور زبان کے ذریعہ سے اپنی پوشیدہ نادانی پر سب کو مطلع کر دیا اور پبلک میں اپنی رسوائی کرائی اور اپنی حالت پر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی وہ مثل صادق کر لی جو بوستان میں ہے اور وہ یہ ہے:-

یکے نیک خلق و خَلقِ پوش بود	کہ در مصر یک چند خاموش بود
جہانے برو بود از صدق جمع	چو پروانہ ہا وقتِ شب گرد شمع
شبے در دل خویش اندیشہ کرد	کہ پوشیدہ زیر زبان است مرد
اگر ماند فطنت نہان در سرم	چہ دانند مردم کہ دانش ورم
سخن گفت و دشمن بدانت و دوست	کہ در مصر ناداں تر از وے هموست

حضورش پریشاں شد و کارزشت سفر کرد و بر طاق مسجد نوشت
 در آئینہ گر روئے خود دیدے بہ بیداشی پردہ ندریدے
 اب میں محمد اکرام اللہ خان صاحب شاہجہان پوری کے ان اعتراضات کا جواب لکھ چکا جو
 روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۵ میں چھپے ہیں۔ لیکن بعد اس کے میرے
 دوست مولوی عبدالکریم صاحب کے نام ایک صاحب نے جنہوں نے اپنا نام اپنے خط میں
 ظاہر نہیں کیا ایک خط بھیجا ہے اور اس میں خدا تعالیٰ کا واسطہ ڈال کر چند اعتراضات کا جواب
 مانگا ہے جو انہیں پیشگوئیوں کے متعلق ہیں۔ اگرچہ ان اعتراضات کا جواب کافی طور پر اسی
 حصہ براہین میں آچکا ہے لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کا واسطہ دے کر معترض صاحب کی درخواست
 ہے اس لئے ہم تکرار کلام کی کچھ پروا نہ رکھ کر محض اللہ صاحب موصوف کے اعتراضات کا
 جواب برعایت اختصار ذیل میں دیتے ہیں۔

قولہ: عفت السدیار محلّھا و مقامھا کا فقرہ جسے جناب مقدس مرزا صاحب اپنا
 الہام و وحی فرما رہے ہیں ایک پرانے شاعر کا مصرع ہے۔ کیا کسی نبی کو کبھی ایسی وحی ہوئی
 جس کے الفاظ حرفاً حرفاً وہی ہوں جو اس نبی سے پہلے کسی آدمی کی زبان سے نکل چکے ہوں۔
 اگر آپ یہ ثابت کر سکیں تو دوسرا اعتراض یہ ہوگا کہ اس صورت میں خدا کے قول اور بندہ کے
 قول میں فرق کیا ہوگا۔

اقول۔ اس بارہ میں ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ اور نبیوں کو تلاش کرنا کچھ ضروری نہیں خود
 ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض ایسے فقرے وحی الہی کے نازل ہو چکے ہیں جو پہلے وہ کسی آدمی
 کے منہ سے نکلے تھے۔ جیسا کہ یہ فقرہ وحی فرقانی یعنی فَتَبَّرَكَ اللَّهُ أَحْسَنَ الْخَلْقِينَ۔ یہ فقرہ پہلے
 عبد اللہ بن ابی سرح کی زبان سے نکلا تھا۔ اور وہی فقرہ وحی قرآنی میں نازل ہوا۔ دیکھو تفسیر کبیر
 الجزء السادس صفحہ ۲۶ مطبوعہ مصر۔ اصل عبارت یہ ہے۔ روی الکلبی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

ان عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کان یکتب هذه الايات لرسول الله
صلى الله عليه وسلم فلما انتهى الى قوله تعالى خلقا اخر عجب من ذلك
فقال فتبارك الله احسن الخالقين . فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اُكْتَبَ فَهَكَذَا نَزَلَتْ ، فَشَكََّ عَبْدُ اللَّهِ وَقَالَ ان كان محمد صادقاً فيما يقول

فانه يوحى الى كما يوحى اليه وان كان كاذباً فلا خير في دينه فهرب الى
مسكة فقبل انه مات على الكفر وقيل انه اسلم يوم الفتح - ترجمہ یہ ہے کہ کلبی نے
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ ابن ابی سرح قرآن شریف کی آیات لکھا کرتا
تھا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روبرو جیسی آیت نازل ہوتی تھی اُس سے لکھواتے
تھے۔ پس جب وہ آیت لکھوائی گئی جو خلقاً اخر تک ختم ہوتی ہے تو عبد اللہ اس آیت سے تعجب
میں پڑ گیا۔ اور عبد اللہ نے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا یہی لکھ لے کیونکہ خدا نے بھی یہی فقرہ جو تیرے منہ سے نکلا ہے یعنی فتبارک اللہ
احسن الخالقین نازل کر دیا ہے۔ پس عبد اللہ شک میں پڑ گیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو
میری زبان کا کلمہ ہے وہی خدا کا کلمہ ہو گیا۔ اور اُس نے کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے
دعوے میں صادق ہے تو مجھے بھی وہی وحی ہوتی ہے جو اُس سے ہوتی ہے اور اگر کاذب ہے تو
اس کے دین میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ پھر وہ مکہ کی طرف بھاگ گیا۔ پس ایک روایت یہ ہے
کہ وہ کفر پر مر گیا اور ایک یہ بھی روایت ہے کہ وہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہو گیا۔

اب دیکھو عبد اللہ ابن ابی سرح کے کلام سے خدا تعالیٰ کے کلام کا تو اردہ ہوا یعنی عبد اللہ کے
منہ سے بھی یہ فقرہ نکلا تھا فتبارک اللہ احسن الخالقین اور خدا تعالیٰ کی وحی میں بھی یہی
آیا۔ اور اگر کہو کہ پھر خدا تعالیٰ کے کلام اور انسان کے کلام میں ماہہ الامتیاز کیا ہوا؟ تو اول تو
ہم اس کا یہی جواب دیتے ہیں کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے آپ قرآن شریف میں فرمایا ہے

﴿۳۰﴾

ماہ الامتیاز قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کلام جو غیر کلام کہلاتا ہے قرآنی سورتوں میں سے کسی سورت کے برابر ہو کیونکہ اعجاز کیلئے اسی قدر معتبر سمجھا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ لَنْ نَبْلُغَ إِلَيْكُمْ سَوَاءً وَلَا تَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ لِيُبَيِّنَ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ الْكُرَىٰ** اور درحقیقت یہ سچ ہے کہ خدا کے کلمات علیحدہ علیحدہ تو وہی کلمات ہیں جو کفار کی زبان پر بھی جاری تھے۔ پھر رنگینی عبارت اور نظم کلام اور دیگر لوازم کے لحاظ سے وہی کلمات بحیثیت مجموعی ایک معجزہ کے رنگ میں ہو گئے اور جو معجزہ خدا تعالیٰ کے افعال میں پایا جاتا ہے اس کی بھی یہی شان ہے یعنی وہ بھی اپنی حیثیت مجموعی سے معجزہ بنتا ہے جیسا کہ کلام اپنی حیثیت مجموعی سے معجزہ بنتا ہے۔ ہاں خدا تعالیٰ کے منہ سے جو چھوٹے چھوٹے فقرے نکلتے ہیں وہ اپنے مطالب عالیہ کے لحاظ سے جو ان کے اندر ہوتے ہیں انسانی فقرات سے امتیاز رکھتی ہیں۔ یہ امر دیگر ہے کہ انسان ان کے پوشیدہ حقائق معارف تک نہ پہنچے مگر ضرور ان کے اندر انوارِ مخفیہ ہوتے ہیں جو ان کلمات کی رُوح ہوتے ہیں۔ جیسا کہ یہی کلمہ **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ** اپنی گذشتہ آیات کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ایک امتیازی رنگ اپنے اندر رکھتا ہے۔ یعنی اس قسم کی روحانی فلاسفی اس کے اندر بھری ہوئی ہے کہ وہ بجائے خود ایک معجزہ ہے جس کی نظیر انسانی کلام میں نہیں ملتی۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس سورۃ کے ابتدا میں جو سورۃ المؤمنون ہے جس میں یہ آیت **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ** ہے اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ کیونکر انسان مراتبِ سبب کو طے کر کے جو اس کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں اپنے کمال روحانی اور جسمانی کو پہنچتا ہے۔ سو خدا نے دونوں قسم کی ترقیات کو چھلچھل مرتبہ پر تقسیم کیا ہے اور مرتبہ ششم کو کمال ترقی کا مرتبہ قرار دیا ہے اور یہ مطابقت روحانی اور جسمانی وجود کی ترقیات کی ایسے خارق عادت طور پر دکھائی ہے کہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے کبھی کسی انسان کے ذہن نے اس نکتہ معرفت کی طرف سبقت نہیں کی۔ اور اگر کوئی دعوے کرے کہ سبقت کی ہے تو

یہ بارثوت اُس کی گردن پر ہوگا کہ یہ پاک فلاسفی کسی انسان کی کتاب میں سے دکھلاوے اور یہ یاد رہے کہ وہ ایسا ہرگز ثابت نہیں کر سکے گا۔ پس بدیہی طور پر یہ معجزہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے وہ عمیق مناسبت جو روحانی اور جسمانی وجود کی اُن ترقیات میں ہے جو وجود کامل کے مرتبہ تک پیش آتی ہیں ان آیات مبارکہ میں ظاہر کر دی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ظاہری اور باطنی صنعت ایک ہی ہاتھ سے ظہور پذیر ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

بعض نادانوں نے یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے نطفہ کی حالت سے لے کر اخیر تک جسمانی وجود کا قرآن شریف میں نقشہ کھینچا ہے یہ نقشہ اس زمانہ کی جدید تحقیقات طبی کی رُو سے صحیح نہیں ہے۔ لیکن اُن کی حماقت ہے کہ ان آیات کے معنی انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ گویا خدا تعالیٰ رحم کے اندر انسانی وجود کو اس طرح بناتا ہے کہ پہلے بگلی ایک عضو سے فراغت کر لیتا ہے پھر دوسرا بناتا ہے۔ یہ آیات الہیہ کا منشا نہیں ہے بلکہ جیسا کہ ہم نے پیشم خود ملاحظہ کر لیا ہے اور مُضغہ سے لے کر ہر ایک حالت کے بچے کو دیکھ لیا ہے۔ خالق حقیقی رحم کے اندر تمام اعضاء اندرونی و بیرونی کو ایک ہی زمانہ میں بناتا ہے یعنی ایک ہی وقت میں سب بنتے ہیں تاخیر تقدیم نہیں۔ البتہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلے تمام وجود انسان کا ایک جما ہوا خون ہوتا ہے اور پھر سارے کا سارا ایک ہی وقت میں مُضغہ بن جاتا ہے اور پھر ایک ہی وقت میں کچھ حصہ اس کا اپنے اپنے موقعہ پر ہڈیاں بن جاتا ہے اور پھر ایک ہی وقت میں اس تمام مجموعہ پر ایک زائد گوشت چڑھ جاتا ہے جو تمام بدن کی کھال کہلاتی ہے جس سے خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ اور اس مرتبہ پر جسمانی بناوٹ تمام ہو جاتی ہے اور پھر جان پڑ جاتی ہے۔ یہ وہ تمام حالتیں ہیں جو ہم نے پیشم خود دیکھ لی ہیں۔

اب ہم روحانی مراتب سے کا ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (۱) قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خُشْعُونَ (۲) وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (۳) وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۱

وہ اُس تخم کی طرح ہے جس نے ہنوز زمین سے کوئی تعلق نہیں پکڑا۔ اور ابھی وہ رحم کی کشش سے بہرہ ور نہیں ہوا ممکن ہے کہ وہ اندام نہانی میں پڑ کر ضائع ہو جائے جیسا کہ تخم بعض اوقات پتھریلی زمین پر پڑ کر ضائع ہو جاتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ نطفہ بذاتہ ناقص ہو یعنی اپنے اندر ہی کچھ نقص رکھتا ہو اور قابل نشوونما نہ ہو۔ اور یہ استعداد اُس میں نہ ہو کہ رحم اس کو اپنی طرف جذب کر لے اور صرف ایک مُردہ کی طرح ہو جس میں کچھ حرکت نہ ہو۔ جیسا کہ ایک بوسیدہ تخم زمین میں بویا جائے۔ اور گوز میں عمدہ ہو مگر تاہم تخم بوجہ اپنے ذاتی نقص کے قابل نشوونما نہیں ہوتا اور ممکن ہے کہ بعض اور عوارض کی وجہ سے جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں نطفہ رحم میں تعلق پذیر نہ ہو سکے اور رحم اس کو اپنی کشش سے محروم رکھے۔ جیسا کہ تخم بعض اوقات پیروں کے نیچے پکلا جاتا ہے یا پرندے اس کو چنگ جاتے ہیں یا کسی اور حادثہ سے تلف ہو جاتا ہے۔

یہی صفات مومن کے روحانی وجود کے اوّل مرتبہ کے ہیں اور اوّل مرتبہ مومن کے روحانی وجود کا وہ خشوع اور رقت اور سوز و گداز کی حالت ہے جو نماز اور یادِ الہی میں مومن کو میسر آتی ہے یعنی گدازش اور رقت اور فروتنی اور عجز و نیاز اور روح کا انکسار اور ایک تڑپ اور قلق اور تپش اپنے اندر پیدا کرنا۔ اور ایک خوف کی حالت اپنے پروردگار کے خدائے عزّوجلّ کی طرف دل کو جھکانا جیسا کہ اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَشِعُونَ۔ یعنی وہ مومن مراد پاگئے جو اپنی نماز میں اور ہر ایک طور کی یادِ الہی میں فروتنی اور عجز و نیاز اختیار کرتے ہیں اور رقت اور سوز و گداز اور قلق اور کرب اور دلی جوش سے اپنے ربّ کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں۔ یہ خشوع کی حالت جس کی تعریف کا اوپر اشارہ کیا گیا ہے روحانی وجود کی طیاری کے لئے پہلا مرتبہ ہے یا یوں کہو کہ وہ پہلا تخم ہے جو عبودیت کی زمین میں بویا جاتا ہے اور وہ اجمالی طور پر ان تمام قویٰ اور صفات اور اعضاء اور تمام نقش و نگار اور حسن و جمال اور خط و خال اور شمائل روحانیہ پر مشتمل ہے۔

﴿۳۳﴾

جو پانچویں اور چھٹے درجہ میں انسانِ کامل کیلئے نمودار طور پر ظاہر ہوتے اور اپنے دلکش پیرایہ میں تجلی فرماتے ہیں☆ اور چونکہ وہ نطفہ کی طرح روحانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے اس لئے وہ آیت قرآنی میں نطفہ کی طرح پہلے مرتبہ پر رکھا گیا ہے اور نطفہ کے مقابل پر دکھلایا گیا ہے تا وہ لوگ جو قرآن شریف میں غور کرتے ہیں سمجھ لیں کہ نماز میں خشوع کی حالت روحانی وجود کے لئے ایک نطفہ ہے اور نطفہ کی طرح روحانی طور پر انسانِ کامل کے تمام قویٰ اور صفات اور تمام نقش و نگار اس میں مخفی ہیں۔ اور جیسا کہ نطفہ اُس وقت تک معرضِ خطر میں ہے جب تک کہ رحم سے تعلق نہ پکڑے۔ ایسا ہی روحانی وجود کی یہ ابتدائی حالت یعنی خشوع کی حالت اُس وقت تک خطرہ سے خالی نہیں جب تک کہ رحیمِ خدا سے تعلق نہ پکڑ لے۔ یاد رہے کہ جب خدا تعالیٰ کا فیضانِ بغیر تو سب کسی عمل کے ہو تو وہ رحمانیت کی صفت سے ہوتا ہے جیسا کہ جو کچھ خدا نے زمین و آسمان وغیرہ انسان کے لئے بنائے یا خود انسان کو بنایا یہ سب فیضِ رحمانیت سے ظہور میں آیا لیکن جب کوئی فیض کسی عمل اور عبادت اور مجاہدہ اور ریاضت کے عوض میں ہو وہ رحیمیت کا فیض کہلاتا ہے۔ یہی سنت اللہ بنی آدم کے لئے جاری ہے پس جب کہ انسان نماز اور یاد الہی میں خشوع کی حالت اختیار کرتا ہے تب اپنے تئیں رحیمیت کے فیضان کے لئے مستعد بناتا ہے۔ سو نطفہ میں اور روحانی وجود کے پہلے مرتبہ میں جو حالتِ خشوع ہے صرف فرق یہ ہے کہ نطفہ رحم کی کشش کا محتاج ہوتا ہے اور یہ رحیم کی کشش کی طرف احتیاج رکھتا ہے اور جیسا کہ نطفہ کے لئے ممکن ہے کہ وہ رحم کی کشش سے پہلے ہی ضائع ہو جائے۔

☆ پانچواں درجہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں وہ ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے یعنی وَالَّذِينَ هُمْ لَا مَنِيَهُمْ وَعَقَدَٰهُمْ رُعُوقًا ۗ اور چھٹا درجہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں وہ ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے یعنی وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَواتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۗ اور یہ پانچواں درجہ جسمانی درجات کے پنجم درجہ کے مقابل پر ہوتا ہے جس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے یعنی فَكَسَبُوا الْعَظْمَ لَحْمًا ۗ اور چھٹا درجہ جسمانی درجات کے ششم درجہ کے مقابل پر پڑا ہے جس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۗ مِنْهُ

ایسا ہی روحانی وجود کے پہلے مرتبہ کے لئے یعنی حالت خشوع کے لئے ممکن ہے کہ وہ رحیم کی کشش اور تعلق سے پہلے ہی برباد ہو جائے۔ جیسا کہ بہت سے لوگ ابتدائی حالت میں اپنی نمازوں میں روتے اور وجد کرتے اور نعرے مارتے اور خدا کی محبت میں طرح طرح کی دیوانگی ظاہر کرتے ہیں اور طرح طرح کی عاشقانہ حالت دکھلاتے ہیں اور چونکہ اس ذات ذوالفضل سے جس کا نام رحیم ہے کوئی تعلق پیدا نہیں ہوتا اور نہ اُس کی خاص تجلی کے جذبہ سے اُس کی طرف کھنچے جاتے ہیں اس لئے ان کا وہ تمام سوز و گداز اور تمام وہ حالتِ خشوع بے بنیاد ہوتی ہے اور بسا اوقات ان کا قدم پھسل جاتا ہے یہاں تک کہ پہلی حالت سے بھی بدتر حالت میں جا پڑتے ہیں۔ پس یہ عجیب دلچسپ مطابقت ہے کہ جیسا کہ نطفہ جسمانی وجود کا اول مرتبہ ہے اور جب تک رحم کی کشش اُس کی دستگیری نہ کرے وہ کچھ چیز ہی نہیں ایسا ہی حالتِ خشوع روحانی وجود کا اول مرتبہ ہے اور جب تک رحیم خدا کی کشش اُسکی دستگیری نہ کرے وہ حالتِ خشوع کچھ بھی چیز نہیں۔ اسی لئے ہزار ہا ایسے لوگوں کو پاؤ گے کہ اپنی عمر کے کسی حصہ میں یادِ الہی اور نماز میں حالتِ خشوع سے لذت اٹھاتے اور وجد کرتے اور روتے تھے اور پھر کسی ایسی لعنت نے اُن کو پکڑ لیا کہ ایک مرتبہ نفسانی امور کی طرف گر گئے اور دنیا اور دنیا کی خواہشوں کے جذبات سے وہ تمام حالت کھو بیٹھے۔ یہ نہایت خوف کا مقام ہے کہ اکثر وہ حالتِ خشوعِ رحیمیت کے تعلق سے پہلے ہی ضائع ہو جاتی ہے اور قبل اس کے کہ رحیم خدا کی کشش اس میں کچھ کام کرے وہ حالت برباد اور نابود ہو جاتی ہے اور ایسی صورت میں وہ حالت جو روحانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے اس نطفہ سے مشابہت رکھتی ہے کہ جو رحم سے تعلق پکڑنے سے پہلے ہی ضائع ہو جاتا ہے۔ غرض روحانی وجود کا پہلا مرتبہ جو حالتِ خشوع ہے اور جسمانی وجود کا پہلا مرتبہ جو نطفہ ہے باہم اس بات میں تشابہ رکھتے ہیں کہ جسمانی وجود کا پہلا مرتبہ یعنی نطفہ بغیر کششِ رحم کے ہیچ ہے اور روحانی وجود کا پہلا مرتبہ یعنی حالتِ خشوع بغیر جذبِ رحیم کے ہیچ اور جیسا کہ دنیا میں ہزار ہا نطفے تباہ ہوتے ہیں

اور نطفہ ہونے کی حالت میں ہی ضائع ہو جاتے ہیں اور رحم سے تعلق نہیں پکڑتے۔ ایسا ہی دنیا میں ہزار ہا خشوع کی حالتیں ایسی ہیں کہ رحیم خدا سے تعلق نہیں پکڑتیں اور ضائع جاتی ہیں۔ ہزار ہا جاہل اپنے چند روزہ خشوع اور وجد اور گریہ وزاری پر خوش ہو کر خیال کرتے ہیں کہ ہم ولی ہو گئے غوث ہو گئے قطب ہو گئے اور ابدال میں داخل ہو گئے اور خدا رسیدہ ہو گئے حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں ہنوز ایک نطفہ ہے۔ ابھی تو نام خدا ہے غنچہ صبا تو چھو بھی نہیں گئی ہے۔ افسوس کہ انہیں خام خیالیوں سے ایک دنیا ہلاک ہو گئی۔ اور یاد رہے کہ یہ روحانی حالت کا پہلا مرتبہ جو حالتِ خشوع ہے طرح طرح کے اسباب سے ضائع ہو سکتا ہے جیسا کہ نطفہ جو جسمانی حالت کا پہلا مرتبہ ہے انواع اقسام کے حوادث سے تلف ہو سکتا ہے منجملہ ان کے ذاتی نقص بھی ہے۔ مثلاً اس خشوع میں کوئی مشرکانہ ملونی ہے یا کسی بدعت کی آمیزش ہے یا اور لغویات کا ساتھ اشتراک ہے۔ مثلاً نفسانی خواہشیں اور نفسانی ناپاک جذبات بجائے خود زور مار رہے ہیں یا سلفی تعلقات نے دل کو پکڑ رکھا ہے یا جیفہ دنیا کی لغو خواہشوں نے زیر کر دیا ہے پس ان تمام ناپاک عوارض کے ساتھ حالتِ خشوع اس لائق نہیں ٹھہرتی کہ رحیم خدا اس سے تعلق پکڑ جائے جیسا کہ اس نطفہ سے رحم تعلق نہیں پکڑ سکتا جو اپنے اندر کسی قسم کا نقص رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو جو گیوں کی حالتِ خشوع اور عیسائی پادریوں کی حالتِ انکسار ان کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی اور گو وہ سوز و گداز میں اس قدر ترقی کریں کہ اپنے جسم کو بھی ساتھ ہی استخوان بے پوست کر دیں تب بھی رحیم خدا ان سے تعلق نہیں کرتا کیونکہ ان کی حالتِ خشوع میں ایک ذاتی نقص ہے ایسا ہی وہ بدعتی فقیر اسلام کے جو قرآن شریف کی پیروی چھوڑ کر ہزاروں بدعات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بھنگ چرس اور شراب پینے سے بھی شرم نہیں کرتے اور دوسرے فسق و فجور بھی ان کے لئے شیر مادر ہوتے ہیں چونکہ وہ ایسی حالت رکھتے ہیں کہ رحیم خدا سے اور اس کے تعلق سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے بلکہ رحیم خدا کے نزدیک وہ تمام حالتیں

مکروہ ہیں اس لئے وہ باوجود اپنے طور کے وجد اور رقص اور اشعار خوانی اور سرود وغیرہ کے رحیم خدا کے تعلق سے سخت بے نصیب ہوتے ہیں اور اُس نطفہ کی طرح ہوتے ہیں جو آتشک کی بیماری یا جذام کے عارضہ سے جل جائے اور اس قابل نہ رہے کہ رحم اس سے تعلق پکڑ سکے پس رحم اور رحیم کا تعلق یا عدم تعلق ایک ہی بنا پر ہے صرف روحانی اور جسمانی عوارض کا فرق ہے۔ اور جیسا کہ نطفہ بعض اپنے ذاتی عوارض کی رُو سے اس لائق نہیں رہتا کہ رحم اس سے تعلق پکڑ سکے اور اس کو اپنی طرف کھینچ سکے ایسا ہی حالت خشوع جو نطفہ کے درجہ پر ہے بعض اپنے عوارض ذاتیہ کی وجہ سے جیسے تکبر اور عُجب اور ریایا اور کسی قسم کی ضلالت کی وجہ سے یا شرک سے اس لائق نہیں رہتی کہ رحیم خدا اس سے تعلق پکڑ سکے پس نطفہ کی طرح تمام فضیلت روحانی وجود کے اوّل مرتبہ کی جو حالت خشوع ہے رحیم خدا کے ساتھ حقیقی تعلق پیدا کرنے سے وابستہ ہے جیسا کہ تمام فضیلت نطفہ کی رحم کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے وابستہ ہے پس اگر اس حالت خشوع کو اس رحیم خدا کے ساتھ حقیقی تعلق نہیں اور نہ حقیقی تعلق پیدا ہو سکتا ہے تو وہ حالت اُس گندے نطفہ کی طرح ہے جس کو رحم کے ساتھ حقیقی تعلق پیدا نہیں ہو سکتا اور یاد رکھنا چاہیے کہ نماز اور یاد الہی میں جو کبھی انسان کو حالت خشوع میسر آتی ہے اور وجد اور ذوق پیدا ہو جاتا ہے یا لذت محسوس ہوتی ہے یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس انسان کو رحیم خدا سے حقیقی تعلق ہے جیسا کہ اگر نطفہ اندام نہانی کے اندر داخل ہو جائے اور لذت بھی محسوس ہو تو اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اُس نطفہ کو رحم سے تعلق ہو گیا ہے بلکہ تعلق کے لئے علیحدہ آثار اور علامات ہیں۔ پس یاد الہی میں ذوق شوق جس کو دوسرے لفظوں میں حالت خشوع کہتے ہیں نطفہ کی اُس حالت سے مشابہ ہے جب وہ ایک صورت انزال پکڑ کر اندام نہانی کے اندر گر جاتا ہے اور اس میں کیا شکر ہے کہ وہ جسمانی عالم میں ایک کمال لذت کا وقت ہوتا ہے لیکن تاہم فقط اُس قطرہ منی کا اندر گرنا اس بات کو مستلزم نہیں

کہ رحم سے اُس نطفہ کا تعلق بھی ہو جائے اور وہ رحم کی طرف کھینچا جائے۔ پس ایسا ہی روحانی ذوق شوق اور حالتِ خشوع اس بات کو مستلزم نہیں کہ رحیم خدا سے ایسے شخص کا تعلق ہو جائے اور اس کی طرف کھینچا جائے۔ بلکہ جیسا کہ نطفہ کبھی حرام کاری کے طور پر کسی رنڈی کے اندام نہانی میں پڑتا ہے تو اس میں بھی وہی لذت نطفہ ڈالنے والے کو حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اپنی بیوی کے ساتھ۔ پس ایسا ہی بُت پرستوں اور مخلوق پرستوں کا خشوع و خضوع اور حالتِ ذوق اور شوق رنڈی بازوں سے مشابہ ہے یعنی خشوع اور خضوع مشرکوں اور اُن لوگوں کا جو محض اغراض دنیویہ کی بنا پر خدا تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اس نطفہ سے مشابہت رکھتا ہے جو حرام کار عورتوں کے اندام نہانی میں جا کر باعث لذت ہوتا ہے۔ بہر حال جیسا کہ نطفہ میں تعلق پکڑنے کی استعداد ہے حالتِ خشوع میں بھی تعلق پکڑنے کی استعداد ہے مگر صرف حالتِ خشوع اور رقت اور سوز اس بات پر دلیل نہیں ہے کہ وہ تعلق ہو بھی گیا ہے جیسا کہ نطفہ کی صورت میں جو اس روحانی صورت کے مقابل پر ہی مشاہدہ ظاہر کر رہا ہے اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرے اور منی عورت کے اندام نہانی میں داخل ہو جائے اور اس کو اس فعل سے کمال لذت حاصل ہو تو یہ لذت اس بات پر دلالت نہیں کرے گی کہ حمل ضرور ہو گیا ہے۔ پس ایسا ہی خشوع اور سوز و گداز کی حالت گو وہ کیسی ہی لذت اور سرور کے ساتھ ہو خدا سے تعلق پکڑنے کے لئے کوئی لازمی علامت نہیں ہے۔ یعنی کسی شخص میں نماز اور یادِ الہی کی حالت میں خشوع اور سوز و گداز اور گریہ و زاری پیدا ہونا لازمی طور پر اس بات کو

☆ ابتدائی حالت میں خشوع اور رقت کے ساتھ ہر طرح کے لغو کام جمع ہو سکتے ہیں جیسا کہ بچے میں رونے کی عادت بہت ہوتی ہے اور بات بات میں ڈر جانا اور خشوع اور انکسار اختیار کرتا ہے مگر باایں ہمہ بچپن کے زمانہ میں طبعاً انسان بہت سے لغویات میں مبتلا ہوتا ہے اور سب سے پہلے لغو باتوں اور لغو کاموں کی طرف ہی رغبت کرتا ہے اور اکثر لغو حرکات اور لغو طور پر کودنا اور اچھلنا ہی اس کو پسند آتا ہے جس میں بسا اوقات اپنے جسم کو بھی کوئی صدمہ پہنچا دیتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ انسان کی زندگی کی راہ میں فطرتاً پہلے لغویات ہی آتے ہیں اور بغیر اس مرتبہ کے طے کرنے کے دوسرے مرتبہ تک وہ پہنچ ہی نہیں سکتا۔ پس طبعاً پہلا زینہ بلوغ کا بچپن کے لغویات سے پرہیز کرنا ہے سو اس سے ثابت ہے کہ سب سے پہلا تعلق انسانی سرشت کو لغویات سے ہی ہوتا ہے۔ منہ

مستلزم نہیں کہ اس شخص کو خدا سے تعلق بھی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ سب حالات کسی شخص میں موجود ہوں مگر ابھی اس کو خدا تعالیٰ سے تعلق نہ ہو۔ جیسا کہ مشاہدہ صریحہ اس بات پر گواہ ہے کہ بہت سے لوگ پند و نصیحت کی مجلسوں اور وعظ و تذکیر کی محفلوں یا نماز اور یاد الہی کی حالت میں خوب روتے اور وجد کرتے اور نعرے مارتے اور سوز و گداز ظاہر کرتے ہیں اور آنسوؤں کے رخساروں پر پانی کی طرح رواں ہو جاتے ہیں بلکہ بعض کا رونا تو منہ پر رکھا ہوا ہوتا ہے۔ ایک بات سنی اور وہیں رو دیا۔ مگر تاہم لغویات سے وہ کنارہ کش نہیں ہوتے اور بہت سے لغو کام اور لغو باتیں اور لغو سیر و تماشے اُن کے گلے کا ہار ہو جاتے ہیں۔ جن سے سمجھا جاتا ہے کہ کچھ بھی اُن کو خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں اور نہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت کچھ اُن کے دلوں میں ہے۔ پس یہ عجیب تماشا ہے کہ ایسے گندے نفسوں کے ساتھ بھی خشوع اور سوز و گداز کی حالت جمع ہو جاتی ہے۔ اور یہ عبرت کا مقام ہے اور اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مجرد خشوع اور گریہ و زاری کہ جو بغیر ترک لغویات ہو کچھ فخر کرنے کی جگہ نہیں اور نہ یہ قرب الہی اور تعلق باللہ کی کوئی علامت ہے۔ بہت سے ایسے فقیر میں نے پنچشم خود دیکھے ہیں اور ایسا ہی بعض دوسرے لوگ بھی دیکھنے میں آئے ہیں کہ کسی دردناک شعر کے پڑھنے یا دردناک نظارہ دیکھنے یا دردناک قصہ کے سننے سے اس جلدی سے ان کے آنسو گرنے شروع ہو جاتے ہیں جیسا کہ بعض بادل اس قدر جلدی سے اپنے موٹے موٹے قطرے برساتے ہیں کہ باہر سونے والوں کو رات کے وقت فرصت نہیں دیتے کہ اپنا بستر بغیر تر ہونے کے اندر لے جا سکیں لیکن میں اپنی ذاتی شہادت سے گواہی دیتا ہوں کہ اکثر ایسے شخص میں نے بڑے مگّار بلکہ دنیا داروں سے آگے بڑھے ہوئے پائے ہیں اور بعض کو میں نے ایسے خبیث طبع اور بددیانت اور ہر پہلو سے بد معاش پایا ہے کہ مجھے اُن کی گریہ و زاری کی عادت اور خشوع و خضوع کی خصلت دیکھ کر اس بات سے کراہت آتی ہے کہ کسی مجلس میں ایسی رقت اور سوز و گداز ظاہر کروں۔ ہاں کسی زمانہ میں خصوصیت کے ساتھ یہ نیک بندوں کی علامت تھی مگر اب تو اکثر یہ پیرا یہ مگّاروں اور فریب دہ لوگوں کا ہو گیا ہے

﴿۳۹﴾

سبز کپڑے، بال سر کے لمبے، ہاتھ میں تسبیح، آنکھوں سے دمبدم آنسو جاری، لبوں میں کچھ حرکت گویا ہر وقت ذکر الہی زبان پر جاری ہے اور ساتھ اس کے بدعت کی پابندی۔ یہ علامتیں اپنے فقر کی ظاہر کرتے ہیں مگر دل مجزوم محبت الہی سے محروم۔ **إلا ما شاء اللہ**۔ راستباز لوگ میری اس تحریر سے مستثنیٰ ہیں جن کی ہر ایک بات بطور جوش اور حال کے ہوتی ہے نہ بطور تکلف اور قال کے۔ بہر حال یہ تو ثابت ہے کہ گریہ وزاری اور خشوع اور خضوع نیک بندوں کے لئے کوئی مخصوص علامت نہیں بلکہ یہ بھی انسان کے اندر ایک قوت ہے جو محل اور بے محل دونوں صورتوں میں حرکت کرتی ہے۔ انسان بعض اوقات ایک فرضی قصہ پڑھتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ فرضی اور ایک ناول کی قسم ہے مگر تاہم جب اس کے ایک دردناک موقعہ پر پہنچتا ہے تو اس کا دل اپنے قابو سے نکل جاتا ہے اور بے اختیار آنسو جاری ہوتے ہیں جو تھمتے نہیں۔ ایسے دردناک قصے یہاں تک مؤثر پائے گئے ہیں کہ بعض وقت خود ایک انسان ایک پُرسوز قصہ بیان کرنا شروع کرتا ہے اور جب بیان کرتے کرتے اس کے ایک پُردرد موقعہ پر پہنچتا ہے تو آپ ہی چشم پُر آب ہو جاتا ہے اور اس کی آواز بھی ایک رونے والے شخص کے رنگ میں ہو جاتی ہے آخر اس کا رونا اچھل پڑتا ہے اور جو رونے کے اندر ایک قسم کی سرور اور لذت ہے وہ اس کو حاصل ہو جاتی ہے اور اس کو خوب معلوم ہوتا ہے کہ جس بنا پر وہ روتا ہے وہ بنا ہی غلط اور ایک فرضی قصہ ہے۔ پس کیوں اور کیا وجہ کہ ایسا ہوتا ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ سوز و گداز اور گریہ وزاری کی قوت جو انسان کے اندر موجود ہے اُس کو ایک واقعہ کے صحیح یا غلط ہونے سے کچھ کام نہیں بلکہ جب اس کے لئے ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جو اس قوت کو حرکت دینے کے قابل ہوتے ہیں تو خواہ نخواہ وہ رقت حرکت میں آ جاتی ہے اور ایک قسم کا سرور اور لذت ایسے انسان کو پہنچ جاتا ہے گو وہ مومن ہو یا کافر۔ اسی وجہ سے غیر مشروع مجالس میں بھی جو طرح طرح کی بدعات پر مشتمل ہوتی ہیں بے قید لوگ جو فقیروں کے لباس میں اپنے تئیں ظاہر کرتے ہیں مختلف قسم کی کافوں اور

شعروں کے سننے اور سُرد کی تاثیر سے رقص اور وجد اور گریہ وزاری شروع کر دیتے ہیں اور اپنے رنگ میں لذت اٹھاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مل گئے ہیں مگر یہ لذت اُس لذت سے مشابہ ہے جو ایک زانی کو حرام کار عورت سے ہوتی ہے۔

اور پھر ایک اور مشابہت خشوع اور نطفہ میں ہے اور وہ یہ کہ جب ایک شخص کا نطفہ اس کی بیوی یا کسی اور عورت کے اندر داخل ہوتا ہے تو اس نطفہ کا اندام نہانی کے اندر داخل ہونا اور انزال کی صورت پکڑ کر رواں ہو جانا یعنی نہ رونے کی صورت پر ہوتا ہے جیسا کہ خشوع کی حالت کا نتیجہ بھی رونا ہی ہوتا ہے اور جیسے بے اختیار نطفہ اُچھل کر صورت انزال اختیار کرتا ہے۔ یہی صورت کمال خشوع کے وقت میں رونے کی ہوتی ہے کہ رونا آنکھوں سے اُچھلتا ہے اور جیسی صورت کمال لذت کبھی حلال طور پر ہوتی ہے جب کہ اپنی بیوی سے انسان صحبت کرتا ہے اور کبھی حرام طور پر جب کہ انسان کسی حرام کار عورت سے صحبت کرتا ہے۔ یہی صورت خشوع اور سوز و گداز اور گریہ وزاری کی ہے یعنی کبھی خشوع اور سوز و گداز محض خدائے واحد لا شریک کے لئے ہوتا ہے جس کے ساتھ کسی بدعت اور شرک کا رنگ نہیں ہوتا۔ پس وہ لذت سوز و گداز کی ایک لذت حلال ہوتی ہے مگر کبھی خشوع اور سوز و گداز اور اسکی لذت بدعات کی آمیزش سے یا مخلوق کی پرستش اور بتوں اور دیویوں کی پوجا میں بھی حاصل ہوتی ہے مگر وہ لذت حرام کاری کے جماع سے مشابہ ہوتی ہے۔ غرض مجرّد خشوع اور سوز و گداز اور گریہ وزاری اور اس کی لذتیں تعلق باللہ کو مستلزم نہیں بلکہ جیسا کہ بہت سے ایسے نطفے ہیں جو ضائع جاتے ہیں اور رحم اُن کو قبول نہیں کرتا۔ ایسا ہی بہت سے خشوع اور تضرع اور زاری ہیں جو محض آنکھوں کو کھونا ہے اور رحیم خدا ان کو قبول نہیں کرتا۔ غرض حالت خشوع کو جو روحانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے نطفہ ہونے کی حالت سے جو جسمانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے ایک کھلی کھلی مشابہت ہے جس کو ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں اور یہ مشابہت کوئی معمولی امر نہیں ہے بلکہ صانع قدیم جلّ شانہ کے خاص ارادہ سے ان دونوں میں اکمل اور اتم مشابہت ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی کتاب میں بھی لکھا گیا ہے کہ

دوسرے جہان میں بھی یہ دونوں لذتیں ہوں گی۔ مگر مشابہت میں اس قدر ترقی کر جائیں گی کہ ایک ہی ہو جائیں گی یعنی اُس جہان میں جو ایک شخص اپنی بیوی سے محبت اور اختلاط کرے گا وہ اس بات میں فرق نہیں کر سکے گا کہ وہ اپنی بیوی سے محبت اور اختلاط کرتا ہے یا محبت الہیہ کے دریائے بے پایاں میں غرق ہے اور واصلانِ حضرتِ عزت پر اسی جہان میں یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے جو اہل دنیا اور مجویوں کے لئے ایک امر فوق الفہم ہے۔

﴿۴۱﴾

اب ہم یہ تو بیان کر چکے کہ روحانی وجود کا پہلا مرتبہ جو حالت خشوع ہے جسمانی وجود کے پہلے مرتبہ سے جو نطفہ ہے مشابہت تام رکھتا ہے۔ اس کے بعد یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ روحانی وجود کا دوسرا مرتبہ بھی جسمانی وجود کے دوسرے مرتبہ سے مشابہ اور مماثل ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ روحانی وجود کا دوسرا مرتبہ وہ ہے جو اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا گیا ہے یعنی وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ۔ یعنی مومن وہ ہیں جو لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں اور لغو تعلقات سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے مقابل پر جسمانی وجود کا دوسرا مرتبہ وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے کلام عزیز میں عَلاقَہ کے نام سے موسوم فرمایا ہے جیسا کہ فرماتا ہے ثُمَّ خَلَقْنَا النَّطْفَةَ عَاقِلَةً یعنی پھر ہم نے نطفہ کو عَلاقَہ بنا لیا یعنی ہم نے اُس کو لغو طور پر ضائع ہونے سے بچا کر رحم کی تاثیر اور تعلق سے عَلاقَہ بنا دیا۔ اس سے پہلے وہ معرض خطر میں تھا اور کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ انسانی وجود بنے یا ضائع جائے لیکن وہ رحم کے تعلق کے بعد ضائع ہونے سے محفوظ ہو گیا اور اس میں ایک تغیر پیدا ہو گیا جو پہلے نہ تھا یعنی وہ ایک جملے ہوئے خون کی صورت میں ہو گیا۔ اور توام بھی غلیظ ہو گیا اور رحم سے اس کا ایک علاقہ ہو گیا اس لئے اس کا نام عَلاقَہ رکھا گیا اور ایسی عورت حاملہ کہلانے کی مستحق ہو گئی۔ اور بوجہ اس علاقہ کے رحم اس کا سر پرست بن گیا اور اس کے زیر سایہ نطفہ کا نشوونما ہونے لگا مگر اس حالت میں نطفہ نے کچھ زیادہ پاکیزگی حاصل نہیں کی۔

صرف ایک خون جما ہوا بن گیا اور رحم کے تعلق کی وجہ سے ضائع ہونے سے بچ گیا اور جس طرح اور صورتوں میں ایک نطفہ لغو طور پر پھیلتا اور بیہودہ طور پر اندر سے بہ نکلتا اور کپڑوں کو پلید کرتا تھا اب اس تعلق کی وجہ سے بیکار جانے سے محفوظ رہ گیا۔ لیکن ہنوز وہ ایک جما ہوا خون تھا جس نے ابھی نجاست خفیفہ کی آلودگی سے پاکی حاصل نہیں کی تھی۔ اگر رحم سے یہ تعلق اس کا پیدا نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ اندام نہانی میں داخل ہو کر بھی رحم میں قرار نہ پاسکتا اور باہر کی طرف بہ جاتا مگر رحم کی قوت مدبرہ نے اپنے خاص جذب سے اُس کو تھام لیا اور پھر ایک جھے ہوئے خون کی شکل پر بنا دیا۔ تب جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس تعلق کی وجہ سے علقہ کہلایا اور اس سے پہلے رحم نے اُس پر کوئی اپنا خاص اثر ظاہر نہیں کیا تھا اور اسی اثر نے اس کو ضائع ہونے سے روکا اور اسی اثر سے نطفہ کی طرح اُس میں رقت بھی باقی نہ رہی یعنی اس کا توام رکیک اور پتلا نہ رہا بلکہ کسی قدر گاڑھا ہو گیا۔

اور اس علقہ کے مقابل پر جو جسمانی وجود کا دوسرا مرتبہ ہے روحانی وجود کا دوسرا مرتبہ وہ ہے جس کا ابھی ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں جس کی طرف قرآن شریف کی یہ آیت اشارہ کرتی ہے وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ یعنی رہائی یافتہ مومن وہ لوگ ہیں جو لغو کاموں اور لغو باتوں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں سے اور لغو تعلقات سے اور لغو جوشوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور ایمان ان کا اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اس قدر کنارہ کشی اُن پر سہل ہو جاتی ہے کیونکہ بوجہ ترقی ایمان کے کسی قدر تعلق اُن کا خدائے رحیم سے ہو جاتا ہے جیسا کہ علقہ ہونے کی حالت میں جب نطفہ کا تعلق کسی قدر رحم سے ہو جاتا ہے تو وہ لغو طور پر گر جانے یا بہ جانے یا اور طور پر ضائع ہو جانے سے امن میں آجاتا ہے اِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ۔ سورہ روحانی وجود کے اس مرتبہ دوم میں خدائے رحیم سے تعلق یعنی اُس تعلق سے مشابہ ہوتا ہے جو جسمانی وجود کے دوسرے مرتبہ پر علقہ کو

رحم سے تعلق ہو جاتا ہے اور جیسا کہ قبل ظہور دوسرے مرتبہ وجود روحانی کے لغو تعلقات اور لغوشغلوں سے رہائی پانا غیر ممکن ہوتا ہے اور صرف وجود روحانی کا پہلا مرتبہ یعنی خشوع اور عجز و نیاز کی حالت اکثر برباد بھی چلی جاتی ہے اور انجام بد ہوتا ہے۔ ایسا ہی نطفہ بھی جو جسمانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے علقہ بننے کی حالت سے پہلے بسا اوقات صدہا مرتبہ لغو طور پر ضائع جاتا ہے پھر جب ارادہ الہی اس بات کے متعلق ہوتا ہے کہ لغو طور پر ضائع ہونے سے اس کو بچائے تو اُس کے امر اور اذن سے وہی نطفہ رحم میں علقہ بن جاتا ہے تب وہ وجود جسمانی کا دوسرا مرتبہ کہلاتا ہے غرض دوسرا مرتبہ روحانی وجود کا جو تمام لغو باتوں اور لغو کاموں سے پرہیز کرنا اور لغو باتوں اور لغو تعلقات اور لغو جوشوں سے کنارہ کش ہونا ہے یہ مرتبہ بھی اسی وقت میسر آتا ہے کہ جب خدائے رحیم سے انسان کا تعلق پیدا ہو جائے کیونکہ یہ تعلق میں ہی طاقت اور قوت ہے کہ دوسرے تعلق کو توڑتا ہے اور ضائع ہونے سے بچاتا ہے اور گواہ انسان کو اپنی نماز میں حالت خشوع میسر آ جائے جو روحانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے پھر بھی وہ خشوع لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو جوشوں سے روک نہیں سکتا۔ جب تک کہ خدا سے وہ تعلق نہ ہو جو روحانی وجود کے دوسرے مرتبہ پر ہوتا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ گواہ انسان اپنی بیوی سے ہر روز کئی دفعہ صحبت کرے تاہم وہ نطفہ ضائع ہونے سے رُک نہیں سکتا جب تک کہ رحم سے اس کا تعلق پیدا نہ ہو جائے۔

پس خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ **وَإِذْ يَنْهَىٰ عَنْ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ** اس کے یہی معنی ہیں کہ مومن وہی ہیں جو لغو تعلقات سے اپنے تئیں الگ کرتے ہیں اور لغو تعلقات سے اپنے تئیں الگ کرنا خدا تعالیٰ کے تعلق کا موجب ہے۔ گویا لغو باتوں سے دل کو

☆ لغو تعلقات سے الگ ہونا خدا تعالیٰ کے تعلق کا اس لئے موجب ہے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں آیات میں **أَفْلَحَ** کے لفظ کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص خدا کی طلب میں کوئی کام

چھڑانا خدا سے دل کو لگانا ہے کیونکہ انسان تعبدِ ابدی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور طبعی طور پر اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت موجود ہے پس اسی وجہ سے انسان کی روح کو خدا تعالیٰ سے ایک تعلق ازلی ہے۔ جیسا کہ آیت بَرِّبِكُمْ قَالُوا بَلٰی^۱ سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ تعلق جو انسان کو رحیمیت کے پر توہ کے نیچے آ کر یعنی عبادات کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے حاصل ہوتا ہے جس تعلق کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ خدا پر ایمان لا کر ہر ایک لغوبات اور لغو کام اور لغو مجلس اور لغو حرکت اور لغو تعلق اور لغو جوش سے کنارہ کشی کی جائے۔ وہ اسی ازلی تعلق کو ممکن قوت سے حیّزِ فعل میں لانا ہے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں انسان کے روحانی وجود کا پہلا مرتبہ جو نماز اور یادِ الہی میں حالتِ خشوع اور رقت اور سوز و گداز ہے یہ مرتبہ اپنی ذات میں صرف اطلاق کی حیثیت رکھتا ہے یعنی نفسِ خشوع کے لئے یہ لازمی امر نہیں ہے کہ ترک لغویات بھی ساتھ ہی ہو یا اس سے بڑھ کر کوئی اخلاقِ فاضلہ اور عاداتِ مہذبہ ساتھ ہوں بلکہ ممکن ہے کہ جو شخص نماز میں خشوع اور رقت و سوز اور گریہ و زاری اختیار کرتا ہے خواہ اس قدر کہ دوسرے پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے ہنوز لغوباتوں اور لغو کاموں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو تعلقوں اور لغو نفسانی جوشوں سے اس کا دل پاک نہ ہو یعنی ممکن ہے کہ ہنوز معاصی سے اس کو رستگاری نہ ہو کیونکہ خشوع کی حالت کا

﴿۲۳﴾

کرے گا وہ بقدر محنت کشی اور بقدر اپنی سعی کے خدا کو پائے گا۔ اور اس سے تعلق پیدا کر لے گا۔ پس جو شخص خدا کا تعلق حاصل کرنے کے لئے لغو کام چھوڑتا ہے اس کو اس وعدہ کے موافق جو لفظ افلاح میں ہے ایک خفیف سا تعلق خدا تعالیٰ سے ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو اس نے کام کیا ہے وہ بھی بڑا بھاری کام نہیں صرف ایک خفیف تعلق کو جو اس کو لغویات سے تھا چھوڑ دیا ہے اور یاد رہے کہ جیسا کہ لفظ افلاح اول آیت میں موجود ہے یعنی اس آیت میں کہ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ۔ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خِشْعُونَ^۲ یہی لفظ عطف کے طور پر تمام آئندہ آیتوں سے وعدہ کے طور پر متعلق ہے۔ پس یہ آیت کہ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ^۳ یہی معنی رکھتی ہے کہ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ اور افلاح یعنی افلاح کا لفظ ہر ایک مرتبہ ایمان پر ایک خاص معنی رکھتا ہے اور ایک خاص تعلق کا وعدہ دیتا ہے۔ منہ

کبھی کبھی دل پر وارد ہونا یا نماز میں ذوق اور سرور حاصل ہونا یہ اور چیز ہے اور طہارتِ نفس اور چیز۔ اور گو کسی سالک کا خشوع اور عجز و نیاز اور سوز و گداز بدعت اور شرک کی آمیزش سے پاک بھی ہوتا ہم ایسا آدمی جس کا وجود روحانی ابھی مرتبہ دوم تک نہیں پہنچا ابھی صرف قبلہ روحانی کا قصد کر رہا ہے اور راہ میں سرگردان ہے اور ہنوز اُس کی راہ میں طرح طرح کے دشت و بیابان اور خارستان اور کوہستان اور بحرِ عظیمِ طوفان اور درندگان دشمن ایمان و دشمن جان قدم قدم پر بیٹھے ہیں تا وقتیکہ وجود روحانی کے دوسرے مرتبہ تک نہ پہنچ جائے۔

یاد رہے کہ خشوع اور عجز و نیاز کی حالت کو یہ بات ہرگز لازم نہیں ہے کہ خدا سے سچا تعلق ہو جائے بلکہ بسا اوقات شریرو لوگوں کو بھی کوئی نمونہ قہر الہی دیکھ کر خشوع پیدا ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے ان کو کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا اور نہ لغو کاموں سے ابھی رہائی ہوتی ہے۔ مثلاً وہ زلزلہ جو چار اپریل ۱۹۰۵ء کو آیا تھا اُس کے آنے کے وقت لاکھوں دلوں میں ایسا خشوع اور سوز و گداز پیدا ہوا تھا کہ بجز خدا کے نام لینے اور رونے کے اور کوئی کام نہ تھا یہاں تک کہ دہریوں کو بھی اپنا دہریہ پن بھول گیا تھا۔ اور پھر جب وہ وقت جاتا رہا اور زمین ٹھہر گئی تو حالت خشوع نابود ہو گئی یہاں تک کہ میں نے سنا ہے کہ بعض دہریوں نے جو اس وقت خدا کے قائل ہو گئے تھے بڑی بے حیائی اور دلیری سے کہا کہ ہمیں غلطی لگ گئی تھی کہ ہم زلزلہ کے رعب میں آگئے ورنہ خدا نہیں ہے۔ غرض جیسا کہ ہم بار بار لکھ چکے ہیں خشوع کی حالت کے ساتھ بہت گند جمع ہو سکتے ہیں البتہ وہ تمام آئندہ کمالات کے لئے تخم کی طرح ہے مگر اسی حالت کو کمال سمجھنا اپنے نفس کو دھوکہ دینا ہے۔ بلکہ بعد اس کے ایک اور مرتبہ ہے جس کی تلاش مومن کو کرنی چاہیے اور کبھی آرام نہیں لینا چاہیے اور سست نہیں ہونا چاہیے جب تک وہ رتبہ حاصل نہ ہو جائے اور وہ وہی مرتبہ ہے جس کو کلامِ الہی نے ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ^۱ یعنی مومن صرف وہی لوگ نہیں ہیں جو نماز میں خشوع اختیار کرتے اور سوز و گداز ظاہر کرتے ہیں بلکہ ان سے

بڑھ کر وہ مومن ہیں کہ جو باوجود خشوع اور سوز و گداز کے تمام لغوباتوں اور لغوکاموں اور لغو تعلقوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور اپنی خشوع کی حالت کو بیہودہ کاموں اور لغوباتوں کے ساتھ ملا کر ضائع اور برباد ہونے نہیں دیتے اور طبعاً تمام لغویات سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں اور بیہودہ باتوں اور بیہودہ کاموں سے ایک کراہت اُن کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے اور یہ اس بات پر دلیل ہوتی ہے کہ ان کو خدا تعالیٰ سے کچھ تعلق ہو گیا ہے کیونکہ ایک طرف سے انسان تب ہی منہ پھیرتا ہے جب دوسری طرف اس کا تعلق ہو جاتا ہے۔ پس دنیا کی لغوباتوں اور لغوکاموں اور لغو سیر و تماشا اور لغو صحبتوں سے واقعی طور پر اُسی وقت انسان کا دل ٹھنڈا ہوتا ہے جب دل کا خدائے رحیم سے تعلق ہو جائے اور دل پر اس کی عظمت اور ہیبت غالب آجائے۔ ایسا ہی نطفہ بھی اسی وقت لغو طور پر ضائع ہو جانے سے محفوظ ہوتا ہے جب رحم سے اس کا تعلق ہو جائے اور رحم کا اثر اس پر غالب آجائے اور اس تعلق کے وقت نطفہ کا نام علقہ ہو جاتا ہے۔ پس اسی طرح روحانی وجود کا دوسرا مرتبہ بھی جو مومن کا مُعروض عن اللغو ہونا ہے روحانی طور پر علقہ ہے کیونکہ اسی مرتبہ پر مومن کے دل پر ہیبت اور عظمت الہی وارد ہو کر اس کو لغوباتوں اور لغوکاموں سے چھڑاتی ہے اور ہیبت اور عظمت الہی سے متاثر ہو کر ہمیشہ کے لئے لغوباتوں اور لغوکاموں کو چھوڑ دینا یہی وہ حالت ہے جس کو دوسرے لفظوں میں تعلق باللہ کہتے ہیں لیکن یہ تعلق جو صرف لغویات کے ترک کرنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے یہ ایک خفیف تعلق ہے کیونکہ اس مرتبہ پر مومن صرف لغویات سے تعلق توڑتا ہے لیکن نفس کی ضروری چیزوں سے اور ایسی باتوں سے جن پر معیشت کی آسودگی کا حصہ ہے ابھی اس کے دل کا تعلق ہوتا ہے اس لئے ہنوز ایک حصہ پلیدی کا اس کے اندر رہتا ہے۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے وجود روحانی کے اس مرتبہ کو علقہ سے مشابہت دی ہے اور علقہ خون جما ہوا ہوتا ہے جس میں باعث خون ہونے کے ایک حصہ پلیدی کا باقی ہوتا ہے اور اس مرتبہ میں یہ نقص اس لئے رہ جاتا ہے کہ ایسے لوگ پورے طور پر خدا تعالیٰ سے ڈرتے نہیں اور

﴿۳۶﴾

پورے طور پر ان کے دلوں میں حضرت عزت جلّ شانہ کی عظمت اور ہیبت نہیں بیٹھی اس لئے صرف نکمی اور لغو باتوں کے چھوڑنے پر قادر ہو سکتے ہیں نہ اور باتوں پر۔ پس ناچار اس قدر پلیدی اُن کے نفوس ناقصہ میں رہ جاتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے ایک خفیف سا تعلق پیدا کر کے لغویات سے تو کنارہ کش ہو جاتے ہیں لیکن وہ ان کاموں کو چھوڑ نہیں سکتے جن کا چھوڑنا نفس پر بہت بھاری ہے یعنی وہ خدا تعالیٰ کے لئے ان چیزوں کو چھوڑ نہیں سکتے جو نفسانی لذات کے لئے لوازم ضروریہ ہیں اس بیان سے ظاہر ہے کہ محض لغویات سے منہ پھیرنا ایسا امر نہیں ہے جو بہت قابل تحسین ہو بلکہ یہ مومن کی ایک ادنیٰ حالت ہے ہاں خشوع کی حالت سے ایک درجہ ترقی پر ہے۔

اور جسمانی وجود کے تیسرے درجہ کے مقابل پر روحانی وجود کا تیسرا درجہ واقع ہوا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جسمانی وجود کا تیسرا مرتبہ یہ ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے فَخَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ مُّضْغَةٍ ۱ یعنی پھر بعد اس کے ہم نے علقہ کو بوٹی بنایا۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس میں وجود جسمانی انسان کا ناپاکی سے باہر آتا ہے اور پہلے سے اس میں کسی قدر شدت اور صلابت بھی پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ نطفہ اور خون جما ہوا جو علقہ ہے وہ دونوں ایک نجاستِ خفیفہ اپنے اندر رکھتے ہیں اور اپنے قوام کے رو سے بھی بہ نسبت مضغہ کے نرم اور رقیق ہیں مگر مضغہ جو ایک گوشت کا ٹکڑہ ہوتا ہے پاک حالت اپنے اندر پیدا کرتا ہے اور بہ نسبت نطفہ اور علقہ کے قوام میں بھی ایک حد تک سختی پیدا کر لیتا ہے۔ یہی حالت روحانی وجود کے تیسرے درجہ کی ہے اور روحانی وجود کا تیسرا درجہ وہ ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ وَآلَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَحَلُونَ ۲ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ مومن کہ جو پہلی دو حالتوں سے بڑھ کر قدم رکھتا ہے وہ صرف بیہودہ اور لغو باتوں سے ہی کنارہ کش نہیں ہوتا بلکہ بخل کی پلیدی کو دور کرنے کے لئے جو طبعاً ہر ایک انسان کے اندر ہوتی ہے زکوٰۃ بھی دیتا ہے یعنی خدا کی راہ میں ایک حصہ اپنے مال کا خرچ کرتا ہے۔ زکوٰۃ کا نام اسی لئے زکوٰۃ ہے کہ انسان اس کی بجا آوری سے یعنی اپنے مال کو جو اس کو بہت پیارا ہے لہٰذا دینے سے بخل کی پلیدی سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور جب بخل کی پلیدی جس سے انسان طبعاً بہت تعلق رکھتا ہے انسان کے اندر سے نکل جاتی ہے تو وہ کسی حد تک پاک بن کر

خدا سے جو اپنی ذات میں پاک ہے ایک مناسبت پیدا کر لیتا ہے۔
کوئی اُس پاک سے جو دل لگاوے کرے پاک آپ کو تب اُس کو پاوے
اور یہ مرتبہ پہلی دو حالتوں میں پایا نہیں جاتا۔ کیونکہ صرف خشوع اور عجز و نیاز یا صرف
لغو باتوں کو ترک کرنا ایسے انسان سے بھی ہو سکتا ہے جس میں ہنوز بخل کی پلیدی موجود ہے لیکن
جب انسان خدا تعالیٰ کے لئے اپنے اس مال عزیز کو ترک کرتا ہے جس پر اس کی زندگی کا مدار
اور معیشت کا انحصار ہے اور جو محنت اور تکلیف اور عرق ریزی سے کمایا گیا ہے تب بخل کی پلیدی
اس کے اندر سے نکل جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی ایمان میں بھی ایک شدت اور صلابت پیدا
ہو جاتی ہے اور وہ دونوں حالتیں مذکورہ بالا جو پہلے اس سے ہوتی ہیں اُن میں یہ پاکیزگی
حاصل نہیں ہوتی بلکہ ایک چھپی ہوئی پلیدی ان کے اندر رہتی ہے۔ اس میں حکمت یہی ہے کہ
لغویات سے منہ پھیرنے میں صرف ترکِ شر ہے اور شر بھی ایسی جس کی زندگی اور بقا کے لئے کچھ
ضرورت نہیں اور نفس پر اس کے ترک کرنے میں کوئی مشکل نہیں لیکن اپنا محنت سے کمایا ہوا مال
محض خدا کی خوشنودی کے لئے دینا یہ کسبِ خیر ہے جس سے وہ نفس کی ناپاکی جو سب ناپاکیوں
سے بدتر ہے یعنی بخل دور ہوتا ہے لہذا یہ ایمانی حالت کا تیسرا درجہ ہے جو پہلے دو درجوں سے
اشرف اور افضل ہے اور اس کے مقابل پر جسمانی وجود کے تیار ہونے میں مضغہ کا درجہ ہے جو
پہلے دو درجوں نطفہ اور علقہ سے فضیلت میں بڑھ کر ہے اور پاکی میں خصوصیت رکھتا ہے
کیونکہ نطفہ اور علقہ دونوں نجاستِ خفیفہ سے ملوث ہیں مگر مضغہ پاک حالت میں ہے اور جس
طرح رحم میں مضغہ کو بہ نسبت نطفہ اور علقہ کے ایک ترقی یافتہ حالت اور پاکیزگی پیدا ہو جاتی
ہے اور بہ نسبت نطفہ اور علقہ کے رحم سے اس کا تعلق بھی زیادہ ہو جاتا ہے اور شدت اور صلابت
بھی زیادہ ہو جاتی ہے یہی حالت وجودِ روحانی کی مرتبہ سوم کی ہے جس کی تعریف خدا تعالیٰ نے
یہ فرمائی ہے وَالَّذِينَ هُمْ لِلرَّكُوعِ مُخْلِطُونَ^۱ یعنی مومن وہ ہیں جو اپنے نفس کو بخل سے پاک

کرنے کے لئے اپنا عزیز مال خدا کی راہ میں دیتے ہیں اور اس فعل کو وہ آپ اپنی مرضی سے اختیار کرتے ہیں۔ پس وجود روحانی کی اس مرتبہ سوم میں وہی تین خوبیاں پائی جاتی ہیں جو وجود جسمانی کے مرتبہ سوم میں یعنی مضغہ ہونے کی حالت میں پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ یہ حالت جو بخل سے پاک ہونے کے لئے اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنا اور اپنی محنت سے حاصل کردہ سرمایہ محض للہ دوسرے کو دینا بہ نسبت اس حالت کے جو محض لغو باتوں اور لغو کاموں سے پرہیز کرنا ہے ایک ترقی یافتہ حالت ہے اور اس میں صریح اور بدیہی طور پر بخل کی پلیدی سے پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور خدائے رحیم سے تعلق بڑھتا ہے کیونکہ اپنے مال عزیز کو خدا کے لئے چھوڑنا بہ نسبت لغو باتوں کے چھوڑنے کے زیادہ تر نفس پر بھاری ہے اس لئے اس زیادہ تکلیف اٹھانے کے کام سے خدا سے تعلق بھی زیادہ ہو جاتا ہے اور باعث ایک مشقت کا کام بجالانے کے ایمانی شدت اور صلابت بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

اب اس کے بعد روحانی وجود کا چوتھا درجہ وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے وَالَّذِينَ هُمْ لِقَوْمِهِمْ حٰفِظُونَ^۱ یعنی تیسرے درجہ سے بڑھ کر مومن وہ ہیں جو اپنے تین نفسانی جذبات اور شہوات ممنوعہ سے بچاتے ہیں۔ یہ درجہ تیسرے درجہ سے اس لئے بڑھ کر ہے کہ تیسرے درجہ کا مومن تو صرف مال کو جو اس کے نفس کو نہایت پیارا اور عزیز ہے خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہے لیکن چوتھے درجہ کا مومن وہ چیز خدا تعالیٰ کی راہ میں نثار کرتا ہے جو مال سے بھی زیادہ پیاری اور محبوب ہے یعنی شہوات نفسانیہ کیونکہ انسان کو اپنی شہوات نفسانیہ سے اس قدر محبت ہے کہ وہ اپنی شہوات کے پورا کرنے کے لئے اپنے مال عزیز کو پانی کی طرح خرچ کرتا ہے اور ہزار ہا روپیہ شہوات کے پورا کرنے کے لئے برباد کر دیتا ہے اور شہوات کے حاصل کرنے کے لئے مال کو کچھ بھی چیز نہیں سمجھتا۔ جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ ایسے نجس طبع اور بخیل لوگ جو ایک محتاج بھوکے اور ننگے کو باعث سخت بخل کے ایک پیسہ بھی دے نہیں سکتے شہوات نفسانیہ کے جوش میں بازاری عورتوں کو ہزار ہا روپیہ

دے کر اپنا گھر ویران کر لیتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ سیلابِ شہوت ایسا تند اور تیز ہے کہ بخل جیسی نجاست کو بھی بہا لے جاتا ہے۔ اس لئے یہ بدیہی امر ہے کہ بہ نسبت اس قوتِ ایمانی کے جس کے ذریعہ سے بخل دور ہوتا ہے اور انسان اپنا عزیز مال خدا کے لئے دیتا ہے یہ قوتِ ایمانی جس کے ذریعہ سے انسان شہواتِ نفسانیہ کے طوفان سے بچتا ہے نہایت زبردست اور شیطان کا مقابلہ کرنے میں نہایت سخت اور نہایت دیرپا ہے کیونکہ اس کا کام یہ ہے کہ نفسِ امارہ جیسے پرانے اژدہا کو اپنے پیروں کے نیچے کچل ڈالتی ہے۔ اور بخل تو شہواتِ نفسانیہ کے پورا کرنے کے جوش میں اور نیز ریا اور نمود کے وقتوں میں بھی دور ہو سکتا ہے مگر یہ طوفان جو نفسانی شہوات کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ نہایت سخت اور دیرپا طوفان ہے جو کسی طرح بجز رحمِ خداوندی کے دور ہو ہی نہیں سکتا اور جس طرح جسمانی وجود کے تمام اعضاء میں سے ہڈی نہایت سخت ہے اور اس کی عمر بھی بہت لمبی ہے اسی طرح اس طوفان کے دور کرنے والی قوتِ ایمانی نہایت سخت اور عمر بھی لمبی رکھتی ہے تا ایسے دشمن کا دیر تک مقابلہ کر کے پامال کر سکے اور وہ بھی خدا تعالیٰ کے رحم سے کیونکہ شہواتِ نفسانیہ کا طوفان ایک ایسا ہولناک اور پُر آشوب طوفان ہے کہ بجز خاص رحمِ حضرت احدیت کے فرو نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے حضرت یوسف کو کہنا پڑا

وَمَا أَكْبَرُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي^۱ یعنی میں اپنے نفس کو بڑی نہیں کرتا نفس نہایت درجہ بدی کا حکم دینے والا ہے اور اس کے حملہ سے مخلصی غیر ممکن ہے مگر یہ کہ خود خدا تعالیٰ رحم فرماوے۔ اس آیت میں جیسا کہ فقرہ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ہے طوفانِ نوح کے ذکر کے وقت بھی اسی کے مشابہ الفاظ ہیں کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَهُ^۲ پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ طوفانِ شہواتِ نفسانیہ اپنی عظمت اور ہیبت میں نوح کے طوفان سے مشابہ ہے۔

﴿۲۹﴾

اور اس درجہ روحانی کے مقابل پر جو وجودِ روحانی کا چوتھا درجہ ہے جسمانی وجود کا درجہ چہارم ہے جس کے بارے میں قرآن شریف میں یہ آیت ہے فَخَلَقْنَا الْمُصَفَّاتِ عِظْمًا^۱ یعنی پھر ہم نے مُصَفَّع سے ہڈیاں بنائیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہڈیوں میں بہ نسبت مُصَفَّع یعنی بوٹی کے زیادہ صلابت اور سختی پیدا ہو جاتی ہے اور نیز ہڈی بہ نسبت مُصَفَّع کے بہت دیرپا ہے اور ہزاروں برس تک اس کا نشان رہ سکتا ہے پس وجودِ روحانی کے درجہ چہارم اور وجودِ جسمانی کے درجہ چہارم میں مشابہت ظاہر ہے کیونکہ وجودِ روحانی کے درجہ چہارم میں بہ نسبت وجودِ روحانی کے درجہ سوم کے ایمانی شدت اور صلابت زیادہ ہے اور خدائے رحیم سے تعلق بھی زیادہ۔ ایسا ہی وجودِ جسمانی کے درجہ چہارم میں جو استخوان کا پیدا ہونا ہے بہ نسبت درجہ سوم وجودِ جسمانی کے جو محض مُصَفَّع یعنی بوٹی ہے جسمانی طور پر شدت اور صلابت زیادہ ہے اور رحم سے تعلق بھی زیادہ۔

﴿۵۰﴾

پھر چہارم درجہ کے بعد پانچواں درجہ وجودِ روحانی کا وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ^۲ یعنی پانچویں درجہ کے مومن جو چوتھے درجہ سے بڑھ گئے ہیں وہ ہیں جو صرف اپنے نفس میں یہی کمال نہیں رکھتے جو نفسِ امارہ کی شہوات پر غالب آگئے ہیں اور اس کے جذبات پر ان کو فتحِ عظیم حاصل ہوگئی ہے بلکہ وہ حتی الوسع خدا اور اس کی مخلوق کی تمام امانتوں اور تمام عہدوں کے ہر ایک پہلو کا لحاظ رکھ کر تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جہاں تک طاقت ہے اس راہ پر چلتے ہیں۔ خدا کے عہدوں سے مراد وہ ایمانی عہد ہیں جو بیعت اور ایمان لانے کے وقت مومن سے لئے جاتے ہیں جیسے شرک نہ کرنا خونِ ناحق نہ کرنا وغیرہ۔

لفظ رَاعُونَ جو اس آیت میں آیا ہے جس کے معنی ہیں رعایت رکھنے والے۔ یہ لفظ عرب کے محاورہ کے موافق اُس جگہ بولا جاتا ہے جہاں کوئی شخص اپنی قوت اور طاقت کے مطابق

کسی امر کی باریک راہ پر چلنا اختیار کرتا ہے اور اس امر کے تمام دقائق بجالانا چاہتا ہے اور کوئی پہلو اس کا چھوڑنا نہیں چاہتا۔ پس اس آیت کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ وہ مومن جو وجود روحانی کے پنجم درجہ پر ہیں حتی الوسع اپنی موجودہ طاقت کے موافق تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارتے ہیں اور کوئی پہلو تقویٰ کا جو امانتوں یا عہد کے متعلق ہے خالی چھوڑنا نہیں چاہتے اور سب کی رعایت رکھنا اُن کا ملحوظ نظر ہوتا ہے اور اس بات پر خوش نہیں ہوتے کہ موٹے طور پر اپنے تئیں امین اور صادق العہد قرار دے دیں بلکہ ڈرتے رہتے ہیں کہ درپردہ اُن سے کوئی خیانت ظہور پذیر نہ ہو۔ پس طاقت کے موافق اپنے تمام معاملات میں توجہ سے غور کرتے رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ اندرونی طور پر اُن میں کوئی نقص اور خرابی ہو اور اسی رعایت کا نام دوسرے لفظوں میں تقویٰ ہے۔

خلاصہ مطلب یہ کہ وہ مومن جو وجود روحانی میں پنجم درجہ پر ہیں وہ اپنے معاملات میں خواہ خدا کے ساتھ ہیں خواہ مخلوق کے ساتھ بے قید اور خلیع الرسن نہیں ہوتے بلکہ اس خوف سے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک کسی اعتراض کے نیچے نہ آجائیں اپنی امانتوں اور عہدوں میں دور دور کا خیال رکھ لیتے ہیں اور ہمیشہ اپنی امانتوں اور عہدوں کی پڑتال کرتے رہتے ہیں اور تقویٰ کی دور بین سے اس کی اندرونی کیفیت کو دیکھتے رہتے ہیں تا ایسا نہ ہو کہ درپردہ اُن کی امانتوں اور عہدوں میں کچھ فتور ہو اور جو امانتیں خدا تعالیٰ کی اُن کے پاس ہیں جیسے تمام قویٰ اور تمام اعضاء اور جان اور مال اور عزت وغیرہ ان کو حتی الوسع اپنی پابندی تقویٰ بہت احتیاط سے اپنے اپنے محل پر استعمال کرتے رہتے ہیں اور جو عہد ایمان لانے کے وقت خدا تعالیٰ سے کیا ہے کمال صدق سے حتی المقدور اس کے پورا کرنے کے لئے کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ ایسا ہی جو امانتیں مخلوق کی اُن کے پاس ہوں یا ایسی چیزیں جو امانتوں کے حکم میں ہوں اُن سب میں تا بمقدور تقویٰ کی پابندی سے کار بند ہوتے ہیں۔ اگر کوئی تنازع واقع ہو تو تقویٰ کو مد نظر رکھ کر اس کا فیصلہ کرتے ہیں گو اس فیصلہ میں نقصان اٹھالیں۔ یہ درجہ چوتھے درجہ سے اس لئے بڑھ کر ہے

کہ اس میں حتی الوسع تمام اعمال میں تقویٰ کی باریک راہوں سے کام لینا پڑتا ہے اور حتی الوسع جمیع امور میں ہر ایک قدم تقویٰ کی رعایت سے اٹھانا پڑتا ہے مگر چوتھا درجہ صرف ایک ہی موٹی بات ہے اور وہ یہ کہ زنا سے اور بدکاریوں سے پرہیز کرنا اور ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ زنا ایک بہت بے حیائی کا کام ہے اور اس کا مرتکب شہواتِ نفس سے اندھا ہو کر ایسا ناپاک کام کرتا ہے جو انسانی نسل کے حلال سلسلہ میں حرام کو ملا دیتا ہے اور تضرع نسل کا موجب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے شریعت نے اس کو ایسا بھاری گناہ قرار دیا ہے کہ اسی دنیا میں ایسے انسان کے لئے حدِ شرعی مقرر ہے۔ پس ظاہر ہے کہ مومن کی تکمیل کے لئے صرف یہی کافی نہیں کہ وہ زنا سے پرہیز کرے کیونکہ زنا نہایت درجہ مفسد طبع اور بے حیا انسانوں کا کام ہے اور یہ ایک ایسا موٹا گناہ ہے جو جاہل سے جاہل اس کو بُرا سمجھتا ہے اور اس پر بجز کسی بے ایمان کے کوئی بھی دلیری نہیں کر سکتا۔ پس اس کا ترک کرنا ایک معمولی شرافت ہے کوئی بڑے کمال کی بات نہیں لیکن انسان کی تمام روحانی خوبصورتی تقویٰ کی تمام باریک راہوں پر قدم مارنا ہے۔ [☆] تقویٰ کی باریک راہیں روحانی خوبصورتی کے لطیف نقوش اور خوشمناسط و خال ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی امانتوں اور ایمانی عہدوں [✽] کی حتی الوسع رعایت کرنا اور سر سے پیر تک جتنے قویٰ اور اعضاء ہیں

﴿۵۲﴾

☆ ایمان کے لئے خشوع کی حالت مثل بیج کے ہے اور پھر لغو باتوں کے چھوڑنے سے ایمان اپنا نرم سبزہ نکالتا ہے اور پھر اپنا مال بطور زکوٰۃ دینے سے ایمانی درخت کی ٹہنیاں نکل آتی ہیں جو اس کو کسی قدر مضبوط کرتی ہیں اور پھر شہواتِ نفسانیہ کا مقابلہ کرنے سے ان ٹہنیوں میں خوب مضبوطی اور سختی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر اپنے عہد اور امانتوں کی تمام شاخوں کی محافظت کرنے سے درخت ایمان کا اپنے مضبوط تنہ پر کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر پھل لانے کے وقت ایک اور طاقت کا فیضان اس پر ہوتا ہے کیونکہ اس طاقت سے پہلے نہ درخت کو پھل لگ سکتا ہے نہ پھول۔ وہی طاقت روحانی پیدائش کے مرتبہ ششم میں غلق آخرا کہلاتی ہے اور اسی مرتبہ ششم پر انسانی کمالات کے پھل اور پھول ظاہر ہونے شروع ہوتے ہیں اور انسانی درخت کی روحانی شاخیں نہ صرف مکمل ہو جاتی ہیں بلکہ اپنے پھل بھی دیتی ہیں۔ منہ

☆ ایمانی عہدوں سے مراد وہ عہد ہیں جو انسان بیعت اور ایمان لانے کے وقت ان کا اقرار کرتا ہے جیسے یہ کہ وہ خون نہیں کرے گا۔ چوری نہیں کرے گا۔ جھوٹی گواہی نہیں دے گا۔ خدا سے کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا اور اسلام اور پیروی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مرے گا۔ منہ

جن میں ظاہری طور پر آنکھیں اور کان اور ہاتھ اور پیر اور دوسرے اعضاء ہیں اور باطنی طور پر دل اور دوسری قوتیں اور اخلاق ہیں۔ ان کو جہاں تک طاقت ہو ٹھیک ٹھیک محلِ ضرورت پر استعمال کرنا اور ناجائز مواضع سے روکنا اور ان کے پوشیدہ حملوں سے متنبہ رہنا اور اسی کے مقابل پر حقوق عباد کا بھی لحاظ رکھنا یہ وہ طریق ہے جو انسان کی تمام روحانی خوبصورتی اس سے وابستہ ہے اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا ہے۔ چنانچہ لِبَاسُ التَّقْوَىٰ قرآن شریف کا لفظ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے یعنی ان کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تا بمقدور کار بند ہو جائے۔

یہ تو وجودِ روحانی کا پانچواں درجہ ہے اور اس کے مقابل پر جسمانی وجود کا پانچواں درجہ وہ ہے جس کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے فَكَسُونَا الْعِظَمَ لِحَمًّا۔ یعنی پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت مڑھ دیا اور جسمانی بناوٹ کی کسی قدر خوبصورتی دکھلا دی۔ یہ عجیب مطابقت ہے کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے ایک جگہ روحانی طور پر تقویٰ کو لباس قرار دیا ہے ایسا ہی کَسُونَا کا لفظ جو کسوت سے نکلا ہے وہ بھی بتلا رہا ہے کہ جو گوشت ہڈیوں پر مڑھا جاتا ہے وہ بھی ایک لباس ہے جو ہڈیوں پر پہنایا جاتا ہے۔ پس یہ دونوں لفظ دلالت کر رہے ہیں کہ جیسی خوبصورتی کا لباس تقویٰ پہناتی ہے ایسا ہی وہ کسوت جو ہڈیوں پر چڑھائی جاتی ہے ہڈیوں کے لئے ایک خوبصورتی کا پیرایہ بخشی ہے۔ وہاں لباس کا لفظ ہے اور یہاں کسوت کا اور دونوں کے معنی ایک ہیں اور نص قرآنی باواز بلند پکار رہی ہے کہ دونوں کا مقصد خوبصورتی ہے اور جیسا کہ انسان کی روح پر سے اگر تقویٰ کا لباس اتار دیا جائے تو روحانی بدشکلی اس کی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر وہ گوشت و پوست جو حکیم مطلق نے انسان کی ہڈیوں پر مڑھا ہے اگر ہڈیوں پر سے اتار دیا جائے تو انسان کی جسمانی شکل

نہایت مکروہ نکل آتی ہے مگر اس درجہ پنجم میں خواہ درجہ پنجم وجود جسمانی کا ہے اور خواہ درجہ پنجم وجود روحانی کا ہے کامل خوبصورتی پیدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ ابھی روح کا اُس پر فیضان نہیں ہوا۔ یہ امر مشہود و محسوس ہے کہ ایک انسان کو کیسا ہی خوبصورت ہو جب وہ مر جاتا ہے اور اُس کی روح اس کے اندر سے نکل جاتی ہے تو ساتھ ہی اس حسن میں بھی فرق آجاتا ہے جو اُس کو قدرتِ قادر نے عطا کیا تھا۔ حالانکہ تمام اعضاء اور تمام نقوش موجود ہوتے ہیں مگر صرف ایک روح کے نکلنے سے انسانی قالب کا گھر ایک ویران اور سنسان سا معلوم ہوتا ہے اور آب و تاب کا نشان نہیں رہتا۔ یہی حالت روحانی وجود کے پانچویں درجہ کی ہے کیونکہ یہ امر بھی مشہود و محسوس ہے کہ جب تک کسی مومن میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اُس روح کا فیضان نہ ہو جو وجود روحانی کے چھٹے درجہ پر ملتی ہے اور ایک فوق العادت طاقت اور زندگی بخشی ہے تب تک خدا کی امانتوں کے ادا کرنے اور اُن کے ٹھیک طور پر استعمال کرنے اور صدق کے ساتھ اس کا ایمانی عہد پورا کرنے اور ایسا ہی مخلوق کے حقوق اور عہدوں کے ادا کرنے میں وہ آب و تاب تقویٰ پیدا نہیں ہوتی جس کا حسن اور خوبی دلوں کو اپنی طرف کھینچے اور جس کی ہر ایک ادا فوق العادت اور اعجاز کے رنگ میں معلوم ہو بلکہ قبل اس روح کے تقویٰ کے ساتھ تکلف اور بناوٹ کی ایک ملونی رہتی ہے کیونکہ اس میں وہ روح نہیں ہوتی جو حسن روحانی کی آب و تاب دکھلا سکے اور یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ ایسے مومن کا قدم جو ابھی اس روح سے خالی ہے پورے طور پر نیکی پر قائم نہیں رہ سکتا بلکہ جیسا کہ ایک ہوا کے دھکے سے مُردہ کا کوئی عضو حرکت کر سکتا ہے اور جب ہوا دور ہو جائے تو پھر مُردہ اپنی حالت پر آجاتا ہے ایسا ہی وجود روحانی کے پنجم درجہ کی حالت ہوتی ہے کیونکہ صرف عارضی طور پر خدا تعالیٰ کی نسیمِ رحمت اس کو نیک کاموں کی طرف جنبش دیتی رہتی ہے اور اس طرح تقویٰ کے کام اُس سے صادر ہوتے ہیں لیکن ابھی نیکی کی روح اس کے اندر آباد نہیں ہوتی اس لئے وہ حسن معاملہ اس میں پیدا نہیں ہوتا جو اس روح کے داخل ہونے کے بعد اپنا جلوہ دکھلاتا ہے۔

غرض پنجم مرتبہ وجود روحانی کا گواہ ایک ناقص مرتبہ حسن تقویٰ کا حاصل کر لیتا ہے مگر کمال اس حسن کا وجود روحانی کے درجہ ششم پر ہی ظاہر ہوتا ہے جب کہ خدا تعالیٰ کی اپنی محبت ذاتیہ روحانی وجود کے لئے ایک روح کی طرح ہو کر انسان کے دل پر نازل ہوتی اور تمام نقصانوں کا تدارک کرتی ہے اور انسان محض اپنی قوتوں کے ساتھ کبھی کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ روح خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل نہ ہو۔ جیسا کہ حافظ شیرازی نے فرمایا ہے۔

مابدان منزلِ عالی نتوانیم رسید ہاں مگر لطف تو چوں پیش نہد گامے چند

پھر درجہ پنجم کے بعد چھٹا درجہ وجود روحانی کا وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ^۱ یعنی چھٹے درجہ کے مومن جو پانچویں درجہ سے بڑھ گئے ہیں وہ ہیں جو اپنی نمازوں پر آپ محافظ اور نگہبان ہیں یعنی وہ کسی دوسرے کی تذکیر اور یاد دہانی کے محتاج نہیں رہے بلکہ کچھ ایسا تعلق ان کو خدا سے پیدا ہو گیا ہے اور خدا کی یاد کچھ اس قسم کی محبوب طبع اور مدارِ آرام اور مدارِ زندگی ان کے لئے ہو گئی ہے کہ وہ ہر وقت اس کی نگہبانی میں لگے رہتے ہیں اور ہر دم ان کا یادِ الہی میں گذرتا ہے اور نہیں چاہتے کہ ایک دم بھی خدا کے ذکر سے الگ ہوں۔

اب ظاہر ہے کہ انسان اسی چیز کی محافظت اور نگہبانی میں تمام تر کوشش کر کے ہر دم لگا رہتا ہے جس کے گم ہونے میں اپنی ہلاکت اور تباہی دیکھتا ہے جیسا کہ ایک مسافر جو ایک بیابان بے آب و دانہ میں سفر کر رہا ہے جس کے صد ہا کوس تک پانی اور روٹی ملنے کی کوئی امید نہیں وہ اپنے پانی اور روٹی کی جو ساتھ رکھتا ہے بہت محافظت کرتا ہے اور اپنی جان کے برابر اس کو سمجھتا ہے کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ اس کے ضائع ہونے میں اس کی موت ہے۔ پس وہ لوگ جو اُس مسافر کی طرح اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں اور گو مال کا نقصان ہو یا عزت کا نقصان ہو یا نماز کی وجہ سے کوئی ناراض ہو جائے نماز کو نہیں چھوڑتے اور اس کے ضائع ہونے کے اندریشہ میں سخت بے تاب ہوتے اور پیچ و تاب کھاتے گویا مرہی جاتے ہیں اور نہیں چاہتے

﴿۵۵﴾

کہ ایک دم بھی یادِ الہی سے الگ ہوں۔ وہ درحقیقت نماز اور یادِ الہی کو اپنی ایک ضروری غذا سمجھتے ہیں جس پر ان کی زندگی کا مدار ہے اور یہ حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے کہ جب خدا تعالیٰ اُن سے محبت کرتا ہے اور اس کی محبت ذاتیہ کا ایک افروختہ شعلہ جس کو روحانی وجود کے لئے ایک روح کہنا چاہیے اُن کے دل پر نازل ہوتا ہے اور ان کو حیاتِ ثانی بخش دیتا ہے اور وہ روح ان کے تمام وجود روحانی کو روشنی اور زندگی بخشتی ہے۔ تب وہ نہ کسی تکلف اور بناوٹ سے خدا کی یاد میں لگے رہتے ہیں بلکہ وہ خدا جس نے جسمانی طور پر انسان کی زندگی روٹی اور پانی پر متوقف رکھی ہے وہ ان کی روحانی زندگی کو جس سے وہ پیار کرتے ہیں اپنی یاد کی غذا سے وابستہ کر دیتا ہے۔ اس لئے وہ اس روٹی اور پانی کو جسمانی روٹی اور پانی سے زیادہ چاہتے ہیں۔ اور اس کے ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں اور یہ اس روح کا اثر ہوتا ہے جو ایک شعلہ کی طرح اُن میں ڈالی جاتی ہے۔ جس سے عشقِ الہی کی کامل مستی اُن میں پیدا ہو جاتی ہے اس لئے وہ یادِ الہی سے ایک دم الگ ہونا نہیں چاہتے۔ وہ اس کے لئے دکھ اٹھاتے اور مصائب دیکھتے ہیں مگر اس سے ایک لمحہ بھی جدا ہونا نہیں چاہتے اور پاس انفاس کرتے ہیں۔ اور اپنی نمازوں کے محافظ اور نگہبان رہتے ہیں۔ اور یہ امر اُن کے لئے طبعی ہے کیونکہ درحقیقت خدا نے اپنی محبت سے بھری ہوئی یاد کو جس کو دوسرے لفظوں میں نماز کہتے ہیں ان کے لئے ایک ضروری غذا مقرر کر دیا ہے اور اپنی محبت ذاتیہ سے اُن پر تجلی فرما کر یادِ الہی کی ایک دلکش لذت ان کو عطا کی ہے۔ پس اس وجہ سے یادِ الہی جان کی طرح بلکہ جان سے بڑھ کر ان کو عزیز ہوگئی ہے اور خدا کی ذاتی محبت ایک نئی روح ہے جو شعلہ کی طرح ان کے دلوں پر پڑتی اور ان کی نماز اور یادِ الہی کو ایک غذا کی طرح ان کے لئے بنا دیتی ہے۔ پس وہ یقین رکھتے ہیں کہ اُن کی زندگی روٹی اور پانی سے نہیں بلکہ نماز اور یادِ الہی سے جیتے ہیں۔

غرض محبت سے بھری ہوئی یادِ الہی جس کا نام نماز ہے وہ درحقیقت ان کی غذا ہو جاتی ہے جس کے بغیر وہ جی ہی نہیں سکتے اور جس کی محافظت اور نگہبانی بعینہ اس مسافر کی طرح وہ کرتے

رہتے ہیں جو ایک دشت بے آب و دانہ میں اپنی چند روٹیوں کی محافظت کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں اور اپنے کسی قدر پانی کو جان کے ساتھ رکھتا ہے جو اس کی مشک میں ہے۔ واہب مطلق نے انسان کی روحانی ترقیات کے لئے یہ بھی ایک مرتبہ رکھا ہوا ہے جو محبت ذاتی اور عشق کے غلبہ اور استیلا کا آخری مرتبہ ہے اور درحقیقت اس مرتبہ پر انسان کے لئے محبت سے بھری ہوئی یاد الہی جس کا شرعی اصطلاح میں نماز نام ہے غذا کے قائم مقام ہو جاتی ہے بلکہ وہ بار بار جسمانی روح کو بھی اس غذا پر فدا کرنا چاہتا ہے وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا جیسا کہ مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اور خدا سے علیحدہ ایک دم بھی بسر کرنا اپنی موت سمجھتا ہے۔ اور اس کی روح آستانہ الہی پر ہر وقت سجدہ میں رہتی ہے اور تمام آرام اُس کا خدا ہی میں ہو جاتا ہے اور اس کو یقین ہوتا ہے کہ میں اگر ایک طرفہ العین بھی یاد الہی سے الگ ہوا تو بس میں مرا۔ اور جس طرح روٹی سے جسم میں تازگی اور آنکھ اور کان وغیرہ اعضاء کی قوتوں میں توانائی آ جاتی ہے۔ اسی طرح اس مرتبہ پر یاد الہی جو عشق اور محبت کے جوش سے ہوتی ہے مومن کی روحانی قوتوں کو ترقی دیتی ہے یعنی آنکھ میں قوت کشف نہایت صاف اور لطیف طور پر پیدا ہو جاتی ہے اور کان خدا تعالیٰ کے کلام کو سنتے ہیں اور زبان پر وہ کلام نہایت لذیذ اور اجلی اور اصفیٰ طور پر جاری ہو جاتا ہے اور رویاء صادقہ بکثرت ہوتے ہیں۔☆

☆ بہت سے نادان اس وہم میں گرفتار ہیں کہ ہمیں بھی بعض اوقات سچی خواب آ جاتی ہے یا سچا الہام ہو جاتا ہے تو ہم میں اور ایسے اعلیٰ مرتبہ کے لوگوں میں فرق کیا ہوا اور ان عالی مرتبہ لوگوں کی کیا خصوصیت باقی رہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس قدر طاقت خواب دیکھنے یا الہام کی اس غرض سے عام لوگوں کی فطرت میں رکھی گئی ہے کہ تا ان کے پاس بھی ان باریک باتوں کا کسی قدر نمونہ ہو جو اس جہان سے وراء الوراہ باتیں ہیں۔ اور اس طرح پر وہ اپنے پاس ایک نمونہ دیکھ کر دولت قبول سے محروم نہ رہیں اور ان پر اتمام حجت ہو جائے۔ ورنہ اگر انسانوں کی یہ حالت ہوتی کہ وحی اور رویا صادقہ کی حقیقت سے وہ بالکل بے خبر ہوتے تو بجز انکار کے کیا کر سکتے تھے اور اس حالت میں کسی قدر معذور تھے۔ پھر جبکہ باوجود موجود ہونے اس نمونے کے زمانہ حال کے فلسفی اب تک وحی اور رویا صادقہ کا انکار

﴿۵۷﴾

جو فلق صبح کی طرح ظہور میں آجاتے ہیں اور باعث علاقہ صافیہ محبت جو حضرت عزت سے ہوتا ہے مبشر خوابوں سے بہت سا حصہ اُن کو ملتا ہے۔ یہی وہ مرتبہ ہے جس مرتبہ پر مومن کو محسوس ہوتا ہے کہ خدا کی محبت اس کے لئے روٹی اور پانی کا کام دیتی ہے۔ یہ نئی پیدائش اس وقت ہوتی ہے جب پہلے روحانی قالب تمام تیار ہو چکتا ہے۔ اور پھر وہ روح جو محبت ذاتیہ الہیہ کا ایک شعلہ ہے ایسے مومن کے دل پر آ پڑتا ہے اور ایک دفعہ طاقت بالانشین بشریت سے بلند تر اُس کو لے جاتی ہے۔ اور یہ مرتبہ وہ ہے جس کو روحانی طور پر خلقِ آخر کہتے ہیں۔ اس مرتبہ پر خدا تعالیٰ اپنی ذاتی محبت کا ایک افروختہ شعلہ جس کو دوسرے لفظوں میں روح کہتے ہیں مومن کے دل پر نازل کرتا ہے اور اس سے تمام تاریکیوں اور آلائشوں اور کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے۔ اور اس روح کے پھونکنے کے ساتھ ہی وہ حسن جو ادنیٰ مرتبہ پر تھا کمال کو پہنچ جاتا ہے اور ایک روحانی آب و تاب پیدا ہو جاتی ہے اور گندی زندگی کی کبودگی بکلی دور ہو جاتی ہے اور مومن اپنے اندر محسوس کر لیتا ہے کہ ایک نئی روح اس کے اندر داخل ہو گئی ہے جو پہلے نہیں تھی۔ اُس روح کے ملنے سے ایک عجیب سکینت اور اطمینان مومن کو حاصل ہو جاتی ہے اور محبت ذاتیہ ایک فوارہ کی طرح جوش مارتی اور عبودیت کے پودہ کی آبپاشی کرتی ہے اور وہ آگ جو پہلے ایک معمولی گرمی کی حد تک تھی اس درجہ پر وہ تمام کمال افروختہ ہو جاتی ہے اور انسانی وجود کے تمام خس و خاشاک کو جلا کر الوہیت کا قبضہ اس پر کر دیتی ہے۔ اور وہ آگ تمام اعضاء پر احاطہ کر لیتی ہے۔ تب اُس لوہے کی مانند جو نہایت درجہ آگ میں

کرتے ہیں تو اس وقت عام لوگوں کا کیا حال ہوتا جب کہ ان کے پاس کوئی بھی نمونہ نہ ہوتا۔ اور یہ خیال کہ ہمیں بھی بعض اوقات سچی خوابیں آجاتی ہیں یا کوئی سچے الہام ہو جاتے ہیں اس سے رسولوں اور نبیوں کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ ایسے لوگوں کے رویا اور الہام شکوک اور شبہات کے دُخان سے خالی نہیں ہوتے اور بااں ہمہ مقدار میں بھی کم ہوتے ہیں۔ پس جیسا کہ ایک مفلس ایک پیسہ کے ساتھ ایک بادشاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور نہیں کہہ سکتا کہ میرے پاس بھی مال ہے اور اس کے پاس بھی ایسا ہی یہ مقابلہ بھی بیچ اور سراسر حماقت ہے۔ منہ

بہارِ نبوی

تپایا جائے یہاں تک کہ سرخ ہو جائے اور آگ کے رنگ پر ہو جائے۔ اس مومن سے اُلوہیت کے آثار اور افعال ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ لوہا بھی اس درجہ پر آگ کے آثار اور افعال ظاہر کرتا ہے مگر یہ نہیں کہ وہ مومن خدا ہو گیا ہے بلکہ محبت الہیہ کا کچھ ایسا ہی خاصہ ہے جو اپنے رنگ میں ظاہر وجود کو لے آتی ہے اور باطن میں عبودیت اور اس کا ضعف موجود ہوتا ہے۔ اس درجہ پر مومن کی روٹی خدا ہوتا ہے جس کے کھانے پر اس کی زندگی موقوف ہے اور مومن کا پانی بھی خدا ہوتا ہے جس کے پینے سے وہ موت سے بچ جاتا ہے۔ اور اس کی ٹھنڈی ہوا بھی خدا ہی ہوتا ہے جس سے اس کے دل کو راحت پہنچتی ہے۔ اور اس مقام پر استعارہ کے رنگ میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ خدا اس مرتبہ کے مومن کے اندر داخل ہوتا اور اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کرتا اور اس کے دل کو اپنا تخت گاہ بنا لیتا ہے۔ تب وہ اپنی روح سے نہیں بلکہ خدا کی روح سے دیکھتا اور خدا کی روح سے سنتا اور خدا کی روح سے بولتا اور خدا کی روح سے چلتا اور خدا کی روح سے دشمنوں پر حملہ کرتا ہے کیونکہ وہ اس مرتبہ پر نیستی اور استہلاک کے مقام میں ہوتا ہے اور خدا کی روح اس پر اپنی محبت ذاتیہ کے ساتھ تجلی فرما کر حیات ثانی اس کو بخشتی ہے۔ پس اس وقت روحانی طور پر اس پر یہ آیت صادق آتی ہے۔

ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَرَّكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۱

یہ تو وجود روحانی کا مرتبہ ششم ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اور اس کے مقابل پر جسمانی پیدائش کا مرتبہ ششم ہے اور اس جسمانی مرتبہ کے لئے بھی وہی آیت ہے جو روحانی مرتبہ کے لئے اوپر ذکر ہو چکی ہے یعنی

ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَرَّكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ہم ایک پیدائش کو طیار کر چکے تو بعد اس کے ہم نے ایک اور پیدائش سے انسان کو پیدا کیا۔ اور کے لفظ سے یہ سمجھنا مقصود ہے کہ وہ ایسی فوق الفہم پیدائش ہے جس کا سمجھنا انسان کی عقل سے بالاتر ہے اور اُس کے فہم سے بہت دور یعنی روح جو قالب کی

طیاری کے بعد جسم میں ڈالی جاتی ہے وہ ہم نے انسان میں روحانی اور جسمانی دونوں طور پر ڈال دی جو مجہول الکنہ ہے اور جس کی نسبت تمام فلسفی اور اس مادی دنیا کے تمام مقلد حیران ہیں کہ وہ کیا چیز ہے۔ اور جب کہ حقیقت تک اُن کو راہ نہ ملی تو اپنی انکل سے ہر ایک نے تُسکین لگائیں۔ کسی نے روح کے وجود سے ہی انکار کیا۔ اور کسی نے اس کو قدیم اور غیر مخلوق سمجھا۔ پس اللہ تعالیٰ اس جگہ فرماتا ہے کہ ”روح“ بھی خدا کی پیدائش ہے مگر دنیا کے فہم سے بالاتر ہے اور جیسا کہ اس دنیا کے فلاسفر اس روح سے بے خبر ہیں جو وجود جسمانی کے چھٹے مرتبہ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے جسم پر فائض ہوتی ہے ویسا ہی وہ لوگ اس روح سے بھی بے علم رہے کہ جو وجود روحانی کے چھٹے مرتبہ پر مومن صادق کو خدا تعالیٰ سے ملتی ہے اور اس بارے میں بھی مختلف راہیں اختیار کیں۔ بہتوں نے ایسے لوگوں کی پوجا شروع کر دی جن کو وہ روح بھی دی گئی تھی اور ان کو قدیم اور غیر مخلوق اور خدا سمجھ لیا اور بہتوں نے اس سے انکار کر دیا کہ اس مرتبہ کے لوگ بھی ہوتے ہیں اور ایسی روح بھی انسان کو ملتی ہے۔

﴿۵۹﴾

لیکن اس بات کو بہت جلد ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جب کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور خدا نے زمین کے تمام پرند و چرند پر اس کو بزرگی دے کر اور سب پر حکومت بخش کر اور عقل و فہم عنایت فرما کر اور اپنی معرفت کی ایک پیاس لگا کر اپنے ان تمام افعال سے جتلا دیا ہے کہ انسان خدا کی محبت اور عشق کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو پھر اس سے کیوں انکار کیا جائے کہ انسان محبت ذاتیہ کے مقام تک پہنچ کر اس درجہ تک پہنچ جائے کہ اس کی محبت پر خدا کی محبت ایک روح کی طرح وارد ہو کر تمام کمزوریاں اس کی دُور کر دے۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وجود روحانی کے ششم مرتبہ کے بارے میں فرمایا ہے۔ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ^۱ ایسا ہی دائمی حضور اور سوز و گداز اور عبودیت انسان سے سرزد ہو اور اس طرح پر وہ اپنے وجود کی علت غائی کو پورا کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ^۲ یعنی میں نے پرستش کے لئے ہی

جن و انس کو پیدا کیا ہے۔ ہاں یہ پرستش اور حضرت عزت کے سامنے دائمی حضور کے ساتھ کھڑا ہونا بجز محبت ذاتیہ کے ممکن نہیں۔ اور محبت سے مراد یک طرفہ محبت نہیں بلکہ خالق اور مخلوق کی دونوں محبتیں مراد ہیں تا بجلی کی آگ کی طرح جو مرنے والے انسان پر گرتی ہے اور جو اُس وقت اس انسان کے اندر سے نکلتی ہے بشریت کی کمزوریوں کو جلادیں اور دونوں مل کر تمام روحانی وجود پر قبضہ کر لیں۔

یہی وہ کامل صورت ہے جس میں انسان ان امانتوں اور عہد کو جن کا ذکر وجود روحانی کے مرتبہ پنجم میں تحریر ہے کامل طور پر اپنے اپنے موقع پر ادا کر سکتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ مرتبہ پنجم میں انسان صرف تقویٰ کے لحاظ سے خدا اور مخلوق کی امانتوں اور عہد کا لحاظ رکھتا ہے اور اس مرتبہ پر محبت ذاتی کے تقاضا سے جو خدا کے ساتھ اس کو ہو گئی ہے جس کی وجہ سے خدا کی مخلوق کی محبت بھی اُس میں جوش زن ہو گئی ہے اور اس روح کے تقاضا سے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پر نازل ہوتی ہے ان تمام حقوق کو طبعاً بوجہ احسن ادا کرتا ہے اور اس صورت میں وہ حسن باطنی جو حسن ظاہری کے مقابل پر ہے بوجہ احسن اس کو نصیب ہو جاتا ہے کیونکہ وجود روحانی کے مرتبہ پنجم میں تو ابھی وہ روح انسان میں داخل نہیں ہوئی تھی جو محبت ذاتیہ سے پیدا ہوتی ہے اس لئے جلوہ حسن بھی ابھی کمال پر نہیں تھا مگر روح کے داخل ہونے کے بعد وہ حسن کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مردہ خوبصورت اور زندہ خوبصورت یکساں آب و تاب نہیں رکھتے۔

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں انسان کی پیدائش میں دو قسم کے حسن ہیں۔ ایک حسن معاملہ اور وہ یہ کہ انسان خدا تعالیٰ کی تمام امانتوں اور عہد کے ادا کرنے میں یہ رعایت رکھے کہ کوئی امر حتی الوسع اُن کے متعلق فوت نہ ہو۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں رَاعُونَ کا لفظ اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ایسا ہی لازم ہے کہ انسان مخلوق کی امانتوں اور عہد کی نسبت بھی یہی لحاظ رکھے یعنی حقوق اللہ اور حقوق عباد میں تقویٰ سے کام لے۔ یہ حسن معاملہ ہے یا یوں کہو کہ روحانی خوبصورتی ہے جو درجہ پنجم وجود روحانی میں نمایاں ہوتی ہے مگر

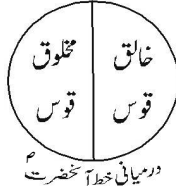
ہنوز پورے طور پر چمکتی نہیں اور وجود روحانی کے درجہ ششم میں بوجہ کامل ہونے پیدائش اور روح کے داخل ہو جانے کے یہ خوبصورتی اپنی تمام آب و تاب دکھلا دیتی ہے۔ اور یاد رہے کہ مرتبہ ششم وجود روحانی میں روح سے مراد وہ محبت ذاتیہ الہیہ ہے جو انسان کی محبت ذاتیہ پر ایک شعلہ کی طرح پڑتی اور تمام اندرونی تاریکی دور کرتی اور روحانی زندگی بخشتی ہے اور اس کے لوازم میں سے روح القدس کی تائید بھی کامل طور پر ہے۔

دوسرا حسن انسان کی پیدائش میں حسن بشرہ ہے۔ اور یہ دونوں حسن اگرچہ روحانی اور جسمانی پیدائش درجہ پنجم میں نمودار ہو جاتے ہیں لیکن آب و تاب اُن کی فیضانِ روح کے بعد ظاہر ہوتی ہے اور جیسا کہ جسمانی وجود کی روح جسمانی قالب طیار ہونے کے بعد جسم میں داخل ہوتی ہے ایسا ہی روحانی وجود کی روح روحانی قالب طیار ہونے کے بعد انسان کے روحانی وجود میں داخل ہوتی ہے۔ یعنی اُس وقت جب کہ انسان شریعت کا تمام جو اپنی گردن پر لے لیتا ہے اور مشقت اور مجاہدہ کے ساتھ تمام حدودِ الہیہ کے قبول کرنے کے لئے طیار ہوتا ہے اور ورزش شریعت اور بجا آوری احکامِ کتاب اللہ سے اس لائق ہو جاتا ہے کہ خدا کی روحانیت اس کی طرف توجہ فرماوے اور سب سے زیادہ یہ کہ اپنی محبت ذاتیہ سے اپنے تئیں خدا تعالیٰ کی محبت ذاتیہ کا مستحق ٹھہرا لیتا ہے جو برف کی طرح سفید اور شہد کی طرح شیریں ہے۔ اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں وجود روحانی خشوع کی حالت سے شروع ہوتا ہے اور روحانی نشوونما کے چھلے مرتبہ پر یعنی اس مرتبہ پر کہ جب کہ روحانی قالب کے کامل ہونے کے بعد محبت ذاتیہ الہیہ کا شعلہ انسان کے دل پر ایک روح کی طرح پڑتا ہے اور دائمی حضور کی حالت اس کو بخش دیتا ہے کمال کو پہنچتا ہے اور تبھی روحانی حسن اپنا پورا جلوہ دکھاتا ہے لیکن یہ حسن جو روحانی حسن ہے جس کو حسن معاملہ کے ساتھ موسوم کر سکتے ہیں یہ وہ حسن ہے جو اپنی قوی کششوں کے ساتھ حسن بشرہ سے بہت بڑھ کر ہے کیونکہ حسن بشرہ صرف ایک یا دو شخص کے فانی عشق کا موجب ہوگا جو جلد

زوال پذیر ہو جائے گا اور اس کی کشش نہایت کمزور ہوگی لیکن وہ روحانی حسن جس کو حسن معاملہ سے موسوم کیا گیا ہے وہ اپنی کششوں میں ایسا سخت اور زبردست ہے کہ ایک دنیا کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ اس کی طرف کھینچا جاتا ہے اور قبولیت دعا کی بھی درحقیقت فلاسفی یہی ہے کہ جب ایسا روحانی حسن والا انسان جس میں محبت الہیہ کی روح داخل ہو جاتی ہے جب کسی غیر ممکن اور نہایت مشکل امر کے لئے دعا کرتا ہے اور اُس دعا پر پورا پورا زور دیتا ہے تو چونکہ وہ اپنی ذات میں حسن روحانی رکھتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے امر اور اذن سے اس عالم کا ذرہ ذرہ اس کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ پس ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں جو اس کی کامیابی کے لئے کافی ہوں۔ تجربہ اور خدا تعالیٰ کی پاک کتاب سے ثابت ہے کہ دنیا کے ہر ایک ذرہ کو طبعاً ایسے شخص کے ساتھ ایک عشق ہوتا ہے اور اُس کی دعائیں اُن تمام ذرات کو ایسا اپنی طرف کھینچتی ہیں جیسا کہ آہن رُبالو ہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ پس غیر معمولی باتیں جن کا ذکر کسی علم طبعی اور فلسفہ میں نہیں اس کشش کے باعث ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اور وہ کشش طبعی ہوتی ہے۔ جب سے کہ صانع مطلق نے عالم اجسام کو ذرات سے ترکیب دی ہے ہر ایک ذرے میں وہ کشش رکھی ہے اور ہر ایک ذرہ روحانی حسن کا عاشق صادق ہے اور ایسا ہی ہر ایک سعید روح بھی کیونکہ وہ حسن تجلی گاہِ حق ہے۔ وہی حسن تھا جس کے لئے فرمایا گیا اُنْجَدُوا الْاِذَا مَ فَسَجَدُوا اِلَّا الْاِبْلِيسَ اور اب بھی بہترے ابلیس ہیں جو اس حسن کو شناخت نہیں کرتے مگر وہ حسن بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے۔

نوح میں وہی حسن تھا جس کی پاس خاطر حضرت عزت جلال شانہ کو منظور ہوئی اور تمام منکروں کو پانی کے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔ پھر اس کے بعد موسیٰ بھی وہی حسن روحانی لے کر آیا جس نے چند روز تکلیفیں اٹھا کر آخر فرعون کا بیڑا غرق کیا۔ پھر سب کے بعد سید الانبیاء و خیر الوری مولانا وسیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشان روحانی حسن لے کر آئے جس کی تعریف میں یہی آیت کریمہ کافی ہے۔ دَنَا فَتَدَلُّ فَاَنْقَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی یعنی وہ

نبی جناب الہی سے بہت نزدیک چلا گیا۔ اور پھر مخلوق کی طرف جھکا اور اس طرح پر دونوں حقوق کو جو حق اللہ اور حق العباد ہے ادا کر دیا۔ اور دونوں قسم کا حسن روحانی ظاہر کیا۔ اور دونوں قوسوں میں وتر کی طرح ہو گیا۔ یعنی دونوں قوسوں میں جو ایک درمیانی خط کی طرح ہو اور اس طرح اس کا وجود واقع ہوا جیسے یہ۔



اس حسن کو ناپاک طبع اور اندھے لوگوں نے نہ دیکھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
يُنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۗ
یعنی تیری طرف وہ دیکھتے ہیں مگر تو انہیں دکھائی نہیں دیتا۔ آخر وہ سب اندھے ہلاک ہو گئے۔

اس جگہ بعض جاہل کہتے ہیں کہ کیوں کامل لوگوں کی بعض دعائیں منظور نہیں ہوتیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی تجلی حسن کو خدا تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھا ہوا ہے۔ پس جس جگہ یہ تجلی عظیم ظاہر ہو جاتی ہے اور کسی معاملہ میں ان کا حسن جوش میں آتا ہے اور اپنی چمک دکھلاتا ہے تب اس چمک کی طرف ذرات عالم کھنچے جاتے ہیں اور غیر ممکن باتیں وقوع میں آتی ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں معجزہ کہتے ہیں مگر یہ جوش روحانی ہمیشہ اور ہر جگہ ظہور میں نہیں آتا اور تحریکات خارجیہ کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ اس لئے کہ جیسا کہ خدائے کریم بے نیاز ہے اس نے اپنے برگزیدوں میں بھی بے نیازی کی صفت رکھ دی ہے۔ سو وہ خدا کی طرح سخت بے نیاز ہوتے ہیں اور جب تک کوئی پوری خاکساری اور اخلاص کے ساتھ ان کے رحم کے لئے ایک تحریک پیدا نہ کرے وہ قوت ان کی جوش نہیں مارتی اور عجیب تر یہ کہ وہ لوگ تمام دنیا سے زیادہ تر رحم کی قوت اپنے اندر رکھتے ہیں مگر اس کی تحریک ان کے اختیار میں نہیں ہوتی گو وہ بارہا چاہتے بھی ہیں کہ وہ قوت ظہور میں آوے مگر بجز ارادہ الہیہ کے ظاہر نہیں ہوتی۔ بالخصوص وہ منکروں اور منافقوں اور

سُست اعتقاد لوگوں کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے اور ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح اُن کو سمجھتے ہیں اور وہ بے نیازی ان کی ایک ایسی شان رکھتی ہے جیسا کہ ایک معشوق نہایت خوبصورت برقع میں اپنا چہرہ چھپائے رکھے۔ اور اسی بے نیازی کا ایک شعبہ یہ ہے کہ جب کوئی شریر انسان اُن پر بدظنی کرے تو بسا اوقات بے نیازی کے جوش سے اُس بدظنی کو اور بھی بڑھا دیتے ہیں۔ کیونکہ تَخَلَّقَ بِاخْلَاقِ اللّٰهِ رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا جَبَّ خَدَا تَعَالَى چاہتا ہے کہ کوئی معجزہ اُن سے ظاہر ہو تو اُن کے دلوں میں ایک جوش پیدا کر دیتا ہے اور ایک امر کے حصول کے لئے سخت کرب اور قلق اُن کے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے تب وہ بے نیازی کا برقع اپنے منہ پر سے اتار لیتے ہیں اور وہ حسن اُن کا جو بجز خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں دیکھتا وہ آسمان کے فرشتوں پر اور ذرّہ ذرّہ پر نمودار ہو جاتا ہے۔ اور اُن کا منہ پر سے برقع اٹھانا یہ ہے کہ وہ اپنے کامل صدق اور صفا کے ساتھ اور اس روحانی حسن کے ساتھ جس کی وجہ سے وہ خدا کے محبوب ہو گئے ہیں اس خدا کی طرف ایک ایسا خارق عادت رجوع کرتے ہیں اور ایک ایسے اقبال علی اللہ کی اُن میں حالت پیدا ہو جاتی ہے جو خدا تعالیٰ کی فوق العادت رحمت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور ساتھ ہی ذرّہ ذرّہ اس عالم کا کھینچا چلا آتا ہے۔ اور اُن کی عاشقانہ حرارت کی گرمی آسمان پر جمع ہوتی اور بادلوں کی طرح فرشتوں کو بھی اپنا چہرہ دکھا دیتی ہے اور اُن کی در دیں جو رعد کی خاصیت اپنے اندر رکھتی ہیں ایک سخت شور ملاءِ اعلیٰ میں ڈال دیتی ہیں تب خدا تعالیٰ کی قدرت سے وہ بادل پیدا ہو جاتے ہیں جن سے رحمتِ الہی کا وہ مینہ برستا ہے جس کی وہ خواہش کرتے ہیں۔ اُن کی روحانیت جب اپنے پورے سوز و گداز کے ساتھ کسی عقدہ کشائی کے لئے توجہ کرتی ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے کیونکہ وہ لوگ باعث اس کے جو خدا سے ذاتی محبت رکھتے ہیں محبوبانِ الہی میں داخل ہوتے ہیں۔ تب ہر ایک چیز جو خدا تعالیٰ کے

﴿۶۳﴾

زیرِ حکم ہے۔ اُن کی مدد کے لئے جوش مارتی ہے ☆ اور رحمتِ الہی محض اُن کی مراد پوری کرنے کے لئے ایک خلقِ جدید کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ اور وہ امور ظاہر ہوتے ہیں جو اہل دنیا کی نظر میں غیر ممکن معلوم ہوتے ہیں اور جن سے سفلی علوم محض نا آشنا ہیں۔ ایسے لوگوں کو خدا تو نہیں کہہ سکتے مگر قرب اور علاقہ محبت اُن کا کچھ ایسا صدق اور صفا کے ساتھ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے گویا خدا اُن میں اُتر آتا ہے۔ اور آدم کی طرح خدائی روح اُن میں پھونکی جاتی ہے مگر یہ نہیں کہ وہ خدا ہیں لیکن درمیان میں کچھ ایسا تعلق ہے جیسا کہ لوہے کو جب کہ سخت طور پر آگ سے افر وختہ ہو جائے اور آگ کا رنگ اُس میں پیدا ہو جائے آگ سے تعلق ہوتا ہے۔ اس صورت میں تمام چیزیں جو خدا تعالیٰ کے زیرِ حکم ہیں اُن کے زیرِ حکم ہو جاتی ہیں۔ اور آسمان کے ستارے اور سورج اور چاند سے لے کر زمین کے سمندروں اور ہوا اور آگ تک اُن کی آواز کو سُننے اور ان کو شناخت کرتے اور اُن کی خدمت میں لگے رہتے ہیں اور ہر ایک چیز طبعاً اُن سے پیار کرتی ہے اور عاشقِ صادق کی طرح اُن کی طرف کھنچی جاتی ہے۔ بجز شریر انسانوں کے جو شیطان کا اوتار ہیں۔ عشقِ مجازی تو ایک منحوس عشق ہے کہ ایک طرف پیدا ہوتا اور ایک طرف مرجاتا ہے۔ اور نیز اس کی بنا اُس حسن پر ہے جو قابلِ زوال ہے۔ اور نیز اُس حسن کے اثر کے نیچے آنے والے بہت ہی کم ہوتے ہیں مگر یہ کیا حیرت انگیز نظارہ ہے کہ وہ حسنِ روحانی جو حسنِ معاملہ اور صدق و صفا اور محبتِ الہیہ کی تجلی کے بعد انسان میں پیدا ہوتا ہے اس میں ایک عالمگیر کشش پائی جاتی ہے وہ مستعد دلوں کو اس طرح اپنی طرف کھینچ لیتا ہے کہ جیسے شہدِ چیونٹیوں کو۔ اور نہ صرف انسان بلکہ عالم کا ذرہ ذرہ اس کی کشش سے متاثر ہوتا ہے۔ صادقِ الحبت انسان جو سچی محبتِ خدا تعالیٰ سے رکھتا ہے وہ وہ یوسف ہے جس کے لئے ذرہ ذرہ اس عالم کا زلیخا صفت ہے۔ اور ابھی حسن اُس کا اس عالم میں ظاہر نہیں کیونکہ یہ عالم اس کی برداشت نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ

☆ کافر اور دشمن بھی ایک قسم کی ان کی مدد کرتے ہیں کہ ایذا اور ظلم کے ساتھ ان کے دل کو دکھ دیتے اور ان کی

روحانیت کو جوش میں لاتے ہیں۔ تادل مرد خدا نادم بردرد نیچے تو رمے را خدا رسوانہ کرد۔ منہ

اپنی پاک کتاب میں جو فرقان مجید ہے فرماتا ہے کہ مومنوں کا نور اُن کے چہروں پر دوڑتا ہے۔ اور مومن اس حسن سے شناخت کیا جاتا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں نور ہے۔

اور مجھے ایک دفعہ عالم کشف میں پنجابی زبان میں اسی علامت کے بارہ میں یہ موزوں فقرہ سنایا گیا۔ ”عشقِ الہی و سے منہ پر ولیاں ایہہ نشانی“ مومن کا نور جس کا قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے وہ وہی روحانی حسن و جمال ہے جو مومن کو وجودِ روحانی کے مرتبہ ششم پر کامل طور پر عطا کیا جاتا ہے۔ جسمانی حسن کا ایک شخص یا دو شخص خریدار ہوتے ہیں مگر یہ عجیب حُسن ہے جس کے خریدار کروڑ ہاڑو حین ہو جاتی ہیں۔ اسی روحانی حسن کی بنا پر بعض نے سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی نعت میں یہ شعر کہے ہیں اور اُن کو ایک نہایت درجہ حسین اور خوبصورت قرار دیا ہے اور وہ اشعار یہ ہیں۔

آن تُرکِ عجم چون ز مئے عشقِ طرب کرد
غارت گریئے کوفہ و بغداد و حلب کرد
صد لالہ رُنے بود بصدِ حُسنِ شگفتہ
نازان ہمہ را زیرِ قدمِ عجب کرد

☆ فطرتاً بعض طبائع کو بعض طبائع سے مناسبت ہوتی ہے۔ اسی طرح میری روح اور سید عبدالقادر کی روح کو خمیرِ فطرت سے باہم ایک مناسبت ہے جس پر کشفِ صحیحہ صریحہ سے مجھ کو اطلاع ملی ہے۔ اس بات پر تین برس کے قریب زمانہ گزر گیا ہے کہ جب ایک رات مجھے خدا نے اطلاع دی کہ اُس نے مجھے اپنے لئے اختیار کر لیا ہے۔ تب یہ عجیب اتفاق ہوا کہ اُسی رات ایک بڑھیا کو خواب آئی جس کی عمر قریباً اسی برس کی تھی اور اُس نے صبح مجھ کو آ کر کہا کہ میں نے رات سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا ہے اور ساتھ ان کے ایک اور بزرگ تھے اور دونوں سبز پوش تھے اور رات کے پچھلے حصہ کا وقت تھا۔ دوسرا بزرگ عمر میں اُن سے کچھ چھوٹا تھا۔ پہلے انہوں نے ہماری جامع مسجد میں نماز پڑھی اور پھر مسجد کے باہر کے صحن میں نکل آئے اور میں اُن کے پاس کھڑی تھی اتنے میں مشرق کی طرف سے ایک چمکتا ہوا ستارہ نکلتا اس ستارہ کو دیکھ کر سید عبدالقادر بہت خوش ہوئے اور ستارہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا السلام علیکم اور ایسا ہی ان کے رفیق نے السلام علیکم کہا۔ اور وہ ستارہ میں تھا۔ المؤمن یرای و یرىٰ لہ۔ منہ

اور شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے بھی اس بارہ میں ایک شعر کہا ہے جو حسن روحانی پر بہت منطبق ہوتا ہے اور وہ یہ ہے

صورت گردیبائے چین رو صورت زیبائش بین
یا صورتے برکش چینیں یا تو بہ کن صورت گری

اب یہ بھی یاد رہے کہ بندہ تو حسن معاملہ دکھلا کر اپنے صدق سے بھری ہوئی محبت ظاہر کرتا ہے مگر خدا تعالیٰ اس کے مقابلہ پر حد ہی کر دیتا ہے اس کی تیز رفتار کے مقابل پر برق کی طرح اس کی طرف دوڑتا چلا آتا ہے اور زمین و آسمان سے اس کے لئے نشان ظاہر کرتا ہے اور اس کے دوستوں کا دوست اور اس کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے اور اگر بچاس کروڑ انسان بھی اُس کی مخالفت پر کھڑا ہو تو ان کو ایسا ذلیل اور بے دست و پا کر دیتا ہے جیسا کہ ایک مراہو کیڑا۔ اور محض ایک شخص کی خاطر کے لئے ایک دنیا کو ہلاک کر دیتا ہے اور اپنی زمین و آسمان کو اس کے خادم بنا دیتا ہے اور اس کے کلام میں برکت ڈال دیتا ہے اور اس کے تمام درد و یواری پر نور کی بارش کرتا ہے اور اُس کی پوشاک میں اور اُس کی خوراک میں اور اس مٹی میں بھی جس پر اس کا قدم پڑتا ہے ایک برکت رکھ دیتا ہے اور اس کو نامراد ہلاک نہیں کرتا۔ اور ہر ایک اعتراض جو اس پر ہو اُس کا آپ جواب دیتا ہے۔ وہ اُس کی آنکھیں ہو جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے اور اُس کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سنتا ہے اور اُس کی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور اُس کے پانوں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے اور اُس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ دشمنوں پر حملہ کرتا ہے۔ وہ اُس کے دشمنوں کے مقابل پر آپ نکلتا ہے اور شریروں پر جو اُس کو دکھ دیتے ہیں آپ تلوار کھینچتا ہے۔ ہر میدان میں اس کو فتح دیتا ہے اور اپنی قضاء و قدر کے پوشیدہ راز اس کو بتلاتا ہے۔ غرض پہلا خریدار اس کے روحانی حسن و جمال کا جو حسن معاملہ اور محبت ذاتیہ کے بعد پیدا ہوتا ہے خدا ہی ہے۔ پس کیا ہی بد قسمت وہ لوگ ہیں جو ایسا زمانہ پاویں اور ایسا سورج اُن پر طلوع کرے اور وہ تاریکی میں بیٹھے رہیں۔

بعض نادان یہ اعتراض بار بار پیش کرتے ہیں کہ محبوبانِ الہی کی یہ علامت ہے کہ ہر ایک

دعا ان کی سنی جاتی ہے اور جس میں یہ علامت نہیں پائی جاتی وہ محبوبانِ الہی میں سے نہیں ہے ☆ مگر افسوس کہ یہ لوگ منہ سے تو ایک بات نکال لیتے ہیں مگر اعتراض کرنے کے وقت یہ نہیں سوچتے کہ ایسے جاہلانہ اعتراض خدا تعالیٰ کے تمام نبیوں اور رسولوں پر وارد ہوتے ہیں مثلاً ہر ایک نبی کی یہ مراد تھی کہ تمام کفار ان کے زمانہ کے جو ان کی مخالفت پر کھڑے تھے مسلمان ہو جائیں مگر یہ مراد ان کی پوری نہ ہوئی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسِكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۱ یعنی ”کیا تو اس غم سے اپنے تئیں ہلاک کر دے گا کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔“

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے ایمان لانے کے لئے اس قدر جان کا ہی اور سوز و گداز سے دعا کرتے تھے کہ اندیشہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غم سے خود ہلاک نہ ہو جائیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے لئے اس قدر غم نہ کرو اور اس قدر اپنے دل کو دردوں کا نشانہ مت بنا کیونکہ یہ لوگ ایمان لانے سے لاپرواہ ہیں اور ان کے اغراض اور مقاصد اور ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ اے نبی (علیہ السلام)! جس قدر تو عقد ہمت اور کامل توجہ اور سوز و گداز اور اپنی روح کو مشقت میں ڈالنے سے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے دعا کرتا ہے تیری دعاؤں کے پرتاثر ہونے میں کچھ کمی نہیں ہے لیکن شرط قبولیت دعا یہ ہے کہ جس کے حق میں دعا کی جاتی ہے سخت متعصب اور لاپرواہ اور گندی فطرت کا انسان نہ ہو ورنہ دعا قبول نہیں ہوگی اور جہاں تک مجھے خدا تعالیٰ نے دعاؤں کے بارے میں علم دیا ہے وہ یہ ہے کہ دعا کے قبول ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔

﴿۶۷﴾

☆ یاد رہے کہ مومن کے ساتھ خدا تعالیٰ دوستانہ معاملہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ کبھی تو وہ مومن کے ارادہ کو پورا کرے اور کبھی مومن اس کے ارادہ پر راضی ہو جائے۔ پس ایک جگہ تو مومن کو مخاطب کر کے فرماتا ہے اُدْعُونِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۲ یعنی دعا کرو کہ میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اس جگہ تو مومن کی خواہش پوری کرنا چاہتا ہے۔ اور دوسری جگہ اپنی خواہش مومن سے منوانا چاہتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے وَنَسْتَبَلُّوْكُمْ بِسُحُۡ قَمِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصِ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمُ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۳ افسوس کہ نادان آدمی صرف ایک پہلو کو دیکھتا ہے اور دونوں پہلوؤں پر نظر نہیں ڈالتا۔ منہ

اول۔ دُعا کرنے والا کامل درجہ پر متقی ہو کیونکہ خدا تعالیٰ کا مقبول وہی بندہ ہوتا ہے جس کا شعائر تقویٰ ہو اور جس نے تقویٰ کی باریک راہوں کو مضبوط پکڑا ہو اور جو امین اور متقی اور صادق العہد ہونے کی وجہ سے منظور نظر الہی ہو۔ اور محبتِ ذاتیہ الہیہ سے معمور اور پُر ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی عقدِ ہمت اور توجہ اس قدر ہو کہ گویا ایک شخص کے زندہ کرنے کے لئے ہلاک ہو جائے اور ایک شخص کو قبر سے باہر نکالنے کے لئے آپ گور میں داخل ہو۔ اس میں راز یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنے مقبول بندے اس سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں جیسا کہ ایک خوبصورت بچہ جو ایک ہی ہو اس کی ماں کو پیارا ہوتا ہے۔ پس جب کہ خدائے کریم و رحیم دیکھتا ہے کہ ایک مقبول و محبوب اُس کا ایک شخص کی جان بچانے کے لئے روحانی مشقتوں اور تضرعات اور مجاہدات کی وجہ سے اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ قریب ہے کہ اُس کی جان نکل جائے تو اُس کو علاقہٴ محبت کی وجہ سے ناگوار گذرتا ہے کہ اسی حال میں اُس کو ہلاک کر دے۔ تب اس کے لئے اس دوسرے شخص کا گناہ بخش دیتا ہے جس کے لئے وہ پکڑا گیا تھا پس اگر وہ کسی مہلک بیماری میں گرفتار ہے یا اور کسی بلا میں اسیر و لاچار ہے تو اپنی قدرت سے ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جس سے رہائی ہو جائے اور بسا اوقات اُس کا ارادہ ایک شخص کے قطعی طور پر ہلاک کرنے یا برباد کرنے پر قرار یافتہ ہوتا ہے لیکن جب ایک مصیبت زدہ کی خوش قسمتی سے ایسا شخص پُر درد تضرعات کے ساتھ درمیان میں آ پڑتا ہے جس کو حضرت عزت میں وجاہت ہے تو وہ مثل مقدمہ جو سزا دینے کے لئے مکمل اور مرتب ہو چکی ہے چاک کرنی پڑتی ہے کیونکہ اب بات اغیار سے یار کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور یہ کیونکر ہو سکے کہ خدا اپنے سچے دوستوں کو عذاب دے۔

۳۔ تیسری شرط استجابتِ دُعا کے لئے ایک ایسی شرط ہے جو تمام شرطوں سے مشکل تر ہے کیونکہ اس کا پورا کرنا خدا کے مقبول بندوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اُس شخص کے ہاتھ میں ہے جو دعا کرنا چاہتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نہایت صدق اور کامل اعتقاد اور کامل یقین اور کامل ارادت اور کامل غلامی کے ساتھ دُعا کا خواہاں ہو اور یہ دل میں فیصلہ کر لے کہ اگر دُعا

قبول بھی نہ ہوتا ہم اس کے اعتقاد اور ارادت میں فرق نہیں آئے گا۔ اور دُعا کرنا آزمائش کے طور پر نہ ہو بلکہ سچے اعتقاد کے طور پر ہو اور نہایت نیاز مندی سے اس کے دروازے پر گرے اور جہاں تک اس کے لئے ممکن ہے مال سے خدمت سے ہر ایک طور کی اطاعت سے ایسا قرب پیدا کرے کہ اس کے دل کے اندر داخل ہو جائے اور بائیں ہمہ نہایت درجہ پر نیک ظن ہو اور اُس کو نہایت درجہ کا متقی سمجھے اور اس کی مقدس شان کے برخلاف ایک خیال بھی دل میں لانا کفر خیال کرے اور اس قسم کی طرح طرح کی جاں نثاری دکھلا کر سچے اعتقاد کو اُس پر ثابت اور روشن کر دے اور اس کی مثل دنیا میں کسی کو بھی نہ سمجھے اور جان سے مال سے آبرو سے اُس پر فدا ہو جائے۔ اور کوئی کلمہ کسر شان کا کسی پہلو سے اس کی نسبت زبان پر نہ لائے اور نہ دل میں۔ اور اس بات کو اس کی نظر میں بپایہ ثبوت پہنچا دے کہ درحقیقت وہ ایسا ہی معتقد اور مرید ہے اور بائیں ہمہ صبر سے انتظار کرے اور اگر پچاس دفعہ بھی اپنے کام میں نامراد رہے پھر بھی اعتقاد اور یقین میں سُست نہ ہو۔ کیونکہ یہ قوم سخت نازک دل ہوتی ہے اور اُن کی فراست چہرہ کو دیکھ کر پہچان سکتی ہے کہ یہ شخص کس درجہ کا اخلاص رکھتا ہے اور یہ قوم باوجود نرم دل ہونے کے نہایت بے نیاز ہوتی ہے۔ اُن کے دل خدا نے ایسے بے نیاز پیدا کئے ہیں کہ متکبر اور خود غرض اور منافق طبع انسان کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ اس قوم سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو اس قدر غلامانہ اطاعت اُن کی اختیار کرتے ہیں کہ گویا مرہی جاتے ہیں۔ مگر وہ شخص جو قدم قدم پر بدظنی کرتا ہے اور دل میں کوئی اعتراض رکھتا ہے اور پوری محبت اور ارادت نہیں رکھتا وہ بجائے فائدہ کے ہلاک ہوتا ہے۔

اب ہم اس تقریر کے بعد کہتے ہیں کہ یہ جو اللہ تعالیٰ نے مومن کے وجود روحانی کے مراتب سے بیان کر کے ان کے مقابل پر وجود جسمانی کے مراتب سے دکھلائے ہیں یہ ایک علمی معجزہ ہے اور جس قدر کتابیں دنیا میں کُتب سماوی کہلاتی ہیں یا جن حکیموں نے نفس اور الہیات کے بارے میں تحریریں کی ہیں اور یا جن لوگوں نے صوفیوں کی طرز پر معارف

کی باتیں لکھی ہیں کسی کا ذہن ان میں سے اس بات کی طرف سبقت نہیں لے گیا کہ یہ مقابلہ جسمانی اور روحانی وجود کا دکھلاتا۔ اگر کوئی شخص میرے اس دعوے سے منکر ہو اور اس کا گمان ہو کہ یہ مقابلہ روحانی اور جسمانی کسی اور نے بھی دکھلایا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس علمی معجزہ کی نظیر کسی اور کتاب میں سے پیش کر کے دکھلاوے۔ اور میں نے تو توریت اور انجیل اور ہندوؤں کے وید کو بھی دیکھا ہے۔ مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس قسم کا علمی معجزہ میں نے بجز قرآن شریف کے کسی کتاب میں نہ پایا۔ اور صرف اسی معجزہ پر حصر نہیں بلکہ تمام قرآن شریف ایسے ہی علمی معجزات سے پُر ہے جن پر ایک عقل مند نظر ڈال کر سمجھ سکتا ہے کہ یہ اُسی خدائے قادرِ مطلق کا کلام ہے جس کی قدرتیں زمین و آسمان کی مصنوعات میں ظاہر ہیں۔ وہی خدا جو اپنی باتوں اور کاموں میں بے مثل و مانند ہے پھر جب ہم ایک طرف ایسے ایسے معجزات قرآن شریف میں پاتے ہیں اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو دیکھتے ہیں اور اس بات کو اپنے تصور میں لاتے ہیں کہ آپ نے ایک حرف بھی کسی اُستاد سے نہیں پڑھا تھا اور نہ آپ نے طبعی اور فلسفہ سے کچھ حاصل کیا تھا بلکہ آپ ایک ایسی قوم میں پیدا ہوئے تھے کہ جو سب کی سب اُمی اور ناخواندہ تھی اور ایک وحشیانہ زندگی رکھتی تھی اور بااں ہمہ آپ نے والدین کی تربیت کا زمانہ بھی نہیں پایا تھا۔ تو ان سب باتوں کو مجموعی نظر کے ساتھ دیکھنے سے قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے پر ایک ایسی چمکتی ہوئی بصیرت ہمیں ملتی ہے اور اس کا علمی معجزہ ہونا ایسے یقین کے ساتھ ہمارے دل میں بھر جاتا ہے کہ گویا ہم اس کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کو دیکھ لیتے ہیں۔ غرض جب کہ بدیہی طور پر ثابت ہے کہ سورۃ المؤمنون کی یہ تمام آیات جو ابتدائے سورۃ سے لے کر آیت فَتَبَرَّكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَلْقِينَ تک ہیں علمی معجزہ ہیں۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ آیت فَتَبَرَّكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَلْقِينَ علمی معجزہ کی ایک جزو ہے اور باعث معجزہ کے جزو ہونے کے معجزہ میں داخل ہے اور یہی ثابت کرنا تھا۔

اور یاد رہے کہ یہ علمی معجزہ مذکورہ بالا ایک ایسی صاف اور کھلی کھلی اور روشن اور بدیہی

سچائی ہے کہ اب خدا تعالیٰ کی کلام کی رہبری اور یاد دہانی کے بعد عقل بھی اپنے معقولی علوم میں بہت فخر کے ساتھ اس کو داخل کرنے کے لئے طیار ہے۔

کیونکہ عند العقل یہ بات ظاہر ہے کہ سب سے پہلے جو ایک سعید الفطرت آدمی کے نفس کو خدا تعالیٰ کی طرف اس کی طلب میں ایک حرکت پیدا ہوتی ہے۔ وہ خشوع اور انکسار ہے اور خشوع سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے لئے فروتنی اور تواضع اور تضرع کی حالت اختیار کی جائے اور جو اس کے مقابل پر اخلاقِ ردیہ ہیں جیسے تکبر اور عجب اور ریا اور لا پرواہی اور بے نیازی ان سب کو خدا تعالیٰ کے خوف سے چھوڑ دیا جائے اور یہ بات بدیہی ہے کہ جب تک انسان اپنے اخلاقِ ردیہ کو نہیں چھوڑتا اس وقت تک ان اخلاق کے مقابل پر جو اخلاقِ فاضلہ ہیں جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں ان کو قبول نہیں کر سکتا کیونکہ دو ضدیں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے جیسا کہ سورۃ بقرہ کی ابتدا میں اس نے فرمایا ہے۔ **هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ**^۱ یعنی قرآن شریف ان لوگوں کے لئے ہدایت ہے جو متقی ہیں یعنی وہ لوگ جو تکبر نہیں کرتے اور خشوع اور انکسار سے خدا تعالیٰ کے کلام میں غور کرتے ہیں وہی ہیں جو آخر کو ہدایت پاتے ہیں۔ اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ ان آیات میں چھ جگہ **أَفْلَحَ** کا لفظ ہے۔ پہلی آیت میں صریح طور پر جیسا کہ فرمایا ہے **قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ**^۲ اور بعد کی آیتوں میں عطف کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور **أَفْلَحَ** کے لغت میں یہ معنی ہیں **أُصْبِرَ إِلَى الْفَلَاحِ** یعنی فوزِ مرام کی طرف پھیرا گیا اور حرکت دیا گیا۔ پس ان معنوں کی رو سے مومن کا نماز میں خشوع اختیار کرنا فوزِ مرام کے لئے پہلی حرکت ہے جس کے ساتھ تکبر اور عجب وغیرہ چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور اس میں فوزِ مرام یہ ہے کہ انسان کا نفس خشوع کی سیرت اختیار کر کے خدائے تعالیٰ سے تعلق پکڑنے کے لئے مستعد اور طیار ہو جاتا ہے۔

دوسرا کام مومن کا یعنی وہ کام جس سے دوسرے مرتبہ تک قوتِ ایمانی پہنچتی ہے اور

پہلے کی نسبت ایمان کچھ قوی ہو جاتا ہے عقل سلیم کے نزدیک یہ ہے کہ مومن اپنے دل کو جو خشوع کے مرتبہ تک پہنچ چکا ہے لغو خیالات اور لغو شغلوں سے پاک کرے کیونکہ جب تک مومن یہ ادنیٰ قوت حاصل نہ کر لے کہ خدا کے لئے لغو باتوں اور لغو کاموں کو ترک کر سکے جو کچھ بھی مشکل نہیں اور صرف گناہ بے لذت ہے اُس وقت تک یہ طمع خام ہے کہ مومن ایسے کاموں سے دست بردار ہو سکے جن سے دست بردار ہونا نفس پر بہت بھاری ہے اور جن کے ارتکاب میں نفس کو کوئی فائدہ یا لذت ہے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ پہلے درجہ کے بعد کہ ترک تکبر ہے دوسرا درجہ ترک لغویات ہے۔ اور اس درجہ پر وعدہ جو لفظ اَفْلَحَ سے کیا گیا ہے یعنی فوزِ مرام اس طرح پر پورا ہوتا ہے کہ مومن کا تعلق جب لغو کاموں اور لغو شغلوں سے ٹوٹ جاتا ہے تو ایک خفیف سا تعلق خدا تعالیٰ سے اس کو ہو جاتا ہے اور قوت ایمانی بھی پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی ہے اور خفیف تعلق اس لئے ہم نے کہا کہ لغویات سے تعلق بھی خفیف ہی ہوتا ہے پس خفیف تعلق چھوڑنے سے خفیف تعلق ہی ملتا ہے۔

پھر تیسرا کام مومن کا جس سے تیسرے درجے تک قوت ایمانی پہنچ جاتی ہے عقل سلیم کے نزدیک یہ ہے کہ وہ صرف لغو کاموں اور لغو باتوں کو ہی خدا تعالیٰ کے لئے نہیں چھوڑتا بلکہ اپنا عزیز مال بھی خدا تعالیٰ کے لئے چھوڑتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ لغو کاموں کے چھوڑنے کی نسبت مال کا چھوڑنا نفس پر زیادہ بھاری ہے کیونکہ وہ محنت سے کمایا ہوا اور ایک کارآمد چیز ہوتی ہے۔ جس پر خوش زندگی اور آرام کا مدار ہے اس لئے مال کا خدا کے لئے چھوڑنا بہ نسبت لغو کاموں کے چھوڑنے کے قوت ایمانی کو زیادہ چاہتا ہے اور لفظ اَفْلَحَ کا جو آیات میں وعدہ ہے اس کے اس جگہ یہ معنی ہوں گے کہ دوسرے درجہ کی نسبت اس مرتبہ میں قوت ایمانی اور تعلق بھی خدا تعالیٰ سے زیادہ ہو جاتی ہے اور نفس کی پاکیزگی اس سے پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ اپنے ہاتھ سے اپنا محنت سے کمایا ہوا مال محض خدا کے خوف سے نکالنا بجز نفس کی پاکیزگی کے ممکن نہیں۔

پھر چوتھا کام مومن کا جس سے چوتھے درجہ تک قوت ایمانی پہنچ جاتی ہے عقل سلیم کے

نزدیک یہ ہے کہ وہ صرف مال کو خدا تعالیٰ کی راہ میں ترک نہیں کرتا بلکہ وہ چیز جس سے وہ مال سے بھی بڑھ کر پیار کرتا ہے یعنی شہواتِ نفسانیہ اُن کا وہ حصہ جو حرام کے طور پر ہے چھوڑ دیتا ہے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہر ایک انسان اپنی شہواتِ نفسانیہ کو طبعاً مال سے عزیز تر سمجھتا ہے اور مال کو ان کی راہ میں فدا کرتا ہے۔ پس بلاشبہ مال کے چھوڑنے سے خدا کے لئے شہوات کو چھوڑنا بہت بھاری ہے اور لفظ اَفْلَحَ جو اس آیت سے بھی تعلق رکھتا ہے اُس کے اس جگہ یہ معنی ہیں کہ جیسے شہواتِ نفسانیہ سے انسان کو طبعاً شدید تعلق ہوتا ہے ایسا ہی ان کے چھوڑنے کے بعد وہی شدید تعلق خدا تعالیٰ سے ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو شخص کوئی چیز خدا تعالیٰ کی راہ میں کھوتا ہے اُس سے بہتر پالیتا ہے۔

لُطْفٍ اَوْ تَرَكَ طَالِبَانَ نَهْ كَنْدُ كَسْ بَهْ كَارِ رَهْشِ زِيَانِ نَهْ كَنْدُ
 ہر کہ آن راہِ جُستِ یافته است تافت آن رو کہ سر نافتہ است

پھر پانچواں کام مومن کا جس سے پانچویں درجہ تک قوتِ ایمانی پہنچ جاتی ہے عند العقل یہ ہے کہ صرف ترکِ شہواتِ نفس ہی نہ کرے بلکہ خدا کی راہ میں خود نفس کو ہی ترک کر دے اور اس کے فدا کرنے پر تیار رہے۔ یعنی نفس جو خدا کی امانت ہے اسی مالک کو واپس دیدے اور نفس سے صرف اس قدر تعلق رکھے جیسا کہ ایک امانت سے تعلق ہوتا ہے اور دقائقِ تقویٰ ایسے طور پر پوری کرے کہ گویا اپنے نفس اور مال اور تمام چیزوں کو خدا کی راہ میں وقف کر چکا ہے۔ اسی طرف یہ آیت اشارہ فرماتی ہے وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رُغُونَ پس جبکہ انسان کے جان و مال اور تمام قسم کے آرام خدا کی امانت ہے جس کو واپس دینا امین ہونے کے لئے شرط ہے لہذا ترکِ نفس وغیرہ کے یہی معنی ہیں کہ یہ امانت خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر کے اس طور سے

☆ جیسا کہ نفس خدا تعالیٰ کی امانت ہے ایسا ہی مال بھی خدا تعالیٰ کی امانت ہے۔ پس جو شخص صرف اپنے مال میں سے زکوٰۃ دیتا ہے وہ مال کو اپنا مال سمجھتا ہے مگر جو شخص مال کو خدا تعالیٰ کی امانت سمجھتا ہے وہ اپنے تمام مال کو خدا تعالیٰ کا مال جانتا ہے اور ہر ایک وقت خدا کی راہ میں دیتا ہے گو کوئی زکوٰۃ اس پر واجب نہ ہو۔ منہ

یہ قربانی ادا کر دے اور دوسرے یہ کہ جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ایمان کے وقت اس کا عہد تھا اور جو عہد اور امانتیں مخلوق کی اس کی گردن پر ہیں ان سب کو ایسے طور سے تقویٰ کی رعایت سے بجا لاوے کہ وہ بھی ایک سچی قربانی ہو جاوے کیونکہ دقائق تقویٰ کو انتہا تک پہنچانا یہ بھی ایک قسم کی موت ہے۔ اور لفظ اَفْلَحَ کا جو اس آیت سے بھی تعلق رکھتا ہے اس کے اس جگہ یہ معنی ہیں کہ جب اس درجہ کا مومن خدا تعالیٰ کی راہ میں بذلِ نفس کرتا ہے اور تمام دقائق تقویٰ بجالاتا ہے۔ تب حضرت احدیت سے انوارِ الہیہ اُس کے وجود پر محیط ہو کر روحانی خوبصورتی اُس کو بخشتے ہیں جیسے کہ گوشت ہڈیوں پر چڑھ کر ان کو خوبصورت بنا دیتا ہے اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں ان دونوں حالتوں کا نام خدا تعالیٰ نے لباس ہی رکھا ہے۔ تقویٰ کا نام بھی لباس ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَاسَّاتِّقُوهُ اور جو گوشت ہڈیوں پر چڑھتا ہے وہ بھی لباس ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَكَسُونَا الْعِظَمَ لَحْمًا کیونکہ كَسَوْتَ جس سے كَسَوْنَا کا لفظ نکلا ہے لباس کو ہی کہتے ہیں۔

اب یاد رہے کہ منتہا سلوک کا پنجم درجہ ہے۔ اور جب پنجم درجہ کی حالت اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اس کے بعد چھٹا درجہ ہے جو محض ایک موہبت کے طور پر ہے اور جو بغیر کسب اور کوشش کے مومن کو عطا ہوتا ہے اور کسب کا اس میں ذرہ دخل نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ جیسے مومن خدا کی راہ میں اپنی روح کھوتا ہے ایک روح اس کو عطا کی جاتی ہے کیونکہ ابتدا سے یہ وعدہ ہے کہ جو کوئی خدا تعالیٰ کی راہ میں کچھ کھوئے گا وہ اُسے پائے گا۔ اس لئے روح کو کھونے والے روح کو پاتے ہیں۔ پس چونکہ مومن اپنی محبت ذاتیہ سے خدا کی راہ میں اپنی جان وقف کرتا ہے اس لئے خدا کی محبت ذاتیہ کی روح کو پاتا ہے جس کے ساتھ روح القدس شامل ہوتا ہے۔ خدا کی محبت ذاتیہ ایک روح ہے اور روح کا کام مومن کے اندر کرتی ہے اس لئے وہ خود روح ہے اور روح القدس اس سے جدا نہیں کیونکہ اس محبت اور روح القدس میں کبھی انفکاک ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی وجہ سے ہم نے اکثر جگہ صرف محبت ذاتیہ الہیہ کا ذکر کیا ہے اور روح القدس کا نام نہیں لیا کیونکہ ان کا باہم تلازم ہے اور جب روح

کسی مومن پر نازل ہوتی ہے تو تمام بوجھ عبادات کا اس کے سر پر سے ساقط ہو جاتا ہے اور اُس میں ایک ایسی قوت اور لذت آجاتی ہے جو وہ قوت تکلف سے نہیں بلکہ طبعی جوش سے یاد الہی اُس سے کراتی ہے اور عاشقانہ جوش اُس کو بخشتی ہے۔ پس ایسا مومن جبرائیل علیہ السلام کی طرح ہر وقت آستانہ الہی کے آگے حاضر رہتا ہے اور حضرت عزت کی دائمی ہمسائیگی اس کے نصیب ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس درجہ کے بارے میں فرماتا ہے وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ^۱ یعنی مومن کامل وہ لوگ ہیں کہ ایسا دائمی حضور اُن کو میسر آتا ہے کہ ہمیشہ وہ اپنی نماز کے آپ نگہبان رہتے ہیں۔ یہ اس حالت کی طرف اشارہ ہے کہ اس درجہ کا مومن اپنی روحانی بقا کے لئے نماز کو ایک ضروری چیز سمجھتا ہے اور اس کو اپنی غذا قرار دیتا ہے جس کے بغیر وہ جی ہی نہیں سکتا۔ یہ درجہ بغیر اس رُوح کے حاصل نہیں ہو سکتا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مومن پر نازل ہوتی ہے کیونکہ جب کہ مومن خدا تعالیٰ کے لئے اپنی جان کو ترک کر دیتا ہے تو ایک دوسری جان پانے کا مستحق ہوتا ہے۔

اس تمام تقریر سے ثابت ہے کہ یہ مراتب ستہ عقل سلیم کے نزدیک اُس مومن کی راہ میں پڑے ہیں جو اپنے وجود روحانی کو کمال تک پہنچانا چاہتا ہے اور ہر ایک انسان تھوڑے سے غور کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ ضرور مومن پر اس کے سلوک کے وقت چھ حالتیں آتی ہیں۔ وجہ یہ کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ سے کامل تعلق نہیں پکڑتا تب تک اُس کا نفس ناقص پانچ خراب حالتوں سے پیار کرتا ہے اور ہر ایک حالت کا پیار دُور کرنے کے لئے ایک ایسے سبب کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اس پیار پر غالب آجائے۔ اور نیا پیار پہلے پیار کا علاقہ توڑ دے۔

چنانچہ پہلی حالت جس سے وہ پیار کرتا ہے یہ ہے کہ وہ ایک غفلت میں پڑا ہوتا ہے اور اس کو بالکل خدا تعالیٰ سے بُعد اور دُوری ہوتی ہے اور نفس ایک کفر کے رنگ میں ہوتا ہے اور غفلت کے پردے تکبر اور لاپرواہی اور سنگدلی کی طرف اس کو کھینچتے ہیں اور خشوع اور خضوع اور تواضع اور فروتنی اور انکسار کا نام و نشان اس میں نہیں ہوتا اور اسی اپنی حالت سے وہ محبت کرتا ہے اور

﴿۷۵﴾

اس کو اپنے لئے بہتر سمجھتا ہے اور پھر جب عنایتِ الہیہ اس کی اصلاح کی طرف توجہ کرتی ہے تو کسی واقعہ کے پیدا ہونے سے یا کسی آفت کے نازل ہونے سے خدا تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت اور جبروت کا اس کے دل پر اثر پڑتا ہے اور اس اثر سے اُس پر ایک حالت خشوع پیدا ہو جاتی ہے جو اُس کے تکبر اور گردن کشی اور غفلت کی عادت کو کالعدم کر دیتی ہے اور اس سے علاقہ محبت توڑ دیتی ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو ہر وقت دنیا میں مشاہدہ میں آتی رہتی ہے اور دیکھا جاتا ہے کہ جب ہیبتِ الہی کا تازیانہ کسی خوفناک لباس میں نازل ہوتا ہے تو بڑے بڑے شریروں کی گردن جھکا دیتا ہے اور خوابِ غفلت سے جگا کر خشوع اور خضوع کی حالت بنا دیتا ہے یہ وہ پہلا مرتبہ رجوع الی اللہ کا ہے جو عظمت اور ہیبتِ الہی کے مشاہدہ کے بعد یا کسی اور طور سے ایک سعید الفطرت کو حاصل ہو جاتا ہے اور گو وہ پہلے اپنی عافلانہ اور بے قید زندگی سے محبت ہی رکھتا تھا مگر جب مخالف اثر اُس پہلے اثر سے قوی تر پیدا ہوتا ہے تو اس حالت کو بہر حال چھوڑنا پڑتا ہے۔

پھر اس کے بعد دوسری حالت یہ ہے کہ ایسے مومن کو خدا تعالیٰ کی طرف کچھ رجوع تو ہو جاتا ہے مگر اس رجوع کے ساتھ لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو شغلوں کی پلیدی لگی رہتی ہے جس سے وہ اُنس اور محبت رکھتا ہے۔ ہاں کبھی نماز میں خشوع کے حالات بھی اس سے ظہور میں آتے ہیں لیکن دوسری طرف لغو حرکات بھی اس کے لازم حال رہتی ہیں اور لغو تعلقات اور لغو مجلسیں اور لغو ہنسی ٹھٹھا اس کے گلے کا ہار رہتا ہے۔ گویا وہ دورنگ رکھتا ہے کبھی کبھی کچھ سہ

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر مے کنند
چوں نخلوت مے روند آن کار دیگر مے کنند

پھر جب عنایتِ الہیہ اس کو ضائع کرنا نہیں چاہتی تو پھر ایک اور جلوہ عظمت اور ہیبت اور جبروتِ الہی کا اُس کے دل پر نازل ہوتا ہے جو پہلے جلوہ سے زیادہ تیز ہوتا ہے اور قوتِ ایمانی اُس سے تیز ہو جاتی ہے اور ایک آگ کی طرح مومن کے دل پر پڑ کر تمام خیالات لغو اس کے ایک دم میں بھسم کر دیتی ہے۔ اور یہ جلوہ عظمت اور جبروتِ الہی کا اس قدر حضرتِ عزت کی محبت

اُس کے دل میں پیدا کرتا ہے کہ لغو کاموں اور لغو شغلوں کی محبت پر غالب آجاتا ہے اور ان کو دفع اور دُور کر کے اُن کی جگہ لے لیتا ہے۔ اور تمام بیہودہ شغلوں سے دل کو سرگرداں دیتا ہے تب لغو کاموں سے دل کو ایک کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔

پھر لغو شغلوں اور لغو کاموں کے دُور ہونے کے بعد ایک تیسری خراب حالت مومن میں باقی رہ جاتی ہے جس سے وہ دوسری حالت کی نسبت بہت محبت رکھتا ہے یعنی طبعاً مال کی محبت اس کے دل میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی زندگی اور آرام کا دار مال کو ہی سمجھتا ہے اور نیز اس کے حاصل ہونے کا ذریعہ صرف اپنی محنت اور مشقت خیال کرتا ہے۔ پس اس وجہ سے اس پر خدا تعالیٰ کی راہ میں مال کا چھوڑنا بہت بھاری اور تلخ ہوتا ہے۔

پھر جب عنایت الہیہ اس ورطہ عظیمہ سے اُس کو نکالنا چاہتی ہے تو رازقیت الہیہ کا علم اُس کو عطا کیا جاتا ہے اور توکل کا بیج اُس میں بویا جاتا ہے اور ساتھ اس کے ہیبت الہیہ بھی کام کرتی ہے اور دونوں تجلیات جمالی اور جلالی اُس کے دل کو اپنے قابو میں لے آتی ہیں۔ تب مال کی محبت بھی دل میں سے بھاگ جاتی ہے اور مال دینے والے کی محبت کا تخم دل میں بویا جاتا ہے اور ایمان قوی کیا جاتا ہے۔ اور یہ قوت ایمانی درجہ سوم کی قوت سے بڑھ کر ہوتی ہے کیونکہ اس جگہ مومن صرف لغو باتوں کو ہی ترک نہیں کرتا بلکہ اُس مال کو ترک کرتا ہے جس پر اپنی خوش زندگی کا سارا مدار سمجھتا ہے۔ اور اگر اس کے ایمان کو قوت توکل عطا نہ کی جاتی اور رازق حقیقی کی طرف آنکھ کا دروازہ نہ کھولا جاتا تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ بخل کی بیماری دُور ہو سکتی۔ پس یہ قوت ایمانی نہ صرف لغو کاموں سے چھڑاتی ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے رازق ہونے پر ایک قوی ایمان پیدا کر دیتی ہے۔ اور نور توکل دل میں ڈال دیتی ہے۔ تب مال جو ایک پارہ جگر سمجھا جاتا ہے بہت آسانی اور شرح صدر سے مومن اس کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہے اور وہ ضعف جو بخل کی حالت میں نومیدی سے پیدا ہوتا ہے۔ اب خدا تعالیٰ پر بہت سی امیدیں ہو کر وہ تمام ضعف جاتا رہتا ہے۔ اور مال دینے والے کی محبت مال کی محبت سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

پھر بعد اس کے چوتھی حالت ہے جس سے نفسِ امارہ بہت ہی پیار کرتا ہے اور جو تیسری حالت سے بدتر ہے کیونکہ تیسری حالت میں تو صرف مال کا اپنے ہاتھ سے چھوڑنا ہے مگر چوتھی حالت میں نفسِ امارہ کی شہواتِ محرمہ کو چھوڑنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مال کا چھوڑنا بہ نسبت شہوات کے چھوڑنے کے انسان پر طبعاً سہل ہوتا ہے۔ اس لئے یہ حالت بہ نسبت حالات گذشتہ کے بہت شدید اور خطرناک ہے اور فطرتاً انسان کو شہواتِ نفسانیہ کا تعلق بہ نسبت مال کے تعلق کے بہت پیارا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مال کو جو اُس کے نزدیک مدارِ آسائش ہے بڑی خوشی سے شہواتِ نفسانیہ کی راہ میں فدا کر دیتا ہے۔ اور اس حالت کے خوفناک جوش کی شہادت میں یہ آیت کافی ہے۔ **وَلَقَدْ هَمَمْتُ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْزَا بُرْهَانَ رَبِّهِ** یعنی یہ ایسا مُنہ زور جوش ہے جو اس کا فرو ہونا کسی برہانِ قوی کا محتاج ہے۔ پس ظاہر ہے کہ درجہ چہارم پر قوتِ ایمانی بہ نسبت درجہ سوم کے بہت قوی اور زبردست ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت اور جبروت کا مشاہدہ بھی پہلے کی نسبت اُس میں زیادہ ہوتا ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ یہ بھی اس میں نہایت ضروری ہے کہ جس لذت ممنوعہ کو دُر کیا گیا ہے اس کے عوض میں روحانی طور پر کوئی لذت بھی حاصل ہو۔ اور جیسا کہ بخل کے دُر کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی رازقیت پر قوی ایمان درکار ہے۔ اور خالی جیب ہونے کی حالت میں ایک قوی توکل کی ضرورت ہے تا بخل بھی دُر ہو اور نبی فتوح پر اُمید بھی پیدا ہو جائے۔ ایسا ہی شہواتِ ناپاکِ نفسانیہ کے دُر کرنے کے لئے اور آتشِ شہوت سے مخلصی پانے کے لئے اس آگ کے وجود پر قوی ایمان ضروری ہے جو جسم اور رُوح دونوں کو عذابِ شدید میں ڈالتی ہے اور نیز ساتھ اس کے اُس روحانی لذت کی ضرورت ہے جو ان کثیف لذتوں سے بے نیاز اور مستغنی کر دیتی ہے۔ جو شخص شہواتِ نفسانیہ محرمہ کے پنچہ میں اسیر ہے وہ ایک اژدہا کے مُنہ میں ہے جو نہایت خطرناک زہر رکھتا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ جیسا کہ لغو حرکات کی بیماری سے بخل کی بیماری بڑھ کر ہے اسی طرح بخل کی بیماری کے مقابل پر شہواتِ نفسانیہ محرمہ کے پنچہ میں اسیر ہونا سب بلاؤں سے زیادہ

بلا ہے جو خدائے تعالیٰ کے ایک خاص رحم کی محتاج ہے اور جب خدا تعالیٰ کسی کو اس بلا سے نجات دینا چاہتا ہے تو اپنی عظمت اور ہیبت اور جبروت کی ایسی تجلّی اس پر کرتا ہے جس سے شہواتِ نفسانیہ محرمہ پارہ پارہ ہو جاتی ہیں اور پھر جمالی رنگ میں اپنی لطیف محبت کا ذوق اس کے دل میں ڈالتا ہے اور جس طرح شیر خوار بچہ دودھ چھوڑنے کے بعد صرف ایک رات تلخی میں گزارتا ہے بعد اس کے اس دودھ کو ایسا فراموش کر دیتا ہے کہ چھاتیوں کے سامنے بھی اگر اس کے منہ کو رکھا جائے تب بھی دودھ پینے سے نفرت کرتا ہے۔ یہی نفرت شہواتِ محرمہ نفسانیہ سے اُس راستباز کو ہو جاتی ہے جس کو نفسانی دودھ چھڑا کر ایک روحانی غذا اس کے عوض میں دی جاتی ہے۔

پھر چوتھی حالت کے بعد پانچویں حالت ہے جس کے مفاسد سے نہایت سخت اور شدید محبت نفس امارہ کو ہے کیونکہ اس مرتبہ پر صرف ایک لڑائی باقی رہ جاتی ہے اور وہ وقت قریب آجاتا ہے کہ حضرت عزت جلال شانہ کے فرشتے اس وجود کی تمام آبادی کو فسخ کر لیں اور اُس پر اپنا پورا تصرف اور دخل کر لیں اور تمام نفسانی سلسلہ کو درہم برہم کر دیں۔ اور نفسانی قوی کے قریہ کو ویران کر دیں اور اس کے نمبر داروں کو ذلیل اور پست کر کے دکھلا دیں اور پہلی سلطنت پر ایک تباہی ڈال دیں اور انقلاب سلطنت پر ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعْرَآةَ أَهْلِهَا آذِلَّةً وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ اور یہ مومن کے لئے ایک آخری امتحان اور آخری جنگ ہے جس پر اُس کے تمام مراتب سلوک ختم ہو جاتے ہیں اور اس کا سلسلہ ترقیات جو کسب اور کوشش سے ہے انتہا تک پہنچ جاتا ہے۔ اور انسانی کوششیں اپنے اخیر نقطہ تک منزل طے کر لیتی ہیں۔ پھر بعد اس کے صرف مہبت اور فضل کا کام باقی رہ جاتا ہے جو خلقِ آخر کے متعلق ہے۔ اور یہ پانچویں حالت چوتھی حالت سے مشکل تر ہے کیونکہ چوتھی حالت میں تو صرف مومن کا کام یہ ہے کہ شہواتِ محرمہ نفسانیہ کو ترک کرے مگر پانچویں حالت میں مومن کا کام یہ ہے کہ نفس کو بھی ترک کر دے اور اس کو خدا تعالیٰ کی امانت سمجھ کر خدا تعالیٰ کی طرف واپس کرے اور خدا کے کاموں میں اپنے نفس کو وقف کر کے

اس سے خدمت لے اور خدا کی راہ میں بذلِ نفس کرنے کا ارادہ رکھے اور اپنے نفس کی نفی و وجود کے لئے کوشش کرے۔ کیونکہ جب تک نفس کا وجود باقی ہے گناہ کرنے کے لئے جذبات بھی باقی ہیں جو تقویٰ کے برخلاف ہیں۔ اور نیز جب تک وجودِ نفس باقی ہے ممکن نہیں کہ انسان تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مار سکے یا پورے طور پر خدا کی امانتوں اور عہدوں یا مخلوق کی امانتوں اور عہدوں کو ادا کر سکے لیکن جیسا کہ بخل بغیر توکل اور خدا کی رازقیت پر ایمان لانے کے ترک نہیں ہو سکتا اور شہواتِ نفسانیہِ محرّمہ بغیر استیلاءِ ہیبت اور عظمتِ الہی اور لذاتِ روحانیہ کے چھوٹ نہیں سکتیں ایسا ہی یہ مرتبہ عظمیٰ کہ ترکِ نفس کر کے تمام امانتیں خدا تعالیٰ کی اس کو واپس دی جائیں کبھی حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک تیز آندھی عشقِ الہی کی چل کر کسی کو اس کی راہ میں دیوانہ نہ بنا دے۔ یہ تو درحقیقت عشقِ الہی کے مستوں اور دیوانوں کے کام ہیں دنیا کے عقلمندوں کے کام نہیں۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

اسی کی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاٰمَانَةَ عَلٰی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَابْتَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ہم نے اپنی امانت کو جو امانت کی طرح واپس دینی چاہیے تمام زمین و آسمان کی مخلوق پر پیش کیا۔ پس سب نے اُس امانت کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈرے کہ امانت کے لینے سے کوئی خرابی پیدا نہ ہو مگر انسان نے اس امانت کو اپنے سر پر اٹھالیا کیونکہ وہ ظلم اور جہول تھا۔ یہ دونوں لفظ انسان کے لئے محلِ مدح میں ہیں نہ محلِ مذمت میں اور ان کے معنی یہ ہیں کہ انسان کی فطرت میں ایک صفت تھی کہ وہ خدا کے لئے اپنے نفس پر ظلم اور سختی کر سکتا تھا۔ اور ایسا خدا تعالیٰ کی طرف جھک سکتا تھا کہ اپنے نفس کو فراموش کر دے اس لئے اُس نے منظور کیا کہ اپنے تمام وجود کو امانت کی طرح پاوے اور پھر خدا کی راہ میں خرچ کر دے۔

اور اس پانچویں مرتبہ کے لئے یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ لَا مَلِيْئِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ یعنی مومن وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں یعنی ادائے امانت

اور ایفائے عہد کے بارے میں کوئی دقیقہ تقویٰ اور احتیاط کا باقی نہیں چھوڑتے۔ یہ اس امانت کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کا نفس اور اس کے تمام قویٰ اور آنکھ کی بینائی اور کانوں کی شنوائی اور زبان کی گویائی اور ہاتھوں پیروں کی قوت یہ سب خدا تعالیٰ کی امانتیں ہیں جو اُس نے دی ہیں اور جس وقت وہ چاہے اپنی امانتوں کو واپس لے سکتا ہے۔ پس ان تمام امانتوں کا رعایت رکھنا یہ ہے کہ باریک درباریک تقویٰ کی پابندی سے خدا تعالیٰ کی خدمت میں نفس اور اُس کے تمام قویٰ اور جسم اور اس کے تمام قویٰ اور جو ارح کو لگایا جائے اس طرح پر کہ گویا یہ تمام چیزیں اُس کی نہیں بلکہ خدا کی ہو جائیں اور اُس کی مرضی سے نہیں بلکہ خدا کی مرضی کے موافق ان تمام قویٰ اور اعضاء کا حرکت اور سکون ہو اور اس کا ارادہ کچھ بھی نہ رہے بلکہ خدا کا ارادہ اُن میں کام کرے اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں اس کا نفس ایسا ہو جیسا کہ مُردہ زندہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور یہ خود رائی سے بے دخل ہو اور خدا تعالیٰ کا پورا تصرف اس کے وجود پر ہو جائے یہاں تک کہ اُس سے دیکھے اور اُس سے سنے اور اُس سے بولے اور اُس سے حرکت یا سکون کرے اور نفس کی دقیق درد دقیق آلائشیں جو کسی خوردبین سے بھی نظر نہیں آسکتیں دُور ہو کر فقط رُوح رہ جائے۔ غرض مبہمت خدا کی اس پر احاطہ کر لے اور اپنے وجود سے اس کو کھودے اور اُس کی حکومت اپنے وجود پر کچھ نہ رہے اور سب حکومت خدا کی ہو جائے اور نفسانی جوش سب مفقود ہو جائیں اور الوہیت کے ارادے اُس کے وجود میں جوش زن ہو جائیں۔ پہلی حکومت بالکل اٹھ جائے اور دوسری حکومت دل میں قائم ہو اور نفسانیت کا گھر ویران ہو اور اُس جگہ پر حضرت عزت کے خیمے لگائے جائیں اور ہیبت اور جبروت الہی تمام اُن پودوں کو جن کی آب پاشی گندے چشمہ نفس سے ہوتی تھی اس پلید جگہ سے اکھیڑ کر رضا جوئی حضرت عزت کی پاک زمین میں لگا دئے جائیں اور تمام آرزوئیں اور تمام ارادے اور تمام خواہشیں خدا میں ہو جائیں اور نفس امارہ کی تمام عمارتیں منہدم کر کے خاک میں ملا دی جائیں اور ایک ایسا پاک محل تقدس اور تطہر کا دل میں طیار کیا جاوے جس میں حضرت عزت نازل ہو سکے اور اس کی روح اس میں آباد ہو سکے

اس قدر تکمیل کے بعد کہا جائے گا کہ وہ امانتیں جو منعم حقیقی نے انسان کو دی تھیں وہ واپس کی گئیں۔ تب ایسے شخص پر یہ آیت صادق آئے گی وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَلَتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رُءُوفُونَ اُس درجہ پر صرف ایک قالب تیار ہوتا ہے اور تجلی الہی کی رُوح جس سے مراد محبت ذاتیہ حضرت عزت ہے بعد اس کے مع رُوح القدس ایسے مومن کے اندر داخل ہوتی اور نئی حیات اُس کو بخشی ہے اور ایک نئی قوت اس کو عطا کی جاتی ہے اور اگرچہ یہ سب کچھ رُوح کے اثر سے ہی ہوتا ہے لیکن ہنوز رُوح مومن سے صرف ایک تعلق رکھتی ہے اور ابھی مومن کے دل کے اندر آباد نہیں ہوتی۔

پھر بعد اس کے وجود رُوحانی کا مرتبہ ششم ہے یہ وہی مرتبہ ہے جس میں مومن کی محبت ذاتیہ اپنے کمال کو پہنچ کر اللہ جلّ شانہ کی محبت ذاتیہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب خدا تعالیٰ کی وہ محبت ذاتی مومن کے اندر داخل ہوتی اور اس پر احاطہ کرتی ہے جس سے ایک نئی اور فوق العادت طاقت مومن کو ملتی ہے اور وہ ایمانی طاقت ایمان میں ایک ایسی زندگی پیدا کرتی ہے جیسے ایک قالب بے جان میں رُوح داخل ہو جاتی ہے بلکہ وہ مومن میں داخل ہو کر درحقیقت ایک رُوح کا کام کرتی ہے۔ تمام قوئی میں اس سے ایک نور پیدا ہوتا ہے۔ اور رُوح القدس کی تائید ایسے مومن کے شامل حال ہوتی ہے کہ وہ باتیں اور وہ علوم جو انسانی طاقت سے برتر ہیں وہ اس درجہ کے مومن پر کھولے جاتے ہیں اور اس درجہ کا مومن ایمانی ترقیات کے تمام مراتب طے کر کے ان ظلی کمالات کی وجہ سے جو حضرت عزت کے کمالات سے اُس کو ملتے ہیں آسمان پر خلیفۃ اللہ کا لقب پاتا ہے کیونکہ جیسا کہ ایک شخص جب آئینہ کے مقابل پر کھڑا ہوتا ہے تو تمام نقوش اس کے منہ کے نہایت صفائی سے آئینہ میں منعکس ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی اس درجہ کا مومن جو نہ صرف ترک نفس کرتا ہے بلکہ نفی وجود اور ترک نفس کے کام کو اس درجہ کے کمال تک پہنچاتا ہے کہ اس کے وجود میں سے کچھ بھی نہیں رہتا اور صرف آئینہ کے رنگ میں ہو جاتا ہے۔ تب ذات الہی کے تمام نقوش اور تمام

اخلاق اس میں مندرج ہو جاتے ہیں اور جیسا کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ آئینہ جو ایک سامنے کھڑے ہونے والے مُنہ کے تمام نقوش اپنے اندر لے کر اس مُنہ کا خلیفہ ہو جاتا ہے اسی طرح ایک مومن بھی ظلی طور پر اخلاق اور صفاتِ الہیہ کو اپنے اندر لے کر خلافت کا درجہ اپنے اندر حاصل کرتا ہے اور ظلی طور پر الہی صورت کا مظہر ہو جاتا ہے اور جیسا کہ خدا غیب الغیب ہے اور اپنی ذات میں وراء الراء ہے ایسا ہی یہ مومن کامل اپنی ذات میں غیب الغیب اور وراء الراء ہوتا ہے۔ دنیا اس کی حقیقت تک پہنچ نہیں سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا کے دائرہ سے بہت ہی دُور چلا جاتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ خدا جو غیر متبدل اور حی و قیوم ہے وہ مومن کامل کی اُس پاک تبدیلی کے بعد جب کہ مومن خدا کے لئے اپنا وجود بالکل کھودیتا ہے اور ایک نیا چولا پاک تبدیلی کا پہن کر اُس میں سے اپنا سر نکالتا ہے۔ تب خدا بھی اس کے لئے اپنی ذات میں ایک تبدیلی کرتا ہے مگر یہ نہیں کہ خدا کی ازلی ابدی صفات میں کوئی تبدیلی ہوتی ہے۔ نہیں بلکہ وہ قدیم سے اور ازل سے غیر متبدل ہے۔ لیکن یہ صرف مومن کامل کے لئے جلوہ قدرت ہوتا ہے اور ایک تبدیلی جس کی ہم گنہ نہیں سمجھ سکتے مومن کی تبدیلی کے ساتھ خدا میں بھی ظہور میں آجاتی ہے مگر اس طرح پر کہ اُس کی غیر متبدل ذات پر کوئی گرد و غبار حدوث کا نہیں بیٹھتا۔ وہ اسی طرح غیر متبدل ہوتا ہے جس طرح وہ قدیم سے ہے لیکن یہ تبدیلی جو مومن کی تبدیلی کے وقت ہوتی ہے یہ اس قسم کی ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ جب مومن خدائے تعالیٰ کی طرف حرکت کرتا ہے تو خدا اس کی نسبت تیز حرکت کے ساتھ اُس کی طرف آتا ہے اور ظاہر ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ تبدیلیوں سے پاک ہے ایسا ہی وہ حرکتوں سے بھی پاک ہے۔ لیکن یہ تمام الفاظ استعارہ کے رنگ میں بولے جاتے ہیں اور بولنے کی اس لئے ضرورت پڑتی ہے کہ تجربہ شہادت دیتا ہے کہ جیسے ایک مومن خدائے تعالیٰ کی راہ میں نیستی اور فنا اور استہلاک کر کے اپنے تئیں ایک نیا وجود بناتا ہے اس کی ان تبدیلیوں کے مقابل پر خدا بھی اس کے لئے ایک نیا ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ وہ معاملات کرتا ہے جو دوسرے کے ساتھ کبھی نہیں کرتا۔ اور اس کو اپنے ملکوت اور اسرار کا وہ سیر

کراتا ہے جو دوسرے کو ہرگز نہیں دکھلاتا۔ اور اس کے لئے وہ کام اپنے ظاہر کرتا ہے جو دوسروں کے لئے ایسے کام کبھی ظاہر نہیں کرتا۔ اور اس قدر اس کی نصرت اور مدد کرتا ہے کہ لوگوں کو تعجب میں ڈالتا ہے۔ اس کے لئے خوارق دکھلاتا ہے اور معجزات ظاہر کرتا اور ہر ایک پہلو سے اس کو غالب کر دیتا ہے اور اس کی ذات میں ایک قوت کشش رکھ دیتا ہے جس سے ایک جہان اُس کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے اور وہی باقی رہ جاتے ہیں جن پر شقاوتِ ازلی غالب ہے۔

﴿۸۳﴾

پس ان تمام باتوں سے ظاہر ہے کہ مومن کامل کی پاک تبدیلی کے ساتھ خدا تعالیٰ بھی ایک نئی صورت کی تجلی سے اُس پر ظاہر ہوتا ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اُس نے انسان کو اپنے لئے پیدا کیا ہے کیونکہ جب انسان خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا شروع کرے تو اُسی دن سے بلکہ اُسی گھڑی سے بلکہ اُسی دم سے خدا تعالیٰ کا رجوع اُس کی طرف شروع ہو جاتا ہے اور وہ اُس کا متولی اور متکفل اور حامی اور ناصر بن جاتا ہے اور اگر ایک طرف تمام دنیا ہو اور ایک طرف مومن کامل تو آخر غلبہ اُسی کو ہوتا ہے کیونکہ خدا اپنی محبت میں صادق ہے اور اپنے وعدوں میں پورا۔ وہ اس کو جو درحقیقت اُس کا ہو جاتا ہے ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ ایسا مومن آگ میں ڈالا جاتا ہے اور گلزار میں سے نکلتا ہے۔ وہ ایک گرداب میں دھکیل دیا جاتا اور ایک خوشنما باغ میں سے نمودار ہو جاتا ہے۔ دشمن اس کے لئے بہت منصوبے کرتے اور اس کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں لیکن خدا ان کے تمام مکروں اور منصوبوں کو پاش پاش کر دیتا ہے کیونکہ وہ اس کے ہر قدم کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے آخر اُس کے ذلت چاہنے والے ذلت کی مار سے مرتے ہیں اور نامرادی اُن کا انجام ہوتا ہے لیکن وہ جو اپنے تمام دل اور تمام جان اور تمام ہمت کے ساتھ خدا کا ہو گیا ہے وہ نامراد ہرگز نہیں مرتا اور اُس کی عمر میں برکت دی جاتی ہے اور ضرور ہے کہ وہ جیتا رہے جب تک اپنے کاموں کو پورا کر لے۔ تمام برکتیں اخلاص میں ہیں اور تمام اخلاص خدا کی رضا جوئی میں اور تمام خدا کی رضا جوئی اپنی رضا کے چھوڑنے میں۔ یہی موت ہے جس کے بعد زندگی ہے مبارک وہ جو اس زندگی میں سے حصہ لے۔

اب واضح ہو کہ جہاں تک ہم نے سورۃ المؤمنون کی آیات مدوحہ بالا کے معجزہ ہونے کی نسبت لکھنا تھا وہ سب ہم لکھ چکے اور بخوبی ثابت کر چکے کہ سورۃ موصوفہ کی ابتدا میں مومن کے وجود روحانی کے چھ مراتب قرار دیئے ہیں اور مرتبہ ششم خلق آخر کا رکھا ہے۔ یہی مراتب ستہ سورۃ موصوفہ بالا میں جسمانی پیدائش کے بارہ میں بعد ذکر پیدائش روحانی بیان فرمائے گئے ہیں۔ اور یہ ایک علمی اعجاز ہے۔ اور یہ علمی تکتہ قرآن شریف سے پہلے کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ پس ان آیات کا آخری حصہ یعنی فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ بلاشبہ ایک علمی معجزہ کی جڑ ہے کیونکہ وہ ایک اعجازی موقعہ پر چسپاں کیا گیا ہے۔ اور انسان کے لئے یہ بات ممکن نہیں کہ اپنے بیان میں ایسی اعجازی صورت پیدا کرے اور پھر اس پر آیت فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ چسپاں کرے۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ آیات مذکورہ بالا میں جو مقابلہ انسان کے مراتب پیدائش روحانی اور پیدائش جسمانی میں دکھلایا گیا ہے وہ علمی معجزہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ معجزہ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی انسان اس کے مثل بنانے پر قادر نہ ہو سکے یا گذشتہ زمانہ میں قادر نہ ہو سکا ہو اور نہ بعد میں قادر ہونے کا ثبوت ہو۔ پس ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ یہ بیان انسانی پیدائش کی دقیق فلاسفی کا جو قرآن شریف میں مندرج ہے یہ ایک ایسا بے مثل و مانند بیان ہے کہ اس کی نظیر پہلے اس سے کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ نہ اس زمانہ میں ہم نے سنا کہ کسی ایسے شخص کو جو قرآن شریف کا علم نہیں رکھتا اس فلاسفی کے بیان کرنے میں قرآن شریف سے تو وارد ہوا ہو۔ اور جب کہ قرآن شریف اپنے جمیع معارف اور نشانیوں اور فصاحت بلاغت کے لحاظ سے معجزہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ آیات قرآن شریف کا ایک حصہ ہے جو دعویٰ اعجاز میں داخل ہے پس اس کا بے مثل و مانند ثابت ہونا باوجود دعویٰ اعجاز اور طلب مقابلہ کے بلاشبہ معجزہ ہے۔ اور معترض کے بقیہ اعتراضات کا جواب ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

قوله۔ عفت الدیار محلها و مقامها ایک پُرانے شاعر کا مصرع ہے۔ کیا کسی

نبی کو کبھی ایسی وحی ہوئی جس کے الفاظ حرفاً و ہی ہوں جو اس نبی سے پہلے کسی آدمی کی زبان سے نکل چکے ہوں۔

اقول۔ جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں ایسی وحی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تھی۔ یعنی فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ یہ وہ فقرہ ہے جو عبد اللہ ابن ابی سرح کے منہ سے نکلا تھا اور بعینہ یہی وحی الہی ہوئی تھی۔ اور اسی ابتلا سے عبد اللہ بد قسمت مرتد ہو گیا تھا۔ پس ایسا اعتراض عبد اللہ مرتد کے خیالات کی پیروی ہے جس سے پرہیز کرنا چاہیے تھا۔ اور یہ فقرہ یعنی عفت الدیار محلّھا و مقامھا یہ لبید رضی اللہ عنہ جو صحابی تھے ان کے شعر کا پہلا مصرع ہے۔ پورا شعر یہ ہے۔

عفت الدیار محلّھا و مقامھا بِمَنْسَى تَأْبَدُ غَوْلُهَا فَرَجَامُهَا

اس کے یہ معنی ہیں کہ میرے پیاروں کے گھر منہدم ہو گئے۔ ان عمارتوں کا نام و نشان نہ رہا جو عارضی سکونت کی عمارتیں تھیں اور نہ وہ عمارتیں رہیں جو مستقل سکونت کی عمارتیں تھیں۔ دونوں قسم کی عمارتیں نابود ہو گئیں اور وہ عمارتیں مٹی میں واقع تھیں جو نجد کی زمین میں ہے۔ مٹی دو ہیں۔ ایک مٹی مکہ اور ایک مٹی نجد۔ اس جگہ مٹی نجد مراد ہے۔ اور پھر شاعر کہتا ہے کہ اُس سرزمین کے دو شہر جن میں سے ایک کا نام غُول تھا اور دوسرے کا نام زَجَام تھا یہ ایسے منہدم ہو کر نابود ہو گئے اور زمین سے ہموار ہو گئے کہ اب ان شہروں کی جگہ ایک جنگل پڑا ہے جہاں وحشی جانور ہرن وغیرہ رہتے ہیں۔ یہ معنی اس عربی لفظ کے ہیں یعنی تَأْبَدُ کے جو شعر میں موجود ہے تَأْبَدُ کا لفظ اَوَابِد سے لیا گیا ہے اور اَوَابِد جنگلی جانوروں ہرن وغیرہ کو کہتے ہیں۔ اور اَوَابِد کا لفظ اَبَد سے لیا گیا ہے۔ اس کے معنی ہیں ہمیشہ جینے والے۔ چونکہ ہرن وغیرہ اکثر اپنی موت سے نہیں مرتے بلکہ شکار کئے جاتے ہیں اور دوسرے کے ذریعہ سے ان کی موت آتی ہے اس لئے ان کا نام اَوَابِد رکھا گیا۔

قولہ۔ اگر انسان کے قول سے خدا کا بھی تو اردہ ہو سکتا ہے تو خدا کے قول اور

بندے کے قول میں فرق کیا ہوا؟

اقول۔ ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن شریف ان معنوں سے معجزہ ہے کہ کسی انسان کی عبارت کو قرآن شریف کی ایک لمبی عبارت کے ساتھ جو دس آیت سے کم نہ ہو تو ارد نہیں ہو سکتا اور اس قدر عبارت قرآن شریف کی اس درجہ کی فصاحت بلاغت اور دیگر معارف اور حقائق اپنے اندر رکھتی ہے جو انسانی طاقتیں اس کی مثل پیش نہیں کر سکتیں اس لئے عبارت قرآنی اس شرط کے ساتھ کہ دس آیت کی مقدار سے کم نہ ہو معجزہ ہے جیسا کہ قرآن شریف میں اس کی تصریح موجود ہے مگر ایک فقرہ جو زیادہ سے زیادہ ایک آیت یا دو آیت کے برابر ہو اس قدر فقرہ میں انسان کے کلام کا خدا کے کلام سے بظاہر تو ارد ہو سکتا ہے مگر پھر بھی اندرونی طور پر خدا کی کلام میں بعض پوشیدہ معارف اور ایک قسم کا نور ہوتا ہے اور نیز معجزہ میں سے ایک حصہ اس میں مخفی ہوتا ہے۔ جیسا کہ انسان اور ہرن میں ماہ الامتیاز مجموعی حالت پر نظر ڈال کر ظاہر ہے لیکن تاہم ہرن کی آنکھ انسان کی آنکھ سے مشابہ ہے مگر پھر بھی انسان کی آنکھ میں بعض وہ قوتیں ہیں جو ہرن کی آنکھ میں ہرگز نہیں۔

قوله۔ جب عفت الدیار محلّھا و مقامھا کا الہام شائع ہوا تب اُس کے ذیل میں لکھا گیا تھا کہ متعلق طاعون۔ لیکن اب بتایا جاتا ہے کہ زلزلہ کے متعلق ہے۔

اقول۔ عفت الدیار کے عذاب کا طاعون سے تعلق رکھنا اس کو عین طاعون نہیں بنا سکتا ماسوا اس کے یہ قول کہ عفت الدیار کے فقرہ کو طاعون سے تعلق ہے یہ تو انسان کی عبارت ہے۔ اعتراض تب ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ کی وحی میں یہ لفظ ہوتا۔ خدا تعالیٰ کی وحی تو صاف کہتی ہے کہ یہ زلزلہ کے متعلق ہے۔ دیکھو وہ الہام جو اسی اخبار الحکم میں دسمبر ۱۹۰۳ء کے اخیر میں شائع ہوا جس کی یہ عبارت ہے کہ ”زلزلہ کا دھکا“۔ پھر پانچ ماہ بعد اسی پہلے الہام کی اسی اخبار کے پرچہ ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء میں دوسرے الہام نے یہ تصریح کی کہ عفت الدیار محلّھا و مقامھا۔ افسوس یہ کیسا مانہ آگیا کہ دو جگہ ایک ہی اخبار میں خدا کا کلام موجود ہے

اور ایک کلام دوسرے کی تشریح کرتا ہے۔ اس کی طرف کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا اور انسانی الفاظ کو پیش کرتے ہیں جس کی غلطی کا الہام الہی ذمہ وار نہیں۔ مسلمانوں کی اولاد کہلا کر اس قدر تعصب۔ خدا جانے اس کا وبال آئندہ کیا ہوگا۔

ماسوا اس کے ہمیں اس بات سے انکار نہیں ہے کہ پیش از وقت کسی پیشگوئی کی پوری حقیقت نہیں کھلتی اور ممکن ہے کہ انسانی تشریح میں غلطی بھی ہو جائے اسی لئے کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں گذرا جس نے اپنی کسی پیشگوئی کے معنے کرنے میں کبھی غلطی نہ کھائی ہو لیکن اگر قبل از وقت اجتہادی طور پر کوئی نبی اپنی پیشگوئی کے معنے کرنے میں کسی طور کی غلطی کھاوے تو اس پیشگوئی کی شان اور عزت میں فرق نہیں آئے گا۔ کیونکہ ربانی پیشگوئی ایک خارق عادت اور انسانی نظر سے بلند اور انسانی خیالات سے برتر ہے۔ کیا آپ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ فرق آجاتا ہے اگر یہی حال ہے تو میں ایک لمبی فہرست ایسی پیشگوئیوں کی آپ کو دے سکتا ہوں جن کے سمجھنے میں اولوالعزم نبیوں نے غلطی کھائی تھی۔ مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ بعد اس کے ایسا اعتراض ہرگز نہیں کریں گے اور متنبہ ہو جائیں گے کہ یہ اعتراض کہاں تک پہنچتا ہے صاف ظاہر ہے کہ جب پیشگوئی ظہور میں آجائے اور اپنے ظہور سے اپنے معنے آپ کھول دے اور اُن معنوں کو پیشگوئی کے الفاظ کے آگے رکھ کر بدیہی طور پر معلوم ہو کہ وہی سچے ہیں تو پھر ان میں نکتہ چینی کرنا ایمان داری نہیں ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ الہام مذکورہ بالا کے یہی معنے ہیں کہ ایک حصہ ملک کی عمارتیں گر جائیں گی۔ پس اس صورت میں یہ الہام اپنے ظاہری معنوں کے رُو سے طاعون پر کیونکر صادق آسکتا ہے۔ اور جس حالت میں ایک حادثہ سے عمارتیں گر گئیں تو وہی حادثہ مصداق اس پیشگوئی کا ہوگا۔ کیا طاعون میں بھی عمارتیں گر کر آرتی ہیں۔ پھر ماسوا اس کے اس پیشگوئی سے پہلے الہام میں جو صرف پانچ ماہ پہلے اسی اخبار میں شائع ہو چکا تھا صاف طور پر زلزلہ کا لفظ موجود ہے اور الہامی لفظ یہ ہیں کہ ”زلزلہ کا دھکا“۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ اسی اخبار میں ایک آنے والے زلزلہ کی خبر دی گئی ہے۔

اب آپ خود منصف ہو کر سوچ لیں کہ الہام عفت الیدیار محلّھا و مقامھا اپنے لفظی معنوں کے رُو سے اس زلزلہ کی پیشگوئی پر چسپاں ہوتا ہے جو پہلے اس سے ذکر بھی کیا گیا یا طاعون پر ماسوا اس کے زلزلہ کی پیشگوئی کا اس فقرہ سے یعنی عفت الیدیار کی پیشگوئی سے جیسا کہ معنوں کی رُو سے تعلق ہے ایسا ہی قُرب زمانی کی رُو سے بھی تعلق ہے اور وہ یہ کہ عفت الیدیار کے الہام سے پانچ ماہ پہلے صریح الفاظ میں زلزلہ کا الہام ہو چکا ہے اور دونوں پیشگوئیاں ایک دوسرے کے بعد شائع ہو چکی ہیں۔ یعنی پہلے ”زلزلہ کا دھگّا“ اور پھر عفت الیدیار محلّھا و مقامھا اور ان دونوں کے اندر طاعون کا کوئی ذکر نہیں۔

قوله۔ اگر الہام عفت الیدیار الخ کی نسبت قطعی طور پر علم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ زلزلہ کے متعلق ہے تو پھر ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا۔

﴿۸۸﴾

اقول۔ افسوس آپ کو سنت اللہ کی کچھ بھی خبر نہیں۔ نبی کے لئے کسی پیشگوئی کے کسی خاص پہلو کا قطعی علم ہونا کہ ضرور اسی پہلو پر ظاہر ہوگی ضروری نہیں پیشگوئی میں اس بات کا ہونا تو ضروری ہے کہ اس کا مفہوم خارق عادت ہو اور انسانی قوت یا مکر و فریب اس کا مقابلہ نہ کر سکے مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک پہلو سے اس پیشگوئی کی حقیقت ظاہر کی جائے۔ توریت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک ضروری پیشگوئی محض گول مول ہے کہ ایک نبی موسیٰ کی مانند بنی اسرائیل میں سے اُن کے بھائیوں میں سے آئے گا۔ اور کہیں کھول کر نہ بتلایا کہ بنی اسماعیل میں سے آئے گا۔ اور اس کا یہ نام اور اس کے باپ کا یہ نام ہوگا۔ اور مکہ میں پیدا ہوگا اور اتنی مدت بعد آئے گا۔ اس لئے یہود کو اس پیشگوئی سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ اور اسی غلطی سے لاکھوں یہود جہنم میں جا پڑے حالانکہ قرآن شریف نے اسی پیشگوئی کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا ہے۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِیْكُمْ رَسُوْلًا شَٰهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۙ اور یہود کہتے ہیں کہ

☆ توریت میں بعض جگہ بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ وہ تم میں سے ہی آئے گا۔ منہ

مثیل موسیٰ یسوعا نبی تھا جو موسیٰ کے فوت ہونے کے بعد اس کا جانشین ہوا۔ اور عیسائی کہتے ہیں کہ مثیل موسیٰ عیسیٰ ہے کیونکہ وہ بھی موسیٰ کی طرح منجی ہو کر آیا ہے۔ اب بتلاؤ کہ توریت کی ایسی پیشگوئی کا جس نے کوئی صاف فیصلہ نہ کیا، کیا فائدہ ہوا؟ جس نبی علیہ السلام کی نسبت پیشگوئی تھی نہ یہود اس کو شناخت کر سکے نہ عیسائی اور دونوں گروہ سعادت قبول سے محروم رہے مگر وہ وحی الہی جو میرے پر نازل ہوئی یعنی عفت الیدیار محلہا و مقامہا یہ جیسا کہ تمہارا خیال ہے مبہم نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے اسی اخبار میں یہ الہام موجود ہے کہ ”زلزلہ کا دھکا“۔ پھر بعد اس کے یہ دوسری وحی کہ عفت الیدیار محلہا و مقامہا اسی زلزلہ کی صفات بیان کرتی ہے جس کا پہلے اسی اخبار میں ذکر ہو چکا ہے۔ اور یہ پیشگوئی طاعون پر کسی طرح صادق نہیں آسکتی۔ اور یہ دونوں وحی ایک ہی اخبار میں صرف پانچ ماہ کے فاصلہ کے ساتھ موجود ہیں یعنی الحکم میں۔ اب بتلاؤ کہ کیا یہ ہٹ دھرمی ہے یا نہیں کہ ایسی عظیم الشان پیشگوئی کو جو دو مرتبہ ایک ہی اخبار میں صریح زلزلہ کا نام اور اس کے صفات بیان کر کے اس عظیم الشان حادثہ کی خبر دیتی ہے نکمی اور لغو قرار دی جائے اور اگر یہی بات ہے تو پھر آپ کا اسلام پر قائم رہنا ہی مشکل ہے معتبر تفسیروں میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی سَيَهْرُفُ الْجَمْعُ وَيُؤْتُونَ الدُّبْرَ^۱ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ یہ پیشگوئی کس موقعہ کے متعلق ہے۔ اور پھر جب بدر کی لڑائی میں فتح عظیم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اب معلوم ہوا کہ اسی فتح عظیم کی یہ پیشگوئی خبر دیتی تھی اور ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو ایک خوشہ انگور دیا گیا کہ یہ ابو جہل کے لئے ہے اور میں حیران تھا کہ ابو جہل کا ایسا خبیث مادہ ہے کہ وہ بہشت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔ اور کچھ بھی اس کے معنی سمجھ نہ آئے۔ آخر وہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ مسلمان ہو گیا اور ایک مرتبہ آپ نے ایک وحی الہی کے مطابق مدینہ سے مکہ کی طرف ایک طول طویل سفر کیا۔ اور وحی الہی میں یہ بشارت دی گئی تھی کہ مکہ کے

اندر داخل ہوں گے اور خانہ کعبہ کا طواف کریں گے۔ اور وقت نہیں بتایا گیا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اجتہاد کی بناء پر اُس سفر کی تکلیف اٹھائی۔ اور وہ اجتہاد صحیح نہ نکلا اور مکہ میں داخل نہ ہو سکے سوا اس جگہ پیشگوئی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی جس سے بعض صحابہ بتلا میں پڑ گئے۔

ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نے خبر دی تھی کہ تو بادشاہ ہوگا۔ انہوں نے اس وحی الہی سے دنیا کی بادشاہی سمجھ لی۔ اور اسی بنا پر حضرت عیسیٰ نے اپنے حواریوں کو حکم دیا کہ اپنے کپڑے بیچ کر ہتھیار خرید لو مگر آخر معلوم ہوا کہ یہ حضرت عیسیٰ کی غلط فہمی تھی اور بادشاہت سے مراد آسمانی بادشاہت تھی نہ زمین کی بادشاہت۔ اصل بات یہ ہے کہ پیغمبر بھی بشر ہی ہوتا ہے اور اس کے لئے یہ نقص کی بات نہیں کہ کسی اپنے اجتہاد میں غلطی کھاوے۔ ہاں وہ غلطی پر قائم نہیں رکھا جاسکتا اور کسی وقت اپنی غلطی پر ضرور متنبہ کیا جاتا ہے۔ اور نبی کی پیشگوئی کو ہمیشہ اس کے خارق عادت مفہوم کی رو سے دیکھنا چاہئے اور اگر کسی خاص پہلو پر پیشگوئی کا ظہور نہ ہو اور کسی دوسرے پہلو پر ظاہر ہو جائے اور اصل امر جو اس پیشگوئی کا خارق عادت ہونا ہے وہ دوسرے پہلو میں بھی پایا جائے۔ اور واقعہ کے ظہور کے بعد ہر ایک عقلمند کو سمجھ آجائے کہ یہی صحیح معنی پیشگوئی کے ہیں جو واقعہ نے اپنے ظہور سے آپ کھول دیئے ہیں تو اس پیشگوئی کی عظمت اور وقعت میں کچھ بھی فرق نہیں آتا۔ اور اس پر ناحق نکتہ چینی کرنا شرارت اور بے ایمانی اور ہٹ دھرمی ہوتی ہے۔

قولہ۔ ایک گول بات کہہ دینی کہ کوئی آفت آنے والی ہے لیکن اس کی کیفیت نہ بتانی کہ کیا آفت ہے اور کب آنے والی ہے پیشگوئی نہیں بلکہ تمسخر ہے اور ہر ایک شخص ایسا کہہ سکتا ہے۔

اقول۔ بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنة الله على الكاذبين۔ ایسے مخالف کو چاہئے کہ اتنا ہی کہہ دے کہ ایسی آفت نہیں آئے گی۔ اور پھر آپ خود سوچ لیں کہ یہ پیشگوئی گول مول کیسے ہوئی۔ جب کہ صریح اس میں زلزلہ کا نام بھی موجود ہے اور یہ بھی موجود ہے کہ اُس میں

ایک حصہ ملک کا نابود ہو جائے گا۔ اور یہ بھی موجود ہے کہ وہ میری زندگی میں آئے گا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی پیشگوئی ہے کہ وہ ان کے لئے نمونہ قیامت ہوگا جن پر یہ زلزلہ آئے گا۔ اور اگر یہ گول مول ہے تو پھر کھلی کھلی پیشگوئی کس کو کہتے ہیں؟ اور یہ کہنا کہ اُس میں وقت نہیں بتایا گیا یہ صرف آپ اسلام پر نہیں بلکہ تمام آسمانی کتابوں پر حملہ کرتے ہیں۔ قرآن شریف میں اکثر ایسی ہی پیشگوئیاں ہیں جن میں کوئی وقت نہیں بتایا گیا۔ تو ریت میں بخت نصر اور طیطوس رومی کی نسبت جو پیشگوئی تھی اس میں کونسا وقت بتایا گیا تھا۔ ایسا ہی تو ریت میں جو مثیل موسیٰ کے آنے کی نسبت پیشگوئی تھی اُس میں کس وقت کی قید لگائی گئی تھی۔ اور انجیل کی پیشگوئیاں جو زلزلوں اور لڑائیوں کے بارے میں ہیں کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اُن میں کسی وقت کا پتہ دیا گیا ہے۔ اور پھر وہ پیشگوئی جو مسیح موعود کے آنے کے بارہ میں ہے جس میں آپ لوگ حضرت عیسیٰ بن مریم کو دوبارہ زمین پر لانا چاہتے ہیں اس میں کس وقت کی خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو خبر دے رکھی ہے تا دور سے آنے والے کے لئے چند قدم استقبال کی نیت سے آپ آگے قدم اٹھائیں اور اگر زیادہ نہیں تو کرہ زمہریر تک ہی پیشوائی کریں اور لحاف وغیرہ ساتھ لے لیں۔ کاش آپ لوگوں نے سوچا ہوتا کہ ایسے اعتراض صرف میرے پر نہیں یہ تو سب اعتراض آپ کے اسلام پر اور نعوذ باللہ قرآن شریف پر پڑتے ہیں بلکہ یہ تو تمام انبیاء گذشتہ پر حملہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب ایک پیشگوئی فی نفسہ خارق عادت ہو یا کسی ایسے غیب پر مشتمل ہو جس کا علم انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ اور پیشگوئی میں صاف طور پر یہ دعویٰ ہو کہ ایسا واقعہ اس ملک میں صد ہا سال تک کبھی ظہور میں نہیں آیا۔ اور دراصل ظہور میں نہ آیا ہو اور پھر وہ واقعہ اپنے دعوے کے موافق ظہور میں آجائے تو پھر ایسی خارق عادت پیشگوئی پر اعتراض کرنا بے ایمانوں کا کام ہے جن کو خدا کی اور سچائی کی پروا نہیں اور ایسے بد قسمت ہمیشہ شقاوت قلبی کی وجہ سے ہر ایک نبی پر اعتراض کرتے رہے ہیں۔ بھلا آپ ہی بتلاویں کہ اس زلزلہ کی نسبت جس مدو شدہ سے پیشگوئی میں

خبر دی گئی ہے۔ کیا آپ دو ہزار برس تک اس ملک میں اس کی کوئی نظیر پیش کر سکتے ہیں؟ اور یاد رہے کہ یہ صرف ایک پیشگوئی نہیں بلکہ بار بار میری معرفت میرے خدا نے براہین احمدیہ حصص سابقین میں اس کی خبر دی ہے۔ مواہب الرحمن میں اس کی خبر موجود ہے۔ رسالہ آمین میں اس کی خبر موجود ہے اور اخبار الحکم کے کئی پرچوں میں مختلف الہامات میں اس کی خبر موجود ہے۔ پھر بھی آپ کے نزدیک یہ پیشگوئی گول مول ہے۔ اب اس کا کیا علاج اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ۔ جن بے جا حملوں کا اسلام پر کرنا غیر مذہب والوں کا کام تھا اب خود مسلمان وہ حملے کرتے ہیں۔ اگر حمایت دین نصیب نہیں تھی تو کم سے کم سوچ کر حملہ کرتے مفت کی رو سیاہی اور آخر حملہ میں جھوٹے ٹکنا کیا یہ دین داری ہے؟ ع

یکے برس شاخ و بن سے برید

اگر اسلامی نور دل میں ہوتا تو خود بخود سمجھ جاتے بلکہ دوسروں کو جواب دیتے۔

قولہ۔ جناب مقدس مرزا صاحب نے دوبارہ زلزلہ آنے کی خبر دی ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ وہ کوئی زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے۔ اور مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب ہوگا۔

اقول۔ میری اس تقریر پر کوئی اعتراض عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن شریف میں جو عربوں کے لئے ایک عذاب کا وعدہ دیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کی کوئی تصریح نہیں کی کہ کس طرح کا عذاب ہوگا اور کس قسم کا ہوگا صرف یہ فرمایا ہے کہ خدا قادر ہے کہ وہ عذاب آسمان سے نازل کرے یا زمین سے بھیجے یا کافروں کو مسلمانوں کی تلوار کا مزہ چکھا دے۔ اب ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اقرار کرتے ہیں کہ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ وہ کس قسم کا عذاب ہوگا۔ اور جب پوچھا گیا کہ وہ عذاب کب آئے گا تو آپ نے کوئی تاریخ نہ بتلائی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ وَيَقُولُونَ كَمْ لِي مِنَ الْوَعْدِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ

یعنی کافر پوچھتے ہیں کہ یہ دعویٰ پورا کب ہوگا اگر تم سچے ہو تو تاریخ عذاب بتاؤ۔ ان کو کہہ دے مجھے کوئی تاریخ معلوم نہیں یہ علم خدا کو ہے۔ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں۔ اور پھر کافروں نے مکرراً عذاب کی تاریخ پوچھی تو یہ جواب ملا۔ **وَلَا تَأْتِيهِمْ سَاعَةٌ وَلَا يَذَكَّرُونَ** یعنی ان کو کہہ دے کہ میں نہیں جانتا کہ عذاب قریب ہے یا دور ہے۔ اب اے سننے والو! یاد رکھو کہ یہ بات سچ ہے اور بالکل سچ ہے اور اس کے ماننے کے بغیر چارہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئیاں کبھی ظاہر پر پوری ہوتی ہیں اور کبھی استعارہ کے رنگ میں۔ پس کسی نبی یا رسول کو یہ حوصلہ نہیں کہ ہر جگہ اور ہر پیشگوئی میں یہ دعویٰ کر دے کہ اس طور پر یہ پیشگوئی پوری ہوگی۔ ہاں البتہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں اس امر کا دعویٰ کرنا نبی کا حق ہے کہ وہ پیشگوئی جس کو وہ بیان کرتا ہے خارق عادت ہے یا انسانی علم سے وراء الوراہ ہے۔ اگر پنجاب میں ہر صدی میں بھی ایسا زلزلہ آجایا کرتا جیسا کہ ۴/۱۷ اپریل ۱۹۰۵ء کو آیا تو اس صورت میں بھی یہ پیشگوئی کچھ بھی چیز نہ ہوتی۔ کیونکہ تمام لوگ اس بات کے کہنے کا حق رکھتے تھے کہ ہمیشہ پنجاب میں ایسے زلزلے آتے ہیں یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے۔ لیکن جب کہ گذشتہ زلزلہ اس خارق عادت طور سے ظاہر ہوا جس خارق عادت طور سے پیشگوئی نے بیان کیا تھا تو پھر سب اعتراض فضول ہو گئے۔ ایسا ہی آئندہ زلزلہ کی نسبت جو پیشگوئی کی گئی ہے وہ کوئی معمولی پیشگوئی نہیں اگر وہ آخر کو معمولی بات نکلی یا میری زندگی میں اُس کا ظہور نہ ہوا تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں مجھے خدا تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہ آفت جس کا نام اس نے زلزلہ رکھا ہے نمونہ قیامت ہوگا اور پہلے سے بڑھ کر اس کا ظہور ہوگا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس آئندہ کی پیشگوئی میں بھی پہلی پیشگوئی کی طرح بار بار زلزلہ کا لفظ ہی آیا ہے اور کوئی لفظ نہیں آیا۔ اور ظاہری معنوں کا بہ نسبت تاویلی معنوں کے زیادہ حق ہے لیکن جیسا کہ تمام انبیاء ادب ربو بیت اور ادب وسعت علم باری ملحوظ رکھتے رہے ہیں اُس ادب کے لحاظ سے اور سنت اللہ کو مدنظر رکھ کر یہ

کہنا پڑتا ہے کہ اگرچہ بظاہر لفظ زلزلہ کا آیا ہے مگر ممکن ہے کہ وہ کوئی اور آفت ہو جو زلزلہ کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہو مگر نہایت شدید آفت ہو جو پہلے سے بھی زیادہ تباہی ڈالنے والی ہو جس کا سخت اثر مکانات پر بھی پڑے۔ اور یہ پیشگوئی تاریخ اور وقت نہ لکھنے سے باطل نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کے ساتھ اس قدر اور تصریحات ہیں جو تاریخ اور وقت لکھنے سے مستغنی کرتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ زلزلہ تیری ہی زندگی میں آئے گا اور اس زلزلہ کے آنے سے تیرے لئے فتح نمایاں ہوگی اور ایک مخلوق کثیر تیری جماعت میں داخل ہو جائے گی۔ اور تیرے لئے وہ آسمانی نشان ہوگا۔ تیری تائید کے لئے خدا خود اترے گا اور اپنے عجائب کام دکھائے گا جو کبھی دنیا نے نہیں دیکھے۔ اور دور دور سے لوگ آئیں گے اور تیری جماعت میں داخل ہوں گے۔ اور وہ زلزلہ پہلے زلزلہ سے بڑھ کر ہوگا اور اس میں قیامت کے آثار ظاہر ہوں گے اور دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرے گا۔ اور خدا فرماتا ہے کہ میں اُس وقت آؤں گا کہ جب دل سخت ہو جائیں گے اور زلزلہ آنے کے خیال سے لوگ اطمینان حاصل کر لیں گے۔ اور خدا فرماتا ہے کہ میں مخفی طور پر آؤں گا اور میں ایسے وقت میں آؤں گا کہ کسی کو بھی اطلاع نہیں ہوگی۔ یعنی لوگ اپنے دنیا کے کاروبار میں سرگرمی اور اطمینان سے مشغول ہوں گے کہ بیکدفعہ وہ آفت نازل ہو جائے گی اور اس سے پہلے لوگ تسلی کر بیٹھے ہوں گے کہ زلزلہ نہیں آئے گا اور اپنے تئیں بے خطر اور امن میں سمجھ لیا ہوگا تب بیکدفعہ یہ آفت

☆ مسیح موعود کے بارے میں جو یہودیوں کو پیشگوئی کے طور پر خبر دی گئی تھی کہ وہ نہیں آئے گا جب تک کہ الیاس نبی دوبارہ آسمان سے نازل نہ ہو۔ لیکن آسمان سے تو کوئی نازل نہ ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعویٰ کر دیا کہ وہ مسیح موعود میں ہوں اور الیاس نبی سے مراد یحییٰ نبی ہے جو مجھ سے پہلے آچکا۔ پس الیاس نبی کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی جس کے یہود منتظر تھے اور اب تک منتظر ہیں حضرت یحییٰ کے ظہور سے بطور استعارہ پوری ہوگئی۔ اس سے ظاہر ہے کہ پیشگوئیوں میں کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ صرف عن الظاهر کر کے استعارہ کے رنگ میں اپنے وعدہ کو پورا کر دیتا ہے۔ منہ

﴿۹۴﴾

اُن کے سروں پر ٹوٹے گی۔ مگر خدا فرماتا ہے کہ وہ بہار کے دن ہوں گے۔ آفتاب بہار کی صبح میں نمودار ہوگا اور خزاں کی شام میں غروب کرے گا۔ تب کئی گھروں میں ماتم پڑے گا کیونکہ انہوں نے وقت کو شناخت نہ کیا۔ علم غیب تک کسی نجومی اور کسی طبقات الارض کے علم کے مدعی کو رسائی نہیں اور کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا ہوگا مگر خدا جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے وہ اپنی مخلوقات کی تہ سے واقف ہے۔

قولہ۔ جس حالت میں قرآن شریف میں دونوں زلزلوں کی خبر ہے پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ شاید وہ زلزلہ ہے یا کوئی اور آفت ہے۔

اقول۔ میں نے تو بار بار کہہ دیا کہ ظاہر الفاظ قرآن شریف کے اور اس وحی الہی کے جو مجھ پر ہوئی زلزلہ کی ہی خبر دیتے ہیں لیکن سنت اللہ ہمیں مجبور کرتی ہے کہ تاویلی احتمال بھی پیش نظر رہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ایک قوم کے لئے ایک جگہ فرماتا ہے۔
 وَزَلَّزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا^۱ یعنی اُن پر سخت زلزلہ آیا حالانکہ اُن پر کوئی زلزلہ نہیں آیا تھا۔ پس دوسری آفت کا نام اس جگہ زلزلہ رکھا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ^۲ یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا ہوگا وہ دوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا یہ بھی ایک پیشگوئی ہے مگر اس کے وہ معنی نہیں ہیں جو ظاہر الفاظ سے سمجھے جاتے ہیں۔ وسعت علم الہی پر ایمان رکھنا اور اپنے علم کو اس کے برابر نہ ٹھہرانا انبیاء اور رسولوں کی صفت ہے۔ قرآن شریف میں بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں پر فتح پانے کا وعدہ دیا گیا تھا مگر جب بدر کی لڑائی شروع ہوئی جو اسلام کی پہلی لڑائی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونا اور دعا کرنا شروع کیا اور دعا کرتے کرتے یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلے اَللّٰهُمَّ اِنْ اَهْلَكَ هَذِهِ الْعِصَابَةَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِي الْاَرْضِ اَبَدًا^۳ یعنی اے میرے خدا! اگر آج تو نے اس جماعت کو (جو صرف تین سو تیرہ آدمی تھے) ہلاک کر دیا تو پھر قیامت تک کوئی تیری بندگی

نہیں کرے گا۔ ان الفاظ کو جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سنا تو عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس قدر بے قرار کیوں ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے تو آپ کو پختہ وعدہ دے رکھا ہے کہ میں فتح دوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سچ ہے مگر اُس کی بے نیازی پر میری نظر ہے۔ یعنی کسی وعدہ کا پورا کرنا خدا تعالیٰ پر حق واجب نہیں ہے۔ اب سمجھنا چاہیے کہ جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طریق ادب ربوبیت کو اس حد تک ملحوظ رکھا تو پھر اس مسلم عقیدہ جمیع انبیاء علیہم السلام سے کیوں منہ پھیر لیا جائے کہ کبھی خدا تعالیٰ کی پیشگوئی ظاہر الفاظ پر پوری ہوتی ہے اور کبھی بطریق استعارہ اور مجاز پوری ہو جاتی ہے۔ اور اس عقیدہ کا مقابلہ نادانی ہے۔ اور یہ کہنا کہ جس پیشگوئی کے نہ ظاہر الفاظ پر بھروسہ ہے اور نہ اس کا وقت بتایا گیا وہ پیشگوئی کیسے ہوئی؟ یہ سفلی زندگی کا خیال ہے اور اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایسے شخص کو سنت اللہ کی کچھ بھی خبر نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جب ایک پیشگوئی کوئی عظمت اور قوت اور خارق عادت خبر اپنے اندر رکھتی ہو اور خدا کا ہاتھ صریح طور پر اس میں وقت ظہور نظر آجائے تو خود دل اس کو قبول کر لیتے ہیں اور کوئی شخص تاریخ وغیرہ کا ذکر نہیں کرتا۔ دراصل یہ جھگڑا اور یہ اعتراض قبل از وقت ہے۔ وہ وقت تو آنے دو بعد میں اعتراض کرنا۔ قبل از وقت واویلا اچھا نہیں ظہور کے وقت پیشگوئی خود بتا دے گی کہ وہ معمولی بات ہے یا غیر معمولی۔

قولہ۔ جب کہ بقول آپ کے قرآن شریف میں بھی دو زلزلوں کی خبر ہے تو اب تو آنے والی آفت کے زلزلہ ہونے میں شک کی جگہ نہ رہی۔

اقول۔ قرآن شریف میں یہ آیت ہے۔ **يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّجْفَةُ تَتَّبِعُهَا الرِّادِقَةُ** یعنی اس دن زمین ایک سخت اضطرابی حرکت کرے گی اور زمین میں ایک سخت اور شدید اضطراب پیدا ہوگا اور اس کے بعد ایک اور اضطراب زمین میں پیدا ہوگا جو پہلے کے بعد ظہور میں آئے گا۔ ان آیتوں کے ظاہر الفاظ میں زلزلہ کا کوئی ذکر نہیں کیونکہ لغت میں رجفان اضطراب شدید کو کہتے ہیں۔ چنانچہ بولا جاتا ہے **رَجَفَ الشَّيْءُ** یعنی **اضْطَرَبَ اضْطِرَابًا شَدِيدًا**

مگر چونکہ زمین کا اضطراب اکثر کر کے زلزلہ سے ہی ہوتا ہے اس لئے ہم نے اس جگہ ظن غالب کے طور پر زلزلہ کے معنے کئے ہیں۔ ورنہ ممکن ہے کہ یہ اضطراب کسی اور حادثہ کی وجہ سے ہو زلزلہ کی وجہ سے نہ ہو یا اس اضطراب سے کوئی اور آفت مراد ہو۔ پس اس جگہ بھی وہی بات قائم رہی جو پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔ یعنی یہ آیت بھی زلزلہ پر قطعاً الدلالت نہیں۔ اگرچہ ظن غالب یہی ہے کہ اس جگہ تَسْرَجِفُ السَّرَّاجِفَةُ سے زلزلہ ہی مراد ہے۔ واللہ اعلم۔ ہم نے کب اور کس وقت اپنی پیشگوئیوں کے الفاظ کے یہ معنے کئے ہیں کہ ان سے مراد زلزلہ نہیں ہے بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ اکثر اور اغلب طور پر زلزلہ کے لفظ سے مراد زلزلہ ہی ہے مگر ممکن ہے کہ قدیم سنت اللہ کے موافق ان الفاظ سے کوئی اور ایسی شدید اور خارق عادت اور سخت تباہی ڈالنے والی آفت مراد ہو جو زلزلہ کا رنگ اور خاصیت اپنے اندر رکھتی ہو کیونکہ خدا تعالیٰ کے کلام میں استعارات بھی اکثر پائے جاتے ہیں جن سے اہل علم کو انکار نہیں مگر ظاہر الفاظ کا سب سے پہلا حق ہے۔ اور ظاہر الفاظ ان پیشگوئیوں کے زلزلہ پر ہی دلالت کرتے ہیں۔

معرض صاحب نے یہ بار بار سوال کیا ہے کہ پیشگوئی کرنے والے نے نہ زلزلہ کے لفظ کو قطعی طور پر زلزلہ ہی قرار دیا ہے اور نہ وقت بتایا ہے پھر اس صورت میں یہ پیشگوئی کیا ہوئی؟ یوں تو قیامت تک کوئی نہ کوئی حادثہ آجائے گا اور سہل ہوگا کہ اسی کو اپنی پیشگوئی قرار دے دیں۔

تعب کہ ہم بار بار کہے جاتے ہیں کہ ظن غالب کے طور پر زلزلہ سے مراد ہماری پیشگوئیوں میں زلزلہ ہی ہے اور اگر وہ نہ ہو تو ایسی خارق عادت آفت مراد ہے جو زلزلہ سے شدید مناسبت رکھتی ہو اور پورے طور پر زلزلہ کا رنگ اس کے اندر موجود ہو پھر بھی معرض صاحب کی اس قدر الفاظ سے تسلی نہیں ہوتی۔ مجھے معلوم نہیں کہ ایسے توہمات کے ساتھ ان کی اسلام پر کیونکر تسلی ہو گئی ہے۔ ہر ایک کو معلوم ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیوں کے

بارے میں اس قدر کافی سمجھا گیا ہے کہ وہ خارق عادت اور انسانی طاقتوں سے بالاتر ہوں یا یہ کہ کسی ایسے غیب پر مشتمل ہوں جو انسانی پیش بینی سے بلند تر ہو۔ جب ایک پیشگوئی خارق عادت کے طور پر بیان کی جائے جس کے بیان کرنے کے وقت کسی عقل اور فہم کو یہ خیال نہ ہو کہ ایسا امر ہونے والا ہے اور صریح وہ ایک غیر معمولی بات ہو جس کی گذشتہ صد ہا سال میں کوئی نظیر نہ پائی جائے اور نہ آئندہ اس کے ظہور کے لئے آثار ظاہر ہوں اور وہ پیشگوئی سچی نکلے تو عقل سلیم حکم دیتی ہے کہ ایسی پیشگوئی ضرور منجانب اللہ سمجھی جائے گی ورنہ تمام نبیوں کی پیشگوئیوں سے انکار کرنا پڑے گا۔ اب ذرہ کان کھول کر سن لو کہ آئندہ زلزلہ کی نسبت جو میری پیشگوئی ہے اُس کو ایسا خیال کرنا کہ اُس کے ظہور کی کوئی بھی حد مقرر نہیں کی گئی یہ خیال سراسر غلط ہے کہ جو محض قلتِ تدبّر اور کثرتِ تعصب اور جلد بازی سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ بار بار وحی الہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیشگوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئے گی۔ اور اگر وہ صرف معمولی بات ہو جس کی نظیریں آگے پیچھے صد ہا موجود ہوں اور اگر کوئی ایسا خارق عادت امر نہ ہو جو قیامت کے آثار ظاہر کرے تو پھر میں خود اقرار کرتا ہوں کہ اس کو پیشگوئی مت سمجھو۔ اس کو بقول اپنے تمسخر ہی سمجھ لو۔ اب میری عمر ستر برس کے قریب ہے اور میں ۳۰ برس کی مدت گذر گئی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی برس کی ہوگی اور یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔ پس اس صورت میں اگر خدا تعالیٰ نے اس آفت شدیدہ کے ظہور میں بہت ہی تاخیر ڈال دی تو زیادہ سے زیادہ سولہ سال ہیں اس سے زیادہ نہیں کیونکہ ضرور ہے کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ظہور میں آجائے۔☆

☆ خدا تعالیٰ کا الہام ایک یہ بھی ہے۔ ”پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی“۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ موعودہ کے وقت بہار کے دن ہوں گے۔ اور جیسا کہ بعض الہامات سے سمجھا جاتا ہے غالباً وہ صبح کا وقت ہوگا یا اس کے قریب اور غالباً وہ وقت نزدیک ہے جب کہ وہ پیشگوئی ظہور میں آجائے اور ممکن ہے کہ خدا اس میں کچھ تاخیر ڈال دے۔ منہ

لیکن پیشگوئی کا مطلب یہ نہیں کہ پورے سولہ سال تک ظہور اس پیشگوئی کا معرض التوا میں رہے گا بلکہ ممکن ہے کہ آج سے ایک دو سال تک یا اس سے بھی پہلے یہ پیشگوئی ظہور میں آجائے۔ اور نہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ میری عمر اسی سال سے ضرور زیادہ ہو جائے گی بلکہ اس بارے میں جو فقرہ وحی الہی میں درج ہے اس میں مخفی طور پر ایک امید دلائی گئی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اسی برس سے بھی عمر کچھ زیادہ ہو سکتی ہے اور جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو چھترے اور چھیالیس کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔ بہر حال یہ میرے پر تہمت ہے کہ میں نے اس پیشگوئی کے زمانہ کی کوئی بھی تعیین نہیں کی۔ اور ان کو خدا تعالیٰ بار بار اپنی وحی میں فرما رہا ہے کہ ہم تیرے لئے یہ نشان دکھلائیں گے۔ اور ان کو کہہ دے کہ یہ نشان میری سچائی کا گواہ ہوگا۔ میں تیرے لئے اُتروں گا اور تیرے لئے اپنے نشان دکھلاؤں گا۔ میں اُس وقت تیرے پاس اپنی فوجیں لے کر آؤں گا جب کہ کسی کو خبر نہیں ہوگی اور اس وقت کو کوئی نہیں جانتا مگر خدا۔ اور جیسا کہ موسیٰ کے زمانہ میں ہوا کہ فرعون اور ہامان اُس وقت تک دھوکا میں رہے جب تک کہ رود نیل کے طوفان نے ان کو پکڑا ایسا ہی اب بھی ہوگا۔ اور پھر فرمایا کہ تو میری آنکھوں کے سامنے کشتی طیار کر اور ظالم لوگوں کی سفارش مت کر۔ اور اُن کا شفیق مت بن کہ میں اُن سب کو غرق کروں گا۔ ایسا ہی اور صریح الہاماتِ الہی ہیں اور سب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ پیشگوئی میری زندگی میں اور میرے ہی زمانہ میں ظہور میں آئے گی اور اس کی یہ حد ہے جو معین اور مقرر ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتی۔ مگر نہیں معلوم کہ وہ مہینوں کے بعد ظہور میں آئے گی یا ہفتوں کے بعد یا برسوں کے بعد۔ بہر حال وہ سولہ سال سے تجاوز نہیں کرے گی۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسا کہ استنباط آیات قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا کی عمر حضرت آدم سے لے کر سات ہزار سال ہے۔ اور اس میں سے ہمارے زمانہ تک چھ ہزار برس گذر چکے ہیں۔ جیسا کہ اعداد سورۃ العصر سے معلوم ہوتا ہے۔ اور بموجب حساب قمری کے اب ہم ساتویں ہزار میں ہیں۔ اور

جو مسیح موعود چھٹے ہزار کے اخیر پر قائم ہونا تھا وہ قائم ہو چکا ہے۔☆ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ قیامت کی گھڑی معلوم نہیں اس کے یہ معنی نہیں کہ خدا نے قیامت کے بارے میں انسان کو کوئی اجمالی علم بھی نہیں دیا ورنہ قیامت کے علامات بھی بیان کرنا ایک لغو کام ہو جاتا ہے کیونکہ جس چیز کو خدا تعالیٰ اس طرح پر مخفی رکھنا چاہتا ہے اُس کے علامات بیان کرنے کی بھی کیا ضرورت ہے بلکہ ایسی آیات سے مطلب یہ ہے کہ قیامت کی خاص گھڑی تو کسی کو معلوم نہیں مگر خدا نے حمل کے دنوں کی طرح انسانوں کو اس قدر علم دے دیا ہے کہ ساتویں ہزار کے گزرنے تک اس زمین کے باشندوں پر قیامت آجائے گی۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے

﴿۹۹﴾

☆ خدا نے آدم کو چھٹے دن بروز جمعہ بوقت عصر پیدا کیا۔ توریت اور قرآن اور احادیث سے یہی ثابت ہے اور خدا نے انسانوں کے لئے سات دن مقرر کئے ہیں۔ اور ان دنوں کے مقابل پر خدا کا ہر ایک دن ہزار سال کا ہے۔ اس کی رو سے استنباط کیا گیا ہے کہ آدم سے عمر دنیا کی سات ہزار سال ہے اور چھٹا ہزار جو چھٹے دن کے مقابل پر ہے وہ آدم ثانی کے ظہور کا دن ہے۔ یعنی مقدر یوں ہے کہ چھٹے ہزار کے اندر دینداری کی روح دنیا سے مفقود ہو جائے گی اور لوگ سخت غافل اور بے دین ہو جائیں گے۔ تب انسان کے روحانی سلسلہ کو قائم کرنے کے لئے مسیح موعود آئے گا۔ اور وہ پہلے آدم کی طرح ہزار ششم کے اخیر میں جو خدا کا چھٹا دن ہے ظاہر ہوگا۔ چنانچہ وہ ظاہر ہو چکا اور وہی ہے جو اس وقت اس تحریر کی رو سے تبلیغ حق کر رہا ہے۔ میرا نام آدم رکھنے سے اس جگہ یہ مقصود ہے کہ نوع انسان کا فرد کامل آدم سے ہی شروع ہوا اور آدم سے ہی ختم ہوا کیونکہ اس عالم کی وضع ذوری ہے اور دائرہ کا کمال اسی میں ہے کہ جس نقطہ سے شروع ہوا ہے اُسی نقطہ پر ختم ہو جائے۔ پس خاتم الخلفاء کا آدم نام رکھنا ضروری تھا اور اسی وجہ سے جیسا کہ آدم تو ام پیدا ہوا تھا میری پیدائش بھی تو ام ہے اور جس طرح آدم جمعہ کے روز پیدا ہوا تھا میں بھی جمعہ کے دن ہی پیدا ہوا تھا اور جس طرح آدم کی نسبت فرشتوں نے اعتراض کیا میری نسبت بھی وہ وحی الہی نازل ہوئی جو یہ ہے۔ قالوا اتجعل فیہا من یفسد فیہا۔ قال انی اعلم ما لا تعلمون۔ اور جس طرح آدم کے لئے سجدہ کا حکم ہوا۔ میری نسبت بھی وحی الہی میں یہ پیشگوئی ہے۔

يَخْرُونَ عَلَى الْاَذْقَانِ سُجَّدًا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا اِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ . منہ

کہ ہر ایک انسان کا بچہ جو پیٹ میں ہو نو ماہ اور دس دن تک ضرور پیدا ہو جاتا ہے لیکن تاہم اُس کے پیدا ہونے کی گھڑی خاص معلوم نہیں۔ اسی طرح قیامت بھی سات ہزار برس تک آجائے گی۔ مگر اُس کے آنے کی گھڑی خاص معلوم نہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سات ہزار پورا ہونے کے بعد دو تین صدیاں بطور کسور کے زیادہ ہو جائیں جو شمار میں نہیں آسکتیں۔

اور معترض کا یہ دوسرا اعتراض کہ یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ درحقیقت زلزلہ ہے۔ یہ اعتراض بھی قلت فہم سے ناشی ہوا ہے کیونکہ ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ ظاہر الفاظ وحی سے زلزلہ ہی معلوم ہوتا ہے اور اغلب اکثر یہی ہے کہ وہ زلزلہ ہے اور پہلا زلزلہ اس پر شہادت بھی دیتا ہے اور قرآن شریف کی یہ آیت بھی اس کی مؤید ہے کہ **يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاحِصَةُ تَتَّبِعُهَا الرَّاِدْفَةُ** ☆ مگر تاہم خدا تعالیٰ کی کتابیں بھی اس طرف ہمیں توجہ دلاتی ہیں کہ کبھی ایسی پیشگوئیاں استعارہ کے طور پر بھی پوری ہوتی ہیں مگر خارق عادت ہونے کا رنگ اور غیر معمولی حادثہ ہونے کا رنگ اُن میں باقی رہتا ہے اور ہماری رائے تو یہی ہے کہ سنو میں سے نوے وجوہ تو یہی بتلاتی ہیں کہ حقیقت میں وہ زلزلہ ہے نہ اور کچھ۔ کیونکہ اس میں زمین کی جنبش اور عمارتوں کے منہدم ہونے کا بھی ذکر ہے یہ تو ہمارا اجتہاد ہے اور بعد اس کے خدا تعالیٰ کے اسرار مخفی کو خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے اور ممکن ہے کہ آگے چل کر وہ اس سے زیادہ ہم پر کھول دے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور آپ کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ نے اپنی پیشگوئیوں میں جن زلزلوں کا ذکر کیا تھا اُن کی انہوں نے کوئی تاویل نہیں کی اس لئے وہ پیشگوئیاں ایک تعین اپنے اندر رکھتی ہیں۔ یہ آپ کا عجیب قول ہے اور عجیب رائے۔ ظاہر ہے کہ ان پیشگوئیوں میں حضرت عیسیٰ نے کسی ہولناک اور مہلک اور خارق عادت زلزلہ کا ذکر نہیں کیا۔ جس ملک میں حضرت عیسیٰ

☆ اُس دن زمین سخت حرکت اضطرابی کرے گی۔ اور اس کے بعد ایک اور حرکت اضطرابی ہوگی یعنی قیامت کے نزدیک دو سخت زلزلے آئیں گے۔ پہلے کے بعد دوسرا زلزلہ آئے گا۔ منہ

رہتے تھے اس ملک میں تو شاذ و نادر کوئی ایسا سال گذرتا ہوگا کہ زلزلہ نہ آتا ہو۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ اس ملک میں ہمیشہ زلزلے آتے رہے ہیں اور سخت زلزلے بھی آتے رہے ہیں حضرت عیسیٰ نے اپنی زندگی میں جب وہ اُس ملک میں تھے اور ابھی کشمیر کی طرف سفر نہیں کیا تھا کئی زلزلے خود دیکھے ہوں گے۔ پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان معمولی حوادث کا نام پیشگوئی کیوں رکھا جائے۔ پس جس تمسخر کو آپ نے میری پیشگوئیوں میں تلاش کرنا چاہا اور نامراد رہے اگر آپ حضرت عیسیٰ کی ان پیشگوئیوں میں تلاش کرتے تو بغیر کسی محنت کے فی الفور آپ کو مل جاتا۔ اور یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے زلزلہ کا نام زلزلہ ہی رکھا کوئی تاویل نہیں کی۔ کیا آپ مجھے حضرت عیسیٰ کا کوئی ایسا فقرہ دکھلا سکتے ہیں جس میں لکھا ہو کہ ان پیشگوئیوں میں زلزلے سے مراد درحقیقت زلزلہ ہے کوئی استعارہ نہیں۔ اور بغیر حضرت عیسیٰ کی

☆ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا زندہ آسمان پر جانا محض گپ ہے بلکہ وہ صلیب سے بچ کر پوشیدہ طور پر ایران اور افغانستان کا سیر کرتے ہوئے کشمیر میں پنچے اور ایک لمبی عمر وہاں بسر کی۔ آخر فوت ہو کر سری نگر محلہ خانیاں میں مدفون ہوئے اور اب تک آپ کی وہیں قبر ہے۔ یُزَاوُ وِیْتِیْبُکُ بہ اور صلیب پر آپ فوت نہیں ہوئے۔ کچھ زخم بدن پر آئے تھے جن کا مرہم عیسیٰ کے ساتھ علاج کیا گیا تھا۔ اور اس مرہم کا نام اسی وجہ سے مرہم عیسیٰ رکھا گیا۔ منہ

☆ جس طرح ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کی لڑائی میں مجروح ہوئے تھے اور کئی زخم تلواروں کے پیشانی مبارک پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آئے تھے اور سر تا پا خون سے آلود ہو گئے تھے اسی طرح بلکہ اس سے بہت کم حضرت عیسیٰ کو صلیب پر زخم آئے تھے پھر نہ معلوم نادان لوگوں کو حضرت عیسیٰ سے کیسی مشرکانہ محبت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم تو قبول کر لیتے ہیں مگر حضرت عیسیٰ کا مجروح اور زخمی ہونا ان کی شان سے بلند تر سمجھتے ہیں اور شور ڈالتے ہیں کہ ان کی نسبت ایسا کیوں کہتے ہو اور ان کو تمام دنیا سے الگ ایک خصوصیت دینا چاہتے ہیں۔ وہی آسمان پر چڑھ کر پھر زمین پر اترنے والے۔ وہی اس قدر لمبی عمر پانے والے۔ مگر خدا نے ان کو پیدائش میں بھی اکیلا نہیں رکھا بلکہ کئی حقیقی بھائی اور کئی حقیقی بہنیں ان کی ایک ہی ماں سے تھیں۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف اکیلے تھے۔ نہ کوئی دوسرا بھائی تھا نہ بہن۔ منہ

سند کے صرف آپ کا قول کیونکر قبول کیا جائے کیونکہ حضرت عیسیٰ کی پیشگوئیوں پر نظر ڈال کر ثابت ہو چکا ہے کہ وہ سب کی سب استعارہ کے رنگ میں ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے دعویٰ کیا تھا کہ میں یہود کا بادشاہ ہوں اور اس دعویٰ پر روم کی گورنمنٹ میں ٹھہری ہوئی کہ یہود تو سلطنت رومیہ کے ماتحت ہیں مگر یہ شخص دعویٰ کرتا ہے کہ یہود میری رعایا ہیں اور میں ان کا بادشاہ ہوں۔ اس پر جب گورنمنٹ رومی نے جواب طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ میری بادشاہی اس جہان کی نہیں بلکہ بادشاہی سے مراد آسمان کی بادشاہت ہے۔ اب دیکھئے کہ ابتدا میں خود حضرت عیسیٰ کا خیال تھا کہ مجھے زمین کی بادشاہت ملے گی اور اسی خیال پر ہتھیار بھی خریدے گئے تھے مگر آخر کار وہ آسمان کی بادشاہت نکلے۔ پس کیا بعید ہے کہ زلزلہ سے مراد بھی اُن کی کوئی آسمانی امر ہی ہو۔ ورنہ زمین شام میں تو ہمیشہ زلزلے آتے ہی ہیں ایسی زمین کے متعلق زلزلہ کی پیشگوئی کرنا ایک مخالف کی نظر میں تمسخر کی جگہ ہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا کہ میرے باراں حواری باراں تختوں پر بہشت میں بیٹھیں گے۔ یہ پیشگوئی بھی انجیل میں موجود ہے مگر ایک اُن حواریوں میں سے یعنی یہود اسکریوطی مرتد ہو کر مر گیا۔ اب بتلاؤ کہ باراں تختوں کی پیشگوئی کس طرح صحیح ہو سکتی ہے اگر کوئی جوڑ توڑ آپ کر سکتے ہیں تو ہمیں بھی سمجھا دیں ہم ممنون ہوں گے یہاں تو کسی استعارہ کی بھی کچھ پیش نہیں جاتی۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا کہ اس زمانہ کے لوگ ابھی گذر نہیں جائیں گے کہ میں واپس آؤں گا۔ پس جو لوگ ان کو آسمان پر چڑھائے بیٹھے ہیں کیا نصاریٰ اور کیا مسلمان۔ اس بات کا جواب اُن کے ذمہ ہے کہ اُنہیں^{۱۹} صدیاں تو گذر گئیں مگر ابھی تک حضرت عیسیٰ واپس نہیں آئے اور اُنہیں^{۱۹} صدیوں تک جو لوگ عمریں پوری کر چکے تھے وہ سب خاک میں مل گئے لیکن اب تک کسی نے حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اُترتے نہ دیکھا۔ پھر وہ وعدہ کہاں گیا کہ اس زمانہ کے لوگ ابھی زندہ ہوں گے کہ میں واپس آ جاؤں گا۔ غرض ایسی پیشگوئیوں پر جس نے ناز کرنا ہے بیشک کرے ہم تو قرآن شریف

کے فرمودہ کے مطابق حضرت عیسیٰ کو سچا نبی مانتے ہیں ورنہ اس انجیل کی رو سے جو موجود ہے اُن کی نبوت کی بھی خیر نہیں۔ عیسائی تو ان کی خدائی کو روتے ہیں مگر ہمیں ان کی نبوت ہی ثابت کرنا بجز ذریعہ قرآن شریف کے ایک غیر ممکن امر معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ عیسائی صاحبوں نے انجیل کی کچھ ایسی ہڈی پسلی توڑی ہے کہ اب اُس کی بُری بھلی بات کا کچھ بھی اعتماد نہیں رہا لیکن تحریف کے قبول کرنے کے بعد بھی حضرت عیسیٰ کی زلزلہ والی پیشگوئی مسلمانوں کے نزدیک سرے سے قابل اعتماد نہیں۔ کیونکہ قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ کی اس پیشگوئی کا کچھ بھی ذکر نہیں۔ پس کیونکر اور کس ذریعہ سے اس کو صحیح مان لیا جائے۔ افسوس کہ جس قدر آپ نے میری پیشگوئیوں کے رد میں ہاتھ پیر مارے ہیں اور خدا ترسی کو چھوڑ کر ناخنوں تک کوشش کی ہے کہ کسی طرح پبلک کی نظر میں ان پیشگوئیوں کو آپ خفیف ثابت کر دیں یہ گناہ بے لذت آپ نے مفت میں خرید لیا اگر دلائل کے توڑنے میں کچھ کامیابی ہوتی تو اور نہیں تو عیسائیوں کی نظر میں ہی آپ قابل تحسین ٹھہرتے۔ خاموشی میں بھی ایک سعادت تھی زبان کھول کر کیا لیا اور آپ نے میرے پر یہ حملہ نہیں کیا ہے بلکہ اُس خدا پر حملہ کیا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ افسوس کہ صرف سخت دلی اور شہرت کی خواہش نے اکثر لوگوں کو میرے مخالف کھڑا کیا ہے ورنہ میرے دعویٰ اور میرے دلائل کا سمجھنا کچھ مشکل نہ تھا۔ ہزار ہا نشان اب تک ظاہر ہو چکے اور زمین و آسمان نے بھی گواہی دی مگر جن کے دلوں پر مہریں ہیں وہ مخالفت سے باز نہ آئے۔ انہوں نے خدا سے ایک عذاب مانگا ہے جو وقت پر آئے گا۔ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کا مقابلہ کر رہے ہیں اگر وہ اس سے پہلے مرجاتے تو اُن کے لئے بہتر تھا مگر تعصب اور خود بینی کی شراب نے ان کو مست کر رکھا ہے اور وہ دن آتے ہیں کہ خدا اُن کو ہوش میں لائے گا۔

اب ہم چند شبہات مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو جو انہوں نے پرچہ پیسہ اخبار ۱۹ جون ۱۹۰۵ء میں چھپوائے ہیں اس جگہ رفع دفع کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

قولہ - وہ لکھتا ہے (یعنی یہ عاجز) کہ میں نے براہین احمدیہ میں اس زلزلہ کی خبر دی تھی اور لکھا تھا کہ پہاڑ پھٹ جائیں گے۔ یہ ایسا جھوٹ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔

اقول - کیا آپ کو اس بات میں کچھ شک ہے کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۶ میں یہ عبارت موجود ہے فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجِبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا. وَاللَّهُ مَوْهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا یعنی جب اس عاجز کارت ایک پہاڑ مخصوص پر تجلّی کرے گا تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ اور خدا منکروں کے مکر کو سست کر دے گا اور ہم پہاڑ کے اس واقعہ کو لوگوں کے لئے ایک نشان بنائیں گے اور مومنوں کے لئے یہ رحمت کا موجب ہوگا اور یہ امر ابتدا سے فیصلہ شدہ تھا یعنی پہلے نبیوں نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود کے وقت میں ایسے ہولناک زلزلے آئیں گے۔ ایسا ہی پھر میں پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو اس بات میں کچھ شک ہے کہ براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۷ میں اسی واقعہ کے متعلق یہ دوسری وحی الہی ہے فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجِبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا. قُوَّةُ الرَّحْمَنِ لِعُبَيْدِ اللَّهِ الصَّمَدِ - (ترجمہ) جب اس کا (یعنی اس عاجز کا) رب پہاڑ پر تجلّی کرے گا تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا یہ خدا کی قوت سے ہوگا اپنے بندہ کی تائید میں یعنی اس کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے۔

اب جب کہ یہ دونوں عبارتیں براہین احمدیہ میں موجود ہیں اور ان میں صریح لفظوں میں یہ وعدہ بھی ہے کہ خدا نشان دکھائے گا اور نصرت اور تائید کرے گا۔ پھر اس بارے میں جو کچھ اشتہار میں لکھا گیا سفید جھوٹ کیونکر ہو گیا۔ کیا پہاڑ کے پھٹ جانے کو زلزلہ پر دلالت التزامی نہیں؟ اور کیا صاف طرح پر اس جگہ یہ وعدہ نہیں کہ ہم پہاڑ کے پھٹ جانے کو اپنے اس بندہ کے لئے نشان بنائیں گے اور یہ واقعہ تائید اور نصرت الہی پر دلالت کرے گا اور کیا تصریح کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی اور الفاظ ہو سکتے ہیں جو صفحہ ۵۱۶ میں فرمایا گیا وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ یعنی ہم پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کا واقعہ لوگوں کے لئے ایک نشان بنائیں گے۔ ایسا ہی اس سے بڑھ کر اور کیا تصریح ہو سکتی ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۷ میں کی گئی ہے

کیونکہ پہلے پہاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا وعدہ کیا اور پھر فرمایا قُوَّةَ الرَّحْمٰنِ لِعَبِيدِ اللّٰهِ الصّٰمِدِ۔ یعنی یہ خدا کی قوت سے ہوگا۔ اُس کے بندہ کی تائید اور نصرت کے لئے جس شخص نے اب بھی باوجود ان تصریحات کے ایسی واضح پیشگوئی کو سفید جھوٹ سمجھا ہے اس کی نسبت بجز اس کے کیا کہیں کہ خود اُس کی آنکھیں سفید ہو گئی ہیں کہ روز روشن کو وہ رات خیال کرتا ہے۔ علاوہ اس کے جس موقع پر قرآن شریف میں یہ آیت ہے وہ موقع بھی تو زلزلہ پر ہی دلالت کرتا ہے کیونکہ اب تک تو ریت سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کہ حضرت موسیٰ کو کرشمہ قدرت دکھلانے کے لئے پہاڑ پھٹا تھا اس وقت بھی زلزلہ ہی آیا تھا۔ اس قدر شہادتوں کے بعد بھی اگر کوئی نہیں مانتا تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس کے حواس میں خلل ہے اور آنکھ کی بینائی میں قصور اور یا سخت تعصب کے پردہ نے اس کو اس تو فیق سے محروم کر دیا ہے کہ وہ نور کو دیکھ کر پھر اس کو قبول کر سکے۔ ماسوائے اس کے ہر ایک عقلمند جانتا ہے کہ پہاڑ کا پھٹ جانا بھی مستلزم زلزلہ ہے اور اس واقعہ کو زلزلہ پر قطعی اور ضروری دلالت ہے تو پھر کیونکر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ زلزلہ کا اس جگہ کچھ بھی ذکر نہیں۔ کیا پہاڑ زلزلہ کے بغیر بھی پھٹا کرتے ہیں؟ مولوی صاحب کی عقل پر یہ کیسے پتھر پڑ گئے کہ کھلی کھلی بات اُن کو سمجھ نہیں آتی۔ ستر برس تک پہنچ کر پھر طفولیت کی سادہ لوحی ظاہر ہونے لگی۔ پھر ساتھ اس کے جب کہ یہ بھی موجود ہے کہ اس واقعہ کو ہم نشان بنائیں گے اور اس مامور کی اس سے تائید اور نصرت کریں گے تو بجز ایسے شخص کے کہ اس کے دل پر شقاوت کا زنگ جم گیا ہو۔ کون اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ یہ پہاڑ کا پھٹنا جس کا براہین احمدیہ میں ذکر ہے کوئی ایسا واقعہ ہے جس کو خدا اپنے مامور کے لئے نشان بنائے گا۔ جیسا کہ اسی جگہ بطور وعدہ اُس نے فرمایا ہے وَلَنَجْعَلَنَّ اٰیَةً لِّلنَّاسِ۔ یعنی ہم اس کو لوگوں کے لئے نشان بنائیں گے۔

قولہ۔ گورنمنٹ اور پبلک براہین احمدیہ کے صفحات مذکورہ کو ملاحظہ کریں کیا یہ عبارت کہیں پائی جاتی ہے۔ اس دھوکا بازی اور جلسا بازی کی کوئی انتہا نہیں۔

اقول۔ اس دلیری اور شوخی اور منہ زوری کے مقابل پر ہم بجز اس کے کیا لکھ سکتے ہیں کہ لعنة اللہ علی الکاذبین۔ بندہ خدا آخر کبھی مرنا ہے۔ کبھی تو اُس گھڑی کا خیال کرو جب جان کنڈن کا غرغره شروع ہوگا۔ کیا یہ دونوں عربی عبارتیں جن کا میں نے اپنے اشتہار میں حوالہ دیا ہے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۶ اور ۵۵۷ میں موجود نہیں ہیں اس قدر جھوٹ اور یہ عمر۔ براہین احمدیہ دنیا میں پھیل چکی ہے صرف آپ کی بغل میں نہیں۔ پھر اس شوخی اور شرارت سے فائدہ کیا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ ان آیتوں میں پہاڑ پھٹ جانے کا ذکر ہے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ اسی الہام میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم پہاڑ کا پھٹ جانا لوگوں کے لئے نشان بنائیں گے اور بعض کے لئے یہ نشان رحمت کا موجب ہوگا اور کیا یہ سچ نہیں کہ ان الہامات میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نشان اپنے بندہ کی تائید اور نصرت کے لئے ظاہر کریں گے؟ اور کیا یہ سچ نہیں کہ جو الہام صفحہ ۵۵۷ براہین احمدیہ میں عربی میں ہے اس کے سر پر اردو میں یہ الہام ہے۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ کیا ان تمام عبارتوں کو یکجائی نظر سے دیکھنے سے ثابت نہیں ہوتا کہ پہاڑ کا پھٹنا جو براہین احمدیہ میں لکھا گیا ہے اس کے ساتھ ہی کتاب موصوف میں یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ یہ ایک پیشگوئی ہے۔ ہاں

☆ خدا تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں بعض پیشگوئیاں اسی پیشگوئی کے ہم معنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ہیں جن میں لکھا ہے کہ یہودی ان کو قبول نہیں کریں گے جیسا کہ انجیل میں بھی انہیں پیشگوئیوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونہ کا سرا ہوا یعنی اسرائیلی نبیوں کا خاتم الانبیاء ہوا۔ سو انہیں پیشگوئیوں کے مطابق یہ پیشگوئی ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ لوگوں نے تو اُس کو قبول نہ کیا مگر میں قبول کروں گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دوں گا۔ سو ضروری ہے کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جب تک یہ تمام باتیں ظہور میں آجائیں۔ اور جیسا کہ انجیل میں ہے کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونہ کا سرا ہوا۔ اسی طرح خدا نے مجھے فرمایا کہ وہ تو تجھے رد کرتے ہیں مگر میں تجھے خاتم الخلفاء بناؤں گا۔ اس بارے میں وحی الہی کئی مختلف عبارتوں میں ہے اگر سب لکھی جائیں تو طول ہوگا۔ منہ

اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ قبل از وقت ہم براہین احمدیہ کی اس پیشگوئی کو متعین نہیں کر سکے کہ کس پہلو پر یہ ظاہر ہوگی۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے جس میں تمام انبیاء شریک ہیں مگر میں نے نہ براہین احمدیہ میں اور نہ کسی اور کتاب میں اس بات سے انکار کیا ہے کہ یہ پیشگوئی ہے اور کیونکر انکار کر سکتا وہاں تو صاف صفحہ ۵۱۶ براہین احمدیہ میں لکھا ہے وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا کہ ہم پہاڑ کا پھٹ جانا لوگوں کے لئے ایک نشان بنائیں گے۔ اور پھر صفحہ ۵۵ میں صاف لکھا ہے قُوَّةَ الرَّحْمٰنِ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ الصَّمَدِ یعنی پہاڑ کا پھٹ جانا خدا کی قوت سے ہوگا اپنے بندہ کی تائید کے لئے۔ پس اس جگہ بجز کسی شریر خبیث آدمی کے جس کو ایمان اور خدا اور روز جزاء کی کچھ بھی پروا نہ ہو کون اس بات کا انکار کر سکتا ہے کہ یہ پیشگوئی ہے اور اس میں ایک نشان کا وعدہ ہے۔ اور جب کہ خدا تعالیٰ نے اس کا نام نشان رکھا ہے اور وعدہ کیا ہے کہ کسی وقت ہم اس کو لوگوں کے فائدہ کے لئے ظاہر کریں گے تو پھر کس کی مجال ہے کہ وہ کہے کہ یہ نشان نہیں اور یہ پیشگوئی نہیں۔ اور ہمارا یہ اقرار کہ ہم براہین احمدیہ کے زمانہ میں اس پیشگوئی کو کسی پہلو پر متعین نہیں کر سکتے اس سے مخالف کو کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیونکہ نبی کے لئے قبل از وقت ہر ایک پیشگوئی کا متعین کرنا ضروری نہیں اور یہ بحث اسی کتاب میں ہم پہلے بہت کر چکے ہیں ضرورت نہیں کہ ہم بار بار اس کو لکھیں۔ اگر درخانہ کس است حرفے بس است۔

قولہ۔ ان تینوں فقروں میں کرشن قادیانی نے جھوٹ بولا ہے۔ یعنی ایک فقرہ گذشتہ بالا جس کا جواب ہو چکا ہے اور دوسرے یہ کہنا کہ زلزلہ سے پیچھے بار بار خیال آیا کہ میں نے بڑا گناہ کیا کہ جیسا کہ شائع کرنے کا حق تھا زلزلہ کی پیشگوئی کو شائع نہ کیا۔ اور تیسرے یہ کہنا کہ اگرچہ میں اس وقت جانتا تھا کہ میرا لکھنا دلوں کو ایک واجبی احتیاط کی طرف مصروف نہیں کرے گا تاہم اس غم نے میرے دل کو گھیرا کہ جو خبر مجھ کو خدائے علیم و حکیم سے ملی تھی اُس کی میں نے پورے طور سے اشاعت نہ کی۔

☆ مولوی محمد حسین صاحب نے اس میرے فقرہ پر بہت خوشی سے بغلیں بجائی ہیں کہ مجھے بار بار خیال آیا کہ

اقول۔ بدظنی ایسی چیز ہے کہ اُس کا کوئی علاج نہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اگر ایک شخص کو اس بات کا علم دیا جائے کہ فلاں تباہی کسی گروہ پر آنے والی ہے اور وہ اس قوم کو اُس تباہی سے جیسا کہ چاہیے متنبہ نہ کر سکے اور ساتھ ہی اس کو یہ بھی یقین ہو کہ میرا کہنا نہ کہنا ان کو برابر ہوگا مگر پھر بھی اس تباہی کے بعد ضرور اس کے دل کو صدمہ پہنچے گا کہ کاش وہ لوگ میری آواز کو سنتے اور بچ جاتے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ خاصیت ہر ایک دل میں ہے مگر ممکن ہے کہ اس زمانہ کے بعض مولویوں کے دل ایسے ہوں کہ خدا نے یہ خاصیت ان میں سے سلب کر لی ہو۔ اور اگر یہ وہم گذرے کہ کیونکر یقین کریں کہ صاحبِ الہام کو یقین ہو گیا تھا کہ الہام عفت الیدیار محلّھا و مقامھا سے مراد نزلہ ہے۔ اس کا جواب ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہ ایک ایسا صاف الہام ہے کہ اس کے معنوں پر اطلاع پانے سے ایک بچہ کو بھی یقین ہو سکتا ہے کہ یہ ایک سخت حادثہ کی پیشگوئی ہے جس کا اثر عمارتوں پر ہوگا۔ اور اس سے ایک سال پانچ مہینہ پہلے الحکم اخبار میں

میں نے بہت بڑا گناہ کیا۔ مولوی کہلا کر ان کو یہ معلوم نہیں کہ انسان کا کمال معرفت اسی میں ہے کہ انسان اپنے رب جلیل کے آگے ہر ایک وقت اپنے تئیں قصور وار ٹھہراوے یہ نبیوں کی سنت ہے وہ شیطان ہے جو خدا تعالیٰ کے سامنے انکسار اختیار نہ کرے نبی جو روتے چلاتے نعرے مارتے رہے۔ یہ سوز و گداز اسی وجہ سے تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ ہم نے گناہ کیا کہ جیسا کہ حق تبلیغ کا تھا ہم سے ادا نہ ہو سکا۔ اپنے آقا و مولیٰ کے سامنے تمام سعادت اسی میں ہے کہ اس قصور کا اقرار کریں۔ چنانچہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام استغفار اسی بنا پر ہے کہ آپ بہت ہی ڈرتے تھے کہ جو خدمت مجھے سپرد کی گئی ہے یعنی تبلیغ کی خدمت اور خدا کی راہ میں جانفشانی کی خدمت اس کو جیسا کہ اس کا حق تھا میں ادا نہیں کر سکا۔ اور اس خدمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی نے ادا نہیں کیا۔ مگر خوفِ عظمت اور بیعتِ الہی آپ کے دل میں حد سے زیادہ تھا۔ اسی لئے دوامِ استغفار آپ کا شغل تھا۔ توریت میں بھی ہے ”تب موسیٰ نے جلدی سے زمین پر سر جھکا یا اور بولا کہ اے خداوند..... ہمارے گناہ اور خطائیں معاف کر“ خروج ۳۳-۹۔ ساؤل نبی کہتا ہے۔ ”میں نے گناہ کیا کہ میں نے خداوند کے فرمان کو ٹال دیا“۔ دیکھو ا۔ سموئیل ۱۵-۲۵۔ داؤد نبی خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میں نے تیرا گناہ کیا۔ دیکھو زبور۔ ۵۱-۴۔ منہ

یعنی اخیر دسمبر ۱۹۰۳ء کے پرچہ میں صاف لفظوں میں زلزلہ کی پیشگوئی موجود ہے۔ اور پھر مواہب الرحمن مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں بھی زلزلہ کی پیشگوئی موجود ہے۔ اور پھر رسالہ آمین مطبوعہ ۱۹۰۱ء میں بھی زلزلہ کی پیشگوئی موجود ہے۔ پھر باوجود اس قدر تواتر کے کیونکر کوئی عقلمند خیال کر سکتا ہے کہ ہم اس پیشگوئی سے بالکل بے خبر تھے۔ ہاں میں جیسا کہ میرا مذہب ہے بار بار یہ بھی کہہ چکا ہوں کہ پیشگوئیوں میں قطعی طور پر یہ دعویٰ نہیں ہو سکتا کہ ضرور ان کا ایک ہی خاص پہلو پر ظہور ہوگا ممکن ہے کہ خدائے علیم و حکیم کوئی دوسرا پہلو ان کے ظہور کے لئے اختیار کرے جس میں وہی عظمت اور قوت اور ہولناک صورت پائی جائے جس پر پیشگوئی دلالت کرتی ہو۔

پھر جب کہ مجھ کو پیشگوئی عفت الدیار محلہا و مقامہا کی عظمت اور شدت پر پورا پورا یقین تھا اور میں اس کو پورے ایمان سے خدا تعالیٰ کا کلام سمجھتا تھا اور اس کے ظہور نے مجھ پر کھول دیا تھا کہ جیسا کہ پیشگوئی کے ظاہری الفاظ تھے اسی طرح وہ وقوع میں بھی آگئی تو کیا وہ وقت نہیں تھا کہ بنی نوع کے لئے میری ہمدردی جوش مارتی اور میں کوشش کرتا کہ آئندہ زلزلہ سے بچنے کے لئے لوگ توبہ اور استغفار اور کسی احسن انتظام کی طرف متوجہ ہوں۔ کیا میں نے یہ بُرا کام کیا کہ جس بلا کا مجھے یقین دیا گیا تھا اس بلا سے بچنے کے لئے میں نے لوگوں کو مطلع کر دیا۔ اور کیا انسان میں یہ طبعی امر نہیں ہے کہ کسی بلا پر اطلاع پا کر بنی نوع کی ہمدردی کے لئے اس کا دل جوش مارتا ہے۔ ہاں بعض قصاب طبع لوگ ہوتے ہیں کہ ان کو دوسرے کے درد اور مصیبت کی کچھ بھی پروا نہیں ہوتی۔ سو میں ایسے لوگوں کو انسان نہیں سمجھتا۔

قولہ۔ لہذا اُس سے (یعنی مجھ سے) یہ حماقت عمل میں آئی جو اپنے تئیں ایک بڑے گناہ کا مرتکب مان لیا جس سے اپنے اصلی دعویٰ نبوت کی جڑ کاٹ دی۔

اقول۔ یہودیوں کی طرح آپ جس قدر چاہیں تحریف کریں ہم آپ کو کیا کہہ سکتے ہیں

ورنہ جو لوگ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہ باوجود نبی اور رسول ہونے کے اقرار رکھتے ہیں کہ جیسا کہ حق تبلیغ کا تھا ادا نہ کر سکے ☆ اور اسی کو وہ گناہ عظیم خیال کرتے ہیں اور اسی خیال سے وہ نعرے مارتے اور روتے اور درد سے بھر جاتے ہیں اور دائم الاستغفار رہتے ہیں مگر خشک مولوی جن کے دامن میں بجز ہڈیوں کے کچھ نہیں وہ اس روحانیت کو کیا جانتے ہیں۔ بے گناہ ہونے کی اطمینان کسی نبی نے بھی ظاہر نہیں کی۔ جو دنیا میں افضل الرسل اور خاتم الرسل گذرا ہے اس کے منہ سے بھی یہی نکلا ربنا اغفر لنا ذنوبنا و باعد بیننا و بین خطایانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فرماتے تھے کہ سورۃ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ اور آپ سب سے زیادہ استغفار پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے آپ کے حق میں فرمایا اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا۔ یہ سورۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب زمانہ وفات میں نازل ہوئی تھی اور اس میں اللہ تعالیٰ زور دے کر اپنی نصرت اور تائید اور تکمیل مقاصد دین کی خبر دیتا ہے کہ اب تو اے نبی خدا کی تسبیح اور تمجید کر اور خدا سے مغفرت چاہ وہ تو اب ہے اس موقع پر مغفرت کا ذکر کرنا یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ اب کام تبلیغ ختم ہو گیا خدا سے دُعا کر کہ اگر خدمت تبلیغ کے دقائق میں کوئی فرو گذاشت ہوئی ہو تو خدا اُس کو بخش دے۔ موسیٰ بھی توریت میں اپنے قصوروں کو یاد کر کے روتا ہے اور جس کو عیسائیوں نے خدا بنا رکھا ہے کسی نے اس کو کہا۔ کہ اے نیک اُستاد۔ تو اُس نے جواب دیا کہ تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے نیک کوئی نہیں مگر خدا۔ یہی تمام اولیاء کا شعار رہا ہے۔ سب نے استغفار کو اپنا شعار قرار دیا ہے بجز شیطان کے۔

فرس کشتہ چنداں کہ شب راندہ اند سحر گہ خر و شاں کہ واما ندہ اند

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما عبدناک حق عبادتک یعنی اے ہمارے خدا جو حق تیری پرستش کا تھا ہم سے ادا نہیں ہو سکا۔ کیا آپ اس جگہ یہ اعتراض کریں گے کہ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود عبادت کرنے میں قاصر تھے تو دوسروں کو کیوں نصیحت کرتے تھے۔ افسوس۔ منہ

قولہ۔ وہ (یعنی یہ عاجز) براہین احمدیہ کی پیشگوئی کو سچا بنانے اور اس پر زلزلہ کا رنگ چڑھانے اور اس ذریعہ سے اپنی غیب دانی اور نبوت کا سکہ جمانے کی غرض سے اس بات کا مدعی ہو گیا ہے کہ براہین احمدیہ کی پیشگوئی سے مجھے بہت صفائی سے خدا کی طرف سے یہ خبر مل چکی تھی کہ اس سے زلزلہ مراد ہے تاہم میں نے قوم کی بدگوئی اور بدظنی کے خوف سے اُس کو چھپایا اور عربی کا ترجمہ اردو میں کر کے شائع نہ کیا۔ اور میں اس فعل سے خدا کے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور پچیس^{۲۵} برس تک اسی گناہ پر قائم اور مُصر رہا۔

اقول۔ مولوی صاحب آج آپ نے تحریف کرنے میں یہودیوں کے بھی کان کاٹے۔ مولوی کہلانا اور اس قدر صریح عبارت کے معنی بیان کرنے میں عمداً خیانت کرنا کیا یہ ان لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو یوم الحساب پر ایمان لاتے ہیں۔ میں نے اپنے اشتہار میں کب اور کہاں لکھا ہے کہ میں پچیس^{۲۵} برس تک اس گناہ پر قائم اور مُصر رہا کہ براہین احمدیہ کے عربی الہام کا ترجمہ شائع نہ کیا۔ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۶ اور صفحہ ۵۵۷ کھول کر دیکھو دونوں مقام میں عربی الہامات کا ترجمہ موجود ہے۔ پھر میں کیونکر کہہ سکتا تھا کہ میں نے عربی الہام کا ترجمہ اردو میں کر کے شائع نہ کیا اور پچیس^{۲۵} برس تک اسی گناہ پر قائم اور مُصر رہا۔ کیا کوئی عقلمند باور کر سکتا ہے کہ باوجودیکہ ان دونوں الہامات کا جو صفحہ ۵۱۶ اور صفحہ ۵۵۷ براہین احمدیہ میں درج ہیں ساتھ ہی ترجمہ اردو میں لکھا ہوا ہے۔ پھر میں اشتہار میں یہ لکھتا کہ ان الہامات کا ترجمہ براہین احمدیہ میں میں نے نہیں لکھا۔ بلکہ یہ ذکر تو میرے اشتہار ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء میں اس عربی الہام کے متعلق تھا جو الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء میں بغیر ترجمہ کے شائع کیا گیا تھا یعنی الہام عفت السدیار محلّھا و مقامھا جس کا ترجمہ اردو میں نہیں لکھا گیا تھا۔ مولوی صاحب نے اس غرض سے یہ تحریف کی تا میرے پر یہ الزام قائم کریں کہ گویا میں نے عمداً پچیس^{۲۵} برس تک براہین احمدیہ کے عربی الہام کا ترجمہ نہ کیا اور مخفی رکھا۔

ماسوا اس کے زلزلہ کے متعلق تو براہین احمدیہ میں دو پیشگوئیاں تھیں۔ ایک

﴿۱۰۹﴾

صفحہ ۵۱۶ میں درج تھی اور دوسری صفحہ ۵۵۷ میں درج تھی۔ اور میرے اشتہار ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء میں صرف ایک پیشگوئی کی نسبت لکھا ہے کہ اس کا ترجمہ اردو میں نہیں ہوا۔ پس اگر اس جگہ اشتہار ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء میں براہین احمدیہ کی وہ دو پیشگوئیاں مراد ہیں تو اس میں یہ عبارت نہیں ہونی چاہیے تھی کہ عربی پیشگوئی کا ترجمہ بھی نہیں ہوا تھا۔ بلکہ یہ عبارت ہونی چاہیے تھی کہ عربی دو پیشگوئیوں کا ترجمہ بھی نہیں ہوا تھا۔ اور پھر بھی ایسا لکھنا جھوٹ ہوتا کیونکہ دونوں عربی پیشگوئیوں کا ترجمہ براہین احمدیہ میں موجود ہے جو شخص چاہے دیکھ لے۔

پھر علاوہ اس کے وہ اشتہار مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء جس پر مولوی صاحب یہ نکتہ چینی کرتے ہیں ابھی دنیا سے گم نہیں ہو گیا بہتوں کے پاس موجود ہوگا۔ اس کی اصل عبارت یہ ہے اُس زلزلہ کے بعد مجھے بار بار خیال آیا کہ میں نے بڑا گناہ کیا کہ جیسا کہ حق شائع کرنے کا تھا اس پیشگوئی کو شائع نہ کیا کیونکہ وہ پیشگوئی صرف اردو کے دو اخبار اور دو رسالوں میں شائع ہوئی تھی اور یہ بھی فرو گذاشت ہوئی تھی کہ عربی پیشگوئی کا ترجمہ بھی نہیں ہوا تھا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ براہین احمدیہ کی عربی پیشگوئیاں جو صفحہ ۵۱۶ اور صفحہ ۵۵۷ میں درج ہیں نہ اردو دو اخباروں میں شائع ہوئیں اور نہ ان کا ترجمہ کرنا رہ گیا اور نہ کسی اور رسالہ میں ان کا ذکر ہوا بلکہ وہ پیشگوئی جو دو اردو اخباروں میں درج ہوئی تھی اور جس کا عربی سے اردو میں ترجمہ نہیں ہوا تھا وہ یہی پیشگوئی عفت الدیيار محلّھا و مقامھا ہے۔ کیونکہ وہ علاوہ دو اخباروں کے جن میں سے ایک الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۵ء ہے دو رسالوں میں بھی درج ہو چکی تھی یعنی اُس کو مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے اپنے دونوں رسالوں میں ۲۰ مارچ ۱۹۰۴ء کو شائع کر دیا تھا۔ چنانچہ حاشیہ میں ان کا اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا نوٹ درج ہے۔ اب ذرا آنکھ کھول کر

☆ سیدی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ الہام عفت الدیيار محلّھا و مقامھا۔ مارچ کے دونوں رسالوں میں شائع ہو چکا تھا اور رسالہ کے صفحہ ۱۲۶ میں درج ہے۔ اسی الہام کو پڑھ کر اور پھر زلزلہ کی خبر اخباروں میں پڑھ کر چارلس سورائٹ عبدالحق نے جو اس وقت نیوزی لینڈ میں تھا خط لکھا تھا۔ جس میں زلزلہ کے ذریعہ سے اس الہام کے پورا ہونے پر بہت ہی خوشی کا اظہار کیا تھا۔ (محمد علی)

اول آپ مولوی صاحب موصوف کے نوٹ کو پڑھ لیں اور پھر ندامت میں غرق ہو جائیں اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ بندہ خدا اس قدر چالاکی تو وہ یہود بھی نہیں کرتے ہوں گے جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يُحَرِّقُونَ الْكَلِمَةَ عَن مَّوَاضِعِهِ^۱۔ پھر آپ نے اپنی مولویت کا یہ نمونہ کیسا دکھلایا؟ میں نہیں خیال کر سکتا کہ آپ ایسے نادان تھے جنہوں نے کمال سادہ لوحی سے عبارت کے سمجھنے میں غلطی کھائی۔ آپ براہین احمدیہ کا ریویو لکھ چکے تھے۔ اور آپ کو خوب معلوم تھا کہ براہین احمدیہ کے وہ عربی الہامات جن کا میں نے اپنے اشتہار میں ذکر کیا ہے وہ بغیر ترجمہ کے نہیں لکھے گئے اور آپ کو خوب معلوم تھا کہ براہین احمدیہ کے ان عربی الہامات کا ذکر نہ تو ہمارے سلسلہ کے ان دو اخباروں الحکم اور البدر میں کیا گیا ہے اور نہ ایسے دو رسالے ہمارے سلسلہ میں کسی نے تالیف کئے جن میں براہین احمدیہ کے ان الہامات کا کچھ ذکر ہو۔ پھر جب کہ براہین احمدیہ کے ان الہامات عربیہ کا براہین احمدیہ میں ترجمہ موجود ہے اور نہ کسی اخبار اور نہ کسی رسالہ میں ان کا ذکر ہے اور نہ وہ صرف ایک پیشگوئی ہے تا اشتہار ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء کی یہ عبارت اس پر منطبق ہو سکے کہ عربی پیشگوئی کا ترجمہ بھی نہیں ہوا تھا بلکہ وہ دو پیشگوئیاں ہیں تو اس صورت میں شرعاً آپ سے مطالبہ ہے کہ آپ نے اس قدر جھوٹ کیوں بولا؟ شائد جو کرم دین کے مقدمہ میں میرے مقابل پر مولویوں نے دروغ مصلحت آمیز کے جواز کا فتویٰ دیا تھا اس پر آپ نے بھی عمل کیا۔ بہر حال آپ بتلاؤ کہ کیوں آپ نے وہ ذکر جو الہام عفت السدیار محلّھا و مقامھا کی نسبت تھا براہین احمدیہ کے ان دو عربی الہاموں پر مڑھ دیا جو صفحہ ۱۵۱۶ اور صفحہ ۵۵۷ براہین احمدیہ میں موجود ہے کیا آپ لوگوں کی یہی مولویانہ حیثیت میں دیانت اور امانت ہے کہ آپ نے ایسا افترا کیا اور کچھ بھی خدا تعالیٰ کا خوف آپ کے دل میں نہ آیا۔ اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ آپ محض شرارت اور چالاکی سے اپنے اس مضمون میں اپنی طرف سے ایک عبارت لکھتے ہیں اور پھر پبلک پر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ گویا وہ عبارت جو آپ نے میری طرف منسوب

کی ہے درحقیقت میرے ہی قلم سے نکلی ہے۔ چنانچہ وہ عبارت جو آپ نے محض جلسازی سے میری طرف منسوب کر دی ہے وہ یہ ہے۔ ”براہین احمدیہ کی پیشگوئی سے مجھے بہت صفائی سے خدا کی طرف سے یہ خبر مل چکی تھی کہ اس سے زلزلہ مراد ہے تاہم میں نے قوم کی بدگوئی اور بدظنی کے خوف سے اُس کو چھپایا اور عربی کا ترجمہ اردو میں کر کے شائع نہ کیا۔ اور میں اس فعل سے خدا کے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا۔ اور پچیس برس تک اسی گناہ پر قائم اور مُصر رہا۔“ اے مفتری نابکار کیا اب بھی ہم نہ کہیں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت۔ جس نے آپ عبارت بنا کر میری طرف منسوب کر دی۔ اے سخت دل ظالم تجھے مولوی کہلا کر شرم نہ آئی کہ تو نے ناحق اس قدر میرے پر جھوٹ بولا۔ کیا تو دکھلا سکتا ہے کہ میرے اشتہار ۱۱/ مئی ۱۹۰۵ء میں یا کسی اور اشتہار میں یا کسی رسالہ میں یہ عبارت موجود ہے جو تو نے لکھی!

لعنة الله على الكاذبين۔

اس جگہ اُن لوگوں کو متنبہ رہنا چاہیے کہ جو ایسے لوگوں کو مولوی اور دیندار سمجھ کر اُن کے قول پر عمل کرنے کو طیار ہوتے ہیں۔ یہ حال ہے ان لوگوں کی دیانت کا اور جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے مولوی صاحب موصوف کا یہ بیان بھی تناقض سے بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ اخبار مذکور کے صفحہ پانچ کالم تیسرے میں پندرھویں سطر و چوبیسویں سطر میں میرے اشتہار کی عبارت یہ لکھتے ہیں کہ ”میں نے براہین احمدیہ میں اس زلزلہ کی خبر دی تھی اور اگرچہ اُس وقت اس خارق عادت بات کی طرف ذہن منتقل نہ ہو سکا لیکن اب ان پیشگوئیوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ آنے والے زلزلہ کی نسبت تمہیں جو اُس وقت نظر سے مخفی رہ گئیں۔“

اب ناظرین خود دیکھ لیں کہ اس عبارت مذکورہ بالا کا یہی مطلب ہے کہ اُس زمانہ میں کہ جب براہین احمدیہ کے لکھنے کا زمانہ تھا ذہن اس طرف منتقل نہ ہو سکا کہ زلزلہ سے مراد درحقیقت زلزلہ ہے اور یہ امر اُس وقت نظر سے مخفی رہا اور اب پچیس برس

کے بعد جب زلزلہ ظہور میں آ گیا تو اب معلوم ہوا کہ وہ براہین احمدیہ کی پیشگوئیاں آئندہ آنے والے زلزلہ کی نسبت پیشگوئیاں تھیں۔

یہ تو میری طرف سے انہوں نے اقرار لکھا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ میں نے اپنے اشتہار النداء من وحی السماء میں جو اپریل ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا تھا درحقیقت یہ عبارت اشتہار کے صفحے ۷ مطبوعہ نول کشور پریس لاہور میں لکھی ہے چنانچہ پوری عبارت یہ ہے۔

”یاد رہے کہ ان دونوں زلزلوں کا ذکر میری کتاب براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے جو آج سے پچیس برس پہلے اکثر ممالک میں شائع کی گئی تھی۔ اگرچہ اس وقت اس خارق عادت بات کی طرف ذہن منتقل نہ ہو سکا لیکن اب ان پیشگوئیوں پر نظر ڈالنے سے بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ آئندہ آنے والے زلزلوں کی نسبت پیشگوئیاں تھیں جو اُس وقت نظر سے مخفی رہ گئیں۔“

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے اس اشتہار میں صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ میرا اس وقت سے پہلے جب کہ زلزلہ ۲۱/۴ اپریل ۱۹۰۵ء ظہور میں آ گیا اس بات کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوا تھا کہ جیسا کہ ظاہر الفاظ پہاڑ کے پھٹ جانے سے سمجھا جاتا ہے درحقیقت براہین احمدیہ کے ان الہامات سے زلزلہ ہی مراد ہے اور اس پر ایک دلیل بھی ہے کہ براہین احمدیہ میں جو ان دونوں الہامات کا ترجمہ کیا گیا ہے اُس میں بھی ظاہر الفاظ کی رو سے ترجمہ نہیں ہوا۔ غرض میں نے اس اشتہار ۲۱/۴ اپریل ۱۹۰۵ء میں جو ۲۱/۴ اپریل ۱۹۰۵ء کے بعد لکھا تھا صاف اقرار کر دیا کہ میں پچیس برس تک براہین احمدیہ کے دونوں موقعہ کے الہام کو جو فلسفہ تاجلی ربّہ للجبیل ہے خاص زلزلہ کے لئے متعین نہ کر سکا۔ مگر ۲۱/۴ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کے بعد کھل گیا کہ وہ اسی زلزلہ کے متعلق تھا۔ یہ تو وہ امر ہے جو میرے اشتہار ۲۱/۴ اپریل ۱۹۰۵ء سے ثابت ہوتا ہے۔

اب اس اشتہار کے برخلاف جو دعویٰ محض افتراء اور جعل سازی سے مولوی محمد حسین صاحب نے

میری طرف منسوب کیا ہے اور اپنی طرف سے ایک عبارت بنا کر میری طرف منسوب کی ہے وہ عبارت پھر ہم دوبارہ لکھ دیتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے ”براہین احمدیہ کی پیشگوئی سے مجھے بہت صفائی سے خدا کی طرف سے یہ خبر مل چکی تھی کہ اس سے زلزلہ مراد ہے تاہم میں نے قوم کی بدگوئی اور بدظنی کے خوف سے اس کو چھپایا۔ اور عربی کا ترجمہ اُردو میں کر کے شائع نہ کیا۔ اور میں اس فعل سے خدا کے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور پچیس برس تک اسی گناہ پر قائم اور مُصر رہا۔“

﴿۱۱۳﴾

اب ناظرین انصافاً فرمائیں کہ کیا یہ بیان جو مولوی صاحب موصوف نے میری طرف منسوب کیا ہے یہ میرے اشتہار ۲۱/۱۲/۱۹۰۵ء کی عبارت کے مخالف ہے یا نہیں جس کو ابھی میں نے نقل کر دیا ہے کیونکہ میں اشتہار مذکور میں صاف طور پر لکھ چکا ہوں کہ اُس اشتہار سے پہلے جو براہین احمدیہ سے پچیس برس بعد میں نے ۱۱/۱۹۰۵ء کو شائع کیا ہے اس بات کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوا تھا کہ زلزلہ سے مراد درحقیقت ظاہری طور پر زلزلہ ہے بلکہ پچیس برس بعد زلزلہ کے آنے پر ان الہامات کے معنی کھلے۔

پس جب کہ یہ دونوں بیانات متناقض ہیں اور میں اُن میں سے صرف ایک بیان کو قبول کرتا ہوں جو مولوی صاحب کے اس مضمون میں بھی انہیں کے ہاتھ سے درج ہو چکا ہے۔ یعنی یہ کہ میں پچیس برس تک براہین احمدیہ کے الہام صفحہ ۵۱۶ اور صفحہ ۵۵۷ کو کسی ایک پہلو پر متعین نہ کر سکا تو اس میں کیا شک ہے کہ دوسرا بیان اُس وقت تک محض مولوی صاحب کا افترا سمجھا جائے گا جب تک کہ وہ میری کسی کتاب یا اشتہار میں سے یہ ثابت کر کے نہ دکھلا دیں کہ یہ عبارت مذکورہ میں نے کسی جگہ لکھی ہے اور یا کسی جگہ میں نے یہ لکھا ہے کہ پچیس برس تک اس گناہ پر قائم اور مُصر رہا کہ باوجودیکہ براہین احمدیہ کے زمانہ سے قطعی علم زلزلہ کے متعلق مجھے ہو چکا تھا پھر میں نے اس خبر کو مخفی رکھا۔

اب اے ناظرین برائے خدا اپنی موت کو یاد کر کے ایماناً مجھے بتلاؤ کہ جو شخص اس قدر افترا کرتا

اور جھوٹی عبارتیں بنا کر میری طرف منسوب کرتا ہے کیا وہ کسی سرزنش اور تعزیر شرعی کے لائق ہے یا نہیں۔ بینوا تو جو روا۔ اور یہ بھی محض لہٰذا فرماویں کہ کیا ایسا شخص جو اس طرح کی شوخی سے جعل سازی کرتا ہے اس لائق ہے کہ آئندہ اس کو مولوی کے نام سے پکارا جائے۔ اور کیا مناسب نہیں کہ ایک مجلس علماء مقرر کر کے اس کو بلایا جاوے اور اس سے پوچھا جاوے کہ یہ فرضی عبارت جو میری طرف اُس نے منسوب کی ہے میں نے کس کتاب یا رسالہ میں اس کو لکھا ہے۔ مولوی کہلا کر یہ افترا اور یہ تحریف اور یہ خیانت اور یہ جھوٹ اور یہ دلیری اور یہ شوخی ان باتوں کا تصور کر کے بدن کا نپتا ہے۔ کیا مجھے کافر اور بے ایمان کہنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث جس میں لکھا ہے کہ آخری زمانہ کے اکثر مولوی یہودیوں کے مولویوں سے مشابہت پیدا کر لیں گے یا نہیں رکھتے بلکہ اس سے بڑھ کر بعض حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ اس قدر مشابہت پیدا کریں گے کہ اگر کسی یہودی نے ماں سے بھی زنا کیا ہوگا تو وہ بھی کر لیں گے۔

﴿۱۱۳﴾

☆ آخری زمانہ کے وہ علماء جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود اس امت کے قرار دیا ہے وہ بالخصوص اسی قسم کے مولوی ہیں جو مسیح موعود کے مخالف اور جانی دشمن اور اس کی تباہی کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور اس کو کافر اور بے ایمان اور دجال کہتے ہیں اور اگر ان کے لیے ممکن ہو تو اس کو صلیب دینے کے لئے طیار ہیں کیونکہ یہود کے فقیہ اور فریسی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اسی طرح پیش آئے تھے اور ان کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جو علماء اس قسم کے نہیں ہیں ان کو ہم اس امت کے یہودی نہیں کہہ سکتے بلکہ جو لوگ حضرت عیسیٰ کے دشمنوں کی طرح مجھے دجال اور کافر اور بے ایمان کہتے ہیں وہی یہودی ہیں اور میں ان کو یہودی نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ کا کلام ان کو یہودی کہتا ہے اور یہ تو امر مجبوری ہے جس حالت میں درحقیقت میں سچا ہوں نہ کافر نہ دجال نہ بے ایمان ہوں۔ پس جو شخص سچے مسیح کو ایسے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہودی قرار دیتے ہیں۔ اگر مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب مجھے بے ایمان کافر دجال قرار نہیں دیتے اور واجب القتل نہیں سمجھتے تو ہم ان کو یہودی نہیں کہتے اور اگر وہ مجھے ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور خدا جانتا ہے کہ میں سچا مسیح موعود ہوں تو اس صورت میں وہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مصداق بن کر اپنے تئیں یہودی بناتے ہیں اور مجھے کہتے ہیں کہ تم کیوں عیسیٰ بنے۔ اس کا یہی جواب ہے کہ آپ لوگوں کے طفیل سے۔ اگر آپ یہودی نہ بنتے تو میرا نام یہ نہ ہوتا۔ منہ

اور باوجود اس کے کہ بٹالوی صاحب نے اس قدر جھوٹ بول کر اور خیانت اور تحریف کر کے مجھے دکھ دیا ہے پھر بھی اگر وہ میری کسی کتاب میں وہ عبارت جو انہوں نے میری طرف منسوب کی ہے اور لکھا ہے کہ گویا میں پچیس برس تک اسی گناہ پر قائم اور مُصر رہا دکھلا دیں تو میں نقد پچاس روپیہ اُن کو دے سکتا ہوں۔ ورنہ میری طرف سے یہ کلمہ کافی ہے کہ لعنة الله على الكاذبين۔

قولہ۔ کسی سچے نبی یا ملہم کے نشان نہیں ہیں کہ جس بات کی تبلیغ کا خدا اُس کو حکم دے وہ دانستہ اور عمداً پچیس برس تک چھپائے رکھے اور اُس کی تبلیغ نہ کرے۔

اقول۔ اس افتراء کا جواب گذر گیا اور میں بیان کر چکا ہوں کہ میں نے کسی اشتہار میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ براہین احمدیہ کی یہ دو پیشگوئیاں جو لکھی گئی ہیں یعنی فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا اُن کے اصل منشاء کی طرف اسی زمانہ میں میرا ذہن منتقل ہو گیا تھا بلکہ بار بار لکھ چکا ہوں کہ پچیس برس کے بعد ان معنوں کی حقیقت کھلی۔ اور اگر پہلے سے میرے پر حقیقت کھلتی تو پھر اس الہام کے اس ترجمہ میں جو براہین احمدیہ میں لکھا گیا کیوں غلطی وقوع میں آتی۔

پھر اس نادان مولوی کے اس قول پر مجھے تعجب آتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ سچے نبی یا ملہم کا یہ نشان نہیں ہے کہ جس بات کی تبلیغ کا خدا اُس کو حکم دے وہ دانستہ اور عمداً پچیس برس تک اس کو چھپائے رکھے۔ اس نادان کو اب تک یہ بھی معلوم نہیں کہ تبلیغ الہی احکام کے متعلق ہوتی ہے نہ ایسی پیشگوئیوں کے متعلق۔ جن کی اشاعت کے لئے ملہم مامور بھی نہیں بلکہ اختیار رکھتا ہے چاہے ان کو شائع کرے یا نہ کرے۔ ماسوا اس کے جب کہ اس پیشگوئی کی حقیقت ابھی میرے پر نہیں کھلی تھی تو اس بات کے لئے میں مکلف نہ تھا کہ اس کے معنی اور مقصد لوگوں پر ظاہر کرتا اور جس قدر اجتہادی طور پر میرے خیال میں گذرا میں نے ترجمہ ان پیشگوئیوں کا براہین احمدیہ میں شائع کر دیا۔ پس میں نے تبلیغ میں کونسا قصور کیا

لَا يَكْفُرُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا أَوْسَعَهَا ۗ اگر یہ بات ہوتی کہ براہین احمدیہ کی ان پیشگوئیوں کی وہ حقیقت جو ۲۴ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کے بعد میرے پرکھ گئی براہین احمدیہ کی اشاعت کے زمانہ میں ہی مجھے معلوم ہوتی تو اگرچہ میں اس کی اشاعت کے لئے مامور نہ تھا تاہم میں نوع انسان کی ہمدردی کے لئے جہاں تک مجھ سے ممکن ہوتا اس کی اصل حقیقت سے لوگوں کو اطلاع دیتا۔

قولہ - یہ عجیب عذر گناہ بدتر از گناہ ہے کہ پیشگوئیوں کے معنی سمجھنے میں عوام تو عوام انبیاء علیہم السلام بھی اجتہاد کے وقت غلطی کر بیٹھتے ہیں۔

اقول - انہیں باتوں سے تو آپ کا خیانت پیشہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ آپ شیرخوار بچہ نہیں آپ علم حدیث سے ایسے جاہل نہیں جن کو اول نمبر کے جاہل کہنا چاہیے۔ آپ ایسے مجنون نہیں جن کے حواس بالکل قائم نہیں ہوتے۔ تو پھر یہ خیانت ہے یا کوئی اور بات ہے کہ آپ اس سے انکار کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے کوئی غلطی اجتہادی طور پر نہیں ہو سکتی سب جانتے ہیں کہ بیشک غلطی ہو سکتی ہے۔ مگر وہ ہمیشہ اس غلطی پر قائم نہیں رکھے جاسکتے۔ میں اس بارے میں بھی اسی ضمیمہ میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

قولہ - کسی پیشگوئی کے جھوٹے ہونے کا الزام جب آپ پر قائم ہوتا ہے تو اس الزام کو اسی اصول سے اٹھادیا جاتا ہے۔

اقول - اے مولوی صاحب خدا آپ کو ہدایت کرے اور وہ دن لاوے کہ آپ کی آنکھیں کھلیں۔ آپ اس شخص کی طرح جس کی گردن کے پیچھے بہت بڑا پھوڑا ہو اور اس وجہ سے وہ ہمیشہ زمین کی طرف جھکا رہے آسمان کی طرف نظر نہ اٹھا سکے آسانی انوار سے محروم ہیں اور ان سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اب تک دس ہزار سے بھی زیادہ خدا تعالیٰ میری تائید میں نشان ظاہر کر چکا ہے جو روز روشن کی طرح پورے ہو گئے ہیں مگر آپ کے نزدیک ہر ایک پیشگوئی جھوٹی نکلتی رہی ہے اور گویا میں جھوٹ کو سچ بنانے

کے لئے تاویلین کرتا رہا ہوں۔ اب اس جگہ بھی میں بجز اس کے کیا کہوں کہ لعنة الله على الكاذبين۔ جو شخص میری صحبت میں چالیس دن بھی رہتا ہے وہ کوئی نہ کوئی خدا تعالیٰ کا نشان دیکھ لیتا ہے۔ اسی وجہ سے ہزار ہا بندگان خدا اس طرف جھک گئے ہیں اور باوجود آپ کے بغض اور نخل اور ہمیشہ کی یادہ گوئی کے ایک عالم ہماری طرف آ گیا ہے اور آتا جاتا ہے اور آپ کے منہ کی پھونکوں سے کچھ بھی بگڑ نہ سکا۔ آسمان میں خدا نے میرے لئے خسوف کسوف کیا مگر آپ کے نزدیک وہ حدیث غلط ہے۔ اور میں چودھویں صدی کے سر پر آیا اور بفضلہ تعالیٰ محدثین کی شرط قرار داد کے مطابق چہارم حصہ صدی تک میری زندگی پہنچ گئی مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط۔ اور لکھا تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں طاعون پڑے گی اور سخت پڑے گی مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط۔ اور لکھا تھا کہ اُس وقت آفتاب میں ایک نشان ظاہر ہوگا۔ چنانچہ اب تک ظاہر ہے اور دو در بین سے دیکھا جاتا ہے مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط۔ اور حدیث میں آیا تھا کہ اُن دنوں ستارہ ذوالسنین طلوع کرے گا چنانچہ مدت ہوئی کہ اُس ستارہ کا طلوع ہو چکا مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط۔ اور لکھا تھا کہ وہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا۔ اور دمشق سے مشرق کی طرف وہ مبعوث ہوگا مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط۔ اور لکھا تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی اور اس میں یہ بھی اشارہ تھا کہ اُس زمانہ میں مدینہ کی طرف سے مکہ تک ریل کی سواری جاری ہو جائے گی مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط۔ پس جب کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں آپ کے نزدیک غلط ہیں تو میری پیشگوئیوں کو غلط کہنے کے وقت آپ کیوں شرم کرنے لگے۔

بلکہ حدیث اور میری پیشگوئیوں کا ذکر تو الگ رہا آپ تو مسلمان کہلا کر قرآن شریف سے ہی منہ پھیرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسیٰ فوت ہو گیا ہے اور آپ نے اس کو زندہ قرار دے کر

☆ یہ بھی بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ اس زمانہ میں لوگ حج کرنے سے روکے جائیں گے مگر یہ سب حدیثیں

آپ کے نزدیک غلط ہیں کیونکہ ان سے میرے دعویٰ کا ثبوت ملتا ہے۔ منہ

آسمان کے کسی حجرہ میں بٹھا رکھا ہے کیا خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نہیں فرمایا فَاكْمَلْنَا تَوْفِيقِنَا وَكُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ۔ کیا اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مجھے وفات دینے کے بعد تو ہی اُن پر رقیب تھا۔ اور کیا ان تمام آیات پر نظر ڈالنے سے صریح طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ کے سوال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ میں جب تک اپنی اُمت میں تھا میں اُن کے اعمال کا گواہ تھا اور اُن کے حالات کا علم رکھتا تھا پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو بعد اس کے تو ہی اُن کا رقیب اور محافظ تھا۔ پس کیا ان آیات کا بدیہی طور پر یہ خاص مطلب نہیں ہے کہ میری اُمت میری زندگی میں نہیں بگڑی بلکہ میری وفات کے بعد بگڑی۔ اور بعد وفات مجھے معلوم نہیں کہ ان کا کیا حال ہوا اور کیا مذہب اختیار کیا۔ پس خدا تعالیٰ کے اس کلام سے ظاہر ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ اب تک زندہ ہیں تو ساتھ ہی یہ بھی فرض کرنا پڑے گا کہ عیسائی بھی اب تک بگڑے نہیں اور سچے مذہب پر قائم ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ اپنی اُمت کا صراطِ مستقیم پر ہونا اپنی زندگی تک وابستہ کرتے ہیں اور اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ میں نے یہ تعلیم دی ہے کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے مانا کرو اور جناب الہی میں عرض کرتے ہیں کہ جب تک میں اپنی اُمت میں تھا میں نے وہی تعلیم اُن کو دی جس کی تو نے مجھے ہدایت دی تھی اور جب تو نے مجھے وفات دے دی تو بعد کے حالات کا مجھے کچھ علم نہیں۔ اور ان آیات سے صاف طور پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے ورنہ لازم آتا ہے کہ قیامت کے دن وہ خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولیں گے کیونکہ اگر وہ قیامت سے پہلے دنیا میں دوبارہ آئے ہوتے تو اس صورت میں اُن کا یہ کہنا کہ مجھے کچھ علم نہیں کہ میری اُمت نے میرے بعد کیا عقیدہ اختیار کیا صریح جھوٹ ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ جو شخص دوبارہ دنیا میں آوے اور چشمِ خود دیکھ جاوے کہ اس کی اُمت بگڑ چکی ہے اور نہ صرف ایک دن بلکہ برابر چالیس برس تک اُن کے کفر کی حالت دیکھتا رہے وہ کیونکر قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے کہہ سکتا ہے کہ اپنی اُمت کی حالت سے محض بے خبر ہوں۔ اب ظاہر ہے کہ آپ کا یہ عقیدہ کہ

﴿۱۱۸﴾

حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور پھر دوبارہ زمین پر نازل ہوں گے۔ صاف اور صریح طور پر نصوص صریحہ قرآن شریف کے برخلاف ہے مگر پھر بھی آپ اس عقیدہ کو نہیں چھوڑتے پس اس صورت میں آپ پر کیا افسوس کروں کہ آپ میرے صد ہا نشانوں کو دیکھ کر اُن سے منکر ہوئے جاتے ہیں اور جس طرح ایک شخص کو مٹی کھانے کی عادت ہو جاتی ہے وہ باوجود پیش کئے جانے عمدہ غذاؤں کے پھر بھی مٹی کھانے کی طرف ہی رغبت کرتا ہے۔ یہی حال آپ کا ہو رہا ہے۔ یہ بھی جھوٹ ہے کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ حدیثوں کی رو سے ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ سمجھتے ہیں۔ صحیح بخاری جس کو آپ اصحّ الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیتے ہیں اس میں تو صاف لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن مُردہ روحوں میں دیکھا جو اس جہان سے گذر چکی ہیں بلکہ حضرت یحییٰ کے پاس جو فوت ہو چکے ہیں اُن کا مقام پایا۔ اب بندہ خدا کچھ تو خدا تعالیٰ کا خوف کرنا چاہیے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر قبض روح کے یونہی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے تو اُن کو روحوں سے کیا تعلق تھا جو موت کے بعد دوسرے جہان میں پہنچ چکی ہیں اُن کے لئے تو کوئی علیحدہ مکان یا کمرہ چاہیے تھا جس میں جسمانی زندگی بسر کرتے نہ کہ عالم فانی کے رہنے والوں کے پاس چلے جاتے جو موت کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ پس یہ کس قدر جھوٹ ہے جو آپ کے گلے کا ہار ہو رہا ہے جو ایسے شخص کو آپ زندہ قرار دیتے ہیں جو اُنہیں سو برس سے فوت ہو چکا ہے۔ جب تک خدا تعالیٰ نے اس بھید کو نہیں کھولا تھا تب تک تو ہر ایک معذور تھا۔ اب جب کہ حکم آ گیا اور حقیقت کھل گئی اور قرآن شریف کی رو سے حضرت عیسیٰ کی موت ثابت ہو گئی اور حدیثوں کی رو سے مردہ روحوں میں اُن کی بود و باش پر گواہی مل گئی اور خدا کے قول سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے یعنی روایت سے حضرت عیسیٰ کا وفات پانا پریا ثبوت پہنچ گیا بلکہ مسلم اور صحیح بخاری کی حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آنے والا مسیح اسی امت میں سے ہوگا اور اس مسیح نے بھی بحیثیت حکم ہونے کے قرآن شریف اور ان احادیث

کے مطابق گواہی دی تو اب بھی نہ ماننا۔ بتلاؤ یہ ایمان داری ہے یا بے ایمانی۔ پھر ایسے آدمی پر افسوس کیا کریں کہ وہ ہمارے نشانوں کو نہیں مانتا جب کہ اس نے نہ خدا کے قول کو مانا اور نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کو قبول کیا اور نہ چاہا کہ خدا تعالیٰ سے خوف کر کے اپنی غلطی کو چھوڑ دے۔ تو ایسا آدمی اگر میرے پر افترا کرے تو مجھے کیوں افسوس کرنا چاہیے۔ ایک کی غلطی دوسرے کے لئے سند نہیں ہو سکتی۔ اگر فوج اعوج کے زمانہ میں ایسا خیال دلوں میں ہو گیا تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں تو وہ قابلِ سند نہیں ہے۔ خیر القرون کے زمانہ میں اس خیال کا نام و نشان نہ تھا اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس بات پر کیوں راضی ہو جاتے کہ سب انبیاء علیہم السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اسلام میں سب سے پہلا اجماع یہی تھا کہ تمام نبی فوت ہو گئے ہیں کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو بعض صحابہ کا یہ بھی خیال تھا کہ آپ فوت نہیں ہوئے اور پھر دنیا میں واپس آئیں گے اور منافقوں کی ناک اور کان کاٹیں گے۔ تو اُس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب کو مسجد نبوی میں جمع کیا اور یہ آیت پڑھی مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبی ہیں اور تمام انبیاء گذشتہ پہلے ان سے فوت ہو چکے ہیں۔ تب صحابہ جو سب کے سب موجود تھے رضی اللہ عنہم سمجھ گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے شک فوت ہو گئے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ کوئی نبی بھی زندہ نہیں۔ اور کسی نے اعتراض نہ کیا کہ حضرت عیسیٰ اس آیت کے مفہوم سے باہر ہیں اور وہ اب تک زندہ ہیں۔ اور کیا ممکن تھا کہ عاشقانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر راضی ہو سکتے کہ ان کا نبی تو چھوٹی سی عمر میں فوت ہو گیا اور عیسیٰ چھتر سو برس سے زندہ چلا آتا ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا بلکہ وہ تو اس خیال سے زندہ ہی مر جاتے پس اسی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سب کے سامنے یہ آیت پڑھ کر ان کو تسلی دی مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اور اس آیت نے ایسا

اثر صحابہ کے دل پر کیا کہ وہ مدینہ کے بازاروں میں یہ آیت پڑھتے پھرتے تھے گویا اسی دن وہ نازل ہوئی تھی۔ اور اسلام میں یہ اجماع تمام اجماعوں سے پہلا تھا کہ تمام نبی فوت ہو چکے ہیں۔ مگر اے مولوی صاحب!! آپ کو صحابہ کے اس اجماع سے کیا غرض۔ آپ کا مذہب تو تعصب ہے نہ کہ اسلام۔

مذہب اسلام ایسے باطل عقیدوں سے دن بدن تباہ ہوتا جاتا ہے مگر آپ لوگ خوش ہیں۔ رونق دیں عقائدت بردہ دشمنان شاد و یار آزرده

معلوم ہوتا ہے کہ اس اجماع سے پہلے جو تمام انبیاء علیہم السلام کی وفات پر ہوا بعض نادان صحابی جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا وہ ابھی اس عقیدہ سے بے خبر تھے کہ کل انبیاء فوت ہو چکے ہیں اور اسی وجہ سے صدیق رضی اللہ عنہ کو اس آیت کے سننے کی ضرورت پڑی اور اس آیت کے سننے کے بعد سب نے یقین کر لیا کہ تمام گزشتہ لوگ داخل قبور ہو چکے ہیں اسی وجہ سے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ چند شعر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرثیہ میں بنائے جس میں اُس نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ ہیں۔

كنت السواد لناظري فعمى عليك الناظر

من شاء بعدك فليمت فعليك كنت احاذر

(ترجمہ) تو میری آنکھوں کی پتلی تھا پس میں تو تیرے مرنے سے اندھا ہو گیا۔ اب بعد تیرے جو شخص چاہے مرے (عیسیٰ ہو یا موسیٰ) مجھے تو تیرے ہی مرنے کا خوف تھا۔
☆ جزاء اللہ خیر الجزاء محبت اسی کا نام ہے۔

☆ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس امت پر اتنا بڑا احسان ہے کہ اس کا شکر نہیں ہو سکتا اگر وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسجد نبوی میں اکٹھے کر کے یہ آیت نہ سناتے کہ تمام گزشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں تو یہ امت ہلاک ہو جاتی۔ کیونکہ ایسی صورت میں اس زمانے کے مفسد علماء یہی کہتے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں۔ مگر اب صدیق اکبر کی آیت مدوحہ پیش کرنے سے اس بات پر کل صحابہ کا اجماع ہو چکا کہ کل گزشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں بلکہ

اور اگر ایک ذرہ انصاف ہو تو معلوم ہوگا کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام اس عقیدہ کے مخالف تھے کہ کوئی آسمان پر جا کر پھر دنیا میں آتا ہے اسی لئے جب اُن سے الیاس نبی کے دوبارہ آنے کے بارہ میں یہودیوں نے پوچھا اور کتابیں دکھلائیں کہ لکھا ہے کہ الیاس دوبارہ دنیا میں آئے گا تب بعد الیاس آنے کے وہ مسیح موعود آئے گا جس کے آنے کا یہود کو وعدہ دیا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ وہ ان کا خاتم الانبیاء ہوگا تو عیسیٰ علیہ السلام نے یہ اعتراض سن کر فرمایا کہ یوحنا نبی جو تم میں موجود ہے اور مجھ سے پہلے آچکا ہے یہی الیاس ہے جس نے قبول کرنا ہو قبول کرے۔ اور یہ قول آپ کا یہود کو بہت ہی بُرا معلوم ہوا۔ اور اُن کو کافر اور بدعتی اور اجماع اُمت کے برخلاف ایک بات کہنے والا قرار دیا۔ چنانچہ ایک کتاب جو حال میں ایک بڑے یہودی فاضل نے تالیف کی ہے جو میرے پاس موجود ہے۔ اُس میں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کے لئے بڑا شور ڈالتا ہے اور اُن کو وہ نعوذ باللہ کذاب اور کافر اور ملحد کہتا ہے اور لوگوں کے سامنے اس بات کا اپیل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم خود منصف ہو کر سوچو کہ جس حالت میں خدا نے اپنی کتاب میں یہ خبر دی تھی جیسا کہ صحیفہ ملاکی میں لکھا ہے۔ جس کی صحت اور منجانب اللہ ہونے کا

﴿۱۲۱﴾

اُس اجماع پر شعر بنائے گئے۔ ابو بکر کی روح پر خدا تعالیٰ ہزاروں رحمتوں کی بارش کرے اُس نے تمام رحوں کو ہلاکت سے بچالیا اور اس اجماع میں تمام صحابہ شریک تھے۔ ایک فرد بھی ان میں سے باہر نہ تھا۔ اور یہ صحابہ کا پہلا اجماع تھا اور نہایت قابل شکر کارروائی تھی۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور مسیح موعود کی باہم ایک مشابہت ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ قرآن شریف میں دونوں کی نسبت یہ تھا کہ جب ایک خوف کی حالت اسلام پر طاری ہوگی اور سلسلہ مرتد ہونے کا شروع ہوگا تب ان کا ظہور ہوگا سو حضرت ابو بکر اور مسیح موعود کے وقت میں ایسا ہی ہوا۔ یعنی حضرت ابو بکر کے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صد ہا جاہل عرب مرتد ہو گئے تھے۔ اور صرف دو مسجدیں باقی تھیں جن میں نماز پڑھی جاتی تھی۔ حضرت ابو بکر نے دوبارہ ان کو اسلام پر قائم کیا ایسا ہی مسیح موعود کے وقت میں کئی لاکھ انسان اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی بن گئے اور یہ دونوں حالات قرآن شریف میں مذکور ہیں یعنی پیشگوئی کے طور پر ان کا ذکر ہے۔ منہ

اس شخص کو اقرار ہے کہ یہودیوں کا مسیح موعود نہیں آئے گا جب تک کہ الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آسمان سے نازل ہو کر نہ آوے۔ اور معلوم ہے کہ اب تک الیاس نبی آسمان سے نازل نہیں ہوا جس کا نازل ہونا مسیح موعود سے پہلے ضروری ہے تو ہم کیونکر اس کو سچا مسیح موعود سمجھ لیں۔ کیا ہم اپنے ایمان کو ضائع کر دیں یا تو ریت سے روگردان ہو جائیں کیا کریں۔ اور جب کہ کھلے کھلے لفظوں میں ملاکی نبی نے خدا تعالیٰ سے وحی پا کر ہمیں خبر دی ہے کہ ضرور ہے کہ مسیح موعود یہودیوں میں پیدا نہ ہو جب تک کہ خدا کے وعدہ کے موافق الیاس نبی دوبارہ دنیا میں نہ آوے تو پھر یہ شخص یہودیوں کا مسیح موعود کیونکر ہو سکتا ہے۔☆ اور جب کہ ایسی

یہودیوں کا یہ مذہب ہے کہ مسیح دو ہیں (۱) ایک وہ مسیح جو پہلے آنے والا ہے جس کے لئے یہ شرط ہے کہ اس سے پہلے الیاس دوبارہ دنیا میں آئے گا۔ یہی مسیح تھا جس کی نسبت حضرت عیسیٰ نے دعویٰ کیا کہ وہ میں ہوں مگر یہودی فاضلوں نے اس دعوے کو قبول نہ کیا اور کہا کہ یہ دعویٰ نصوص صریحہ کتاب اللہ کے مخالف ہے۔ وجہ یہ کہ جیسا کہ خدا کی کتاب بتلاتی ہے الیاس دوبارہ آسمان سے زمین پر نہیں آیا۔ حضرت عیسیٰ نے بار بار کہا کہ ایسی عبارتیں استعارہ کے رنگ میں ہوتی ہیں اور الیاس سے مراد اس جگہ یحییٰ یعنی یوحنا نبی ہے مگر چونکہ یہودی سخت ظاہر پرست تھے انہوں نے اس تاویل کو قبول نہ کیا اور اب تک اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ کو قبول نہیں کرتے اور بہت توہین کرتے ہیں (۲) دوسرا مسیح جس کی یہودیوں کو انتظار ہے وہ ہے جس کی نسبت ان کا عقیدہ ہے کہ وہ چھٹے ہزار کے اخیر میں آئے گا اس لئے آج کل نہایت اضطراب یہودیوں میں ہے کیونکہ قمری حساب کی رو سے چھٹا ہزار آدم سے ختم ہو گیا اور اب ساتواں ہزار چل رہا ہے مگر وہ مسیح موعود اب تک نہیں آیا۔ عیسائیوں کے محققین کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آمد ثانی ان کے مسیح کی چھٹے ہزار کے آخر میں ہوگی۔ اب وہ بھی نو میدی میں پڑ گئے کیونکہ چھٹے ہزار کا خاتمہ ہو گیا آخر انہوں نے نو میدی ہو کر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ کلیسیا کو ہی مسیح سمجھ لو اور آنے والے سے ہاتھ دھو بیٹھو۔ غرض یہودیوں کے نزدیک مسیح دو ہیں اور آخری مسیح موعود جو چھٹے ہزار کے آخر میں آنے والا تھا وہ ان کے نزدیک پہلے مسیح سے بہت افضل اور صاحب اقبال ہے مگر وہ تو دونوں مسیحوں سے محروم رہے نہ وہ ملا نہ وہ ملا۔ منہ

تصریح اور وضاحت سے الیاس نبی کے دوبارہ آنے کی قبل از مسیح موعود ہمیں خبر ملی ہے جس کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی تو پھر اگر ہم تکلف سے صرف عَنِ الظَّاهِرِ کر کے اس پیشگوئی کی کچھ تاویل کر دیں تو یہ سخت بے ایمانی ہوگی۔ ہمیں خدا نے اپنی کتاب میں یہ تو نہیں بتلایا کہ مسیح موعود سے پہلے الیاس نبی کا کوئی مثیل آئے گا بلکہ اُس نے تو صاف طور پر ہمیں خبر دے دی ہے کہ خود الیاس ہی دوبارہ آسمان سے نازل ہو جائے گا تو پھر ایسی صریح خبر سے ہم کیونکر انکار کر دیں اور پھر آخر مضمون میں لکھتا ہے کہ اگر خدا نے قیامت کے دن ہم سے پوچھا کہ تم نے اس شخص یعنی یسوع بن مریم کو کیوں قبول نہ کیا اور کیوں اُس پر ایمان نہ لائے تو ہم ملاکی نبی کی کتاب اُس کے سامنے پیش کر دیں گے۔

غرض یہ عقیدہ قدیم سے یہود کا ہے کہ اُن کا سچا مسیح موعود جو پہلا مسیح موعود ہے تبھی آئے گا جب پہلے اس سے الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آجائے گا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کی ایک نہ سنی اور ان کو یہی سُنائی کہ اس آنے والے سے مراد یوحنا نبی ہے۔ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فیصلہ ہے جس کے برخلاف آپ لوگوں نے شور مچا رکھا ہے۔ کیا الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آ گیا تا حضرت عیسیٰ بھی دوبارہ آجائیں گے بلکہ اگر کسی شخص کا دوبارہ دنیا میں آنا جائز ہے تو اس سے حضرت عیسیٰ سچے نبی ٹھہر نہیں سکتے اور ان کی نبوت باطل ہوتی ہے کیونکہ اس صورت میں ماننا پڑتا ہے کہ انہوں نے ناحق اپنی بات بنانے کے لئے تکی نبی کو الیاس بنا دیا ورنہ الیاس ابھی آسمان سے نازل نہیں ہوا تھا۔ کیا عقلمند کے لئے الیاس نبی کے دوبارہ آنے کا قصہ جس کی وجہ سے کئی لاکھ یہودی حضرت عیسیٰ کو رد کر کے واصل جہنم ہو گئے عبرت کا مقام نہیں؟

جب کہ الیاس نبی جس کا آسمان سے نازل ہونا حضرت عیسیٰ کے دعویٰ کی سچائی کے لئے ایک علامت مقرر کی گئی تھی آسمان سے نازل نہ ہوا تو اب وہی راہ اس زمانہ کے مسلمان کیوں اختیار کرتے ہیں جس کی وجہ سے پہلے اس سے یہودی کافر ہو گئے۔ اگر آسمان سے نازل ہونا سنت اللہ میں داخل ہوتا تو الیاس کی راہ میں کون سے پتھر پڑ گئے تھے کہ باوجودیکہ خدا تعالیٰ

کی کتاب میں اس کے نازل ہونے کا وعدہ تھا پھر بھی نازل نہ ہو سکا اور حضرت عیسیٰ کو یہودیوں کے مقابل پر شرمندگی اٹھانی پڑی اور آخر تک نبی کو الیاس نبی کا مثیل ٹھہرا کر یہودیوں کے بکواس سے پیچھا چھڑایا۔

خیال کرنا چاہیے کہ کس قدر عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کی اس حجت بازی سے دکھ پہنچتا ہوگا جب کہ وہ بار بار کہتے تھے کہ تو کس طرح سچا مسیح موعود ہو سکتا ہے جب کہ تجھ میں مسیح موعود کے علامات نہیں پائے جاتے کیونکہ خدا کی کتاب صاف لفظوں میں کہتی ہے کہ مسیح موعود نہیں آئے گا جب تک پہلے اس سے الیاس نبی دوبارہ دنیا میں نہ آجائے۔ اس حجت میں بظاہر یہودی سچے تھے کیونکہ الیاس آسمان سے نازل نہیں ہوا تھا اور نہ اب تک آسمان سے نازل ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر یہودیوں نے شرارتوں اور گستاخوں میں دلیری کی اس کی یہی وجہ تھی کہ ظاہر الفاظ کتاب اللہ کے لحاظ سے جو مسیح موعود کی علامت تھی وہ علامت حضرت مسیح میں پائی نہ گئی اور حضرت مسیح اپنے دل میں سمجھ چکے تھے کہ میرا جواب صرف تاویل ہی ہے جس کو یہود قبول نہیں کریں گے اس لئے انہوں نے نرم لفظوں میں کہا کہ جو الیاس دوبارہ دنیا میں آنا تھا وہ یہی تگیا بن زکریا ہے چاہو تو قبول کرو۔ ایسا ہی آسمان پر چڑھنے اور اترنے کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ مانگا گیا تھا جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ آخر ان کو صاف جواب دیا گیا اور خدا تعالیٰ نے فرمایا قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلًا اور عیسائیوں کو یہودی اب تک تنگ کیا کرتے ہیں کہ اگر عیسیٰ حقیقت میں مسیح موعود تھا تو کیوں الیاس نبی پہلے اس سے نازل نہ ہوا۔ عیسائی ہمیشہ اس اعتراض سے لاجواب رہتے ہیں اور ان کے سامنے بات نہیں کر سکتے۔

سو ہمارے مخالفوں کو الیاس نبی کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی سے سبق حاصل کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ یہودیوں کی طرح ان کا انجام ہو مگر مماثلت پوری کرنے کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ جیسا کہ ان سے پہلے یہودیوں نے حضرت الیاس کے دوبارہ آنے کے بارہ میں حضرت عیسیٰ

سے بہت جھگڑا کیا تھا اور اُن کو بے دین اور کافر اور ملحد ٹھہرایا تھا اسی طرح حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے میں ان لوگوں کا مجھ سے بھی جھگڑا ہوتا۔ یہ نادان سمجھتے نہیں کہ جس شخص کے دوبارہ آنے کے لئے روتے اور مجھے گالیاں نکالتے ہیں وہی میرے دعویٰ کی اُن پر ڈگری کرتا ہے کیونکہ بعینہ اس بیان کے مطابق جو حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کے بارہ میں میں ان لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ یہی بیان حضرت عیسیٰ کا یہودیوں کے سامنے تھا۔ اور جس طرح خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا ہے اسی طرح خدا نے یحییٰ نبی کا نام الیاس رکھ دیا تھا۔ اور یہی نظیر جو مذکور ہو چکی ہے ایک ایماندار کے لئے تسلی بخش ہے۔ اور خدا بھی تو فرماتا ہے۔ فَسَلِّتُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ اور یہودی تو ایک درجہ تک معذور بھی تھے کیونکہ یہودیوں کے زمانہ میں ابھی کسی انسان کے دوبارہ آنے میں خدا تعالیٰ کی کتابوں میں فیصلہ نہیں ہوا تھا مگر اب تو فیصلہ ہو چکا کیا الیاس نبی ملا کی نبی کی پیشگوئی کے مطابق دوبارہ دنیا میں آ گیا تا یہ لوگ بھی حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کی امید رکھیں۔ اور صحیح حدیثوں میں تو دوبارہ آنے کا کوئی لفظ بھی نہیں صرف نزول کا لفظ ہے جو محض اجلال اور اکرام کے لئے آتا ہے۔ ہر ایک عزیز مہمان کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ جب وہ تشریف لائیں گے تو ہمارے ہاں اُتریں گے تو کیا اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ آسمان سے واپس آئیں گے۔ واپس آنے کے لئے عربی زبان میں رجوع کا لفظ ہے نہ نزول کا۔ بڑا افسوس ہے کہ ناحق یہ عقیدہ جو عیسائی مذہب کو مدد دیتا ہے مسلمان کہلانے والوں کے گلے کا ہار ہو گیا۔ ہمارے مخالف سخت شرمندہ اور لاجواب ہو کر آخر کو یہ عذر پیش کر دیتے ہیں کہ ہمارے بزرگ ایسا ہی کہتے چلے آئے ہیں۔ نہیں سوچتے کہ وہ بزرگ معصوم نہ تھے بلکہ جیسا کہ یہودیوں کے بزرگوں نے پیشگوئیوں کے سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ان بزرگوں نے بھی ٹھوکر کھالی اور خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت سے ایسا ہی ایک غلط عقیدہ اُن میں شائع ہو گیا جیسا کہ یہود میں یہ عقیدہ شائع ہو گیا تھا کہ الیاس نبی دوبارہ آسمان سے نازل ہوگا اور یہود کے بزرگ بڑی محبت اور شوق سے الیاس نبی کے دوبارہ آنے کے منتظر تھے اُن کی نظموں اور نثروں میں بڑے درد اور

﴿ ۱۲۳ ﴾

وجد سے انتظار کی امیدیں پائی جاتی ہیں اور تمہارے بزرگ تو معصوم نہ تھے مگر اُن میں باوجود اس کے کہ اُن میں نبی اور خدا سے وحی پانے والے بھی تھے سب غلطی میں مبتلا رہے اور یہ عقدہ سر بستہ رہا کہ الیاس نبی کے دوبارہ آنے سے کوئی اور نبی مراد ہے۔ نہ یہ کہ درحقیقت الیاس ہی نازل ہوگا۔ اور اس وقت تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے کسی نبی یا ولی کو یہ راز سر بستہ سمجھ نہ آیا کہ الیاس کے دوبارہ آنے سے مراد یحییٰ نبی ہے نہ کہ درحقیقت الیاس۔ پس یہ کوئی نئی بات نہیں کہ اس اُمت کے بعض بزرگ کسی ایک بات کے سمجھنے میں دھوکہ کھائیں۔ اور عجیب تر یہ کہ اس مسئلہ میں بھی ان بزرگوں کا اتفاق نہیں۔ بہت سے ایسے علماء گذرے ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کی وفات کے قائل ہیں۔ ان میں سے حضرت مالک رضی اللہ عنہ بھی ہیں جیسا کہ لکھتے ہیں۔ قد اختلف فی عیسیٰ علیہ السلام هل هو حیّ او میت و قال مالک مات یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا اور مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ وہ مر گیا ہے۔ اور محی الدین ابن العربی صاحب اپنی ایک کتاب میں جو ان کی آخری کتاب ہے لکھتے ہیں کہ عیسیٰ تو آئے گا مگر بروزی طور پر یعنی کوئی اور شخص اس امت کا عیسیٰ کی صفت پر آجائے گا صوفیوں کا یہ مقرر شدہ مسئلہ ہے کہ بعض کالمین اس طرح پر دوبارہ دنیا میں آجاتے ہیں کہ اُن کی روحانیت کسی اور پر تجلی کرتی ہے اور اس وجہ سے وہ دوسرا شخص گویا پہلا شخص ہی ہو جاتا ہے۔ ہندوؤں میں بھی ایسا ہی اصول ہے اور ایسے آدمی کا نام وہ اوتار رکھتے ہیں۔

اور یہ خیال کہ کوئی زندہ آدمی آسمان پر چلا گیا اور یا گم ہو گیا یہ بھی ایک پُرانا خیال پایا جاتا ہے جس کے پہلے دتوں میں کچھ اور معنی تھے اور پھر جاہلوں نے سمجھ لیا کہ درحقیقت کوئی شخص مع جسم آسمان پر چلا جاتا ہے اور پھر آتا ہے۔ سید احمد صاحب بریلوی کی نسبت بھی کچھ ایسے ہی خیالات اُن کے گروہ کے لوگوں میں آج تک شائع ہیں۔ گویا وہ بھی حضرت عیسیٰ کی طرح پھر آئیں گے۔ اور اگرچہ وہ پہلی آمد میں حضرت عیسیٰ کی طرح نا کام رہے مگر دوسری مرتبہ خوب تلوار چلائیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ بڑے بڑے دعوے کر کے پھر نا کام اور نامراد دنیا سے چلے گئے اُن کی پردہ پوشی کے لئے یہ باتیں بنائی گئیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی اعتقاد نہیں رکھتا کہ آپ بھی پھر آئیں گے کیونکہ آنجناب نے اپنی آمد اول میں ہی کافروں کو وہ ہاتھ دکھائے جو اب تک یاد کرتے ہیں اور پوری کامیابی کے ساتھ آپ کا انتقال ہوا۔

اور معلوم ہوتا ہے کہ ابن العربی صاحب نے آخر عمر میں اپنے پہلے اقوال سے رجوع کر لیا تھا۔ اس لئے ان کا آخری بیان پہلے بیان سے متناقض ہے۔ ایسا ہی بعض اور فرقے صوفیوں کے کھلے طور پر حضرت عیسیٰ کی وفات کے قائل ہیں۔ اور ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کا اسی پر اجماع ہو گیا تھا جو انبیاء گذشتہ جن میں حضرت عیسیٰ بھی شامل ہیں فوت ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں پھر جیسے جیسے مذہب اسلام میں جہالت اور بدعات پھیلتی گئیں یہ بدعت بھی دین کا ایک جزو ہو گئی کہ حضرت عیسیٰ مردہ ارواح کی جماعت میں سے نکل کر پھر دنیا میں واپس آئیں گے۔ اس عقیدہ نے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے کیونکہ تمام دنیا میں سے صرف ایک ہی انسان کو یہ خصوصیت دی ہے کہ وہ آسمان پر مع جسم چلا گیا اور کسی زمانہ میں مع جسم واپس آئے گا۔ یہ عقیدہ حضرت عیسیٰ کو خدا بنانے کی پہلی اینٹ ہے کیونکہ ان کو ایک خصوصیت دی گئی ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ خدا جلد یہ داغ اسلام کے چہرہ سے دور کرے۔ آمین

بالآخر میں مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو محض حسبہ اللہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ آخر عمر تک پہنچ گئے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ کے مقابل پر بیہودہ چالاکیوں کو چھوڑ دیں۔ آپ نے بہت زور لگایا ہر ایک قسم کا مکر کیا اور نور کے بھانے کے لئے قابل شرم منصوبوں سے کام لیا مگر انجام کار نامراد رہے۔ اگر میں مفتری ہوتا تو آپ کا کہیں نہ کہیں ہاتھ پڑ جاتا اور میں کب کا تباہ ہو جاتا۔ ایسا آدمی جو ہر روز خدا پر جھوٹ بولتا ہے اور آپ ہی ایک بات تراشتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ یہ خدا کی وحی ہے جو مجھ کو ہوئی ہے۔ ایسا بذات انسان تو کتوں اور سوروں اور بندروں سے بدتر ہوتا ہے پھر کب ممکن ہے کہ خدا اس کی حمایت کرے۔ اگر یہ کاروبار

انسان کا ہوتا اور خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو اس کا نام و نشان نہ رہتا۔ پچیس برس بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت گزر گئی جب میں نے دعویٰ کیا تھا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور اگرچہ اس دعوے پر ایک دنیا کو مخالفت کا جوش رہا مگر اے مولوی صاحب آپ نے تو میری ایذا میں کوئی دقیقہ کوشش کا اٹھانہ رکھا اور آپ نہ صرف پبلک کو بلکہ ہمیشہ گورنمنٹ انگریزی کو بھی دھوکا دیتے رہے کہ یہ شخص مفتری اور گورنمنٹ کا بدخواہ ہے اور خون جیسے سنگین مقدمے میرے پر کئے گئے اور آپ ایسے مقدمات کے ثابت کرانے کے لئے خود گواہ بن کر کچہری میں حاضر ہوئے۔ اور میرے پر کفر کے فتوے لکھائے اور مجھ سے لوگوں کو بیزار کرنا چاہا۔ یہ اُس زمانہ کی بات ہے جب کہ میرے ساتھ صرف چند آدمی تھے اور آپ کی مخالفانہ کوششوں کے بعد کئی لاکھ آدمی میرے ساتھ ہو گئے۔ اگر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو میرے تباہ کرنے کے لئے آپ کی کوششوں کی ضرورت نہ تھی۔ میں خود اپنے افترا اور شامتِ اعمال سے تباہ ہو جاتا۔ یہ بات عقلِ سلیم قبول نہیں کر سکتی کہ ایک مفتری کو ایک ایسی لمبی مہلت دی جائے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت سے بھی زیادہ ہو کیونکہ اس طرح پر امان اٹھ جاتا ہے اور کوئی ماہِ الامتیاز صادق اور کاذب میں قائم نہیں رہتا۔ بھلا اس بات کا تو جواب دو کہ جب سے میں نے دعویٰ کیا ہے کس قدر مقدمے میرے خلاف فوجداری میں اٹھائے گئے اور کوشش کی گئی کہ مجھے ماخوذ کرائیں اور آپ نے ایسے مقدمات کی تائید میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ مگر کیا کسی مقدمہ میں آپ یا آپ کا گروہ فتح یاب بھی ہوا؟ اگر میں صادق نہ ہوتا تو کیا وجہ کہ ہر ایک جگہ اور ہر ایک موقعہ میں خدا تعالیٰ کا ذب کی ہی حمایت کرتا رہا اور جو صادق کہلاتے تھے ہر ایک میدان میں اُن کا منہ کالا ہوتا رہا۔ بد دعائیں کرتے کرتے سجدوں میں اُن کی ناک گھس گئی مگر دن بدن خدا میری مدد کرتا رہا اور میرے مقابل پر ان کی کوئی دعا قبول نہ ہوئی اور آپ کا تو اب تک شیوہ رہا ہے کہ بار بار خلاف واقعہ باتیں میری نسبت اپنے رسالوں اور نیز اخباروں

میں درج کرا کر گورنمنٹ انگریزی کو اُکساتے اور میرے پر بدن کرنا چاہتے ہیں۔ ایسی شرائطوں سے کیا ہو سکتا ہے۔ آپ یاد رکھیں کہ ان شرائطوں میں آپ ہمیشہ نامراد رہیں گے۔ کوئی امر زمین پر نہیں ہو سکتا جب تک آسمان پر قرار نہ پاوے۔

اور اس گورنمنٹ محسن کی نسبت میرے دل میں کوئی بد ارادہ نہیں ہے۔ میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہو گیا۔ قدیم سے میں نے اپنی بہت سی کتابوں میں بار بار یہی شائع کیا ہے کہ اس گورنمنٹ کے ہمارے سر پر احسان ہیں کہ اس کے زیر سایہ ہم آزادی سے اپنی خدمت تبلیغ پوری کرتے ہیں۔ اور آپ جانتے ہیں کہ ظاہری اسباب کی رُو سے آپ کے رہنے کے لئے اور بھی ملک ہیں اور اگر آپ اس ملک کو چھوڑ کر مکہ میں یا مدینہ میں یا قسطنطنیہ میں چلے جائیں تو سب ممالک آپ کے مذہب اور مشرب کے موافق ہیں۔ لیکن اگر میں جاؤں تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ سب لوگ میرے لئے بطور درندوں کے ہیں الا ماشاء اللہ۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا میرے پر احسان ہے کہ ایسی گورنمنٹ کے زیر سایہ مجھے مبعوث فرمایا ہے جس کا مسلک دلا زاری نہیں اور اپنی رعایا کو امن دیتی ہے مگر باوجود اس کے میں صرف ایک ہی ذات پر توکل رکھتا ہوں اور اُسی کے پوشیدہ تصرفات میں سے جانتا ہوں کہ اُس نے اس گورنمنٹ کو میری نسبت مہربان بنا رکھا ہے اور کسی شریر مجرک پیش چلنے نہیں دی اور میں امید رکھتا ہوں کہ قبل اس کے جو میں اس دنیا سے گزر جاؤں۔ میں اپنے اُس حقیقی آقا کے سوا دوسرے کا محتاج نہیں ہوں گا اور وہ ہر ایک دشمن سے مجھے اپنی پناہ میں رکھے گا۔ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ اَوْلًا وَاٰخِرًا وَاظْهَرًا وَاَبْطَنًا هُوَ وَلِيٌّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَهُوَ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ میری مدد کرے گا اور وہ مجھے ہر گز ہر گز ضائع نہیں کرے گا۔ اگر تمام دنیا میری مخالفت میں درندوں سے بدتر ہو جائے تب بھی وہ میری حمایت کرے گا۔ میں نامرادی کے ساتھ ہر گز قبر میں نہیں اُتروں گا کیونکہ میرا خدا میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں۔ میرے اندرون کا جو اُس کو علم ہے کسی کو بھی علم

نہیں۔ اگر سب لوگ مجھے چھوڑ دیں تو خدا ایک اور قوم پیدا کرے گا جو میرے رفیق ہوں گے۔ نادان مخالف خیال کرتا ہے کہ میرے مکروں اور منصوبوں سے یہ بات بگڑ جائے گی اور سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا مگر یہ نادان نہیں جانتا کہ جو آسمان پر قرار پا چکا ہے زمین کی طاقت میں نہیں کہ اس کو مٹا کر سکے۔ میرے خدا کے آگے زمین و آسمان کانپتے ہیں۔ خدا وہی ہے جو میرے پر اپنی پاک وحی نازل کرتا ہے اور غیب کے اسرار سے مجھے اطلاع دیتا ہے۔ اُس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اور ضروری ہے کہ وہ اس سلسلہ کو چلاوے اور بڑھاوے اور ترقی دے جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلاوے۔ ہر ایک مخالف کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو اس سلسلہ کے نابود کرنے کے لئے کوشش کرے اور ناخنوں تک زور لگاوے اور پھر دیکھے کہ انجام کار وہ غالب ہو یا خدا۔ پہلے اس سے ابو جہل اور ابولہب اور ان کے رفیقوں نے حق کے نابود کرنے کے لئے کیا کیا زور لگائے تھے مگر اب وہ کہاں ہیں۔ وہ فرعون جو موسیٰ کو ہلاک کرنا چاہتا تھا اب اس کا کچھ پتہ ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ صادق ضائع نہیں ہو سکتا وہ فرشتوں کی فوج کے اندر پھرتا ہے۔ بد قسمت وہ جو اُس کو شناخت نہ کرے۔

آپ سوچیں کہ آپ کے وہ مجدد صاحب کہاں گئے جن کو آپ نے مجدد کا خطاب دیا تھا اگر آسمان میں اُن کا یہ خطاب ہوتا تو وہ اپنے قول کے موافق جس کو انہوں نے حجج الکرامہ میں شائع کیا ہے اس صدی سے پچیس برس تک زندہ رہتے مگر وہ تو صدی کے سر پر ہی فوت ہو گئے اور جس کو آپ کا ذب کہتے ہیں اس نے قریباً صدی کا چہارم حصہ پالیا ہے۔

میں آپ کو محض لِّلہ پھر دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ یوں تو ہر ایک نبی کا مخالف یہی دعویٰ کرتا ہے کہ اُس نبی سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا اور نہ کوئی پیشگوئی اُس کی پوری ہوئی جیسا کہ ہم یہودیوں کی کتابوں میں حضرت عیسیٰ کی نسبت دیکھتے ہیں۔ اور یہی ہم عیسائیوں

کی کتابوں میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھا ہوا پاتے ہیں۔ مگر میں آپ کو نیک صلاح دیتا ہوں کہ درندگی کا طریق چھوڑ کر اب بھی آپ میری نسبت تحقیقات کر لیں۔ اول منقولی طور پر مجھ سے ثبوت لے لیں کہ کیا یہ ضروری نہیں کہ اس امت کا مسیح اسی امت میں سے ہونا چاہیے اور پھر دوسرے یہ دیکھ لیں کہ کس قدر میرے دعوے کی تائید میں مجھ سے نشان ظاہر ہوئے ہیں اور جو کچھ کہا جاتا ہے کہ فلاں پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ یہ محض افتراء ہے بلکہ تمام پیشگوئیاں پوری ہو گئیں اور میری کسی پیشگوئی پر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہو سکتا جو پہلے نبیوں کی پیشگوئیوں پر جاہل اور بے ایمان لوگ نہیں کر چکے۔

اگر خدا تعالیٰ کا خوف ہو تو آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ میرے ساتھ آپ کا مقابلہ تقویٰ سے بعید ہے کیونکہ آپ لوگوں کی دستاویز صرف وہ حدیثیں ہیں جن میں سے کچھ موضوع اور کچھ ضعیف اور کچھ ان میں سے ایسی ہیں جن کے معنی آپ لوگ سمجھتے نہیں۔ مگر آپ کے مقابل پر میرا دعویٰ علی وجہ البصیرت ہے اور جس وحی نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور آنے والا مسیح موعود یہی عاجز ہے اُس پر میں ایسا ہی ایمان رکھتا ہوں جیسا کہ میں قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور یہ ایمان صرف حسن اعتقاد سے نہیں

﴿۱۳۰﴾

☆ جس حالت میں قرآن شریف یعنی آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت ہے اور صحیح بخاری میں ابن عباس سے متوفیک کے یہ معنی لکھے ہیں کہ مُمِيتُک اور شاہ ولی اللہ صاحب بھی نوز الکبیر میں متوفیک کے معنی مُمِيتُک لکھتے ہیں اور قرآن شریف سے ثابت ہے کہ رَفَعْتُوْفِي کے بعد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يُعِيسِي اِنَّ مُتَوَفِّيَكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ لِي نَبِيٍّ فَرَمَاتَا كَمَا يَسْئَلُ اَنِّي رَافِعُكَ السَّمَاءَ وَمَتَوَفِّيَكَ - اور اپنی طرف سے قرآن شریف کے لفظوں کو ان کے مواضع سے پھیرنا اس آیت کا مصداق بنا ہے کہ يَحْرِقُونَ الْكَلِمَةَ عَنْ مَوَاضِعِهَا اور کوئی حدیث صحیح ثابت نہیں ہوئی کہ جو اجازت دیتی ہو کہ اس آیت میں رافع پہلے ہے اور متوفیک بعد میں۔ اس صورت میں حضرت عیسیٰ کی وفات سب طرح سے ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنے والا عیسیٰ امتی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ اور مسلم میں ہے کہ اَمَّكُمْ مِنْكُمْ - مِنْهُ

بلکہ وحی الہی کی روشنی نے جو آفتاب کی طرح میرے پرچم کی ہے یہ ایمان مجھے عطا فرمایا ہے۔ جس یقین کو خدا نے خارق عادت نشانوں کے تواتر اور معارف یقینیہ کی کثرت سے اور ہر روزہ یقینی مکالمہ اور مخاطبہ سے انتہا تک پہنچا دیا ہے اس کو میں کیونکر اپنے دل میں سے باہر نکال دوں۔ کیا میں اس نعمت معرفت اور علم صحیح کو رد کر دوں جو مجھ کو دیا گیا ہے۔ یا وہ آسمانی نشان جو مجھے دکھائے جاتے ہیں میں ان سے منہ پھیر لوں یا میں اپنے آقا اور اپنے مالک کے حکم سے سرکش ہو جاؤں کیا کروں مجھے ایسی حالت سے ہزار دفعہ مرنا بہتر ہے کہ وہ جو اپنے حسن و جمال کے ساتھ میرے پر ظاہر ہوا ہے میں اس سے برگشتہ ہو جاؤں۔ یہ دنیا کی زندگی کب تک اور یہ دنیا کے لوگ مجھ سے کیا وفاداری کریں گے تا میں ان کے لئے اُس یا عزیز کو چھوڑ دوں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ میرے مخالفوں کے ہاتھ میں محض ایک پوست ہے جس میں کیڑا لگ گیا ہے۔ وہ مجھے کہتے ہیں کہ میں مغز کو چھوڑ دوں اور ایسے پوست کو میں بھی اختیار کر لوں۔ مجھے ڈراتے ہیں اور دھمکیاں دیتے ہیں۔ لیکن مجھے اُسی عزیز کی قسم ہے جس کو میں نے شناخت کر لیا ہے کہ میں ان لوگوں کی دھمکیوں کو کچھ بھی چیز نہیں سمجھتا۔ مجھے اس کے ساتھ غم بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ دوسرے کے ساتھ خوشی ہو مجھے اس کے ساتھ موت بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ اُس کو چھوڑ کر لمبی عمر ہو۔ جس طرح آپ لوگ دن کو دیکھ کر اُس کو رات نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح وہ نور جو مجھ کو دکھایا گیا میں اس کو تاریکی نہیں خیال کر سکتا۔ اور جب کہ آپ اپنے ان عقائد کو چھوڑ نہیں سکتے جو صرف شکوک اور توہمات کا مجموعہ ہے تو میں کیونکر اُس راہ کو چھوڑ سکتا ہوں جس پر ہزار آفتاب چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ کیا میں مجنون یا دیوانہ ہوں کہ اُس حالت میں جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھے روشن نشانوں کے ساتھ حق دکھا دیا ہے پھر بھی میں حق کو قبول نہ کروں۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہزار ہا نشان میرے اطمینان کے لئے میرے پر ظاہر ہوئے ہیں جن میں سے بعض کو میں نے لوگوں کو بتایا اور بعض کو بتایا بھی نہیں اور میں نے دیکھا کہ یہ نشان

خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اور کوئی دوسرا بجز اُس وحدہ لاشریک کے اُن پر قادر نہیں۔

اور مجھ کو ماسواء اس کے علم قرآن دیا گیا اور احادیث کے صحیح معنی میرے پرکھولے گئے۔ پھر

میں ایسی روشن راہ کو چھوڑ کر ہلاکت کی راہ کیوں اختیار کروں؟ جو کچھ میں کہتا ہوں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں۔ اور جو کچھ آپ لوگ کہتے ہیں وہ صرف ظن ہے۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ عَنْ الْحَقِّ شَیْئًا ۱

اور اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے ایک اندھا ایک اونچی نیچی زمین میں تاریکی میں چلتا ہے اور نہیں جانتا کہ کہاں قدم پڑتا ہے۔ سو میں اس روشنی کو چھوڑ کر جو مجھ کو دی گئی ہے تاریکی کو کیونکر لے لوں۔

جب کہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا میری دعائیں سنتا اور بڑے بڑے نشان میرے لئے ظاہر کرتا اور مجھ سے ہمکلام ہوتا اور اپنے غیب کے اسرار پر مجھے اطلاع دیتا ہے اور دشمنوں کے مقابل پر اپنے قوی

ہاتھ کے ساتھ میری مدد کرتا ہے اور ہر میدان میں مجھے فتح بخشتا ہے اور قرآن شریف کے معارف اور حقائق کا مجھے علم دیتا ہے تو میں ایسے قادر اور غالب خدا کو چھوڑ کر اس کی جگہ کس کو قبول کر لوں۔

میں اپنے پورے یقین سے جانتا ہوں کہ خدا وہی قادر خدا ہے جس نے میرے پر تجلی فرمائی اور اپنے وجود سے اور اپنے کلام اور اپنے کام سے مجھے اطلاع دی۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ

قدرتیں جو میں اس سے دیکھتا ہوں۔ اور وہ علم غیب جو میرے پر ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ قوی ہاتھ جس سے میں ہر خطرناک موقعہ پر مدد پاتا ہوں وہ اُسی کامل اور سچے خدا کی صفات ہیں جس نے آدم کو پیدا

کیا اور جنوح پر ظاہر ہوا اور طوفان کا معجزہ دکھلایا۔ وہ وہی ہے جس نے موسیٰ کو مدد دی جب کہ فرعون اس کو ہلاک کرنے کو تھا۔ وہ وہی ہے جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید الرسل کو کافروں اور مشرکوں

کے منصوبوں سے بچا کر فتح کامل عطا فرمائی۔ اُسی نے اس آخری زمانہ میں میرے پر تجلی فرمائی۔ بعض نادان جو خبیث اور بدذات ہیں کہتے ہیں کہ وہ شیطان ہوگا جو تم پر ظاہر ہوا

لعنة الله عليهم الی یوم القیامة۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ شیطان سب پر غالب نہیں مگر وہ خدا جو اپنے کلام اور کام کے ساتھ میرے پر ظاہر ہوا وہ سب پر غالب ہے کوئی ہے جو

اس کا مقابلہ کرے۔ مخالف مُردے ہیں اور دشمن مرے ہوئے کیڑے ہیں کوئی نہیں

جو ان قدرتوں کا مقابلہ کر سکے جو اُس کے کلام اور کام کے ذریعے سے میرے پر ظاہر ہوتی ہیں وہ تمام صفتوں اور کامل قدرتوں کے ساتھ موصوف ہے نہ زمین میں نہ آسمان میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ جو ہر روز میرے پر ظاہر ہوتا اور اپنی قدرتیں مجھے دکھلاتا اور اپنے عمیق در عمیق بھید میرے پر ظاہر فرماتا ہے اگر اُس کے سوا زمین میں یا آسمان میں کوئی اور بھی خدا ہے تو تم اُس کا ثبوت دو۔ مگر تم ہرگز ثبوت نہیں دے سکتے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں وہی ایک ہے جس نے زمین و آسمان بنائے جب کہ وہ میرے پر آفتاب کی طرح چمک رہا ہے اور اس نے مجھے کامل بصیرت بخشی اور اپنی قدرتیں دکھلا کر اور مجھے سچا علم عطا فرما کر اپنے وجود پر مجھے علم دے دیا ہے تو میں کیونکر اس کو چھوڑ سکتا ہوں۔ میرے لئے جان کا چھوڑنا اس سے زیادہ آسان ہے کہ میں اس خدا کو چھوڑوں جس نے میرے پر تجلی فرمائی۔

اندھا دشمن یونہی بکواس کرتا ہے اُس کو خدا کی خبر نہیں۔ اس کا دل مجذوم ہے اور آنکھیں بینائی سے محروم۔ ان لوگوں کا علم صرف اس حد تک ہے کہ ظنیاات کا بت پوج رہے ہیں جو کچھ ہے ان کے نزدیک بھی یہی بت ہے، اس سے آگے ان کی قسمت میں کچھ نہیں۔ اُس خدا سے جو اپنی تازہ قدرتوں سے پہچانا جاتا ہے یہ لوگ محض محروم ہیں اور اُس اندھے کی طرح کہ آگے قدم رکھتا ہے اور نہیں جانتا کہ آگے نشیب ہے یا فراز اور پاک زمین ہے یا نجاست ان لوگوں کی رفتار ہے۔

اور یہ لوگ نادانی سے ایک پہلو پر زور دیتے ہیں اور دوسرا پہلو فراموش کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عیسیٰ نازل ہوگا اور وہ اُمّتی بن جائے گا۔ پس ان کے قول اور خدا کے قول میں فرق یہ ہے کہ یہ لوگ تو عیسیٰ کو اُمّتی بناتے ہیں اور خدا اُمّتی کو عیسیٰ بناتا ہے۔ پس یہ ایسا فرق نہیں تھا جس کی غلطی دور نہ ہو سکے۔ جب کہ خدا تعالیٰ کی قدرت ایک اُمّتی کو عیسیٰ بنا سکتی تھی

نہیں سوچتے کہ جس حالت میں تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام اُمّتی رکھ دیا پھر اگر خدا تعالیٰ ایک اُمّتی کا نام عیسیٰ رکھ دے تو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ کیا حدیث امامکم منکم کے یہی معنی نہیں کہ آنے والا عیسیٰ اے اُمّتی لوگو! تم میں سے ہے نہ کسی اور قوم میں سے۔ منہ

کہلائے گا کہ وہ خاتم الخلفاء ہے اور نیز عیسیٰ کی طرح رد کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس مشابہت کے اظہار کے لئے براہین احمدیہ میں خود فرماتا ہے۔ ”دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا“۔ پس بات تو ایک معمولی تھی۔ ہر ایک شخص ایسی مشابہت کے وقت ایک شخص کا ایسا نام رکھ دیتا ہے۔ خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بنایا گیا۔

اگر ہمارے مخالف اپنا عقیدہ صرف اس حد تک رکھتے کہ عیسیٰ مسیح آئے گا تو ضرور گرانجیل کی تعلیم پر قائم ہوگا۔ وہ مسلمانوں کے حلال حرام کا پابند نہ ہوگا اور اپنے طور کی نماز بھی علیحدہ پڑھے گا۔ اور بجائے قرآن شریف کے انجیل کو نماز میں پڑھے گا اور اپنے تئیں مستقل طور پر پیغمبر سمجھتا ہوگا نہ امتی۔ غرض ایسا شعار ظاہر نہیں کرے گا جس سے اُس کو امتی کہا جائے بلکہ وہ توریت اور انجیل کا پابند اور اسی راہ کا تبع ہوگا تو اس صورت میں تنقیح طلب یہ امر ٹھہرتا ہے کہ کیا ایسا شخص دوبارہ آکر اسلام کے لئے مفید ٹھہر سکتا ہے؟ جو اپنی عملی حالتوں سے دکھلاتا ہے کہ وہ اسلام سے بالکل الگ اور اُس کا مخالف ہے اور صاف ظاہر ہے کہ ایسے انسان کا آنا مسلمانوں کے لئے اچھا نہیں کیونکہ جب کہ وہ اتنے مرتبہ کا آدمی ہو کر شعارِ اسلام سے بٹکی اپنے تئیں مخالف ظاہر کرے گا اور اس طرح نماز نہیں پڑھے گا جو مسلمان پڑھتے ہیں اور بجائے قرآن شریف کے لوگوں کو انجیل سنائے گا اور وہ چیزیں کھائے گا جو مسلمان کھاتے نہیں اور شراب پیئے گا۔ تب بلاشبہ ایسے شخص کا وجود اسلام کے لئے بڑے فتنہ کا موجب ہوگا اور قریب ہوگا کہ اُس میں اور مسلمانوں میں کچھ دنگا فساد ہو جائے اور ایسا خطرناک وجود مسلمانوں کے لئے ایک ٹھوکر کا باعث ہوگا اور تعجب نہیں کہ عیسائی ہونے شروع ہو جائیں۔

لیکن اگر عیسیٰ آتے ہی سیدھے دل سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ پڑھ لے گا اور پابند اس نماز کا ہوگا جو مسلمان پڑھتے ہیں اور اس روزہ کا پابند جو مسلمانوں کو سکھایا

گیا اور ہر ایک حرام حلال میں اسلام پر چلے گا۔ پس اس صورت میں کیا شک ہے کہ اس حالت میں اپنے تئیں اُمتی قرار دے دے گا کیونکہ اُمتیوں کے سروں پر کچھ سینگ تو نہیں ہوتے جب اُمت ہونے کے سارے اعمال بجالائے تو اُمتی بن گئے۔ غرض جب عیسیٰ علیہ السلام کو تعلیم تو ریت چھڑا کر اُمتی بنایا گیا تو پھر اس صورت میں تنقیح طلب یہ امر ہوگا کہ وہ عیسیٰ جو یہود کے انبیاء کا خاتم الخلفاء تھا پھر اُسی کو اُمتی بنا کر محمدی دین کا خاتم الخلفاء بنایا۔ کیا اس سے وہ حکمت الہیہ پوری ہو سکتی ہے جس کا ارادہ کیا گیا ہے۔

اور یہ بات عقلمندوں پر ظاہر ہے کہ بنی اسمعیل میں خدا تعالیٰ نے بمقابلہ بنی اسرائیل کے ایک سلسلہ قائم کر کے یہ چاہا کہ ہر ایک طور سے اس سلسلہ کو اسرائیلی سلسلہ سے مشابہ اور مماثل کرے۔ پس اُس نے اسی ارادہ سے ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ بنایا جیسا کہ وہ فرماتا ہے **إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا** یعنی ہم نے اس رسول کو اُس رسول کی مانند بھیجا جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اور پھر آخر سلسلہ میں ضرور تھا کہ خاتم الخلفاء اس اُمت کا عیسیٰ کا مثیل ہو جو عیسیٰ کی طرح چودھویں صدی میں مثیل موسیٰ کے بعد ظاہر ہو کیونکہ موسیٰ کے سلسلہ کا آخری خلیفہ عیسیٰ تھا جو چودہ سو برس اس کے بعد ظاہر ہوا اور پھر اسرائیلی سلسلہ کے وہ یہود تھے جنہوں نے عیسیٰ کو قبول نہ کیا اس لئے خدا کے کلام نے یہ بھی وعدہ دیا کہ اس اُمت میں بھی آخری زمانہ میں جو مسیح موعود کا زمانہ ہوگا یہود سیرت پیدا ہو جائیں گے۔

اب جب کہ ظاہر ہے کہ مثیل موسیٰ عین موسیٰ نہیں اور آخری زمانہ کے یہود سیرت عین یہود نہیں تو پھر کیا وجہ کہ آنے والا وہی عیسیٰ اُتر آیا جو پہلے گذر چکا تھا۔ ایسا سمجھنا تو کتاب اللہ کے برخلاف ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ بعض گروہ اس اُمت کے انبیاء بنی اسرائیل کے قدم پر چلیں گے اور بعض افراد اس اُمت کے اُن یہودیوں کے قدم پر چلیں گے جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو قبول نہیں کیا تھا

اور صلیب دینا چاہتا تھا جو مغضوب علیہم قرار پائیں گے۔ اسی واسطے خدا تعالیٰ نے پنجوقتہ نماز میں بھی یہی دعا سکھائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ فاتحہ میں یہ تعلیم فرماتا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔^۱

پس اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے مراد انبیاء یہود ہیں اور مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ سے مراد وہ یہود ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو قبول نہیں کیا تھا۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ اس امت میں ایسے یہود سیرت بھی ہونے والے ہیں جو حضرت عیسیٰ کے وقت تھے۔ پس ضرور ہے کہ ان کے ساتھ اسی امت میں سے ایک عیسیٰ بھی ہو جس کے انکار سے وہ اُس قسم کے یہودی بن جائیں گے جو مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ ہیں۔ اب وہ لوگ جو مجھ کو ملامت کرتے ہیں جو تو نے اپنے تئیں عیسیٰ کیوں بنایا۔ درحقیقت یہ ملامت اُن کی طرف ہی رجوع کرتی ہے کیونکہ اگر وہ یہود نہ بنتے تو میں بھی عیسیٰ نہ بنتا۔ مگر ضرور تھا کہ خدا کا کلام پورا ہوتا۔ عجیب نادان ہیں۔ یہود بننے کے لئے آپ طیار ہیں مگر عیسیٰ کو باہر سے لاتے ہیں۔

﴿۱۳۶﴾

خلاصہ کلام یہ کہ اسمعیلی سلسلہ کی عمارت بالکل اسرائیلی سلسلہ کے مطابق بنائی گئی ہے۔ یہی حکمت ہے کہ اس سلسلہ کا عیسیٰ بھی خاندان بنی اسمعیل میں سے نہیں ہے کیونکہ مسیح بھی بنی اسرائیل سے نہیں آیا تھا۔ وجہ یہ کہ بنی اسرائیل میں سے کوئی اُس کا باپ نہ تھا صرف ماں اسرائیلی تھی یہی مشابہت اس جگہ موجود ہے۔ میں بیان کر چکا ہوں کہ میری بعض امہات سادات میں سے تھیں اور خدا کی وحی نے بھی یہی مجھ پر ظاہر کیا اور جس طرح حضرت عیسیٰ نے باپ کے ذریعہ سے رُوح حاصل نہیں کی تھی اسی طرح میں نے بھی علم اور معرفت کی رُوح کسی روحانی باپ سے یعنی اُستاد سے حاصل نہیں کی پس ان تمام باتوں میں مجھ میں اور حضرت عیسیٰ میں شدید مشابہت ہے۔ لہذا خدا تعالیٰ نے اسرائیلی سلسلہ کے مقابل پر اسمعیلی سلسلہ قائم کر کے عیسیٰ بننے کے لئے مجھے چن لیا۔ صدر سلسلہ اسلام میں حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کا نام

موسیٰ رکھا گیا جن کے ماں باپ دونوں قریش تھے اور آخر سلسلہ میں یہ عاجز ہے جو فقط ماں کے لحاظ سے قریش ہے جس کا نام عیسیٰ رکھا گیا۔

مردمِ نا اہل گویند کہ چون عیسیٰ شدی چون شمارا شد یہود اندر کتاب پاک نام ورنہ از روئے حقیقت تخم ایشاں عیستید گر نہ بودندے شما۔ مارا نبودے ہم اثر ہرچہ بود از نیک و بد در دین اسرائیلیاں قومِ مادر ہر قدم ماند بقومِ موسوی چونکہ موسیٰ شد نبی ما۔ کہ صدر دین ماست نیز ہم اینجا یہود بد گہر پیدا شدند الغرض آں ذوالمنن در ہر صلاح و ہر فساد چون خدا نامِ رسولِ پاک ما موسیٰ نہاد پس در اول چون کلیم آمد بحکم کردگار بعد ازین روتاقتن از مقتضائے شقوت است

پس چہ حاصل تیر ہا انداختن بر صادقان

ہر کہ از بد باز ناید نار را گردد و قود

خلاصہ یہ کہ میں حق پر ہوں اور نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے موافق میرا دعویٰ ہے اور ہزار ہا نشان میری سچائی کے گواہ ہیں۔ اور آئندہ بھی طالب حق کے لئے نشانوں کا دروازہ بند نہیں اور جو کچھ مخالفوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ یہ ان کی ناپیدائی ہے۔ ورنہ سب پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں اور بعض پوری ہونے والی ہیں۔ ہاں چونکہ ان کی نظر تعصب کے گرد و غبار کی وجہ سے موٹی ہے اس لئے وہ پیشگوئیاں جو بہت کھلی کھلی

ہیں اُن کو وہ ماننی پڑتی ہیں اور جو پیشگوئیاں کسی قدر دقت نظر کی محتاج ہیں وہ اُن کے نزدیک گویا پوری نہیں ہوئیں لیکن ایسی پیشگوئی شاید دس ہزار میں سے ایک ہو۔ پس کس قدر لعنت کا داغ اس دل پر ہے کہ دس ہزار پیشگوئی سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اور بار بار ایک کتے کی طرح غوغو کرتا ہے کہ فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور نہ صرف اسی قدر بلکہ سخت بے حیائی سے ساتھ اس کے گالیاں بھی دیتا ہے۔ ایسا انسان اگر کسی پہلے نبی کے وقت میں بھی ہوتا تو کیا اس کو قبول کر لیتا ہرگز نہیں کیونکہ ہر ایک نبی کی کوئی نہ کوئی پیشگوئی کافروں پر مشتبہ رہی ہے۔

اے نادان! اول تعصب کا پردہ اپنی آنکھ پر سے اٹھاتے تھے معلوم ہو جائے گا کہ سب پیشگوئیاں پوری ہو گئیں۔ خدا تعالیٰ کی نصرت ایک تند اور تیز دریا کی طرح مخالفوں پر حملہ کر رہی ہے پر افسوس کہ ان لوگوں کو کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔ زمین نے نشان دکھلائے اور آسمان نے بھی۔ اور دوستوں میں بھی نشان ظاہر ہوئے ہیں اور دشمنوں میں بھی مگر اندھے لوگوں کے نزدیک ابھی کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا۔ لیکن خدا اس کام کو نا تمام نہیں چھوڑے گا جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلاوے۔

﴿۱۳۸﴾

مخالف چاہتے ہیں کہ میں نابود ہو جاؤں اور ان کا کوئی ایسا داؤ چل جائے کہ میرا نام و نشان نہ رہے مگر وہ ان خواہشوں میں نامراد رہیں گے اور نامرادی سے مرین گے اور بہترے اُن میں سے ہمارے دیکھتے دیکھتے مر گئے اور قبروں میں حسرتیں لے گئے مگر خدا تمام میری مرادیں پوری کرے گا۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ جب میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اس جنگ میں مشغول ہوں تو میں کیوں ضائع ہونے لگا اور کون ہے جو مجھے نقصان پہنچا سکے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی کا ہو جاتا ہے تو اُس کو بھی اُس کا ہونا ہی پڑتا ہے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں لکھا ہے کہ آنے والا عیسیٰ

اسی امت میں سے ہوگا۔ لیکن صحیح مسلم میں صریح لفظوں میں اس کا نام نبی اللہ رکھا ہے۔ پھر کیونکر ہم مان لیں کہ وہ اسی امت میں سے ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام بد قسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا تابع نہ ہو۔ پس ایک اُمتی کو ایسا نبی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا بالخصوص اس حالت میں کہ وہ اُمتی اپنے اسی نبی متبوع سے فیض پانے والا ہو بلکہ فساد اس حالت میں لازم آتا ہے کہ اس اُمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک مکالمات الہیہ سے بے نصیب قرار دیا جائے۔ وہ دین۔ دین نہیں ہے اور نہ وہ نبی، نبی ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا کہ مکالمات الہیہ سے مشرف ہو سکے۔ وہ دین لعنتی اور قابلِ نفرت ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ صرف چند منقولی باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور خدائے حسی و قیوم کی آواز سننے اور اُس کے مکالمات سے قطعی نو میدی ہے اور اگر کوئی آواز بھی غیب سے کسی کے کان تک پہنچتی ہے تو وہ ایسی مشتبہ آواز ہے کہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے یا شیطان کی۔ سو ایسا دین بہ نسبت اس کے کہ اُس کو رحمانی کہیں شیطانی کہلانے کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ دین وہ ہے جو تاریکی سے نکالتا اور نور میں داخل کرتا ہے اور انسان کی خدا شناسی کو صرف قصوں تک محدود نہیں رکھتا بلکہ ایک معرفت کی روشنی اس کو عطا کرتا ہے۔ سو سچے دین کا تابع اگر خود نفس امارہ کے حجاب میں نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کے کلام کو سن سکتا ہے۔ سو ایک اُمتی کو اس طرح کا نبی بنانا سچے دین کی ایک لازمی نشانی ہے۔

اور اگر نبی کے یہ معنے ہیں کہ اُس پر شریعت نازل ہو یعنی وہ نئی شریعت لانے والا ہو

تو یہ معنی حضرت عیسیٰ پر بھی صادق نہیں آئیں گے کیونکہ وہ شریعت محمدیہ کو منسوخ نہیں کر سکتے۔ اُن پر کوئی ایسی وحی نازل نہیں ہو سکتی جو قرآن شریف کو منسوخ کرے بلکہ ان کے دوبارہ لانے سے یہ وہم گذرتا ہے کہ شاید ان کے ذریعہ سے شریعت اسلامیہ میں کچھ تبدیل و ترمیم کیا جائے گا۔ ورنہ اگر نبی کے صرف یہ معنی کئے جائیں کہ اللہ جلّ شانہ اس سے مکالمہ و مخاطبہ رکھتا ہے اور بعض اسرار غیب کے اُس پر ظاہر کرتا ہے تو اگر ایک امتی ایسا نبی ہو جائے تو اس میں حرج کیا ہے خصوصاً جب کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اکثر جگہ یہ امید دلائی ہے کہ ایک امتی شرف مکالمہ الہیہ سے مشرف ہو سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کو اپنے اولیاء سے مکالمات اور مخاطبات ہوتے ہیں بلکہ اسی نعمت کے حاصل کرنے کے لئے سورۃ فاتحہ میں جو پنج وقت فریضہ نماز میں پڑھی جاتی ہے یہی دعا سکھلائی گئی ہے

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ تُوَكِّسِي أُمَّتِي كَوَاسِنِ نِعْمَتِكَ

حاصل ہونے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے۔ کیا سورۃ فاتحہ میں وہ نعمت جو خدا تعالیٰ سے مانگی گئی ہے جو نبیوں کو دی گئی تھی وہ درہم و دینار ہیں۔ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ کی نعمت ملی تھی جس کے ذریعہ سے اُن کی معرفت حق البقین کے مرتبہ تک پہنچ گئی تھی اور گفتار کی تجلی دیدار کے قائم مقام ہو گئی تھی۔ پس یہ جو دعا کی جاتی ہے کہ اے خداوند وہ راہ ہمیں دکھا جس سے ہم بھی اُس نعمت کے وارث ہو جائیں اس کے بجز اس کے اور کیا معنی ہیں کہ ہمیں بھی شرف مکالمہ اور مخاطبہ بخش۔

بعض جاہل اس جگہ کہتے ہیں کہ اس دعا کے صرف یہ معنی ہیں کہ ہمارے ایمان قوی کر اور اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما اور وہ کام ہم سے کرا جس سے تو راضی ہو جائے۔ مگر یہ نادان نہیں جانتے کہ ایمان کا قوی ہونا یا اعمال صالحہ کا بجالانا اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق قدم اٹھانا یہ تمام باتیں معرفت کاملہ کا نتیجہ ہیں۔ جس دل کو خدا تعالیٰ کی معرفت میں سے کچھ حصہ نہیں ملا وہ دل ایمان قوی اور اعمال صالحہ سے بھی بے نصیب ہے۔ معرفت سے ہی خدا تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اور معرفت سے ہی خدا تعالیٰ کی محبت دل میں جوش

مارتی ہے۔ جیسا کہ دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ ہر ایک چیز کا خوف یا محبت معرفت سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اگر اندھیرے میں ایک شیر ببر تمہارے پاس کھڑا ہو اور تم کو اس کا علم نہ ہو کہ یہ شیر ہے بلکہ یہ خیال ہو کہ یہ ایک بکرا ہے تو تمہیں کچھ بھی اس کا خوف نہیں ہوگا اور جیسی کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ تو شیر ہے تو تم بے حواس ہو کر اس جگہ سے بھاگ جاؤ گے۔ ایسا ہی اگر تم ایک ہیرے کو جو ایک جنگل میں پڑا ہوا ہے جو کئی لاکھ روپیہ قیمت رکھتا ہے محض ایک پتھر کا ٹکڑا سمجھو گے تو اس کی تم کچھ بھی پروا نہیں کرو گے۔ لیکن اگر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ اس شان اور عظمت کا ہیرا ہے تب تو تم اس کی محبت میں دیوانہ ہو جاؤ گے اور جہاں تک تم سے ممکن ہوگا اس کے حاصل کرنے کے لئے کوشش کرو گے۔ پس معلوم ہوا کہ تمام محبت اور خوف معرفت پر موقوف ہے۔ انسان اس سوراخ میں ہاتھ نہیں ڈال سکتا جس کی نسبت اُس کو معلوم ہو جائے کہ اُس کے اندر ایک زہریلا سانپ ہے اور نہ اُس مکان کو چھوڑ سکتا ہے جس کی نسبت اُس کو یقین ہو جائے کہ اُس کے نیچے ایک بڑا بھاری خزانہ مدفون ہے۔ اب چونکہ تمام مدار خوف اور محبت کا معرفت پر ہے اس لئے خدا تعالیٰ کی طرف بھی پورے طور پر اس وقت انسان جھک سکتا ہے جب کہ اس کی معرفت ہو۔ اول اُس کے وجود کا پتہ لگے اور پھر اُس کی خوبیاں اور اُس کی کامل قدرتیں ظاہر ہوں اور اس قسم کی معرفت کب میسر آسکتی ہے بجز اس کے کہ کسی کو خدا تعالیٰ کا شرفِ مکالمہ اور مخاطبہ حاصل ہو اور پھر اعلام الہی سے اس بات پر یقین آجائے کہ وہ عالم الغیب ہے اور ایسا قادر ہے کہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ سو اصلی نعمت (جس پر قوتِ ایمان اور اعمال صالحہ موقوف ہیں) خدا تعالیٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کے ذریعے سے اول اُس کا پتہ لگتا ہے اور پھر اُس کی قدرتوں سے اطلاع ملتی ہے اور پھر اس اطلاع کے موافق انسان ان قدرتوں کو پچشم خود دیکھ لیتا ہے۔ یہی وہ نعمت ہے جو انبیاء علیہم السلام کو دی گئی تھی اور پھر اس اُمت کو حکم ہوا کہ اس نعمت کو تم مجھ سے مانگو کہ میں تمہیں بھی دوں گا۔ پس جس کے دل میں یہ پیاس

لگا دی گئی ہے کہ اس نعمت کو پاوے بیشک اس کو وہ نعمت ملے گی۔

لیکن وہ لوگ جو خدا تعالیٰ سے لاپرواہ ہیں خدا تعالیٰ اُن سے لاپرواہ ہے۔ خدا تعالیٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ یہی تو ایک جڑ ہے معرفت کی اور تمام برکات کا سرچشمہ ہے اگر اس اُمت پر یہ دروازہ بند ہوتا تو سعادت کے تمام دروازے بند ہوتے مگر مکالمات اور مخاطبات الہیہ سے اُس قسم کے کلمات مراد نہیں ہیں جن کی نسبت خود مُلہم مترّد ہو کہ آیا وہ شیطانی ہیں یا رحمانی۔ ایسے بے برکت کلمات جن میں شیطان بھی شریک ہو سکتا ہے شیطانی ہی سمجھنے چاہئیں کیونکہ خدا تعالیٰ کے روشن اور بابرکت اور لذیذ کلمات شیطان کے کلمات سے مشابہ نہیں ہو سکتے اور جن دلوں میں باعث طہارتِ کاملہ شیطان کا کچھ حصہ نہیں رہتا اُن کی وحی میں بھی شیطان کا کچھ حصہ نہیں رہتا اور شیطان انہیں نجس دلوں پر اُترتا ہے جو شیطان کی طرح اپنے اندر ناپاکی رکھتے ہیں۔ پاک نفسوں پر پاک کلام نازل ہوتا ہے اور پلید نفسوں پر پلید کا۔

اور اگر ایک انسان اپنے الہام میں متخیر ہے اور نہیں جانتا کہ وہ شیطان کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے۔ ایسے شخص کا الہام اُس کے لئے آفتِ جان ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اُس الہام کی بنا پر کسی نیک کو بد قرار دے حالانکہ وہ الہام شیطان کی طرف سے ہو اور ممکن ہے کہ کسی بد کو نیک قرار دے حالانکہ وہ سراسر شیطانی تعلیم ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک امر کو جو الہام کے ذریعہ سے اس کو معلوم ہوا ہے خدا کا امر سمجھ کر بجلاوے حالانکہ وہ شیطان نے حکم دیا ہو۔ اور اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک حکم شیطان کا حکم سمجھ کر ترک کر دے حالانکہ وہ خدا تعالیٰ کا حکم ہو۔

صاف ظاہر ہے کہ بجز ایک قطعی فیصلہ کے یعنی بجز اس امر کے کہ دل اس یقین سے پُر ہو کہ درحقیقت یہ خدا کا حکم ہے اس کے کرنے کے لئے پوری استقامت حاصل نہیں ہو سکتی خصوصاً بعض امور ایسے ہوتے ہیں کہ ظاہر شرع کو اُن پر کچھ اعتراض بھی ہوتا ہے جیسا کہ

خضر کے کام پر ظاہر شرع کو سراپا اعتراض تھا۔ نبیوں کی تمام شریعتوں میں سے کسی شریعت میں یہ حکم نہیں کہ ایک بے گناہ بچہ قتل کر دو۔ پس اگر خضر کو یہ یقین نہ ہوتا کہ یہ وحی خدا کی طرف سے ہے تو وہ کبھی قتل نہ کرتا اور اگر موسیٰ کی ماں کو یقین نہ ہوتا کہ اس کی وحی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تو کبھی اپنے بچہ کو دریا میں نہ ڈالتی۔

اب ظاہر ہے کہ ایسا الہام کس طرح فخر کے لائق ہو سکتا اور کس طرح اس کے ضرر سے انسان امن میں رہ سکتا ہے جس کی نسبت کبھی تو اس کا یہ خیال ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور کبھی یہ خیال ہے کہ شیطان کی طرف سے ہے۔ ایسا الہام تو آفت جان اور آفت ایمان ہے بلکہ ایک بلا ہے جس سے کبھی نہ کبھی وہ ہلاک ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ اپنے اُن بندوں کو جو تعلقات نفس امارہ سے الگ ہو کر محض اس کے ہو جاتے ہیں اور اُس کی محبت کی آگ سے تمام ماسوا اللہ کو جلا دیتے ہیں وہ اپنے ایسے بندوں کو شیطان کے پنجہ میں گرفتار کرے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جس طرح روشنی اور تاریکی میں فرق ہے اسی طرح شیطانی وساوس اور خدا تعالیٰ کی پاک وحی میں فرق ہے۔

بعض خشک ملاؤں کو یہاں تک انکار میں غلو ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مکالمات الہیہ کا دروازہ ہی بند ہے اور اس بد قسمت اُمت کے یہ نصیب ہی نہیں کہ یہ نعمت حاصل کر کے اپنے ایمان کو کامل کرے اور پھر کشش ایمانی سے اعمال صالح کو بجا لاوے۔

ایسے خیالات کا یہ جواب ہے کہ اگر یہ اُمت درحقیقت ایسی ہی بد بخت اور اندھی اور شرّ الامم ہے تو خدا نے کیوں اس کا نام خیر الامم رکھا بلکہ سچ بات یہ ہے کہ وہی لوگ احمق اور نادان ہیں کہ جو ایسے خیالات رکھتے ہیں ورنہ جس طرح خدا تعالیٰ نے اس اُمت کو وہ دعا سکھائی ہے جو سورۃ فاتحہ میں ہے۔ ساتھ ہی اُس نے یہ ارادہ بھی فرمایا ہے کہ اس اُمت کو وہ نعمت عطا بھی کرے جو نبیوں کو دی گئی تھی یعنی مکالمہ مخاطبہ الہیہ جو سرچشمہ تمام نعمتوں کا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ نے وہ دعا سکھا کر صرف دھوکا ہی دیا ہے

اور ایسی ناکارہ اور ذلیل اُمت میں کیا خیر ہو سکتی ہے جو بنی اسرائیل کی عورتوں سے بھی گئی گذری ہے۔

ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ کی ماں اور حضرت عیسیٰ کی ماں دونوں عورتیں تھیں اور بقول ہمارے مخالفین کے نبیہ نہیں تھیں تاہم خدا تعالیٰ کے یقینی مکالمات اور مخاطبات ان کو نصیب تھے اور اب اگر اس اُمت کا ایک شخص اس قدر طہارتِ نفس میں کامل ہو کہ ابراہیمؑ کا دل پیدا کر لے اور اتنا خدا تعالیٰ کا تابع رہے جو تمام نفسانی چولا پھینک دے اور اتنا خدا تعالیٰ کی محبت میں محو ہو کہ اپنے وجود سے فنا ہو جائے تب بھی وہ باوجود اس قدر تبدیلی کے موسیٰ کی ماں کی طرح بھی وحی الہی نہیں پاسکتا۔ کیا کوئی عقلمند خدا تعالیٰ کی طرف ایسا بخل منسوب کر سکتا ہے۔ اب ہم بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنة اللہ علی الکاذبین۔

اصل بات یہ ہے کہ جب ایسے لوگ سراسر دنیا کے کیڑے ہو گئے اور اسلام کا شعار صرف پگڑی اور ڈاڑھی اور ختنہ اور زبان کے چند اقرار اور رسمی نماز روزہ رہ گیا تو خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں کو مسخ کر دیا اور ہزار ہا تاریکی کے پردے آنکھوں کے آگے آگے اور دل مر گئے اور کوئی زندہ نمونہ روحانی حیات کا اُن کے ہاتھ میں نہ رہا ناچار ان کو مکالماتِ الہیہ سے انکار کرنا پڑا اور یہ انکار درحقیقت اسلام سے انکار ہے لیکن چونکہ دل مر چکے ہیں اس لئے یہ لوگ محسوس نہیں کرتے کہ ہم کس حالت میں پڑے ہیں۔

یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر یہی حالت ہے تو پھر اسلام اور دوسرے مذاہب میں فرق کیا رہا۔ یوں تو برہموسماج والے بھی خدا تعالیٰ کو وحدہ لا شریک کہتے ہیں اور تاسخ کے بھی قائل نہیں اور کوئی شرک نہیں کرتے اور روزِ جزا و سزا کو بھی مانتے ورکلمہ لا الہ الا اللہ کے اقراری ہیں۔ پھر جب کہ ان تمام باتوں میں برہموشریک ہیں تو ایسی صورت میں کہ مسلمانوں کی ترقیات بھی اسی حد تک ہیں ان میں اور برہموؤں میں کیا فرق ہے۔ پس اگر مذہب اسلام نعوذ باللہ کوئی امتیازی نعمت عطا نہیں کرتا اور انسانی خیالات تک ہی منتهی ہوتا ہے

تو اس صورت میں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مذہب نہیں ٹھہر سکتا۔ بھلا ایک شخص اسلام کے ہر ایک پاک عقیدہ کے موافق اپنا عقیدہ رکھتا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفتری سمجھتا ہے جیسا کہ برہموساج والے سمجھتے ہیں تو اس خیال کے مسلمان اس کے آگے اپنے مذہب کا ماہہ الامتیاز کیا پیش کر سکتے ہیں جو صرف قصے کہانیاں نہ ہوں بلکہ ایک ایسی مشہود و محسوس نعمت ہو جو ان کو دی گئی اور ان کے غیر کو نہیں دی گئی۔ پس اے بد بخت اور بد قسمت قوم! وہ وہی نعمت ہے جو مکالمات اور مخاطبات الہیہ ہیں جن کے ذریعہ سے علوم غیب حاصل ہوتے اور خدا کی تائیدی قدرتیں ظہور میں آتی ہیں اور خدا کی وہ نصرتیں جن پر وحی الہی کی مہر ہوتی ہے ظاہر ہوتی ہیں اور وہ لوگ اُس مہر سے شناخت کئے جاتے ہیں۔ اس کے سوا کوئی ماہہ الامتیاز نہیں۔ اور جب تم خود مانتے ہو جو خدا عاؤں کو سنتا ہے۔ پس اے سُست ایمانو! اور دلوں کے اندھو! جب کہ وہ سن سکتا ہے تو کیا وہ بول نہیں سکتا؟ اور جب کہ سننے میں اس کی کوئی ہتک عزت نہیں تو پھر اپنے بندوں کے ساتھ بولنے سے کیوں اُس کی ہتک عزت ہو گئی؟ ورنہ یہ اعتقاد رکھو کہ جیسا کہ کچھ مدت سے الہام الہی پر مہر لگ گئی ہے ویسا ہی اُسی مدت سے خدا کی شنوائی پر بھی مہر لگ گئی ہے۔ اور اب خدا نعوذ باللہ صُمُّ بَحْمٌ میں داخل ہے۔ کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ اس زمانہ میں خدا سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ پھر بعد اس کے یہ سوال ہو گا کہ کیوں نہیں بولتا۔ کیا زبان پر کوئی مرض لاحق ہو گئی ہے مگر کان مرض سے محفوظ ہیں۔ جب کہ وہی بندے ہیں اور وہی خدا ہے اور تکمیل ایمان کے لئے وہی حاجتیں ہیں بلکہ اس زمانہ میں جو دلوں پر دہریت غالب ہو گئی ہے بولنے کی اسی قدر ضرورت تھی جس قدر سننے کی۔ تو پھر کیا وجہ کہ سننے کی صفت تو اب تک ہے مگر بولنے کی صفت معطل ہو گئی ہے۔

افسوس کہ چودھویں صدی میں سے بھی بائیس برس گزر گئے اور ہمارے دعوے کا زمانہ

اس قدر لمبا ہو گیا کہ جو لوگ میرے دعوے کے ابتدائی زمانہ میں ابھی پیٹ میں تھے ان کی اولاد بھی جوان ہو گئی مگر آپ لوگوں کو ابھی سمجھ نہ آیا کہ میں صادق ہوں۔ بار بار یہی کہتے ہیں کہ ہم تم کو اس وجہ سے نہیں مانتے کہ ہماری حدیثوں میں لکھا ہے کہ تین دجال آئیں گے۔

اے بد قسمت قوم! کیا تمہارے حصہ میں دجال ہی رہ گئے۔ تم ہر ایک طرف سے اس طرح تباہ کئے گئے جس طرح ایک کھیتی کورات کے وقت کسی اجنبی کے مویشی تباہ کر دیتے ہیں۔

تمہاری اندرونی حالتیں بھی بہت خراب ہو گئیں اور بیرونی حملے بھی انتہا کو پہنچ گئے۔ صدی کے سر پر جو مجد آیا کرتے تھے وہ بات شاید نعوذ باللہ خدا کو بھول گئی کہ اب کی دفعہ اگر صدی کے سر پر بھی آیا تو بقول تمہارے ایک دجال آیا۔ تم خاک میں مل گئے مگر خدا نے تمہاری خبر نہ لی۔ تم بدعات میں ڈوب گئے مگر خدا نے تمہاری دستگیری نہ کی۔ تم میں سے روحانیت جاتی رہی

صدق و صفا کی بونہ رہی۔ سچ کہو اب تم میں روحانیت کہاں ہے خدا کے تعلقات کے نشان کہاں۔ دین تمہارے نزدیک کیا ہے صرف زبان کی چالاکی اور شرارت آمیز جھگڑے اور تعصب کے جوش اور اندھوں کی طرح حملے۔ خدا کی طرف سے ایک ستارہ نکلا مگر تم نے اس کو شناخت نہ کیا اور تم نے تاریکی کو اختیار کیا اس لئے خدا نے تمہیں تاریکی میں ہی چھوڑ دیا۔

اب اس صورت میں تم میں اور غیر قوموں میں فرق کیا ہے۔ کیا ایک اندھانہ اندھوں میں بیٹھ کر کہہ سکتا ہے کہ تمہاری حالت سے میری حالت بہتر ہے۔

اے نادان قوم! میں تمہیں کس سے مشابہت دوں۔ تم ان بد قسمتوں سے مشابہ ہو جن کے گھر کے قریب ایک فیاض نے ایک باغ لگایا اور اس میں ہر ایک قسم کا پھلدار درخت نصب کیا اور اس کے اندر ایک شیریں نہر چھوڑ دی جس کا پانی نہایت میٹھا تھا۔ اور اس باغ میں بڑے بڑے سایہ دار درخت لگائے جو ہزاروں انسانوں کو دھوپ سے بچا سکتے تھے تب اس قوم کی اس فیاض نے دعوت کی جو دھوپ میں جل رہی تھی اور کوئی سایہ نہ تھا۔ اور نہ کوئی پھل تھا اور نہ پانی تھا تا وہ سایہ میں بیٹھیں اور

پھل کھادیں اور پانی پیئیں۔ لیکن اس بد بخت قوم نے اس دعوت کو رد کیا اور اُس دُھوپ میں شدتِ گرمی اور پیاس اور بھوک سے مر گئے۔ اس لئے خدا فرماتا ہے کہ اُن کی جگہ میں دوسری قوم کو لاؤں گا جو ان درختوں کے ٹھنڈے سایہ میں بیٹھے گی اور ان پھلوں کو کھائے گی اور اس خوشگوار پانی کو پیئے گی۔ خدا نے مثال کے طور پر قرآن شریف میں خوب فرمایا کہ ذوالقرنین نے ایک قوم کو دُھوپ میں جلتے ہوئے پایا اور اُن میں اور آفتاب میں کوئی اوٹ نہ تھی اور اس قوم نے ذوالقرنین سے کوئی مدد نہ چاہی۔ اس لئے وہ اُسی بلا میں مبتلا رہی۔ لیکن ذوالقرنین کو ایک دوسری قوم ملی جنہوں نے ذوالقرنین سے دشمن سے بچنے کے لئے مدد چاہی۔ سوا یک دیوار اُن کے لئے بنائی گئی اس لئے وہ دشمن کی دست بُرد سے بچ گئے۔

سو میں سچ مچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کی آئندہ پیشگوئی کے مطابق وہ ذوالقرنین میں ہوں جس نے ہر ایک قوم کی صدی کو پایا۔ اور دُھوپ میں جلنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں سے مجھے قبول نہیں کیا۔ اور کپچڑ کے چشمے اور تاریکی میں بیٹھنے والے عیسائی ہیں جنہوں نے آفتاب کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اور وہ قوم جن کے لئے دیوار بنائی گئی وہ میری جماعت ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہی ہیں جن کا دین دشمنوں کے دست بُرد سے بچنے کا ہر ایک بنیاد جو سست ہے اس کو شرک اور دہریت کھاتی جائے گی۔ مگر اس جماعت کی بڑی عمر ہوگی اور شیطان اُن پر غالب نہیں آئے گا۔ اور شیطانی گروہ اُن پر غلبہ نہیں کرے گا۔ اُن کی حجت تلوار سے زیادہ تیز اور نیزہ سے زیادہ اندر گھسنے والی ہوگی اور وہ قیامت تک ہر ایک مذہب پر غالب آتے رہیں گے۔

ہائے افسوس ان نادانوں پر جنہوں نے مجھے شناخت نہ کیا۔ وہ کیسی تیرہ و تاریک آنکھیں تھیں جو سچائی کے نور کو دیکھ نہ سکیں۔ میں اُن کو نظر نہیں آسکتا کیونکہ تعصب نے ان کی آنکھوں کو تاریک کر دیا۔ دلوں پر زنگ ہے اور آنکھوں پر پردے۔ اگر وہ سچی تلاش میں لگ جائیں اور اپنے دلوں کو کینہ سے پاک کر دیں۔ دن کو روزے رکھیں

اور راتوں کو اٹھ کر نماز میں دعائیں کریں اور روئیں اور نعرے ماریں تو اُمید ہے کہ خدائے کریم ان پر ظاہر کر دے کہ میں کون ہوں چاہیے کہ خدا کے استغناء ذاتی سے ڈریں۔

جب یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول نہ کیا اور تعصب اور کینہ سے باز نہ آئے تو خدانے اُن کے دلوں پر مہریں لگا دیں اور باوجود اس کے کہ صدہا اُن میں فقیہ اور فریسی تھے اور توریت کے عالم اور فاضل تھے تاہم وہ نہ حقیقت کو سمجھ سکے اور نہ خدانے کسی خواب یا الہام کے ذریعہ سے اُن پر حق ظاہر کیا۔ پس چونکہ اس اُمت کا بھی انہیں کے قدم پر قدم ہے اس لئے ان کی ہرگز آنکھ نہیں کھل سکتی اور نہ وہ مجھے شناخت کر سکتے ہیں جب تک کہ سچا تقویٰ اُن کے نصیب نہ ہو۔ منہ کی فضولیوں پر خدا راضی نہیں ہوتا اس کی دلوں پر نظر ہے ہر ایک جو اپنی کسی خیانت کو چھپاتا ہے وہ اس کی عمیق نظر سے چھپا نہیں سکتا۔ متقی وہی ہے جو خدا کی شہادتوں سے متقی ثابت ہو کیونکہ متقی خدا کی کنارِ عاطفت میں ایسا ہوتا ہے جیسا کہ ایک پیارا بچہ اپنی ماں کی گود میں۔ دنیا اس کو ہلاک کرنے کے لئے اُس پر ٹوٹ پڑتی ہے اور درود دیوار اس پر نیش زنی کرتے ہیں لیکن خدا اُس کو بچا لیتا ہے اور جیسا کہ سورج جب نکلتا ہے تو کھلی کھلی کرنیں اُس کی زمین پر گرتی ہیں ایسا ہی خدا تعالیٰ کی تائیدیں اور نصرتیں کھلے طور پر متقی کے شامل حال ہوتی ہیں۔ وہ اُس کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے اور ان کی آنکھوں کے سامنے متقی کو عزت دیتا ہے جس کی ذلت وہ چاہتے تھے۔ وہ نہ ضائع ہوتا اور نہ برباد ہوتا ہے جب تک کہ اپنا کام کو پورا نہ کر لے اور اُس کی مخالفت ایک تیز تلوار کی دھار پر ہاتھ مارنا ہے۔

ترى نصر ربى كيف يأتى و يظهر و يسعى الينا كل من هو يبصر

میرے خدا کی مدد کو تو دیکھتا ہے کیونکہ آ رہی اور ظاہر ہو رہی ہے اور ہر ایک جو آنکھیں رکھتا ہے ہماری طرف دوڑتا چلا آتا ہے

اتّعلم مفتریاً کمثلی مؤیّباً
کیا تو کسی ایسے مفتری کو جانتا ہے، جو میری طرح مؤید
بتائیں الہی ہو

و یقطع ربی کلما لا یشمرُ
اور میرے خدا کی یہ عادت ہے، کہ ہر ایک شاخ کو جو
پھل نہیں لاتی وہ کاٹ دیتا ہے

تقولون کذاب و قد لاح صدقنا
تم کہتے ہو کہ یہ شخص جھوٹا ہے حالانکہ میرا صدق ظاہر ہو چکا
اور کیا دن اور رات روشنی میں برابر ہو سکتے ہیں

بآی تجلّت لیس فیہا تکذّرُ
اُن نشائوں کے ساتھ صدق ظاہر ہوا کہ جن میں کوئی
کدورت نہیں

و هل یستوی ضوءاً انہاراً و لیلۃً
پس سوچ اور جلدی سے ہم پر حملہ مت کر
اور کیا دن اور رات روشنی میں برابر ہو سکتے ہیں

فکفّر و ما التکفیر منک ببدعۃ
اور مجھے کافر کہہ اور کافر کہنا تیری طرف سے کوئی بدعت نہیں
اور اگر تو نہیں ڈرتا پس دروغ آرائی سے تکذیب کر

و ان کنت لا تخشی فکذب و زورُ
پس سوچ اور جلدی سے ہم پر حملہ مت کر
اور اگر تو نہیں ڈرتا پس دروغ آرائی سے تکذیب کر

کمثلک قال السا بقون فدمروا
تیری طرح پہلے مگر بھی کافر کہتے رہے ہیں اور آخر ہلاک کئے گئے
اور یہی وقت ہے جو تجھے نفع دے سکتا ہے

فتب قبل وقت فیہ تدعی و تحضرُ
پس اس وقت سے پہلے تو بہ کر جس میں تو بلایا جائے اور
حاضر کیا جائے

انارت کیا قوت و انت تعقرُ
یا قوت کی طرح چمک اٹھے اور تو ان کو خاک آلودہ کرنا
چاہتا ہے

و لو لا ثلث فیک تغلی لجثتی
اور اگر تین خصلتیں تجھ میں جوش نہ مارتیں تو تو میری طرف آجاتا
اور آخر اخلاقِ بیبیدک سمہا
اور تیرا خلق جس کی زہر تجھ کو ہلاک کر رہی ہے

و من کان یخشی اللہ لا یخشی الوری
اور جو شخص خدا سے ڈرتا ہے وہ لوگوں سے نہیں ڈرتا
وہ اس قوم سے خوف ہے جو بوجہ اپنی حماقت کے نفرت کرتے ہیں

هو الشجرة الطوبیٰ یسور و یشمرُ
وہ درخت طوبیٰ ہے پھول لاتا اور پھل لاتا ہے

﴿۱۳۹﴾

وَمَنْ كَانَ بِاللَّهِ الْمَهِيْمِنَ مُؤْمِنًا ۖ عَلٰی نَائِبَاتِ الدَّهْرِ لَا يَتَفَكَّرُ

اور جو شخص خدائے مہینم پر ایمان لاتا ہے وہ زمانہ کے حوادث سے کچھ متفکر نہیں ہوتا

سَلَامٌ عَلٰی قَوْمٍ رَوَّأَ نَوْرَ دَوْحَتِي ۖ اس قوم پر سلام جس نے میرے درخت کا حصّہ ایک شگونہ

اور وہ شگونہ ان کو اچھا معلوم ہوا اور پھلوں کے توڑنے کے لئے طیار ہو گئے دیکھا

فَاَيُّ غَبِيٍّ اَنْتَ يَا ابْنَ تَصَلِّفٍ ۖ تَرِيْ ثَمْرَاتِيْ كَلِهَاتِمُ تَقْصِرُ

پس اے لاف و گزاف کے بیٹے! تو کیسا غبی ہے کہ میرے تمام پھلوں کو تو دیکھتا ہے اور پھر کوتاہی کرتا ہے

سَيَهْدِيْكَ رَبِّيْ بَعْدَ غَيٍِّ وَّ شِقْوَةٍ ۖ وَ غَفْرِيْبِ خَدَا تَجْتَبِيْ گمراہی کے بعد ہدایت دے گا

اور یہ مجھے خدا تعالیٰ کی وحی سے معلوم ہوا ہے پس میں خبر کرتا ہوں

وَ نَحْنُ عَلِمْنَا الْمُنْتَهٰی مِنْ وَلِيْنَا ۖ فَفَقَرْتُ بِهٖ عَيْنِيْ وَ كُنْتُ اَذْكُرُ

اور تیرا انجام کام مجھے اپنے دوست خدا تعالیٰ سے معلوم ہوا پس اس سے میری آنکھ کو ٹھنڈک پہنچی اور میں یاد دلاتا رہا

وَ وَاللّٰهَ لَا اَنْسٰی زَمَانَ تَعَلَّقَ ۖ وَ لِيْسَ فُوَادِيْ مِثْلَ اَرْضٍ تَحْجَرُ

اور بخدا میں تعلق کے زمانہ کو بھولتا نہیں اور میرا دل ایسا نہیں جیسا کہ زمین پتھریلی ہوتی ہے

اَرِيْ غِيْظَ نَفْسِيْ لَاطِبَاتٍ لِّغَلِيْبِهٖ ۖ كَمَوْجٍ مِنَ الرِّجَافِ يَعْضُوْنَ وَيَحْدُرُ

اور میں اپنے غصہ کو دیکھتا ہوں کہ اس کو کچھ ثبات نہیں وہ دریا کی اس موج کی طرح ہے، جو ایک دم میں چڑھتی اور اترتی ہے

اِذَا احْسَنَ الْاِنْسَانَ بَعْدَ اِسَاءَةٍ ۖ فَنَنْسِيْ الْاِسَاءَةَ وَ الْمَحَاسِنَ نَدْكُرُ

جب انسان بدی کے بعد نیکی کرے پس ہم بدی کو بھلا دیتے ہیں اور نیکیوں کو یاد رکھتے ہیں

وَ اِنْ قَلْتُ مُرًّا فِیْ كَلَامٍ لِّطَالِمَا ۖ رَاَيْتُ اَذٰی مَنْكُمُ وَ قَلْبِيْ مَكْسُرٌ

اور اگر میں نے کسی کلام میں کچھ تلخ کہا ہے تو میں ایک زمانہ دراز تم سے دکھ اٹھاتا رہا اور دل میرا چورچور ہے

وَ مَا جِئْتُكُمْ الْاٰمِنَ اللّٰهَ ذِي الْعَلٰی ۖ وَ مَا قَلْتُ الْاَكْلَمَا كُنْتُ اَوْمَرُ

اور میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں اپنی طرف سے نہیں اور میں نے وہی کہا ہے جو خدا نے فرمایا

وَأَن شَاءَ لَمْ أُبْعَثْ مَقَامَ ابْنِ مَرْيَمَ
اور اگر خدا چاہتا تو میں ابن مریم کی جگہ مبعوث نہ ہوتا

وَلَلَّهِ فِي أَقْدَارِهِ مَا يُحِيرُ
اور خدا کو اپنی قضاء و قدر میں ایسے ایسے امور ہیں جو حیران کر دیتے ہیں

وَلَا يُسْئَلُ الرَّحْمَنُ عَنْ أَمْرِ قَضَىٰ
اور خدا اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا

وَيُسْئَلُ قَوْمٌ ضَلَّ عَمَّا تَخَيَّرُوا
اور وہ قوم جو گمراہ ہو جائے وہ پوچھی جاتی ہے کہ کیوں ایسا کام کیا

كَذَلِكَ عَادَتُهُ جَرَتْ فِي قَضَائِهِ
اسی طرح اس کی عادت اپنے ارادہ میں جاری ہے

فِي خِتَارِ مَا يُعْمَىٰ عِيُونًا وَيَأْطَرُ
پس وہ ایسے امور اختیار کرتا ہے، جن سے آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں اور ٹیڑھی کر دیتا ہے

وَمَا كَانَ لِي أَنْ أَتْرَكَ الْحَقَّ خَيْفَةً
اور میں ایسا نہیں ہوں کہ حق کو ڈر کر چھوڑ دوں

جَوَادٌ لَنَا عِنْدَ الْوَعْدَىٰ يَتَمَطَّرُ
ہمارا وہ گھوڑا ہے جو جنگ کے وقت جلدی سے چلتا ہے

وَقَالُوا إِذَا مَا الْحَرْبُ طَالَ زَمَانُهَا
اور جب ایک لڑائی لمبی ہو گئی تو وہ کہنے لگے

لَنَا الْفَتْحُ فَانظُرْ كَيْفَ دُقُّوا وَكُتِّرُوا
کہ فتح ہماری ہے پس دیکھ کس طرح وہ پیسے گئے

وَمَا أَنْ رَأَيْنَا فِي الْمِيَادِينِ فَتْحَهُمْ
اور ہم نے میدانوں میں اُن کی فتح نہیں دیکھی

وَمَنْ غَرَّهَ حَوْلُ رَأْيِنَاهُ يُدْبِرُ
اور جس کو کسی طاقت نے مغرور کیا ہم نے اس کو پیٹھ پھیرتے دیکھا

رَأَيْنَا عِنَايَةَ حَبْنًا عِنْدَ أَثَرِهِ
ہم نے اپنے دوست کی عنایت کو سختی کے وقت دیکھا

وَكُلُّ صَدِيقٍ فِي الشَّدَائِدِ يُخْبِرُ
اور ہر ایک دوست سختیوں کے وقت آزمایا جاتا ہے

أَرَى النَّفْسَ لَا تَدْرِي لَغُوبًا بِسُبُلِهِ
میں اپنے نفس کو دیکھتا ہوں کہ اُس کی راہوں میں رکتا نہیں

وَمَا أَنْ أَرَاهَا عِنْدَ خَوْفٍ تَأَخَّرُ
اور میں نہیں دیکھتا کہ وہ خوف کے وقت پیچھے ہٹے

وَإِنِّي نَسِيتُ الْهَمَّ وَالْغَمَّ وَالْبَلَاءَ
اور میں نے ہم اور غم اور بلا کو بھلا دیا

إِذَا جَاءَ نِي نَصْرٌ وَوَحْيٌ يُبَشِّرُ
جب اس کی مدد اور وحی بشارت دینے والی میرے پاس آئی

وَأَنَا بِفَضْلِ اللَّهِ نَطْوِي شَعَابِنَا
اور ہم خدا کے فضل سے اپنی راہ طے کر رہے ہیں

عَلَىٰ هَاجِرَاتٍ مِثْلَ رِيحِ نَصْرٍ صِرُ
ایسی اونٹنیوں پر جو تیز ہوا کی طرح چلتی ہیں

﴿۱۵۱﴾

سَفَائِنَ فِي بَحْرِ الْمَعَارِفِ تَمَحَّرُ

کشتیاں ہیں جو معرفت کے دریا میں تیرتی ہیں

لَهْنَ قَوَائِمَ كَالْجِبَالِ كَأَنَّهَا

اُن اذنیوں کے پیر پہاڑوں کی طرح ہیں گویا وہ

فَكُنَا بِضَوْءِ الشَّمْسِ نَمَشِي وَنَنْظُرُ

پس ہم سورج کی روشنی کے ساتھ چلنے اور دیکھتے ہیں

تَدَلَّتْ عَلَيْنَا الشَّمْسُ شَمْسَ الْمَعَارِفِ

معارف کا سورج ہماری طرف بھج گیا

تَرْجَزُ غَيْثٌ بَعْدَ مَكْثٍ يَحْدُرُ

آہستہ آہستہ بادلی نے ہماری طرف حرکت کی بعد اُس

رَأَيْنَا مَرَادَاتٍ تَعَسَّرَ نَيْلُهَا

ہم نے وہ مرادیں پائیں جن کا پانا مشکل تھا

إِذَا اخْتَارَنِي رَبِّي فَكُنْتُ أَبْشَرُ

جب کہ خدا نے مجھے چن لیا اور مجھے بشارت ملنے لگی

عَلَى هَذِهِ نَيْفٍ وَعَشْرِينَ حِجَّةً

اس بات پر بیس برس اور کئی سال اوپر گذر گئے

وَمَنْ كَلَّ فَجَّ يَأْتِيَنَّ وَتُنْصَرُ

اور ہر ایک راہ سے لوگ تیری طرف آئیں گے اور تو

فَقَالَ سَيَأْتِيكَ الْإِنْسَانُ وَنُصْرَتِي

پس اس نے کہا کہ لوگ تیری طرف آئیں گے اور تیری مدد

هُوَ الْوَعْدُ مِنْ رَبِّي وَانْ شِئْتَ فَادْكُرُ

یہ وہی وعدہ خدا کا ہے اور اگر تو چاہے تو یاد کر

فَتَلِكِ الْوَفُودِ النَّازِلُونَ بَدَارِنَا

پس یہ گروہ درگروہ لوگ جو ہمارے گھر میں اترتے رہے ہیں

وَتَحْسَبُ كَذْبًا مَا أَقُولُ وَاسْطُرُ

اور تو میری بات اور تحریر کو جھوٹ سمجھتا ہے

وَإِنْ كُنْتَ فِي رَيْبٍ وَلَا تَوْمَنَ بِهِ

اور اگر تو شک میں ہے اور اس پر ایمان نہیں لاتا

أَمْوَرٌ عَلَيْهَا كُنْتَ مِنْ قَبْلِ نَعَثُرُ

یہ وہ امور ہیں جن پر تو پہلے سے اطلاع رکھتا ہے

فَإِنَّا كَتَبْنَا فِي الْبَرَاهِينِ كَلِّه

پس ہم نے یہ سب الہامات برائے ابن احمد یہ میں لکھ دیئے ہیں

وَلَا تَخْتَرِ الزُّورَاءَ عَمْدًا فَتَخْسُرُ

اور ٹیڑھی راہ کو اختیار مت کر پس تو نقصان اٹھائے گا

فَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ نَفْسٍ مُبِيدَةٍ

پس نفس ہلاک کرنے والے کا پیرو مت بن

وَإِنَّ حَسَامَ اللَّهِ بِالْمَسِّ يَبْتَرُ

اور خدا کی تلوار چھونے کے ساتھ ہی قتل کر دیتی ہے

أَتَعْلَمُ هِينًا عَشْرَةَ اللَّهِ ذِي الْعُلَى

کیا تو خدا سے جنگ کرنا سہل سمجھتا ہے جو بلند ہے

وَأَنْ كُنْتَ أَزْمَعْتَ النَّضَالَ تَهَوَّرًا

اور اگر تو نے لڑنے کا ہی قصد کر لیا ہے

فِنَأْتِي كَمَا يَأْتِي لَصِيدَ غَضْنَفْرٍ

تو ہم اس طرح آئیں گے جیسا کہ شکار کے لئے شیر آتا ہے

إِذَا مَا أَمَرْنَا مِنْهُ لَا تَأْخِرُ

جب ہم کو حکم ہو جائے تو ہم تاخیر نہیں کرتے

أَنْخَشِي لِنَامِ الْحَيِّ جَبْنًا وَنَحْذُرُ

کیا ہم بزدل ہو کر لیم لوگوں کے قبیلہ سے ڈریں

وَلَوْ مِنْ عَيُونِ الْخَلْقِ يُخْفِي وَيُسْتَرُ

اگرچہ لوگوں کی آنکھوں سے وہ حالات پوشیدہ کئے جائیں

وَمَا تَحْتَهَا إِلَّا رِءُوسٌ تُزَوَّرُ

اُن کے نیچے ایسے سر ہیں جو فریب کر رہے ہیں

وَتَنْسَى رِيَاضًا لَيْسَ فِيهَا تَغْيِيرُ

اور کیا تو اُن باغوں کو فراموش کرتا ہے جن میں تغیر

وَتَأَلُّهُ أَنْكَ لَا تِرَانِي وَتَهْذُرُ

اور بخدا تو مجھے دیکھتا نہیں اور یونہی بکواس کرتا ہے

وَكَيْفَ وَهَمْ صَيْدِي وَلِلصَّيْدِ أَزْعَرُ

اور کیونکر ڈروں وہ تو میرے شکار ہیں اور شکار کے لئے

وَإِنْ أَذَى الدُّنْيَا يَمْرٌ وَيَطْمُرُ

اور بہ تحقیق دنیا کا دکھ گذر جاتا ہے اور ناپدید ہو جاتا ہے

لَنَا أُثْرَةٌ فِي اللَّهِ مَوْزٌ مُعْبَدٌ

اور ہمارے لئے ناخوشخالی خدا کی راہ میں ایک مستعمل راہ ہے

أَنْتَ تَرْكُ قَوْلِ اللَّهِ خَوْفًا مِنَ الْوَرَى

کیا لوگوں کے خوف سے خدا کے قول کو ہم ترک کر دیں

يَرَى اللَّهُ بَادِيَهُمْ وَتَحْتَ أَدِيمِهِمْ

خدا ان کے باہر اور اندر کو خوب جانتا ہے

فَلَا تَذْهَبَنَّ عَيْنَاكَ نَحْوَ عَمَائِمِ

پس نہ ہو کہ تو ان کی پگڑیوں کو دیکھے

أَتَطْلُبُ دُنْيَاهُمْ وَتَبْلِي رِيَاضَهَا

کیا تو ان کی دنیا کو چاہتا ہے اور وہ باغ خراب و خستہ ہو

وَأَنْتَ تَظُنُّ بِي الظَّنَّ تَغِيظًا

اور تو اپنے غصہ سے کئی بدگمانیاں میرے پر کرتا ہے

نَزَلْتُ بِحَرِّ الدَّارِ دَارَ مَهِيْمِنَ

میں اپنے خدا کے گھر کی وسط میں داخل ہوں

أَنَا اللَّيْثُ لَا أَخْشَى الْحَمِيرَ وَصَوْتَهُمْ

میں شیر ہوں اور گدھوں کی آواز سے نہیں ڈرتا

أَتُذْعِرُنِي بِالْفَانِيَاتِ جِهَالَةً

کیا تو مجھے فانی چیزوں سے ڈراتا ہے یہ تو جہالت ہے

﴿۱۵۳﴾

وَلَوْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ نُذِمِي وَنُحِرُّ	وَلَسْنَا عَلَى الْأَعْقَابِ مَوْتٌ يَرُدُّنَا
اور اگرچہ خدا کی راہ میں ہم مجروح ہو جائیں یا ذبح کئے جائیں	اور ہم ایسے نہیں ہیں کہ کوئی موت ہمیں خدا کی راہ سے ہٹا دے
إِذَا أُعْثِرُوا مِنْ مَوْتِ عَيْسَىٰ وَ أُخْبِرُوا	تَنْكُرُ وَجْهَ الْجَاهِلِينَ تَغِيظًا
جب ان کو حضرت عیسیٰ کے مرنے کی خبر دی گئی	جاہلوں کا منہ بگڑ گیا مارے غصہ کے
وَ حَثُّوا عَلَى قَتْلِ عَوَامًا وَ عَيْرُوا	وَ قَالُوا كَذُوبٌ كَافِرٌ يَتَّبِعُ الْهَوَىٰ
اور میرے قتل کے لئے عوام کو اٹھایا اور سرزنش کی	اور انہوں نے کہا کہ جھوٹا کافر ہے ہوائے نفسانی کی پیروی کرتا ہے
وَ لَوْلَا يَدُ الْمَوْلَىٰ لَكِنَّا نَتَبَرَّ	فَصَاقَتِ عَلَيْنَا الْأَرْضُ مِنْ شَرِّ حَزْبِهِمْ
اور اگر خدا تعالیٰ کا ہاتھ نہ ہوتا تو ہم ہلاک ہو جاتے	پس ان کے گروہ کی شرارت سے زمین ہم پر تنگ ہو گئی
شَمُوسُ عَنَايَاتِ الْقَدِيرِ فَادْبُرُوا	فَلَمْ يُعْنِ عَنْهُمْ مَكْرَهُمْ حِينَ أُشْرِقَتْ
خدا کی مہربانیوں کے آفتاب چمکے اور وہ پیٹھ پھیر کر	پس اُن کے مکر نے ان کو کچھ فائدہ نہ دیا جب کہ
بھاگ گئے	
فَقَضَى الْأَمْرَ حَبًّا لِأَيَّارِهِ مَنْكُرٌ	رَجَعْنَا وَ قَدْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ رِمَاحُهُمْ
اُس دوست نے فیصلہ کر دیا جس کا کوئی منکر مقابلہ نہیں کر سکتا	ہم واپس آئے اور ان کے نیزے انہیں کی طرف واپس کئے گئے
وَ أَمْرِي مَبِينٌ وَ اضْحَ لَوْ تَفَكَّرُوا	مِنَ الضَّغْنِ وَ الشَّحْنَاءِ يَهْدُونَ كُلَّهُمْ
اور میری بات روشن اور واضح ہے اگر وہ سوچیں	کینہ اور دشمنی سے تمام وہ بکواس کر رہے ہیں
رَحِيمٌ قَلِيلٌ ثُمَّ بِاللَّغْوِ يُكْثِرُ	وَ اصْلَ التَّنَازَعِ وَ التَّخَالْفِ بَيْنَنَا
وہ مختصر اور تھوڑا ہے پھر لغو خیالات کے ساتھ اس کو	اور ہم میں اور ان میں جو اختلاف ہے دراصل
بڑھا دیتے ہیں	

☆ اصل التنازع في عيسى عليه السلام اعني في انه هل هو حي او ميت فذالك امر واضح لقوم يتفكرون قال الله تعالى يُحِبُّونِي اِنَّ مَوْفِقِيكَ وَرَافِعِكَ اِنَّ فَقَدَمَ التَّوَقَّى عَلَى الرَّفْعِ كَمَا انتم تَفْرَعُونَ. فهذا حكم الله. و من لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الكافرون. و لا ينبغي لاحد ان يُحَرِّفَ كَلِمَ اللَّهِ عَنْ مَوَاضِعِهَا وَ قَدْ لَعَنَ اللَّهُ الْمُحَرِّفِينَ كَمَا انتم تعلمون. ثم الشاهد الثاني قوله تعالى قَلِمًا تَوَقَّتَيْنِي فطوبى لقوم يتدبرون. ثم الشاهد الثالث من القران قوله تعالى وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ فبأى حديث بعده تؤمنون. ولقد رأى عيسى نبينا صلى الله عليه وسلم ليلة المعراج في الاموات ثم انتم تكفرون. منه

جَنَحْنَا لِسَلْمٍ شَانِقِينَ لِسَلْمِهِمْ وَ جِئْنَا بِمُرَّانٍ اِذَا مَا تَشَدَّرُوا

اور ہم نیزہ کے ساتھ نکلے جب وہ لڑنے کے لئے طیار ہوئے

ہم صلح کے لئے جھک گئے اُن کی صلح کے شوق میں

نَفُوسٍ مَعْوَجَةٍ كِنَارٍ تَسْعُرُ
ایک ٹیڑھے نفس ہیں اور آگ کی طرح ہیں جو فروختہ
ہوتی ہے

اَرَى اللّٰهَ اَيَاتٍ وَّلٰكِن نَّفُوسِهِمْ
خدا نے کئی نشان دکھائے مگر اُن کے نفس

وَمَنْ جَاءَنَا سَلْمًا فَاِنَّا نُوَقِّرُ
اور اگر کوئی صلح کا طالب ہو کر آوے تو ہم اس کی عزت کرتے ہیں

وَلِسَانًا نَحِبُ تَضَاغِنَا عِنْدَ سَلْمِهِمْ
اور اگر وہ صلح چاہیں تو ہم جنگ پسند نہیں کرتے

وَمَنْ جَاءَنَا سَلْمًا فَاِبِلسَلْمٍ نَحْضُرُ
اور جو صلح کے ساتھ ہمارے پاس آئے پس ہم صلح
کے ساتھ آتے ہیں

وَمَنْ هَرْنَا فَنِعَافُهُ بِجَزَائِهِ
اور جو ہم سے کراہت کرے ہم اس سے کراہت کرتے ہیں

فَاَضْحُوا بَايْمَانَ وَّرُشْدًا وَاَبْصُرُوا
پھر دن چڑھتے ہی ایمان اور رُشد ان کو نصیب ہوا اور
دیکھنے لگے

وَكَانَ عَدُوِيْ بَعْضُهُمْ فِى مَسَاءِ هُمْ
اور بعض ان کے اپنی شام کے وقت میرے دشمن تھے

وَ سَكَنَتْ نَفْسِيْ عِنْدَ غِيْظِ يَكْرُرُ
اور ان کے غصہ سے میرا جوش نفس تھم گیا وہ غصہ جو بار بار
کیا جاتا ہے

وَ قَدْ زَادَنِى فِى الْعِلْمِ وَّ الْحِلْمِ جَهْلُهُمْ
ان کے جہل نے میرا علم اور حلم زیادہ کر دیا

اَرَاهِمُ كَقَوْمٍ مِّنْ غُبُوقٍ تَخْمُرُوا
میں ان کو اُس قوم کی طرح دیکھتا ہوں جو رات کو شراب
پی کر چور ہوتے ہیں

وَ اَعَجِبْنِيْ غِيْظَ الْعِدَا وَّ جُنُوْنَهُمْ
اور دشمنوں کے غصہ اور جنون نے مجھے تعجب میں ڈال دیا

يُؤَيِّدُهُ رَبِّيْ كَمَثَلِيْ وَ يَنْصُرُ
جس کی میری طرح خدا تعالیٰ تائید اور مدد کرتا ہو

تَبْصُرُ عَدُوِيْ هَلْ تَرَى مِنْ مَّرْوَرٍ
اے میرے دشمن خوب غور سے نگاہ کر کیا کوئی ایسا فریبی ہے

كَالِنَا وَاِنْ طَالَ الزَّمَانُ سَيَنْدُرُ
اور ہر ایک ہم میں سے اگر چہ زمانہ لمبا ہو جائے ایک دن مرے گا

تَبْصُرُ وَاِنَّ الْعَمْرَ لَيْسَ بِدَائِمٍ
آنکھ کھول کہ عمر ہمیشہ نہیں رہے گی

وَ مَالِكٍ تَخْتَارُ الْحَسِيْبَ وَ نُوْثُرُ
اور تجھے کیا ہو گیا کہ جہنم کو اختیار کر رہا ہے

فَمَا لِكِ لَا تَخْشَى الْحَسِيْبَ وَ نَارَهُ
پس تجھے کیا ہو گیا کہ تو خدائی محاسب سے نہیں ڈرتا

﴿۱۵۵﴾

أَتَجْعَلُ تَكْفِيرِي لِكُفْرِكَ مُوجِبًا ۖ وَلَا تَتَّقِي يَوْمًا إِلَى الْقَبْرِ يَهْصِرُ

کیا تو میری تکفیر کو اپنے کفر کا موجب کرتا ہے اور اُس دن سے نہیں ڈرتا جو قبر کی طرف کھینچے گا

إِذَا بُغِتَ فِي الدُّنْيَا مِنَ الْعَيْشِ بَارِدًا

اور جب کہ تو دنیا کی زندگی میں آرام چاہتا ہے پس تجھے کیا ہو گیا کہ آخرت کا آرام نہیں چاہتا اور سُست ہو جاتا ہے

فَإِنْ كُنْتَ جَوْعَانَ الْهَدْيِ فَتَحَرَّنَا

پس اگر تو ہدایت کا بھوکا ہے تو ہماری طرف قصد کرتے ہیں ہم مہمانوں کی دعوت کرتے ہیں اور ان کے لئے ذبح کرتے ہیں

إِذَا أَشْرَقَ شَمْسُ الْهَدْيِ وَضِيَاءُهَا

جب ہدایت کا سورج چمکا اور اس کی روشنی کھل گئی

وَلَوْ كَانَ خَوْفُ اللَّهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

اور اگر ذرہ کے موافق خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا تو

بَلْمَاعَةٍ قَفَرٍ رَضِيَتْ جَهَالَةً

زمین سراب جو سبزہ سے خالی ہے اُس سے تو خوش ہو گیا اور فانی دنیا کے لئے تو دوڑ رہا ہے اور دین میں تو کوتاہی کرتا ہے

أَثَرَتْ غَبَارًا لِلنَّاسِ لِيَحْسَبُوا

تُوْنِ لَوْكُوْنَ كَلِّ لِيْ غَبَارِ اِثْطَايَا

فَالْهَمَّ لِي رَبِّي قَلْبًا لِيَرْجِعُوا

پس میرے خدا نے دلوں میں الہام کیا تا وہ میری طرف رجوع کریں

كَبِيَّتِ إِذَا طَافَ الْمُتَلَبِّتُونَ حَوْلَهُ

پس جس طرح خانہ کعبہ کا لوگ طواف کرتے ہیں

تَسْرِيدُونَ تَوْهِينِي وَرَبِّي يُعْزِّنِي

اور تم میری تحقیر چاہتے ہو اور میرا خدا مجھے عزت دیتا ہے

فَذَلِكْ قَصْدٌ لَسْتَ فِيهِ مَظْفَرٌ

پس یہ وہ قصد ہے جس میں تو کامیاب نہیں ہوگا

كَمْثَلِي نَخِيلٌ بَاسِقٌ لَا يُبْعَكِرُ

میرے جیسی بلند کھجور کاٹی نہیں جائے گی

أَتَحْسَبُ كَالشَّيْطَانِ إِنَّكَ أَقْدَرُ

کیا تو شیطان کی طرح سمجھتا ہے کہ تو زیادہ قادر ہے

أَتَطْلُبُ ثَأْرًا ثَأْرَ جَدِّ مُدَمَّرٍ

کیا میں نے تیری کسی جد کا خون کیا ہے جس کا پاداش تو لینا چاہتا ہے

وَهَلْ عِنْدَ قَفَرٍ مِنْ حَمَامٍ يُهْدِرُ

اور کیا ایک ویرانہ زمین میں کبوتر خوش آوازی سے گاتا ہے

لِحَاكِ الْحَسِيبِ تَرَى الْقَبُولَ وَتَنْكُرُ

خدا تجھے ملامت کرے تو قبولیت کو دیکھتا ہے اور پھر منکر ہوتا ہے

عَلَى كَأَنِّي شَرٌّ نَاسٍ وَأَفْجَرُ

گویا میں بدترین مخلوقات اور سب سے زیادہ بدکار ہوں

وَإِنَّ تَقَاةً تَدْعَى يَا مُزَوَّرُ

اور تیری تقویٰ کہاں گئی جس کا تو دعویٰ کرتا تھا

وَإِنْ صِرْتَ ذُبَّابًا أَوْ بَغِيضًا تَنْمُرُ

اگرچہ تو بھیڑیا ہو جائے یا چیتا بن جائے

لَكَ النَّارُ الْاُولَىٰ بِآخِرِي نَوَّرُ

سو پہلی نوبت تیری ہے اور دوسری ہماری جس میں ہمیں مدد دی جائے گی

أَتَبْعِي بِمَكْرِكَ ذَلَّتِي وَهَلَكَتِي

کیا تو اپنے مکر کے ساتھ میری ذلت اور ہلاکت چاہتا ہے

فَدَعِ أَيُّهَا الْمَجْنُونُ جَهْدًا مُضِيْعًا

پس اے دیوانہ اس بیہودہ کوشش کو جانے دے

أَتَكْفُرُ بِاللَّهِ الْجَلِيلِ وَقَدْرِهِ

کیا تو خدا اور اس کی قدرت سے انکار کرتا ہے

تَسَبُّ وَ مَا اَدْرِى مَا تَسْبِي

تو مجھے گالیاں دیتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ کیوں دیتا ہے

تَرَانِي بِفَضْلِ اللَّهِ مَرَجِعِ عَالَمٍ

اور تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے مخلوق کا مرجع ہوں

وَلَا يَسْتَوِي عَبْدٌ شَقِيٌّ وَمَقْبَلٌ

اور ایک محروم اور مقبول دونوں برابر نہیں ہو سکتے

وَإِنَّ الَّذِي قَلْبَتْ كُلِّ جَرِيْمَةٍ

اور تو وہ ہے جس نے تمام جرائم میرے پر اُلٹا دیئے

فَمَا لَكَ لَا تَخْشَى الْحَسِيبَ وَقَهْرَهُ

پس تجھے کیا ہو گیا کہ تو خدائے محاسب کے قہر سے نہیں ڈرتا

وَإِنَّكَ إِنْ عَادَيْتَنِي لَا تَضُرَّنِي

اور اگر تو دشمنی کرے تو مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا

وَمَا الدَّهْرُ إِلَّا تَارَتَانِ فَمِنْهُمَا

اور زمانہ کے لئے صرف دو نوبتیں ہیں

﴿۱۵۷﴾

وَمَا النَّفْسُ يَا مُسْكِينِ إِلَّا وَدِيعَةٌ وَلَا بُدَّ يَوْمًا أَنْ تُرَدَّ وَ تَحْضُرُ

اور اے مسکین جان تو ایک امانت ہے اور ایک دن ضرور ہے کہ تو واپس کیا جائے اور حاضر کیا جائے

أَتَبْغِي الْحَيَاةَ وَ لَا تُرِيدِ ثَمَارَهَا وَ مَا هِيَ إِلَّا لَعْنَةٌ لَوْ تَفْكَرُ

کیا تو زندگی چاہتا ہے اور اُس کے پھل نہیں چاہتا اور بغیر پھل کے زندگی ایک لعنت ہے اگر تو سوچے

أَغْرَتَكَ دُنْيَاكَ الدُّنْيَا زِينَةٌ حَذَارٍ مِنَ الْمَوْتِ الَّذِي هُوَ يَبْدُرُ

کیا تیری ذلیل دنیا نے تجھے مغرور کر دیا اس موت سے ڈر جو یکدم تیرے پر وارد ہوگی

تُرِيدُ هَوَانِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ وَ تَبْغِي لَوَجْهِ مَشْرِقٍ لَوْ يُغْبَرُ

ہر ایک دن اور رات تو میری ذلت چاہتا ہے اور روشن منہ کے لئے تو چاہتا ہے کہ وہ غبار آلودہ ہو جائے

وَ أَنَا وَ أَنْتُمْ لَا نَغِيبُ مِنَ الَّذِي يَرَى كَلِمًا نَسْوَى وَ مَا نَنْصُورُ

اور ہم اور تم اس ذات سے پوشیدہ نہیں ہیں جو ہمارے وہ تمام خیالات دیکھتا ہے جو ہمارے دل میں ہیں۔

وَ مَا الْمَرْءُ إِلَّا كَالْحَبَابِ وَ جُودِهِ فَانْ شِئْتَ نَمِ فَالْمَوْتِ كَالصَّبْحِ يُسْفَرُ

اور انسان تو محض بلبہ کی طرح اس کا وجود ہے پس اگر چاہے تو سو جا پس موت صبح کی طرح ظاہر ہو جائے گی

لَدَى النَّخْلِ وَ الرِّمَانِ تَنْقِفُ حَنْظَلًا فَإِنِّي غَبِيٌّ مِنْكَ فِي الدَّهْرِ أَكْبَرُ

تو کھجور اور انار کو چھوڑ کر حنظل کو توڑ رہا ہے پس تجھ سے زیادہ بد بخت اور کون ہو گا

وَ إِنْ ضِيَاءَ الصَّدَقِ أَنْ كُنْتَ صَادِقًا وَ كُلَّ صَدُوقٍ بِالْعَلَامَاتِ يَظْهَرُ

اور صدق کی روشنی کہاں ہے اگر تو صادق ہے اور ہر ایک صادق علامات سے ظاہر ہوتا ہے

أَتَوْذَى عِبَادِ اللَّهِ يَا عَابِدِ الْهُوَى وَ لَا تَتَّقِ رَبًّا عَلِيمًا وَ تَجَسَّرُ

کیا تو خدا کے بندوں کو اے بندہ ہوا دکھ دیتا ہے اور خدائے علیم سے نہیں ڈرتا اور دلیری کرتا ہے

أُولَئِكَ قَوْمٌ قَدْ تَوَلَّوْا أُمُورَهُمْ قَدِيرٌ يُؤَالِيهِمْ وَيَهْدِي وَ يَنْصُرُ

یہ ایک قوم ہے کہ ان کے کاموں کا متولی یہ ایک قادر ہے جو ان سے دوستی رکھتا ہے اور انہیں ہدایت کرتا ہے اور مدد دیتا ہے

وَتَاللّٰهُ لَلْآيَامِ دَوْرٌ وَ نُوْبَةٌ
فَجئنا بآيام الهدى و نُدكرُ
پس ہم ہدایت کے دنوں میں آئے اور ہدایت کی راہ یاد
دلاتے ہیں

اور بخدا دنوں کے لئے ایک دور اور نوبت ہے

و ما انا الا غيْثٌ فامطُرُ
اور میں فضل کا مینہ ہوں جو برس رہا ہوں

ترای بدعات الغیّ و النّقع ساطعاً
ٹوگرانی کی بدعات کو اور گرد بر ایچختہ کو دیکھتا ہے

اذا استنفرنا لا عداؤ بالکھبر انفرُ
جس وقت دشمن ترش روئی کے ساتھ مجھ سے نفرت
کرتے ہیں تو میں بھی نفرت کرتا ہوں

و لستُ بفظٍ کاھرٍ غیر اننی
اور میں بد زبان اور ترش رو نہیں ہوں مگر میں

و صرنا کو حش عند قوم یُکفرُ
اور ہم کافر کہنے والوں کی نظر میں وحشی جانوروں کی طرح
ٹھہرے

رأینا الأعاصیر الشدیدة و الأذی
ہم نے سخت آندھیاں دیکھیں اور دکھ دیکھا

من اللّٰه مولانا و لو کان خنجرُ
ہمارے خداوند کی طرف سے اور اگرچہ وہ تلوار ہو

و ما نحذر الأمر الذی هو واقع
اور ہم اس امر سے نہیں ڈرتے کہ وہ واقع ہونے والا ہے

فلا تقف ظنّاً لست فیہ تبصرُ
پس تو ایسے ظن کی پیروی مت کر جس میں تجھے بصیرت نہیں

کفی اللّٰه علمّاً بالعباد و سرّهم
بندوں کے بھیدوں کا علم خاص خدا کو ہے

تمنیّت عند جدارنا لو تسورُ
تو نے میری دیوار کے پاس تمنا کی کہ تو دیوار سے جست
کر کے چلا جاوے

و ما كنت فی ایذاء نفسی مقصراً
اور تو نے میرے ایذاء دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی

فإن یدی عما یجازیک تقصراً
تو میرا ہاتھ تجھے سزا دینے سے قاصر رہے گا

و واللّٰه إن أجعل علیک مسلطاً
اور بخدا اگر میں تیرے پر مسلط کیا جاؤں

سریرة إشفاق و لو انت تُنکرُ
خصلت ہمدردی کی اگرچہ تو انکار کرے

و واللّٰه لی فی باطن القلب مُضمراً
اور بخدا میرے دل میں پوشیدہ ہے

علیّ و لا کالسیف بل ہی أبھرُ
نہ تلوار کی طرح بلکہ کاٹنے میں اس سے بھی زیادہ

أتنبی أمورٌ منک قد شقّ وقعها
بعض باتیں تیری میرے تک پہنچی ہیں جو میرے پر بہت
گراں گذریں

﴿۱۵۹﴾

وَمَا كَانَ لِي أَنْ أَتْرَكَ الْحَقَّ خَيْفَةً
اور میں وہ نہیں ہوں کہ جو حق کو ڈر کر چھوڑ دوں
إِنَّا الْمُنذِرُ الْعُرْيَانُ لِلَّهِ أَنْذَرُ
میں ایک برہنہ طور پر ڈرانے والا ہوں اور محض خدا کے
لئے ڈراتا ہوں

وَأَنْ كُنْتَ تَنْزِرِينَا فَنَبْغِي لَكَ الْهُدَى
اور اگر تو ہماری عیب جوئی کرتا ہے تو ہم تیرے لئے ہدایت
چاہتے ہیں
صَبْرْنَا وَأَنْ تُغْرِيَ الْعِدَاءَ وَتَهْتَبُ
اور ہم صبر کرتے ہیں اگرچہ تو دشمنوں کو ہم پر اکساوے یا
ہماری بے آبروئی کرے۔

وَأَنْ كُنْتَ مَنِّي تَشْتَكِي فِي مَقَالَةٍ
اور اگر تو مجھ سے کسی کلام کے بارے میں رنجیدہ ہے
فَمَا هُوَ إِلَّا دُونَ سَيْفٍ تُشْهَرُ
تو وہ اس تلوار سے کمتر ہے جو تو کھینچ رہا ہے

فَلَا تَجْزِ عَنِّ مِنْ كَلِمَةٍ قَلْتُ ضَعْفَهَا
پس ایسے کلمہ سے جزع مت کر جو اس سے دو چند تو کہہ چکا ہے
وَأَنَّكَ لِلْإِيذَاءِ بِالسُّوءِ تَجْهَرُ
اور تو ایذاء کے لئے کھلے کھلے طور پر ستاتا ہے

أَضِيفَ الْإِيْمَانِ مِنْ عِمَائَاتِ قَوْمِنَا
ہماری طرف قوم کی نایبائی سے منسوب کیا گیا
فَسَادَ وَكَفَرُوا وَافْتَرَاءُ مُجْعَثَرُ
فساد اور کفر اور افتراء جو اکٹھا کیا گیا تھا

كَأَنَّا جَعَلْنَا عَادَةً كُلِّ لَيْلَةٍ
گویا ہم نے یہ عادت کر رکھی ہے کہ ہر ایک رات
نُرَقِّعُ ثُوبَ الْاِفْتِرَاءِ وَنَنْشُرُ
ہم افتراء کا کپڑا بیوند کرتے ہیں اور پھر اس کو پھیلا دیتے
ہیں اور شہرت دے دیتے ہیں

صَبْرْنَا عَلَيَّ إِذَاءَ هُمْ وَعَوَاءَ هُمْ
ہم نے ان کی ایذاء اور بکواس پر صبر کیا
وَكُلَّ خَفِيٍّ فِي الْعَوَاقِبِ يَظْهَرُ
اور ہر ایک پوشیدہ امر انجام کار ظاہر ہو جاتا ہے

عَجِبْتُ لِأَعْدَائِي يَصُولُونَ كَلْهَمٍ
مجھے دشمنوں سے تعجب آتا ہے کہ سب میرے پر حملہ کر رہے ہیں
وَلَوْ كَانَ مِنْهُمْ جَاهِلٌ أَوْ مَزُورٌ
اگرچان میں سے کوئی جاہل ہو یا دروغ کو آراستہ کرنے والا ہو

أَقَاوِيلُ قَوْمٍ لَيْسَ مَعَهُمْ تَطَهَّرُ
ایسی قوم کے اقوال جن کے ساتھ پاکیزگی نہیں
وَهَلْ يَصْقِلُ الْإِيْمَانَ أَوْ يَكْشِفُ الْعَمَى
اور کیا ایمان کو صیقل کر سکتے ہیں یا نایبائی دور کر سکتے ہیں

يَفْرُونَ مَنِّي وَالظُّنُونُ تَعْفَنُ
مجھ سے وہ لوگ بھاگتے ہیں اور ان کے ظن سڑ گئے
وَمَا أَنْ أَرَى أَهْلَ النَّهْيِ يَسْتَنْفِرُ
اور میں عقلمند کو نہیں دیکھتا جو مجھ سے نفرت کرے

﴿۱۶۰﴾

تَعَامَىٰ عِنَادًا مِّن رَّأْيَانِهِ يَنْظُرُ
وہ شخص بھی بناوٹ سے اندھا ہو گیا جس کو ہم جانتے ہیں
جو سو جا کھا ہے

وَ اَوْذِيْتُ مِّنْ غَمِّیْ وَ لٰكِن كَمَثَلِهِمْ
اور میں نے اندھوں سے دکھ اٹھایا مگر ان کی طرح

وَ زَرْعًا وَ دِیْنَ السَّلٰةِ نَبْتُ مُشْرِشُرٍ
اور خدا کا دین اُس بوٹی کی طرح ہو گیا ہے جس کو اوپر
سے مویشی کھا لیں

تَرٰی الْاَرْضَ وَ الْاَمْوَالَ مَبْلَغِ هَمِّهِمْ
تو دیکھے گا کہ ان کی انتہائی مراد زمین اور مال اور کھیتی ہے

كَذٰلِكَ فِیْهِمْ سَنَةٌ لَا تَغۡیِرُ
اسی طرح اس قوم میں خدا کی سنت ہے جو بدلی نہیں جائے گی

وَ تَدْرِی الْیَهُودَ وَ مَا رَؤُا فِی مَالِهِمْ
اور تو یہود کو جانتا ہے اور یہ کہ ان کا کیا حال ہوا

اَرٰی كَلَّ یَوْمٍ فِی الْفَجْرِ زِیَادَةً
میں ہر ایک روز بدکاریوں میں زیادتی دیکھتا ہوں

مِیْن ہر ایک روز بدکاریوں میں زیادتی دیکھتا ہوں

وَ فِسْقٍ وَ عَنِ دَارِ الْعَفَافِ تَقْتَرُوا
اور فسق کے ساتھ مانوس ہیں اور عفت سے دور ہو رہے ہیں

اَرٰی كَلَّهِمْ مُسْتَأْنَسِیْنَ بِظُلْمَةٍ
میں اُن کو دیکھتا ہوں کہ ظلمت کے ساتھ مانوس ہو گئے ہیں

لَهُمْ فِی ضَلَالٍ وَ اِعْتِسَافٍ تَخِیْرًا
اُن میں گمراہی اور حد سے بڑھنے میں زیادتی دیکھی

شَعَرْتُ لَهُمْ لَمَّا رَاۤیْتُ مَزِیَّةً
میں نے ان کے لئے نظم میں یہ باتیں لکھیں جب کہ میں نے

وَ مَا هُوَ اِلَّا هَرَّ كَلْبٍ فِیْهِطْرُ
مگر یہ صرف ایک کتے کی آواز ہے جو آخر ہلاک کیا جاتا ہے

یَرِیْدُوْنَ اَنْ اَعْفٰی وَ اُفْنٰی وَ اُبْتَرِ
چاہتے ہیں کہ میں مٹا دیا جاؤں اور فنا کیا جاؤں اور کاٹ دیا جاؤں

وَ مِّنْ صَارٍ بَدْرًا لَا مَحَالَةَ یَبْهَرُ
اور جو بدر بن گیا وہ غالب آجائے گا

وَ مِّنْ كَانَ نَجْمًا كِیْفَ یَخْفٰی بِرِیْقِهِ
اور جو ستارہ ہو اس کی روشنی کیونکر چھپ سکے

وَ اِنِّیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ حَكَمٌ مُّغْذِمٌ
اور میں خدا کی طرف سے اختلاف کا فیصلہ کرنے والا آیا ہوں

وَ اِنِّیْ بَبْرِهَانَ قَوِّیِّ دَعْوَتِهِمْ
اور میں نے ایک قوی حجت کے ساتھ اُن کو بلایا ہے

كَمَا لٰی وَ نُوْرٰی ثُمَّ هُمْ لَمْ یَبْصُرُوْا
تاکہ وہ میرا کمال اور میرا نور جان لیں۔ پھر وہ نہیں دیکھتے

وَ قَدْ جِئْتُ فِیْ بَدْرِ الْمَثِیْنِ لِیَعْلَمُوْا
اور میں ان کے پاس چودھویں صدی میں آیا جو صدیوں کی بدر ہے

﴿۱۶۱﴾	<p>أَلَا كَيْتَ شَعْرَى هَل رَأَى مِنْ تَجَسَّسٍ کاش انہیں سمجھ ہوتی کیا انہوں نے تجسس کے بعد</p> <p>وِإِنَّ الْوَرَى مِنْ كَلِّ فَجٍ يَجِيئُنِي اور مخلوق ہر ایک راہ سے میرے پاس آ رہی ہے</p> <p>وَكَمْ مِنْ عِبَادٍ أَثَرُونِي بِصَدَقِهِمْ بہت سے بندے ایسے ہیں جنہوں نے اپنی جان پر مجھ کو اختیار کر لیا</p> <p>وَمِنْ حَزْبِنَا عَبْدِ الْلطِيفِ فَإِنَّهُ اور ہمارے گروہ میں سے مولوی عبداللطیف ہیں کیونکہ اُس نے</p>
	<p>مِنَ الْكُذْبِ فِي أَمْرِي فَكَيْفَ تَصَوَّرَ میرے کام میں کچھ جھوٹ ثابت کیا پس کیونکر تھوڑ کر لیا</p> <p>وَيَسْعَى إِلَيْنَا كُلِّ مَنْ كَانَ يُبْصِرُ اور ہر ایک دیکھنے والا میری طرف دوڑ رہا ہے</p> <p>عَلَى النَّفْسِ حَتَّى خَوَّ فَوَاتِمٌ دَمَّرُوا یہاں تک کہ ڈرائے گئے پھر قتل کئے گئے</p> <p>أَرَى نَوْرَ صَدَقٍ مِنْهُ خَلَقَ تَهَكَّرُوا اپنے صدق کا نور ایسا دکھلایا کہ اُس کے صدق سے لوگ حیران ہو گئے</p>

عبداللطیف جن کا شعر میں ذکر ہوا ہے وہ صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کے نام سے موسوم ہیں اور ملک کابل میں اُن کو شاہزادہ مولوی عبداللطیف بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک بڑے خاندان کے رئیس اور صاحب علم و فضل و کمال تھے۔ اور پچاس ہزار کے قریب ان کے تبعین اور شاگرد اور مرید تھے۔ علم حدیث کی تُم ریزی اور اشاعت اُس ملک میں مولوی صاحب موصوف کے ذریعہ سے بہت سی ہوئی تھی۔ اور باوجود اس قدر علم اور فضل اور کمال کے جس کی وجہ سے وہ ان ملکوں میں لائٹانی شمار کئے جاتے تھے۔ انکار اور فروتنی اُن کے مزاج میں اس قدر تھی کہ گویا عجب اور تکبر کی قوت ہی اُن میں پیدا نہیں ہوئی تھی درحقیقت سرزمین کابل میں (جو سخت دلی اور بے مہری اور تکبر اور نخوت میں مشہور ہے) ایسے بے نفس اور متواضع اور راستباز انسان کا وجود خارق عادت امر ہے۔

غرض سعادت ازلی مولوی صاحب ممدوح کو کشاں کشاں قادیان میں لے آئی اور چونکہ وہ ایک انسان روشن ضمیر اور بے نفس اور فراست صحیحہ سے پورا حصہ رکھتا تھا۔ اور علم حدیث اور علم قرآن سے ایک وہی طاقت ان کو نصیب تھی اور کئی روایئے صالحہ بھی وہ میرے بارے میں دیکھ چکے تھے اس لئے چہرہ دیکھتے ہی مجھے انہوں نے قبول کر لیا اور کمال انشراح سے میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے پر ایمان لائے اور جان نثاری کی شرط پر بیعت کی۔ اور ایک ہی صحبت میں ایسے ہو گئے کہ گویا سا لہا سال سے میری صحبت میں تھے اور نہ صرف اس قدر بلکہ الہام الہی کا سلسلہ بھی اُن پر جاری ہو گیا اور واقعات صحیحہ اُن پر وارد ہونے لگے اور ان کا دل ماسوا اللہ کے بقایا سے بکلی دھویا گیا۔ پھر وہ اس جگہ سے

﴿۱۶۲﴾ جَزَى اللّٰهُ عَنَّا دَائِمًا ذَٰلِكَ الْفِتْنَىٰ قَضَىٰ نَجْبَهُ لِّلّٰهِ فَادْكُرْ وَفَكْرُ

خدا ہم سے اس جوان کو بدلہ دے وہ اپنی جان خدا کی راہ میں دے چکا پس سوچ اور فکر کر

عِبَادٌ يَكُونُ كَمُبْسِرَاتٍ وَجُودِهِمْ اِذَا مَا اتُوا فَالغَيْثُ يَأْتِي وَيَمْطُرُ

یہ وہ بندے ہیں کہ مان سون ہوا کی طرح ان کا وجود ہوتا ہے جب آتے ہیں پس ساتھ ہی بارش رحمت کی آتی ہے

اَتَعْلَمُ اَبَدًا اِلَّا سِوَاهُمْ فَانْهَمُ رَمُوا بِالْحِجَارَةِ فَاسْتَقَامُوا وَاجْمُرُوا

کیا تو ان کے سوا کوئی اور لوگ ابدال جانتا ہے کیونکہ وہ لوگ وہ لوگ ہیں جن پر پتھر چلائے گئے پس انہوں نے استقامت اختیار کی اور ان کی جمعیت باطنی بحال رہی

معرفت اور محبت الہیہ سے معمور ہو کر واپس اپنے وطن کی طرف گئے اور ان کے گھر پہنچنے پر امیر کابل کے پاس مخبری کی گئی کہ وہ قادیان گئے اور بیعت کر کے آئے ہیں اور اب اعتقاد رکھتے ہیں کہ مسیح موعود اور مہدی معبود جو آنے والا تھا وہی اُن کا مرشد ہے۔ اس مخبری پر مصالح ملکی کی بنا پر مولوی صاحب موصوف گرفتار کئے گئے اور ایک بڑا زنجیر اُن کے پاؤں میں ڈالا گیا اور کابل کے علماء نے فتویٰ دیا کہ اگر یہ شخص توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے اور سرزمین کابل کے مولویوں سے ان کی بحث کرائی گئی اور ہر ایک بات میں مولویوں کو انہوں نے لا جواب کیا اور پھر یہ عذر اٹھایا گیا کہ یہ شخص جہاد کا بھی منکر ہے۔ اور یہ اعتراض سچ تھا کیونکہ میری تعلیم یہی ہے کہ یہ وقت تلوار چلانے کا وقت نہیں بلکہ اس زمانہ میں پُر زور تقریروں اور دلائل ساطعہ اور حجج باہرہ اور دعاؤں کے ساتھ جہاد کرنا چاہیے۔ غرض اس آخری اعتراض میں مولوی صاحب موصوف ملزم ٹھہر گئے امیر کابل نے کئی مرتبہ فہمائش کی کہ آپ صرف اس شخص کی بیعت سے دست بردار ہو جائیں جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا اور مسئلہ جہاد بالسیف کا مخالف ہے۔ تو پھر آپ بری ہیں بلکہ آپ کی عزت اور عظمت اور بھی کی جائے گی مگر مولوی صاحب نے قبول نہ کیا اور کہا کہ میں نے آج ایمان کواپنی جان پر مقدم کر لیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ جس کی میں نے بیعت کی ہے وہ سچا ہے اور روئے زمین پر اُس جیسا دوسرا نہیں۔ اور پھر جب اُن کی توبہ سے نو میدی ہوئی تو بڑی بے رحمی سے سنگسار کئے گئے۔ دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ آج تک ان کی قبر میں سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔ رحمہ اللہ و ادخلہ فی جنانہ۔ جب وہ پکڑے گئے تو کہا گیا کہ اولاد اور بیوی سے ملاقات کر لو۔ فرمایا کہ مجھے کچھ ضرورت نہیں۔ ان کے بارے میں خاص ایک رسالہ چھپ چکا ہے۔ رضی اللہ عنہ۔ منہ

﴿۱۶۳﴾

تَجَلَّى عَلَيْهِم رَبُّ مَا بَدَا

فَفَرُّوا إِلَى النُّورِ الْقَدِيمِ وَابْدُرُوا

وَفِي الْقَلْبِ نِيرَانٌ وَرَأْسٌ مُغْبِرٌ

فَتَعْرِفَهُمْ عَيْنَاكَ لَوْلَا التَّكْدُرُ

پس وہ نور قدیم کی طرف جلدی سے بھاگے اور دل میں طرح طرح کی آگ ہے اور سر پر غبار ہے اور دل کو پھیرنے کی آگ ہے اور سر پر غبار ہے

بِنَاظِرَةٍ تَصْبُو إِلَيْهَا الْخَوَاطِرُ

أُسْ آنَكْهْ كَسَاثَكْهْ كَسَاثَكْهْ كَسَاثَكْهْ

بِهِمْ زَرْعُ دِينِ اللَّهِ يَبْدُو وَيَجْدُرُ

وَجَوْهَةٌ مِنَ الْإِغْيَارِ تَخْفَى وَتُسْتَرُ

وَأَنْتَ تَعْرِفُهُمْ عَيْنَاكَ لَوْلَا التَّكْدُرُ

پس میں نے سورج کو کہا کہ ٹھہر جا جب تک میں روشن ہو جاؤں اور دوسری روشنیوں پر غالب ہو جاؤں

فَقُلْتُ امْكُشِي حَتَّىٰ أُنِيرَ وَأَبْهَرُ

يُرَانَا الَّذِي يَأْتِي وَيُرْنُو وَيَنْظُرُ

بِهِمْ زَرْعُ دِينِ اللَّهِ يَبْدُو وَيَجْدُرُ

وَجَوْهَةٌ مِنَ الْإِغْيَارِ تَخْفَى وَتُسْتَرُ

وَأَنْتَ تَعْرِفُهُمْ عَيْنَاكَ لَوْلَا التَّكْدُرُ

فَقُلْتُ امْكُشِي حَتَّىٰ أُنِيرَ وَأَبْهَرُ

يُرَانَا الَّذِي يَأْتِي وَيُرْنُو وَيَنْظُرُ

بِهِمْ زَرْعُ دِينِ اللَّهِ يَبْدُو وَيَجْدُرُ

وَجَوْهَةٌ مِنَ الْإِغْيَارِ تَخْفَى وَتُسْتَرُ

وَأَنْتَ تَعْرِفُهُمْ عَيْنَاكَ لَوْلَا التَّكْدُرُ

تَجَلَّى عَلَيْهِم رَبُّ مَا بَدَا

فَفَرُّوا إِلَى النُّورِ الْقَدِيمِ وَابْدُرُوا

وَفِي الْقَلْبِ نِيرَانٌ وَرَأْسٌ مُغْبِرٌ

فَتَعْرِفَهُمْ عَيْنَاكَ لَوْلَا التَّكْدُرُ

پس وہ نور قدیم کی طرف جلدی سے بھاگے اور دل میں طرح طرح کی آگ ہے اور سر پر غبار ہے اور دل کو پھیرنے کی آگ ہے اور سر پر غبار ہے

بِنَاظِرَةٍ تَصْبُو إِلَيْهَا الْخَوَاطِرُ

أُسْ آنَكْهْ كَسَاثَكْهْ كَسَاثَكْهْ كَسَاثَكْهْ

بِهِمْ زَرْعُ دِينِ اللَّهِ يَبْدُو وَيَجْدُرُ

وَجَوْهَةٌ مِنَ الْإِغْيَارِ تَخْفَى وَتُسْتَرُ

وَأَنْتَ تَعْرِفُهُمْ عَيْنَاكَ لَوْلَا التَّكْدُرُ

پس اگر تو ان کو دیکھنا چاہتا ہے تو دوتی کے ساتھ دیکھ

كَذَلِكَ طَلَعَتْ شَمْسُنَا فِي سِتَارَةٍ

وَلَسْنَا بِمَسْتَوْرٍ عَلَىٰ عَيْنِ طَالِبٍ

أَوْ هَمَّ ذَهْوُنَا نَالِي كَيْفَ كَانَ

وَأَنْتَ تَعْرِفُهُمْ عَيْنَاكَ لَوْلَا التَّكْدُرُ

پس اگر تو انکار کرے تو تیرے پر کوئی جبر نہیں

وَلَا جَبْرَ إِنْ تَكْفَرُ وَإِنْ كُنْتَ مُؤْمِنًا

وَأَنْتَ تَعْرِفُهُمْ عَيْنَاكَ لَوْلَا التَّكْدُرُ

وَأَنْتَ تَعْرِفُهُمْ عَيْنَاكَ لَوْلَا التَّكْدُرُ

وَأَنْتَ تَعْرِفُهُمْ عَيْنَاكَ لَوْلَا التَّكْدُرُ

وَأَنْتَ تَعْرِفُهُمْ عَيْنَاكَ لَوْلَا التَّكْدُرُ

﴿۱۶۴﴾

وَأَنْتَ تَعْرِفُهُمْ عَيْنَاكَ لَوْلَا التَّكْدُرُ

وَأَنْتَ تَعْرِفُهُمْ عَيْنَاكَ لَوْلَا التَّكْدُرُ

وَأَنْتَ تَعْرِفُهُمْ عَيْنَاكَ لَوْلَا التَّكْدُرُ

وَأَنْتَ تَعْرِفُهُمْ عَيْنَاكَ لَوْلَا التَّكْدُرُ

وَأَنْتَ تَعْرِفُهُمْ عَيْنَاكَ لَوْلَا التَّكْدُرُ

فکیف کذوبٌ من ید اللہ یسترُ پس کیونکر جھوٹا خدا کے ہاتھ سے چھپ جائے گا	علی صادقٍ فأس من الظلم و الأذى صادق پر ظلم اور ایذاء کا تیر چل رہا ہے
و کم من سمومٍ اخرجوها و اظهروا اور بہت سی زہریں نکالیں اور ظاہر کیں	علی موت عیسی صار قومی کحیة عیسیٰ کی موت پر میری قوم سانپ کی طرح ہو گئی
عرا الموت عقل جماعتٍ ما تفکروا اس جماعت کی عقل پر موت آگئی جنہوں نے فکر نہیں کیا	توقی عیسی ثم بعد وفاته عیسیٰ مر گیا اور بعد اس کے
لکان رسول اللہ اولی و اجدراً تو اس بات کے لئے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لائق تھے	و لو ان انسانا یطیر الی السماء اور اگر کوئی انسان آسمان کی طرف پرواز کر سکتا ہے
و ان کتاب اللہ اھدی و انور اور خدا کا کلام بہت ہدایت دینے والا اور بہت روشن ہے	اتترک قول اللہ قولاً مصرحاً کیا خدا کے قول کو ترک کرتا ہے
و ای حدیث بعدہ یستأثر اور کون سی حدیث خدا کا کلام چھوڑ کر اختیار کرنے کے لائق ہے	فدع ذکر اخبار تخالف قوله پس ان اخبار کا ذکر چھوڑ دے جو اس کے قول کے مخالف ہیں
و ان نقاة المرء تنجی و تشرم بہ تحقیق انسان کی تقویٰ نجات دیتی اور پھل لاتی ہے	ودع عنک کبراً مہلکاً و اتق الرادی اور تکبر ہلاک کرنے والے کو چھوڑ دے ☆
و امالدى اللیل البھیم فبصر اور اندھیری رات میں دیکھنے لگتا ہے	أتصبح کالخفاش أعمی و ماتری کیا تو صبح کو اُلو کی طرح اندھا ہو جاتا ہے
فما البر الا ترک ما کنت تؤثر تو نیکی اسی میں ہے کہ جو کچھ پہلے تو نے اختیار کر رکھا تھا وہ چھوڑ دے	اذا ما وجدت الحق بعد ضلالة جب تو نے گمراہی کے بعد حق پا لیا
و هل انت الا دودة یا مزور اور تو کیا چیز ہے صرف ایک کیڑا۔ اے دروغ آراستہ کرنے والے	ولا تبغ حرزات النفوس و هتكهم اور تو برگزیدہ انسانوں کی موت اور ہتک عزت کا خواہاں مت بن

﴿۱۶۵﴾

☆ متن مطابق ایڈیشن اول ہے۔ ”وَاتَّقِ الرَّادِيَ“ کا ترجمہ ”ہلاکت سے بچ“ کا تب کے لکھنے سے رہ گیا ہے (ناشر)

و لو ان قومی آنسونی لآ فْلَحُوا

اور اگر میری قوم مجھے دیکھ لیتی تو نجات پا لیتی

ولكن قلوبٌ باليهود تشابهت

مگر بعض دل یہودیوں کی طرح ہو گئے

فَصِرْتُ لَهُمْ عَيْسَىٰ اِذَا مَا تَهَوَّدُوا

پس جب وہ یہودی بن گئے تو میں ان کے لئے عیسیٰ بن گیا

و قَدْ تَمَّ وَعَدُّ نَبِينَا فِي حَدِيثِهِ

اور یہ تحقیق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ جو حدیث میں تھا پورا ہو گیا

اَبَارُوا عَوَامَ النَّاسِ مِنْ سَمِّ مَنْطِقٍ

باتوں کے زہر سے لوگوں کو ہلاک کر دیا

يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ خِيَانَةً

وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں اور روحانیت کے

الارُبُّ قَوَالٍ يُسِرُّكُ قَوْلُهُ

کئی بہت باتیں کرنے والے ایسے ہیں کہ ان کی بات تجھے اچھی معلوم ہوگی

تَرَى الْعَيْنَ مَا هُوَ ظَاهِرٌ غَيْرَ كَاتِمٍ

آنکھ صرف اس کو دیکھتی ہے جو ظاہر ہے پوشیدہ نہیں

و فِيهِمْ وَاِنْ قِيلَ اهْتَدَيْنَا غَوَايَةَ

اور ان میں اگر چہ وہ کہیں کہ ہم ہدایت پا گئے ایک گمراہی ہے

اِنَاسٌ اِضَاعُوا دِينَهُمْ مِنْ رِعْوَانَةٍ

وہ ایسے لوگ ہیں کہ انہوں نے تکبر سے دین کو ضائع کیا

مِنَ الدُّلِّ فِي الدُّنْيَا وَفِي الدِّينِ عُزِّرُوا

دنیا کی ذلت سے اور آخرت میں عزت دی جاتی

و هَذَا هُوَ النَّبَأُ الَّذِي جَاءَ فَادْكُرُوا

اور یہ وہی خبر ہے جو آچکی ہے۔ پس یاد کرو

و هَذَا كَفَىٰ مَنِّي لِقَوْمٍ تَفَكَّرُوا

اور اس قدر بیان میری طرف سے کافی ہے ان کے لئے جو سوچتے ہیں

اِذَا جَاءَهُمْ مِنْهُمْ اِمَامٌ يُدَكِّرُ

جب کہ مسلمانوں میں انہیں میں سے ایک امام آیا جو نصیحت کرتا اور یاد دلاتا ہے

و جَاءَ وَاِبْهَتَانِ عَلَيْنَا وَزُورُوا

اور ہم پر بہتان لگائے اور جھوٹ بولا

يَخَالِفُ فِي الْحَالَاتِ بَيْتٌ وَ مَنبَرٌ

حالات کی رو سے ان کے گھر اور ان کے منبر میں بڑا فرق ہے

و لَوْ تَنْظُرْنَ الْوَجْهَ سَاءَ كَ مَنْظَرُ

مگر جب تو ان کا منہ دیکھے گا تو تجھے وہ برا معلوم ہوگا

و مَا تَنْظُرُ الْعَيْنَانِ مَا هُوَ يُسْتَرُ

اور پوشیدہ چیز کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں

و كَبْرٌ بِهِ يَنْمُو الضَّلَالُ وَ يَشْمُرُ

اور تکبر ہے جس کے ساتھ گمراہی نشوونما پاتی اور پھل لاتی ہے

وَ اَهْوَاءُ دُنْيَاهُمْ عَلَى الدِّينِ اَثَرُوا

اور دنیا کی خواہشوں کو دین پر اختیار کر لیا

تَأَلَّم قَلْبِي مِنْ أَعَاصِيرِ جَهْلِهِمْ

اُن کی جہالت کی آندھیوں سے میرا دل دردناک ہو گیا

لَهُمْ سَلَفٌ قَدْ أَخْطَأَ وَافِي بَيَانِهِمْ

ان کے ایسے بزرگ ہیں جنہوں نے اپنے بیان میں خطا کی

وَهُمْ مِمَّنَا بِخَيْرٍ ثُمَّ دُفِنَا جَفَاءَ هُمْ

ہم نے نیکی کا قصد کیا مگر ان سے ظلم دیکھا

وَجَدْنَا الْإِفَاعِيَّ الْمُبِيدَةَ دُونَهُمْ

ہم نے ہلاک کرنے والے سانپ اُن سے کم درجہ پر دیکھے

وَمَا نَحْنُ إِلَّا كَالْفَتِيلِ مَذْلُومَةٌ

اور ہم ایک ریشہ خرما کی طرح ان کی نظر میں ہیں

فَنَشْكُوا إِلَى اللَّهِ الْقَدِيرِ تَضَرُّعًا

پس ہم خدائے قادر کی طرف تضرع کے ساتھ شکوہ لے جاتے ہیں

رَمَى كُلٌّ مِنْ عَادِيٍّ إِلَى سَهَامِهِ

ہر ایک دشمن نے میری طرف اپنے تیر چلائے

حُسَيْنٌ دَفَاهُ الْقَوْمُ فِي دَشْتِ كَرْبَلَا

ایک حسین وہ تھا جس کو دشمنوں نے کربلا میں قتل کیا

إِيَّا رَاشِقِيٍّ قَدْ كُنْتُ تَمْدَحَ مَنْطِقِي

اے میرے پر تیر چلانے والے ایک زمانہ وہ تھا جو تو میری باتوں کی تعریف کرتا تھا

وَلِلَّهِ دَرَكٌ حِينَ قَرَّطَتْ مَخْلَصًا

اور تو نے کیا خوب میری کتاب

فَفِي الصِّدْرِ حُرَّازٌ وَفِي الْقَلْبِ خَنْجَرٌ

پس سینہ میں ایک سوزش اور خلیش ہے، اور دل میں تلوار ہے

فَهُمْ أَثَرُوا آثَارَهُمْ وَتَخَيَّرُوا

پس انہوں نے ان کے آثار کو اختیار کر لیا

وَجِئْنَا بِعَدْلٍ ثُمَّ لِلظَّالِمِ شَمَّرُوا

اور ہم عدل کے ساتھ آئے اور انہوں نے ظلم کرنا شروع کیا

وَلَا مِثْلَهُمْ شَرُّ الْعُقَّارِبِ تَابِرٌ

اور نہ ان کی طرح بدترین عقارب نیش زنی کرتا ہے

بَاعَيْنَهُمْ بِلِ مَنَّهُ اِدْنِي وَ اِحْقَرُ

بلکہ اس سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل

وَمَنْ مِثْلُهُ عِنْدَ الْمَصَائِبِ يَنْصُرُ

اور اس کی طرح کون مصیبتوں کے وقت مدد کرتا ہے

فَأَصْبَحَتْ أَمْشِي كَالْوَحِيدِ وَ أُكْفَرُ

پس میں اکیلا رہ گیا اور کافر قرار دیا گیا

وَ كَلَّمَنِي ظَلَمًا حُسَيْنٌ آخِرُ

اور ایک وہ حسین ہے جس نے مجھ کو محض ظلم سے مجروح کیا

وَ تُشْنِي عَلَيَّ بِالْفِئَةِ وَ تُوقِّرُ

اور محبت کے ساتھ میری تعریف کرتا تھا اور میری عزت کرتا تھا

كِتَابِي وَ صَرَتْ لِكُلِّ ضَالٍّ مُخْفَرٌ

براہین احمدیہ کا اخلاص سے ریو یو لکھا تھا اور ہر ایک گمراہ کے لئے رہنما ہو گیا تھا

وانت الذی قد قال فی تقریظہ اور تو وہی ہے جس نے اپنے ریویو میں لکھا تھا	کمثل المؤلف لیس فینا غضنفر کہ اس مؤلف کی طرح ہم میں کوئی بھی دین کی راہ میں شیر نہیں
عرفت مقامی ثم انکرت مُدبراً تو نے میرے مقام کو شناخت کیا پھر منکر ہو گیا	فما الجہل بعد العلم ان کنتَ تشعراً پس یہ کیسا جہل ہے جو علم کے بعد دیدہ و دانستہ وقوع میں آیا
کمشک مع علم بحالی. و فطنۃ تیرے جیسا آدمی میرے حال سے واقف اور دانا	عجبتُ لهُ یبغی الهدی ثم یاطرُ ☆ تجرب ہے کہ وہ ہدایت پر آ کر پھر راہِ راست چھوڑ دے
قَطَعْتَ وِدادًا قد غرسناہ فی الصبا تو نے اُس دوستی کو کاٹ دیا جس کا درخت ہم نے ایامِ کودکی میں لگایا تھا	و لیس فؤادی فی الوداد یقصرُ مگر میرے دل نے دوستی میں کوئی کوتاہی نہیں کی

علی غیر شیءِ قُلْتَ ما قلتَ عَجَلَةً

کسی بات پر تو نے نہیں کہا جو کچھ کہا جلدی سے

و واللہ انّی صادقٌ لا اُزورُ

اور بخدا میں سچا ہوں میں نے جھوٹ نہیں بولا



☆ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے اپنے رسالہ اشاعت السنۃ میں جہاں اس بات کا میری نسبت اقرار کیا ہے کہ میں اس زمانہ میں دین کی حمایت میں متفرّد ہوں اور دین اسلام کی راہ میں فدا ہوں اور خدا کی راہ میں ایک بے بدل شجاع ہوں۔ ساتھ ہی اپنی نسبت یہ بھی اقرار کر دیا ہے کہ مجھ سے زیادہ اس شخص کے اندرونی حالات کا کوئی بھی واقف نہیں۔ منہ

مولوی سید محمد عبدالواحد صاحب کے بعض

شبہات کا ازالہ ☆



قولہ - آیت کریمہ مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ میں یہ شبہ باقی ہے کہ ما صلبوه کے اگر یہ معنی ہیں کہ صلیب کے ذریعہ سے یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہلاک نہیں کیا تھا تو اس تقدیر میں ما قتلوه کا لفظ جو اس پر مقدم ہے محض بیکار ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ ما قتلوه کے لفظ کو اس لئے بڑھایا گیا ہے تاکہ دلالت کرے اس بات پر کہ بہ نیت قتل ٹانگیں ان کی نہیں توڑی گئیں تھیں تو بر تقدیر تسلیم اس بات کے بھی لفظ ما قتلوه کا بعد لفظ ما صلبوه کے واقع ہونا چاہیے تھا کیونکہ ٹانگیں بعد صلیب سے اتارے جانے کے توڑی جاتی ہیں۔ پس وجہ تقدیم ما قتلوه کی اوپر ما صلبوه کے کیا ہے؟ ارشاد فرماویں۔

اقول - یاد رہے کہ قرآن شریف کی یہ آیتیں ہیں جن میں مذکورہ بالا ذکر ہے۔ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا الحج، و نمبر ۶ سورۃ النساء ترجمہ۔ اور ان کا (یعنی یہود کا) یہ کہنا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے حالانکہ نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ صلیب دیا بلکہ یہ امر ان پر مشتبہ ہو گیا۔ اور جو لوگ عیسیٰ کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں (یعنی عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ زندہ آسمان پر اٹھایا گیا اور یہودی کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو ہلاک کر دیا) یہ دونوں گروہ محض شک میں پڑے ہوئے ہیں حقیقت حال کی

☆ یہ مولوی صاحب مقام برہمن بڑیہ ضلع ٹپارہ ملک بنگالہ میں مدرس سکول وقاضی ہیں۔ منہ

﴿۱۶۹﴾

اُن کو کچھ بھی خبر نہیں اور صحیح علم اُن کو حاصل نہیں محض اٹکلوں کی پیروی کرتے ہیں۔ یعنی نہ عیسیٰ آسمان پر گیا جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے اور نہ یہودیوں کے ہاتھ سے ہلاک کیا گیا جیسا کہ یہودیوں کا گمان ہے بلکہ صحیح بات ایک تیسری بات ہے کہ وہ مخلصی پا کر ایک دوسرے ملک میں چلا گیا اور خود یہودی یقین نہیں رکھتے کہ انہوں نے اس کو قتل کر دیا بلکہ خدا نے اُس کو اپنی طرف اٹھالیا اور خدا غالب اور حکمتوں والا ہے۔ ☆

اب ظاہر ہے کہ ان آیات کے سر پر یہ قول یہودیوں کی طرف سے منقول ہے کہ **إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ** یعنی ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا۔ سو جس قول کو خدا تعالیٰ نے یہودیوں کی طرف سے بیان فرمایا ہے ضرور تھا کہ پہلے اسی کو رد کیا جاتا اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے قتلوا کے لفظ کو صلبوا کے لفظ پر مقدم بیان کیا کیونکہ جو دعویٰ اس مقام میں یہودیوں کی طرف سے بیان کیا گیا ہے وہ تو یہی ہے کہ **إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ**۔ پھر بعد اس کے یہ بھی معلوم ہو کہ حضرت عیسیٰ کے ہلاک کرنے کے بارے میں کہ کس طرح ان کو ہلاک کیا۔ یہودیوں کے مذہب قدیم سے دو ہیں۔ ایک فرقہ تو کہتا ہے کہ تلوار کے ساتھ پہلے ان کو قتل کیا گیا تھا اور پھر ان کی لاش کو لوگوں کی عبرت کے لئے صلیب پر یا درخت پر لٹکایا گیا۔ اور دوسرا فرقہ یہ کہتا ہے کہ اُن کو صلیب دیا گیا تھا اور پھر بعد صلیب ان کو قتل کیا گیا۔ اور یہ دونوں فرقے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں موجود تھے اور اب بھی موجود ہیں۔ پس چونکہ ہلاک کرنے کے وسائل میں یہودیوں کو اختلاف تھا۔ بعض ان کی ہلاکت کا ذریعہ اول قتل قرار دے کر پھر صلیب کے قائل تھے اور بعض صلیب کو قتل پر مقدم

☆ یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا اس قول سے یہودیوں کا مطلب یہ تھا کہ عیسیٰ کا مومنوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوا کیونکہ توریت میں لکھا ہے کہ جھوٹا پیغمبر قتل کیا جاتا ہے۔ پس خدا نے اس کا جواب دیا کہ عیسیٰ قتل نہیں ہوا بلکہ ایمانداروں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف اس کا رفع ہوا۔ منہ

سمجھتے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ دونوں فرقوں کا رد کر دے مگر چونکہ جس فرقہ کی تحریک سے یہ آیات نازل ہوئی ہیں وہ وہی ہیں جو قبل از صلیب قتل کا عقیدہ رکھتے تھے اس لئے قتل کے گمان کا ازالہ پہلے کر دیا گیا اور صلیب کے خیال کا ازالہ بعد میں۔

افسوس کہ یہ شبہات دلوں میں اسی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ عموماً اکثر مسلمانوں کو نہ یہودیوں کے فرقوں اور ان کے عقیدہ سے پوری واقفیت ہے اور نہ عیسائیوں کے عقیدوں کی پوری اطلاع ہے۔ لہذا میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اس جگہ میں یہودیوں کی ایک پرانی کتاب میں سے جو قریباً ۱۹۰۰ء سو برس کی تالیف ہے اور اس جگہ ہمارے پاس موجود ہے ان کے اس عقیدہ کی نسبت جو حضرت مسیح کے قتل کرنے کے بارے میں ایک فرقہ ان کا رکھتا ہے بیان کر دوں۔ اور یاد رہے کہ اس کتاب کا نام تولیدوت یسوع ہے جو ایک قدیم زمانہ کی ایک عبرانی کتاب مصنفہ بعض علماء یہود ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے صفحہ ۳۱ میں لکھا ہے۔ ”پھر وہ (یعنی یہودی لوگ) یسوع کو باہر سزا کے میدان میں لے گئے اور اس کو سنگسار کر کے مار ڈالا اور جب وہ مر گیا تب اس کو کاٹھ پر لٹکا دیا تاکہ اس کی لاش کو جانور کھائیں اور اس طرح مردہ کی ذلت ہو۔ اس قول کی تائید انجیل کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جہاں لکھا ہے کہ ”یسوع جسے تم نے قتل کر کے کاٹھ پر لٹکایا“۔ دیکھو اعمال باب ۵ آیت ۳۰۔☆

☆ یہودی فاضل جو اب تک موجود ہیں اور بمبئی اور کلکتہ میں بھی پائے جاتے ہیں عیسائیوں کے اس قول پر کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر چلے گئے ہیں بڑا ٹھٹھا اور ہنسی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ کیسے نادان ہیں جنہوں نے اصل بات کو سمجھا نہیں کیونکہ قدیم یہودیوں کا تو یہ دعویٰ تھا کہ جو شخص صلیب دیا جائے وہ بے دین ہوتا ہے اور اس کی روح آسمان پر اٹھائی نہیں جاتی۔ اس دعویٰ کے رد کرنے کے لئے عیسائیوں نے یہ بات بنائی کہ گویا حضرت عیسیٰ مع جسم آسمان پر چلے گئے ہیں تا وہ داغ جو مصلوب ہونے سے حضرت عیسیٰ پر لگتا تھا وہ دور کر دیں مگر اس منصوبہ میں

انجیل کے اس فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے قتل کیا پھر کاٹھ پر لٹکایا ☆ اور یاد رہے کہ جیسا کہ پادریوں کی عادت ہے انجیلوں کے بعض اردو ترجمہ میں اس فقرہ کو بدلا کر لکھ دیا گیا ہے مگر انگریزی انجیلوں میں اب تک وہی فقرہ ہے جو ابھی ہم نے نقل کیا ہے۔ بہر حال یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یہودیوں کے حضرت عیسیٰ کے ہلاک کرنے کے بارے میں دو مذہب ہیں۔

﴿۱۷۱﴾

انہوں نے نہایت نادانی ظاہر کی کیونکہ یہودیوں کا یہ تو عقیدہ نہیں کہ جو شخص مع جسم آسمان پر نہ جاوے وہ بے دین اور کافر ہوتا ہے اور اس کی نجات نہیں ہوتی کیونکہ بموجب عقیدہ یہودیوں کے حضرت موسیٰ بھی مع جسم آسمان پر نہیں گئے۔ یہودیوں کی حجت تو یہ تھی کہ بموجب حکم توریت کے جو شخص کاٹھ پر لٹکایا جائے اس کی روح آسمان پر اٹھائی نہیں جاتی کیونکہ صلیب

﴿۱۷۱﴾

جرائم پیشہ لوگوں کے ہلاک کرنے کا آلہ ہے۔ پس خدا اس سے پاک تر ہے کہ ایک مطہر اور راستباز مومن کو صلیب کے ذریعہ سے ہلاک کرے سو توریت میں یہی حکم لکھ دیا گیا کہ جو شخص صلیب کے ذریعہ سے مارا جائے وہ مومن نہیں اور اس کی روح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی نہیں جاتی یعنی رفع الی اللہ نہیں ہوتا اور جب کہ مسیح صلیب کے ذریعہ سے ہلاک ہو گیا تو اس سے نعوذ باللہ بقول یہود ثابت ہو گیا کہ وہ ایمان دار نہ تھا۔ اور اس کی روح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی نہیں گئی۔ پس اس کے مقابل پر یہ کہنا کہ مسیح مع جسم آسمان پر چلا گیا یہ حماقت ہے اور ایسے یہودہ جواب سے یہودیوں کا اعتراض بدستور قائم رہتا ہے کیونکہ ان کا اعتراض رفع روحانی کے متعلق ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہونہ رفع جسمانی کے متعلق جو آسمان کی طرف ہو۔ اور قرآن شریف جو اختلاف نصاریٰ اور یہود کا فیصلہ کرنے والا ہے اس نے اپنے فیصلہ میں یہی فرمایا کہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ^۱ یعنی خدا نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اور ظاہر ہے کہ خدا کی طرف روح اٹھائی جاتی ہے نہ جسم۔ خدا نے یہ تو نہیں فرمایا کہ بل رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَى السَّمَاءِ بَلْ كَمَا فرمایا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ اور اس مقام میں خدا تعالیٰ کا صرف یہ کام تھا جو یہودیوں کا اعتراض

﴿۱۷۲﴾

۱ النساء: ۱۵۹ ☆ از طرف ناشر: The God of our fathers raised up Jesus, whom Ye slew and hanged

جن میں سے ایک یہ ہے کہ اوّل قتل کیا اور پھر صلیب دیا۔ پس اس مذہب کا بھی رد کرنا ضروری تھا اور ایسے خیال کے لوگوں کا پہلی آیت میں ذکر بھی ہے۔ یعنی اس آیت میں کہ **إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ** ۱؎ پس جب کہ دعویٰ یہ تھا کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کیا۔ تو ضرور تھا کہ پہلے اسی دعویٰ کو رد کیا جاتا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے رد کو مکمل کرنے کے لئے دوسرے فرقہ کا بھی اس جگہ رد کر دیا جو کہتے تھے کہ ہم نے پہلے صلیب دیا ہے۔ پس اس کے رد کے لئے

دور کرتا جو رفع روحانی کے انکار میں ہے اور نیز عیسائیوں کی غلطی کو دور فرماتا۔ ۲؎ پس خدا تعالیٰ نے ایک ایسا جامع لفظ فرمایا جس سے دونوں فریق کی غلطی کو ثابت کر دیا کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہ قول کہ **بَلَىٰ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ**۔ صرف یہی ثابت نہیں کرتا کہ مسیح کا رفع روحانی خدا تعالیٰ کی طرف ہو گیا

اگر خدا تعالیٰ کی ان آیات میں یعنی **بَلَىٰ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ** میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم عنصری دوسرے یا چوتھے آسمان پر پہنچائے گئے تھے تو ہمیں کوئی بتلائے کہ یہودیوں کے اس اعتراض کا کن آیات میں جواب ہے جو وہ کہتے ہیں جو مومنوں کی طرح حضرت عیسیٰ کا رفع روحانی خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوا۔ یہ تو نعوذ باللہ قرآن شریف کی جہت ہے کہ اعتراض تو یہودیوں کا کوئی اور تھا اور جواب کوئی اور دیا گیا۔ گویا خدا تعالیٰ نے یہودیوں کا منشا نہیں سمجھا۔ یہودی تو اس بارے میں حضرت عیسیٰ سے کوئی خصوصیت کا معجزہ نہیں چاہتے تھے۔ ان کا تو یہی اعتراض تھا کہ عام مومنوں کی طرح ان کا رفع نہیں ہوا۔ اور ان کا جواب تو صرف ان الفاظ سے دینا چاہیے تھا کہ ان کا رفع خدا تعالیٰ کی طرف ہو گیا ہے۔ پس اگر مردوحہ بالا آیت کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ آسمان پر بٹھانے کا مطلب ہے تو یہ تو یہودیوں کے اعتراض کا جواب نہیں ہے۔ قرآن شریف کی نسبت یہ خیال کہ سوال دیگر اور جواب دیگر ایسا خیال تو کفر تک پہنچ جاتا ہے جب کہ قرآن شریف کا یہ بھی منصب ہے کہ یہودی کی ان غلط تہمتوں کو دور کرے جو حضرت عیسیٰ پر انہوں نے لگائی تھیں تو منجملہ ان تہمتوں کے یہ بھی یہودی کی ایک تہمت تھی کہ وہ حضرت عیسیٰ کے رفع روحانی کے منکر تھے اور اس طور سے نعوذ باللہ ان کو کا فر ٹھہراتے تھے۔ پس قرآن شریف کا فرض تھا کہ اس تہمت سے ان کو بری کرتا۔ سو اگر ان آیتوں میں اس نے حضرت عیسیٰ کو اس تہمت سے بری نہیں کیا تو قرآن شریف میں سے اور ایسی آیتیں پیش کرنی چاہئیں جن میں اس نے اس تہمت سے حضرت عیسیٰ کو بری کر دیا ہے۔ منہ

۱؎

۲؎

ما صلیبہ فرمادیا۔ اور بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ
 احْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّمَّنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيْنًا ۗ
 ترجمہ:۔ یعنی عیسیٰ نہ قتل کیا گیا اور نہ صلیب دیا گیا بلکہ ان لوگوں پر حقیقت حال مشتبہ کی
 گئی۔ اور یہود و نصاریٰ جو مسیح کے قتل یا رفع روحانی میں اختلاف رکھتے ہیں محض شک میں
 مبتلا ہیں۔ اُن میں سے کسی کو بھی علم صحیح حاصل نہیں محض ظنون اور شکوک میں گرفتار ہیں اور

اور وہ مومن ہے بلکہ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ آسمان کی طرف اس کا رفع نہیں ہوا کیونکہ خدا تعالیٰ جو جسم
 اور جہات اور احتیاج مکان سے پاک ہے اس کی طرف رفع ہونا صاف بتلا رہا ہے کہ وہ جسمانی رفع
 نہیں بلکہ جس طرح اور تمام مومنوں کی روحیں اُس کی طرف جاتی ہیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
 روح بھی اُس کی طرف گئی۔ ہر ایک ذی علم جانتا ہے کہ قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے کہ
 جب مومن فوت ہوتا ہے اس کی روح خدا کی طرف جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَةً فَاذْخُلِي فِي عِبَادِي
 وَادْخُلِي جَنَّاتٍ ۙ

﴿۱۷۳﴾

یعنی اے روح اطمینان یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلی آؤ۔ تجھ سے راضی اور تو اُس
 سے راضی۔ اور میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت میں داخل ہو جا۔ اور یہی یہودیوں کا عقیدہ
 تھا کہ مومن کی روح کا رفع خدا تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اور بے دین اور کافر کا رفع خدا تعالیٰ کی طرف نہیں
 ہوتا اور وہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کافر اور بے دین سمجھتے تھے کہ اس شخص نے خدا پر افتراء کیا ہے
 اور یہ سچا نبی نہیں ہے۔ اور اگر سچا ہوتا تو اُس کے آنے سے پہلے الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آتا۔ اسی لئے
 وہ لوگ یہی عقیدہ رکھتے تھے اور اب تک رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی روح مومنوں کی طرح خدا تعالیٰ
 کی طرف نہیں گئی بلکہ نعوذ باللہ شیطان کی طرف گئی۔ اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہود کو جھوٹا
 ٹھہرایا اور ساتھ ہی عیسائیوں کو بھی دروغ گو قرار دیا۔ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بڑے بڑے

وہ خود یقین نہیں رکھتے کہ سچ مچ عیسیٰ کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں میں بعض فرقے اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی الیاس نبی کی طرح بروزی طور پر ہے یعنی یہ عقیدہ بالکل غلط ہے کہ مسیح زندہ آسمان پر بیٹھا ہے بلکہ درحقیقت وہ فوت ہو چکا ہے اور یہ جو وعدہ ہے کہ آخری زمانہ میں مسیح دوبارہ آئے گا اس آمد ثانی سے مراد ایک ایسے آدمی کا آنا ہے کہ جو عیسیٰ مسیح کی خواہر خلق پر ہو گا نہ یہ کہ عیسیٰ خود آجائے گا۔ چنانچہ کتاب ”نیولائف آف جیزس“ جلد اول صفحہ ۴۱۰ مصنفہ ڈی ایف سٹراس میں اس کے متعلق ایک عبارت ہے جس کو میں اپنی کتاب ”تحفہ گوٹرویہ“ کے صفحہ ۱۲۷ میں درج کر چکا ہوں اور اس جگہ اس کے ترجمہ پر کفایت کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے:-

”اگر چہ صلیب کے وقت ہاتھ اور پاؤں دونوں پر میخیں ماری جائیں پھر بھی بہت تھوڑا خون انسان کے بدن سے نکلتا ہے اس واسطے صلیب پر لوگ رفتہ رفتہ اعضاء پر زور پڑنے کے سبب تشنج میں گرفتار ہو کر مر جاتے ہیں یا بھوک سے مر جاتے ہیں۔ پس اگر فرض بھی کر لیا جاوے کہ قریب چھ گھنٹہ صلیب پر رہنے کے بعد یسوع جب اتارا گیا تو وہ مرا ہوا تھا۔ تب بھی نہایت ہی اغلب بات یہ ہے کہ وہ صرف ایک موت کی سی بیہوشی تھی۔ اور جب شفا دینے والی مرہمیں اور

افتراء کئے ہیں۔ ایک جگہ طالمود میں جو یہودیوں کی حدیثوں کی کتاب ہے لکھا ہے کہ یسوع کی لاش کو جب دفن کیا گیا تو ایک باغبان نے جس کا نام یہودا اسکر یوٹی تھا لاش کو قبر سے نکال کر ایک جگہ پانی کے روکنے کے واسطے بطور بندھ کے رکھ دیا۔ یسوع کے شاگردوں نے جب قبر کو خالی پایا تو شور مچا دیا کہ وہ مع جسم آسمان پر چلا گیا تب وہ لاش ملکہ ہیلینیا کے روبرو سب کو دکھائی گئی اور یسوع کے شاگرد سخت شرمندہ ہوئے (لعنة الله على الكاذبين) دیکھو چیوش انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۱۷۲ جلد نمبر ۷۔ یہ انسائیکلو پیڈیا یہودیوں کی ہے۔ منہ

نہایت خوشبودار دوائیاں مل کر اُسے غار کی ٹھنڈی جگہ میں رکھا گیا تو اُس کی بیہوشی دور ہوئی۔ اس دعوے کی دلیل میں عموماً یوسفس کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے جہاں یوسفس نے لکھا ہے کہ میں ایک دفعہ ایک فوجی کام سے واپس آ رہا تھا تو راستہ میں میں نے دیکھا کہ کئی ایک یہودی قیدی صلیب پر لٹکے ہوئے ہیں ان میں سے میں نے پہچانا کہ تین میرے واقف تھے۔ پس ٹیٹس (حاکم وقت) سے اُن کے اتار لینے کی اجازت حاصل کی اور ان کو فوراً اتار کر اُن کی خبر گیری کی تو ایک بالآخر تندرست ہو گیا پر باقی دو مر گئے۔“

اور کتاب ”ماڈرن ڈوٹ اینڈ کرپشن بیلیف“☆ کے صفحہ ۴۵۵، ۴۵۷، ۴۵۸ میں انگریزی میں ایک عبارت ہے جس کو ہم اپنی کتاب ”تحفہ گولڈویہ“ کے صفحہ ۱۳۸ میں لکھ چکے ہیں۔ ترجمہ اس کا ذیل میں لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے:-

﴿۱۷۴﴾

”نسلیر میخو اور نیز قدیم محققین کا یہ مذہب تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ ایک ظاہراً موت کی سی حالت ہو گئی تھی اور قبر سے نکلنے کے بعد کچھ مدت تک اپنے حواریوں کے ساتھ پھرتا رہا اور پھر دوسری یعنی اصلی موت کے واسطے کسی علیحدگی کے مقام کی طرف روانہ ہو گیا۔“

اور یسعیاہی کی کتاب باب ۵۳ میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی دعا بھی جو انجیل میں موجود ہے یہی ظاہر کر رہی ہے جیسا کہ اُس میں لکھا ہے۔
دَعَا بِدُمُوعِ جَارِيَةٍ وَ عِبْرَاتٍ مُنْحَدِرَةٍ فَسَمِعَ لِنَقْوَاهُ۔ یعنی عیسیٰ نے بہت گریہ و زاری سے دعا کی اور اُس کے آنسو اُس کے رخساروں پر پڑتے تھے پس بوجہ اُس کے تقویٰ کے وہ دعا منظور ہو گئی۔

اور کیریڈا لائبریری جنوبی اٹلی کے سب سے مشہور اخبار نے مندرجہ ذیل عجیب خبر شائع کی ہے ”۱۳۔ جولائی ۱۸۷۹ء کو یروشلم میں ایک بوڑھا راہب مسیحی کورمرا جو اپنی زندگی میں ایک ولی مشہور تھا۔ اُس کے پیچھے اس کی کچھ جائیداد رہی۔ اور گورنر نے اس کے رشتہ داروں کو تلاش کر کے اُن کے حوالہ دو لاکھ فرینک (ایک لاکھ پونے اُنیس ہزار روپیہ) کئے جو مختلف ملکوں کے سکوں میں تھے۔ اور اس غار میں سے ملے جہاں وہ راہب بہت عرصہ سے رہتا تھا۔ روپیہ کے ساتھ بعض کاغذات بھی ان رشتہ داروں کو ملے جن کو وہ پڑھ نہ سکتے تھے۔ چند عبرانی زبان کے فاضلوں کو ان کاغذات کے دیکھنے کا موقع ملا تو ان کو یہ عجیب بات معلوم ہوئی کہ یہ کاغذات بہت ہی پرانی عبرانی زبان میں تھے۔ جب ان کو پڑھا گیا تو اُن میں یہ عبارت تھی۔ ”پطرس ماہی گیر یسوع مریم کے بیٹے کا خادم اس طرح پر لوگوں کو خدا تعالیٰ کے نام میں اور اس کی مرضی کے مطابق خطاب کرتا ہے۔“ اور یہ خط اس طرح ختم ہوتا ہے۔

”میں پطرس ماہی گیر نے یسوع کے نام میں اور اپنی عمر کے نوے سال میں یہ محبت کے الفاظ اپنے آقا اور مولیٰ یسوع مسیح مریم کے بیٹے کی موت کے تین عید فصح بعد (یعنی تین سال بعد) خداوند کے مقدس گھر کے نزدیک بولیر کے مقام میں لکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔“ ان فاضلوں نے نتیجہ نکالا ہے کہ یہ نسخہ پطرس کے وقت کا چلا آتا ہے۔ لنڈن بائبل سوسائٹی کی بھی یہی رائے ہے اور ان کا اچھی طرح امتحان کرانے کے بعد بائبل سوسائٹی اب ان کے عوض چار لاکھ لیرا (دو لاکھ ساڑھے سینتیس ہزار روپیہ) مالکوں کو دے کر کاغذات کو لینا چاہتی ہے۔

یسوع ابن مریم کی دعا۔ ان دونوں پر سلام ہو۔ اُس نے کہا۔ اے میرے خدا میں اس قابل نہیں کہ اس چیز پر غالب آسکوں جس کو میں بُرا سمجھتا ہوں۔ نہ میں نے اس نیکی کو حاصل کیا ہے جس کی مجھے خواہش تھی مگر دوسرے لوگ اپنے اجر کو اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اور میں نہیں۔ لیکن میری بڑائی میرے کام میں ہے۔ مجھ سے زیادہ بُری حالت میں کوئی شخص نہیں ہے۔ اے خدا جو سب سے بلند تر ہے میرے گناہ معاف کر۔ اے خدا ایسا نہ کر کہ میں اپنے

دشمنوں کے لئے الزام کا سبب ہوں۔ نہ مجھے اپنے دوستوں کی نظر میں حقیر ٹھہرا اور ایسا نہ ہو کہ میرا تقویٰ مجھے مصائب میں ڈالے۔ ایسا نہ کر کہ یہی دنیا میری بڑی خوشی کی جگہ یا میرا بڑا مقصد ہو اور ایسے شخص کو مجھ پر مسلط نہ کر جو مجھ پر رحم نہ کرے۔ اے خدا جو بڑے رحم والا ہے اپنے رحم کی خاطر ایسا ہی کر۔ تو ان سب پر رحم کرتا ہے جو تیرے رحم کے حاجت مند ہیں۔

قولہ - آیت کریمہ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ^۱ میں یہ شبہ باقی ہے کہ لفظ بل فقرہ رفعہ اللہ الیہ کو ما قتلوہ یقیناً کے ساتھ ایک خاص ربط بخشنا ہے جس سے ان دونوں واقعات کا باہم اتصال سمجھا جاتا ہے۔ پس یہ بظاہر مقتضی اس بات کا ہے کہ واقعہ رفع کا زمانہ واقعہ قتل کے زمانہ کے ساتھ متحد و متصل ہو۔ اور دونوں زمانوں میں کچھ فاصلہ نہ ہو۔ حالانکہ حضرت کے بیان مبارک کے مطابق واقعہ رفع کے زمانہ اور واقعہ قتل کے زمانہ میں بہت فاصلہ اور ایک دور دراز مدت ہے۔ اس تقدیر میں اگر آیت قرآن شریف کی اس طرح ہوتی کہ مَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ خَلَّصَهُ اللَّهُ مِنْ أَيْدِيهِمْ حَيًّا ثُمَّ رَفَعَهُ إِلَيْهِ تَبَّالْبَتَّةِ^۲ یہ معنی ظاہر ہوتے۔

﴿۱۷۶﴾

اقول۔ یہ شبہ صرف سرسری خیال سے آپ کے دل میں پیدا ہوا ہے ورنہ اگر اصل واقعات آپ کے ملحوظ خاطر ہوتے تو یہ شبہ ہرگز پیدا نہ ہو سکتا۔ اصل بات تو یہ تھی کہ توریت کی رو سے یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر نبوت کا دعویٰ کرنے والا مقتول ہو جائے تو وہ مفتری ہوتا ہے سچا نبی نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی صلیب دیا جائے تو وہ لعنتی ہوتا ہے اور اس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا ہے۔ اور یہودیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ قتل بھی کئے گئے اور صلیب بھی دیئے گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلے قتل کر کے پھر صلیب پر لٹکائے گئے اور بعض کہتے ہیں کہ پہلے صلیب دے کر پھر ان کو قتل کیا گیا۔ پس ان وجوہ سے یہودی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع روحانی کے منکر تھے اور اب تک منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ قتل کئے گئے اور صلیب دیئے گئے اس لئے ان کا خدا تعالیٰ کی طرف

مومنوں کی طرح رفع نہیں ہوا۔ یہودیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ کافر کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا مگر مومن مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔ اور ان کے زعم میں حضرت عیسیٰ مصلوب ہو کر نعوذ باللہ کافر اور لعنتی ہو گئے۔ اس لئے وہ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے نہیں گئے۔ یہ امر تھا جس کا قرآن شریف نے فیصلہ کرنا تھا۔ پس خدا تعالیٰ نے ان آیات سے جو اوپر ذکر ہو چکی ہیں یہ فیصلہ کر دیا۔ چنانچہ آیت وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ اِسْمِیٰ فیصلہ کو ظاہر کرتی ہے کیونکہ رفع الی اللہ یہودیوں اور اسلام کے عقیدہ کے موافق اس موت کو کہتے ہیں جو ایمان داری کی حالت میں ہو اور روح خدا تعالیٰ کی طرف جاوے اور قتل اور صلیب کے اعتقاد سے یہودیوں کا منشا یہ تھا کہ مرنے کے وقت روح خدا تعالیٰ کی طرف نہیں گئی۔ پس یہودیوں کے دعوئے قتل اور صلیب کا یہی جواب تھا جو خدا نے دیا۔ اور دوسرے لفظوں میں ما حصل آیت کا یہ ہے کہ یہودی قتل اور صلیب کا عذر پیش کر کے کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی روح کا خدا تعالیٰ کی طرف مرنے کے وقت رفع نہیں ہوا۔ اور خدا تعالیٰ جو اب میں کہتا ہے کہ بلکہ عیسیٰ کی روح کا خدا تعالیٰ کی طرف مرنے کے وقت رفع ہو گیا ہے۔ پس تفسیر عبارت کی یہ ہے بل دفعہ اللہ الیہ عند موتہ۔ چونکہ رفع الی اللہ موت کے وقت ہی ہوتا ہے بلکہ ایمان کی حالت میں جو موت ہو اُس کا نام رفع الی اللہ ہے۔ پس گویا یہودی یہ کہتے تھے کہ مات عیسیٰ کافرًا غیر مرفوع الی اللہ اور خدا تعالیٰ نے یہ جواب دیا ہے بل مات مؤمنًا مرفوعًا الی اللہ۔ سو بل کا لفظ اس جگہ غیر محل نہیں بلکہ عین محاورہ زبان عرب کے مطابق ہے۔ یہودیوں کی یہ غلطی تھی کہ وہ خیال کرتے تھے کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت مصلوب ہو گئے ہیں اس لئے وہ ایک غلطی سے دوسری غلطی میں پڑ گئے کہ موت کے وقت ان کے رفع الی اللہ سے انکار کر دیا لیکن خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ہرگز مقتول اور مصلوب نہیں ہوئے اور موت کے وقت ان کا رفع خدا تعالیٰ کی طرف ہوا ہے۔ پس اس طرز کلام میں کوئی اشکال نہیں اور بل کا لفظ ہرگز ہرگز ان معنوں کی رو سے غیر محل پر نہیں بلکہ جس حالت میں باتفاق یہود و اہل اسلام رفع الی اللہ کہتے ہی اس کو ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کی روح خدا تعالیٰ

کی طرف جائے تو اس صورت میں اس مقام میں کسی دوسرے معنوں کی گنجائش ہی نہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جس زمانہ کی نسبت قرآن شریف کا یہ بیان ہے کہ عیسیٰ مقتول اور مصلوب نہیں ہوا اسی زمانہ کی نسبت یہ بھی بیان ہے کہ اُس کا مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہوا ہے پس بل کا لفظ اس جگہ اتصالِ زمانی کے لئے ہے نہ اتصالِ آنی کے لئے۔ پس خلاصہ مفہوم آیت کا یہ ہے کہ اُس زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول اور مصلوب نہیں ہوئے بلکہ طبعی موت کے بعد اُن کا رفع الی اللہ ہوا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں وعدہ تھا کہ **يُعِيسَىٰ اِذَا مَاتَ مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَيْهِ** اور توفیٰ طبعی موت دینے کو کہتے ہیں جیسا کہ صاحب کشاف نے اس آیت کی تفسیر میں یعنی تفسیر انسی متوفیک میں لکھا ہے انسی ممیتک حتف انفک۔ قرآن شریف کی یہ آیت یعنی **يُعِيسَىٰ اِذَا مَاتَ مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَيْهِ** تمام جھگڑے کو فیصلہ کرتی ہے کیونکہ ہمارے مخالف یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع زندگی کی حالت میں ہوا اور خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ موت کے بعد رفع ہوا۔ پس افسوس ہے اُس قوم پر کہ جو نص صریح کتاب اللہ کے مخالف دعویٰ کرتے ہیں اور قرآن شریف اور تمام پہلی کتابیں اور تمام حدیثیں بیان کر رہی ہیں کہ موت کے بعد وہی رفع ہوتا ہے جس کو رفع روحانی کہتے ہیں جو ہر ایک مومن کے لئے بعد موت ضروری ہے۔ بعض متعصب اس جگہ لاجواب ہو کر کہتے ہیں کہ آیت کو اس طرح پڑھنا چاہیے کہ **يُعِيسَىٰ اِنِّي رَافِعُكَ اِلَيْهِ وَ مُتَوَفِّيكَ**۔ گویا خدا تعالیٰ سے یہ غلطی ہوگئی کہ اس نے متوفیک کو رافعک پر مقدم کر دیا اور یہ فرمایا کہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی۔ حالانکہ کہنا یہ تھا کہ یا عیسیٰ انی رافعک الی و متوفیک ہائے افسوس! تعصب کس قدر سخت بلا ہے کہ اس کی حمایت کے لئے کتاب اللہ کی تحریف کرتے ہیں۔ یہ عمل تحریف وہی پلید عمل ہے جس سے یہودی لعنتی کہلائے اور ان کی صورتیں مسخ کی گئیں۔ اب یہ لوگ قرآن شریف کی تحریف پر آمادہ ہیں۔ اور اگر یہ وعدہ نہ ہوتا کہ **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ** تو ان لوگوں سے یہ امید تھی کہ بجائے آیت

انسی متوفیک و رافعک الیّ کے اس طرح قرآن شریف میں لکھ دیتے کہ یا عیسیٰ انیّ رافعک الیّ و متوفیک مگر اس طرح کی تحریف بھی غیر ممکن تھی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں چار وعدے فرمائے ہیں۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ۔ وَرَافِعُکَ اِلَیّ۔ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الذَّنْبِیْنَ کَفَرُوْا۔ وَجَاعِلُ الذَّنْبِیْنَ اَتَّبِعُوْکَ فَوْقَ الذَّنْبِیْنَ کَفَرُوْا اِلَیْ یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ یہ چار وعدے ہیں جن پر نمبر لگا دیئے گئے اور جیسا کہ احادیث صحیحہ اور خود قرآن شریف سے ثابت ہے وعدہ مطہرک من الذین کفروا جو وعدہ رفع کے بعد تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پورا ہو گیا کیونکہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دامن کو ان بے جا تہمتوں سے پاک کیا جو یہود اور نصاریٰ نے اُن پر لگائی تھیں۔ اسی طرح یہ چوتھا وعدہ یعنی وَجَاعِلُ الذَّنْبِیْنَ اَتَّبِعُوْکَ فَوْقَ الذَّنْبِیْنَ کَفَرُوْا اِلَیْ یَوْمِ الْقِیَامَةِ اسلام کے غلبہ اور شوکت سے پورا ہو گیا۔ پس اگر متوفیک کے لفظ کو متاخر کیا جائے اور لفظ رافعک الیّ مقدم کیا جائے۔ جیسا کہ ہمارے مخالف چاہتے ہیں تو اس صورت میں فقرہ رافعک الیّ فقرہ مطہرک سے پہلے نہیں آسکتا کیونکہ فقرہ مطہرک کا وعدہ پورا ہو چکا ہے اور بوجہ قول ہمارے مخالفوں کے متوفیک کا وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا اور اسی طرح یہ فقرہ متوفیک وعدہ وَجَاعِلُ الذَّنْبِیْنَ اَتَّبِعُوْکَ فَوْقَ الذَّنْبِیْنَ کَفَرُوْا اِلَیْ یَوْمِ الْقِیَامَةِ کے پہلے بھی نہیں آسکتا کیونکہ وہ وعدہ بھی پورا ہو چکا ہے اور قیامت کے دن تک اس کا دامن لمبا ہے۔ پس اس صورت میں توفیٰ کا لفظ اگر آیت کے سر پر سے اٹھا دیا جائے تو اس کو کسی دوسرے مقام میں قیامت سے پہلے رکھنے کی کوئی جگہ نہیں سوا اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے بعد میں گے اور پہلے مرنے سے یہ ترتیب مانع ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ قرآن شریف کی یہ کرامت ہے کہ ہمارے مخالف یہودیوں کی طرح قرآن شریف کی تحریف پر آمادہ تو ہوئے مگر قادر نہیں ہو سکے اور کوئی جگہ نظر نہیں آتی جہاں فقرہ رافعک کو اپنے مقام سے اٹھا کر اُس جگہ رکھا جائے۔ ہر ایک جگہ کی خانہ پری ایسے طور سے ہو چکی ہے کہ دست اندازی کی گنجائش نہیں اور دراصل یہی ایک

آیت یعنی آیت یَحْيَىٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ طابِ حَقِّکَ لَیْ کَافِیْ ہِے جِس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ رفع جس پر ہمارے مخالفوں نے شور مچا رکھا ہے وہ موت کے بعد ہے نہ موت سے پہلے کیونکہ خدا کی گواہی سے یہ بات ثابت ہے۔ اور خدا کی گواہی کو قبول نہ کرنا ایماندار کا کام نہیں اور جب کہ بموجب نص قرآن رفع موت کے بعد ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ وہی رفع ہے جس کا ہر ایک ایماندار کے لئے مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

عجیب بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے توفقرہ رافعک الیٰ توفقرہ متوفیک کے بعد بیان فرمایا ہے اور یہ لوگ فقرہ رافعک کو مقدم کرتے ہیں اور فقرہ متوفیک کو بعد میں لاتے ہیں تا کسی طرح حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر بٹھائے جائیں۔ پس اس صورت میں یہودی لوگ تحریف کرنے میں کیا خصوصیت رکھتے ہیں ماسوا اس کے اگر اسی طرح یہودیوں کی طرح ان لوگوں کو اپنے اختیار سے قرآن شریف کو پیش و پس کرنے کا اختیار ہے تو پھر قرآن شریف کی خیر نہیں۔ بھلا کوئی ایسی حدیث تو پیش کریں جس میں ان کو یہ اجازت دی گئی ہو کہ فقرہ رافعک الیٰ پہلے پڑھ لیا کرو۔ اور فقرہ متوفیک بعد میں۔ اور اگر قرآن اور حدیث سے ایسی اجازت ثابت نہیں ہوتی تو پھر اُس لعنت سے کیوں نہیں ڈرتے جو پہلے اُن سے یہودیوں کے حصہ میں آچکی ہے۔

قولہ۔ آپ کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ صلیب سے نجات پا کر کشمیر کی طرف چلے گئے تھے۔ پس اول تو اُس زمانہ میں کشمیر تک پہنچنا کچھ آسان امر نہ تھا۔ خصوصاً خفیہ طور پر اور پھر یہ اعتراض ہے کہ حواری اُن کے پاس کیوں جمع نہ ہوئے اور حضرت عیسیٰ زندہ درگور کی طرح مخفی رہے۔

اقول۔ جس خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کشمیر کی طرف جانے کی ہدایت کی تھی وہی ان کا رہنما ہو گیا تھا۔ پس نبی کے لئے یہ کیا تعجب کی بات ہے کہ کس طرح وہ کشمیر پہنچ گیا اور اگر ایسا ہی تعجب کرنا ہے تو ایک بے دین اس بات سے بھی تعجب کر سکتا ہے کہ کیونکر ہمارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت باوجود اس کے کہ کفار عین غار ثور کے سر پر پہنچ گئے تھے پھر ان کی آنکھوں سے پوشیدہ رہے۔ پس ایسے اعتراضات کا یہی جواب ہے کہ خدا کا خاص فضل جو خارق عادت طور پر نبیوں کے شامل حال ہوتا ہے ان کو بچاتا اور ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ رہی یہ بات کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر میں گئے تھے تو حواری ان کے پاس کیوں نہ پہنچے اس کا یہ جواب ہے کہ عدم علم سے عدم شنے لازم نہیں آتا۔ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ نہیں پہنچے۔ ہاں چونکہ وہ سفر پوشیدہ طور پر تھا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر ہجرت کے وقت پوشیدہ طور پر تھا۔ اس لئے وہ سفر ایک بڑے قافلہ کے ساتھ مناسب نہیں سمجھا گیا تھا جیسا کہ ظاہر ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی تو صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے اور اس وقت بھی دونوں کو س کا فاصلہ کر کے مدینہ میں جانا سہل امر نہ تھا۔ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو ساٹھ ستر آدمی اپنے ساتھ لے جاسکتے تھے مگر آپ نے صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا رفیق بنایا۔ پس انبیاء کے اسرار میں دخل دینا ایک بے جا دخل ہے۔ اور یہ کس طرح معلوم ہوا کہ بعد میں بھی حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ملنے کے لئے ملک ہند میں نہیں آئے بلکہ عیسائی اس بات کے خود قائل ہیں کہ بعض حواری ان دنوں میں ملک ہند میں

☆ انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہ بھی ایک سنت اللہ ہے کہ وہ اپنے ملک سے ہجرت کرتے ہیں۔ جیسا کہ یہ ذکر صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی مصر سے کنعان کی طرف ہجرت کی تھی۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ پس ضرور تھا کہ حضرت عیسیٰ بھی اس سنت کو ادا کرتے۔ سوا نہوں نے واقعہ صلیب کے بعد کشمیر کی طرف ہجرت کی۔ انجیل میں بھی اس ہجرت کی طرف اشارہ ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔ اس جگہ نبی سے مراد انہوں نے اپنے وجود کو لیا ہے۔ پس اس جگہ عیسائیوں کے لئے شرم کی جگہ ہے کہ وہ ان کو نبی نہیں بلکہ خدا قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ نبی وہ ہوتا ہے جو خدا سے الہام پاتا ہے۔ پس خدا اور نبی کا الگ الگ ہونا ضروری ہے۔ منہ

ضرور آئے تھے اور دھوما حواری کا مدراس میں آنا اور اب تک مدراس میں ہر سال اُس کی یادگار میں عیسائیوں کا ایک اجتماع میلہ کی طرح ہونا یہ ایسا امر ہے کہ کسی واقف کار پر پوشیدہ نہیں۔ بلکہ ہم لوگ جس قبر کو سری نگر کشمیر میں حضرت عیسیٰ کی قبر کہتے ہیں عیسائیوں کے بڑے بڑے پادری خیال کرتے ہیں کہ وہ کسی حواری کی قبر ہے۔ حالانکہ صاحب قبر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ میں نبی ہوں اور شاہزادہ ہوں اور میرے پرائیجیل نازل ہوئی تھی اور کشمیر کی پرانی تاریخی کتابیں جو ہمارے ہاتھ آئیں اُن میں لکھا ہے کہ یہ ایک نبی بنی اسرائیل میں سے تھا جو شاہزادہ نبی کہلاتا تھا۔ اور اپنے ملک سے کشمیر میں ہجرت کر کے آیا تھا۔ اور ان کتابوں میں جو تاریخ آمد لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بات پر اب ہمارے زمانہ میں اُنٹین سو برس گزر گئے جب یہ نبی کشمیر میں آیا تھا۔ اور ہم عیسائیوں کو اس طرح ملزم کرتے ہیں کہ جب کہ تمہیں اقرار ہے کہ صاحب اس قبر کا جو سری نگر محلہ خانیاں میں مدفون ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حواری تھا مگر اُس کی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ نبی تھا اور شاہزادہ تھا اور اُس پرائیجیل نازل ہوئی تھی تو اس صورت میں وہ حواری کیونکر ہو گیا۔ کیا کوئی حواری کہہ سکتا ہے کہ میں شاہزادہ ہوں اور نبی ہوں اور میرے پرائیجیل نازل ہوئی ہے۔ پس کچھ شک نہیں کہ یہ قبر جو کشمیر میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور جو لوگ اُن کو آسمان میں بٹھاتے ہیں اُن کو واضح رہے کہ وہ کشمیر میں یعنی سری نگر محلہ خانیاں میں سوئے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اصحاب کہف کو مدت تک چھپایا تھا ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی چھپا رکھا اور اخیر میں ہم پر حقیقت کھول دی۔ خدا تعالیٰ کے کاموں میں ایسے ہزار ہا نمونے ہیں اور خدا تعالیٰ کی عادت نہیں ہے کہ کسی کو مع جسم آسمان پر بٹھاوے۔

قولہ۔ احادیث میں نازل ہونے والے عیسیٰ کو نبی اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ تو کیا قرآن اور حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے کہ محدث کو بھی نبی کہا گیا ہے۔

اقول۔ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے معنی صرف پیشگوئی کرنے والے کے ہیں۔

جو خدا تعالیٰ سے الہام پا کر پیشگوئی کرے۔ پس جب کہ قرآن شریف کی رُو سے ایسی نبوت کا دروازہ بند نہیں ہے جو بتوسط فیض و اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسان کو خدا تعالیٰ سے شرفِ مکالمہ اور مخاطبہ حاصل ہو اور وہ بذریعہ وحی الہی کے مخفی امور پر اطلاع پاوے تو پھر ایسے نبی اس اُمت میں کیوں نہیں ہوں گے۔ اس پر کیا دلیل ہے۔ ہمارا مذہب نہیں ہے کہ ایسی نبوت پر مہر لگ گئی ہے۔ صرف اُس نبوت کا دروازہ بند ہے جو احکامِ شریعتِ جدیدہ ساتھ رکھتی ہو یا ایسا دعویٰ ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے الگ ہو کر دعویٰ کیا جائے لیکن ایسا شخص جو ایک طرف اُس کو خدا تعالیٰ اُس کی وحی میں امتیٰ بھی قرار دیتا ہے پھر دوسری طرف اس کا نام نبی بھی رکھتا ہے۔ یہ دعویٰ قرآن شریف کے احکام کے مخالف نہیں ہے کیونکہ یہ نبوت بباعث امتیٰ ہونے کے دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ظل ہے کوئی مستقل نبوت نہیں ہے۔ اور اگر آپ پورے طور پر حدیثوں پر غور کرتے تو یہ اعتراض آپ کے دل میں ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ نازل ہونے والے کو حدیثوں میں نبی اللہ کہا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اُسی عیسیٰ نازل ہونے والے کو حدیثوں میں امتیٰ بھی تو کہا گیا ہے۔☆ کیا آپ قرآن شریف یا حدیثوں سے بتلا سکتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم جو رسول گذرا ہے اُس کا نام کسی جگہ امتیٰ بھی رکھا گیا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ یہ عیسیٰ جو امتیٰ بھی کہلاتا ہے اور نبی بھی کہلاتا ہے یہ عیسیٰ اور ہے وہ عیسیٰ نہیں ہے جو بنی اسرائیل میں گذرا ہے جو ایک مستقل نبی تھا جس پر انجیل نازل ہوئی اُس کو آپ کیونکر امتیٰ بنا سکتے ہیں۔ صحیح بخاری میں جہاں آنے والے عیسیٰ کا نام امتیٰ رکھا گیا ہے اس کا حلیہ بھی برخلاف پہلے عیسیٰ کے قرار دیا ہے۔ ہاں اگر آنے والے عیسیٰ کی نسبت

☆ امتیٰ اس شخص کو کہتے ہیں جو بغیر پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی طرح اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتا پس کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہ اُس وقت تک ناقص ہی رہیں گے جب تک دوبارہ دنیا میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں داخل نہیں ہوں گے اور آپ کی پیروی نہیں کریں گے۔ منہ

حدیثوں میں صرف نبی کا لفظ استعمال پاتا اور اُمتی اس کا نام نہ رکھا جاتا تو دھوکا لگ سکتا تھا۔ مگر اب تو صحیح بخاری میں آنے والے عیسیٰ کی نسبت صاف لکھا ہے کہ اصامکم منکم یعنی اے اُمتیو! آنے والا عیسیٰ بھی صرف ایک اُمتی ہے نہ اور کچھ۔ ایسا ہی صحیح مسلم میں بھی اُس کی نسبت یہ لفظ ہے کہ اصکم منکم یعنی وہ عیسیٰ تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ہوگا یعنی ایک فرد اُمت میں سے ہوگا۔

اب جب کہ ان حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنے والا عیسیٰ اُمتی ہے تو کلام الہی میں اس کا نام نبی رکھنا اُن معنوں سے نہیں ہے جو ایک مستقل نبی کے لئے مستعمل ہوتے ہیں بلکہ اس جگہ صرف یہ مقصود ہے کہ خدا تعالیٰ اس سے مکالمہ مخاطبہ کرے گا اور غیب کی باتیں اس پر ظاہر کرے گا اس لئے باوجود اُمتی ہونے کے وہ نبی بھی کہلائے گا اور اگر یہ کہا جائے کہ اس اُمت پر قیامت تک دروازہ مکالمہ مخاطبہ اور وحی الہی کا بند ہے تو پھر اس صورت میں کوئی اُمتی نبی کیونکر کہلا سکتا ہے کیونکہ نبی کے لئے ضروری ہے کہ خدا اس سے ہمکلام ہو تو اس کا یہ جواب ہے کہ اس اُمت پر یہ دروازہ ہرگز بند نہیں ہے اور اگر اس اُمت پر یہ دروازہ بند ہوتا تو یہ اُمت ایک مُردہ اُمت ہوتی اور خدا تعالیٰ سے دور اور مجبور ہوتی اور اگر یہ دروازہ اس اُمت پر بند ہوتا تو کیوں قرآن میں یہ دعا سکھلائی جاتی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ کے بعد دروازہ مکالمات و مخاطبات الہیہ کا بند ہے۔ اگر یہ معنی ہوتے تو یہ اُمت ایک لعنتی اُمت ہوتی جو شیطان کی طرح ہمیشہ سے خدا تعالیٰ سے دور و مجبور ہوتی بلکہ یہ معنی ہیں کہ براہِ راست خدا تعالیٰ سے فیضِ وحی پانا بند ہے اور یہ نعمت بغیر اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو ملنا محال اور ممنوع ہے اور یہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فخر ہے کہ اُن کی اتباع میں یہ برکت ہے کہ جب ایک شخص پورے طور پر آپ کی پیروی کرنے والا ہو تو وہ خدا تعالیٰ کے مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہو جائے۔ ایسا نبی

کیا عزت اور کیا مرتبت اور کیا تاثیر اور کیا قوت قدسیہ اپنی ذات میں رکھتا ہے جس کی پیروی کے دعویٰ کرنے والے صرف اندھے اور نابینا ہوں۔ اور خدا تعالیٰ اپنے مکالمات و مخاطبات سے اُن کی آنکھیں نہ کھولے۔ یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی الہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا ہے اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں۔ صرف قصوں کی پوجا کرو پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہو سکتا ہے جس میں براہ راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا جو کچھ ہیں قصے ہیں۔ اور کوئی اگرچہ اس کی راہ میں اپنی جان بھی فدا کرے اُس کی رضا جوئی میں فنا ہو جائے اور ہر ایک چیز پر اُس کو اختیار کر لے تب بھی وہ اس پر اپنی شناخت کا دروازہ نہیں کھولتا اور مکالمات اور مخاطبات سے اس کو مشرف نہیں کرتا۔

میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں مجھ سے زیادہ بیزار ایسے مذہب سے اور کوئی نہ ہوگا۔ میں ایسے مذہب کا نام شیطانی مذہب رکھتا ہوں نہ کہ رحمانی۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ایسا مذہب جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور اندھا رکھتا اور اندھا ہی مارتا اور اندھا ہی قبر میں لے جاتا ہے مگر میں ساتھ ہی خدائے کریم و رحیم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اسلام ایسا مذہب نہیں ہے بلکہ دنیا میں صرف اسلام ہی یہ خوبی اپنے اندر رکھتا ہے کہ وہ بشرط سچی اور کامل اتباع ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکالمات الہیہ سے مشرف کرتا ہے۔ اسی وجہ سے توحید میں آیا ہے کہ علماء اُمّتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری اُمّت کے علماء ربّانی بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ اس حدیث میں بھی علماء ربّانی کو ایک طرف اُمّتی کہا اور دوسری طرف نبیوں سے مشابہت دی ہے۔

اور خود ظاہر ہے کہ جب کہ خدا تعالیٰ قدیم سے اپنے بندوں کے ساتھ ہمکلام ہوتا آیا ہے یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں عورتوں کو بھی خدا تعالیٰ کے مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف حاصل ہوا ہے جیسے حضرت موسیٰ کی ماں اور مریم صدیقہ کو۔ تو پھر یہ اُمّت کیسی بد قسمت اور بے نصیب ہے

کہ اس کے مرد بنی اسرائیل کی عورتوں کی طرح بھی نہیں۔ کیا گمان ہو سکتا ہے کہ یہ ایک ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ اگر غریب بندوں کی دعائیں سننے میں اُس کی کچھ ہتک عزت نہیں تو بولنے میں کیوں ہتک عزت ہے۔

یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کے صفات کبھی معطل نہیں ہوتے۔ پس جیسا کہ وہ ہمیشہ سنتا رہے گا ایسا ہی وہ ہمیشہ بولتا بھی رہے گا۔ اس دلیل سے زیادہ تر صاف اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے سننے کی طرح بولنے کا سلسلہ بھی کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک گروہ ہمیشہ ایسا رہے گا جن سے خدا تعالیٰ مکالمات و مخاطبات کرتا رہے گا۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ نبی کے نام پر اکثر لوگ کیوں چڑ جاتے ہیں جس حالت میں یہ ثابت ہو گیا ہے کہ آنے والا مسیح اسی اُمت میں سے ہوگا پھر اگر خدا تعالیٰ نے اس کا نام نبی رکھ دیا تو حرج کیا ہوا۔ ایسے لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ اسی کا نام اُمتی بھی تو رکھا گیا ہے اور اُمتیوں کی تمام صفات اس میں رکھی گئی ہیں۔ پس یہ مرکب نام ایک الگ نام ہے اور کبھی حضرت عیسیٰ اسرائیلی اس نام سے موسوم نہیں ہوئے اور مجھے خدا تعالیٰ نے میری وحی میں بار بار اُمتی کر کے بھی پکارا ہے اور نبی کر کے بھی پکارا ہے۔ اور ان دونوں ناموں کے سننے سے میرے دل میں نہایت لذت پیدا ہوتی ہے۔ اور میں شکر کرتا ہوں کہ اس مرکب نام سے مجھے عزت دی گئی۔ اور اس مرکب نام کے رکھنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تا عیسائیوں پر ایک سرزنش کا تازیانہ لگے کہ تم تو عیسیٰ بن مریم کو خدا بناتے ہو مگر ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اُس کی اُمت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ اُمتی ہے۔

﴿۱۸۵﴾

قولہ۔ مہدی موعود کی صفت میں جو بعض احادیث میں من وُلد فاطمة واقع ہے اور بعض میں من عترتی اور بعض میں من اهل بیتی بھی واقع ہے اور یہ بھی واقع ہے کہ یواطئ اسمہ اسمی و اسم ابیہ اسم ابی۔ پس ان میں سے ہر ایک کی کیا توجیہ ہے بیان فرماویں۔

اقول۔ میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں وہ مہدی ہوں جو مصداق من ولد فاطمة و من عترتی وغیرہ ہے بلکہ میرا دعویٰ تو مسیح موعود ہونے کا ہے۔ اور مسیح موعود کے لئے کسی محدث کا قول نہیں کہ وہ بنی فاطمہ وغیرہ میں سے ہوگا۔ ہاں ساتھ اس کے جیسا کہ تمام محدثین کہتے ہیں میں بھی کہتا ہوں کہ مہدی موعود کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں تمام مجروح اور مخدوش ہیں اور ایک بھی اُن میں سے صحیح نہیں۔ اور جس قدر افترا ان حدیثوں میں ہوا ہے کسی اور حدیث میں ایسا افترا نہیں ہوا۔ خلفاء عباسی وغیرہ کے عہد میں خلیفوں کو اس بات کا بہت شوق تھا کہ اپنے تئیں مہدی موعود قرار دیں۔ پس اس وجہ سے بعض حدیثوں میں مہدی کو بنی عباس میں سے قرار دیا اور بعض میں بنی فاطمہ میں سے اور بعض حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ رجل من اُمتی کہ وہ ایک آدمی میری اُمت میں سے ہوگا مگر دراصل یہ تمام حدیثیں کسی اعتبار کے لائق نہیں یہ صرف میرا ہی قول نہیں بلکہ بڑے بڑے علماء اہل سنت یہی کہتے چلے آئے ہیں۔ اور ان حدیثوں کے مقابل پر یہ حدیث بہت صحیح ہے جو ابن ماجہ نے لکھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ لا مہدی الا عیسیٰ یعنی اور کوئی مہدی نہیں صرف عیسیٰ ہی مہدی ہے جو آنے والا ہے۔

قولہ۔ پیشین گوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس میں علماء نے بھی تاویل کی ہے اکثر ایسی پائی جاتی ہیں جو بطور رویا کے منکشف ہوئی ہیں۔ الخ

اقول۔ اس اعتراض کو میں نہیں سمجھ سکا اس لئے جواب سے مجبوری ہے۔

قولہ۔ اہل ظاہر تو چشم باطن نہیں رکھتے اس لئے ان لوگوں کا حضرت مسیح موعود کو نہ پہچانا کچھ تعجب نہیں مگر جو لوگ اہل اللہ و اہل باطن ہیں ان لوگوں کو تو حضرت کو بذریعہ الہام وغیرہ پہچانا ضروری ہے جیسا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم رسالہ تذکرۃ المعاد میں امام مہدی موعود کے حال میں لکھتے ہیں کہ ابدال از شام و عصاب از عراق آمدہ باوے بیعت کنند۔

اقول۔ یہ تمام اقوال اُس بنا پر ہیں کہ مہدی موعود بنی فاطمہ سے یا بنی عباس سے آئے گا اور ابدال اور قطب اس کی بیعت کریں گے مگر میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ اکابر محدثین کا یہی مذہب ہے

کہ مہدی کی حدیثیں سب مجروح اور مخدوش بلکہ اکثر موضوع ہیں اور ایک ذرہ ان کا اعتبار نہیں بعض ائمہ نے ان حدیثوں کے ابطال کے لئے خاص کتابیں لکھی ہیں اور بڑے زور سے ان کو رد کیا ہے اور جب کہ یہ حال ہے کہ خود مہدی کا آنا ہی معرض شک اور شبہ میں ہے تو پھر ابدال کا بیعت کرنا کب ایک یقینی امر ہو سکتا ہے۔ جب اصل ہی صحیح نہیں تو فروع کب صحیح ٹھہر سکتے ہیں۔ ماسوا اس کے ابدال کے سر پر سینگ تو نہیں ہوتے۔ جو لوگ اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کر لیتے ہیں وہی خدا تعالیٰ کے نزدیک ابدال کہلاتے ہیں۔ اگر آپ ہی پاک تبدیلی پیدا کر لیں اور لوگوں کی لعنت ملامت سے لاپرواہ ہو کر حق پر فدا ہو جائیں تو پھر آپ ہی ابدال میں داخل ہیں۔

میری جماعت میں اکثر ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اس سلسلہ کے لئے بہت دکھا اٹھائے ہیں اور بہت ذلتیں اٹھائی ہیں اور جان دینے تک فرق نہیں کیا۔ کیا وہ ابدال نہیں ہیں شیخ عبدالرحمن۔ امیر عبدالرحمن کے سامنے اس سلسلہ کے لئے گلا گھونٹ کر مارا گیا۔ اور اُس نے ایک بکری کی طرح اپنے تئیں ذبح کر لیا کیا وہ ابدال میں داخل نہ تھا؟ ایسا ہی مولوی صاحبزادہ عبداللطیف جو محدث اور فقیہ اور سرآمد علماء کا بل تھے اس سلسلہ کے لئے سنگسار کئے گئے اور بار بار سمجھایا گیا کہ اس شخص کی بیعت چھوڑ دو پہلے سے زیادہ عزت ہوگی۔ لیکن انہوں نے مرنا قبول کیا اور بیوی اور چھوٹے چھوٹے بچوں کی بھی کچھ پروانہ کی اور چالیس دن تک پتھروں میں اُن کی لاش پڑی رہی۔ کیا وہ ابدال میں سے نہ تھے؟ اور ابھی میں خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے وعدے ہیں معلوم نہیں کس قدر اور کن کن ملکوں سے پاک دل لوگ میری جماعت میں داخل ہوں گے ماسوا اس کے مسیح موعود کی نسبت تو آثار میں یہ لکھا ہے کہ علماء اس کو قبول نہیں کریں گے کسی ابدال کی بیعت کا ذکر بھی نہیں۔

قولہ۔ چونکہ حضرت کی اب تک کوئی ایسی تاثیر روشن طور پر ظہور میں نہیں آئی ہے اور دو تین لاکھ آدمی کا حضرت کے سلسلہ میں داخل ہونا گویا دریا میں سے ایک قطرہ ہے۔ پس اگر تاثیر بین کے ظہور تک کوئی بغیر انکار کے داخل سلسلہ ہونے میں توقف اور تاخیر کرے تو یہ جائز ہوگا یا نہیں؟

اقول۔ توقف اور تاخیر بھی ایک قسم انکار کی ہے۔ اور رہی یہ بات کہ اب تک بہت سے ایمان نہیں لائے۔ یہ دلیل اس بات کی نہیں ہو سکتی کہ دعویٰ ثابت نہیں۔ اگر کوئی مامور دلائل اور نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے تو کسی کے ایمان نہ لانے سے اس کا دعویٰ کمزور نہیں ہو سکتا۔ ماسوا اس کے یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک جو لوگ سچے دل سے ایمان لائے تھے وہ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ نہ تھے۔ پس کیا ان کی کمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مشتبہ ہو سکتی ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ نبی برحق کی حقانیت کے لئے ایمان لانے والوں کی کثرت شرط نہیں ہے۔ ہاں دلائل قاطعہ سے اتمام حجت شرط ہے۔ پس اس جگہ منہاج نبوت کی رو سے اتمام حجت ہو چکا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق دومرتبہ ملک میں کسوف خسوف ہو گیا جو مسیح موعود کے ظہور کی نشانی تھی۔ اسی طرح ایک نئی سواری جس کی طرف قرآن شریف اور حدیثوں میں اشارہ تھا وہ بھی ظہور میں آگئی یعنی سواری ریل جو اونٹوں کے قائم مقام ہوگئی جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ **وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ** یعنی وہ آخری زمانہ جب اونٹنیاں بے کار کی جائیں گی۔ اور جیسا کہ حدیث مسلم میں مسیح موعود کے ظہور کے علامات میں سے ہے **ولیترکن القلاص فلا یسعی علیہا** یعنی تب اونٹنیاں بے کار ہو جائیں گی اور ان پر کوئی سوار نہ ہوگا سو ظاہر ہے کہ وہ زمانہ آگیا۔ اور یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اُس زمانہ میں زلزلے آئیں گے۔ سو وہ زلزلے بھی لوگوں نے دیکھ لئے اور جو باقی ہیں وہ بھی دیکھ لیں گے۔ اور لکھا گیا تھا کہ آدم علیہ السلام سے ہزار ششم کے اخیر پر وہ مسیح موعود پیدا ہوگا۔ سو اسی وقت میں میری پیدائش ہوئی ہے۔ ایسا ہی قرآن شریف نے اس طرف اشارہ کیا تھا کہ وہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح چودھویں صدی میں ظاہر ہوگا۔ **☆** سو میرا ظہور چودھویں صدی میں ہوا۔ یعنی جیسا کہ حضرت

﴿۱۸۸﴾

اگر چہ عیسائیوں نے غلطی سے یہ لکھا ہے کہ یسوع مسیح حضرت موسیٰ کے بعد پندرہویں صدی میں ظاہر

عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰؑ سے چودھویں صدی میں پیدا ہوئے تھے۔ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے چودھویں صدی میں ظاہر ہوا ہوں اور اس آخری زمانہ کی نسبت خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ خبریں بھی دی تھیں کہ کتابیں اور رسالے بہت سے دنیا میں شائع ہو جائیں گے اور قوموں کی باہمی ملاقات کے لئے راہیں کھل جائیں گی۔ اور دریاؤں میں سے بکثرت نہریں نکلیں گی۔ اور بہت سی نئی کانیں پیدا ہو جائیں گی۔ اور لوگوں میں مذہبی امور میں بہت سے تنازعات پیدا ہوں گے۔ اور ایک قوم دوسری قوم پر حملہ کرے گی۔ اور اسی اثناء میں آسمان سے ایک صور پھونکی جائے گی۔ یعنی خدا تعالیٰ مسیح موعود کو بھیج کر اشاعت دین کے لئے ایک تجلّی فرمائے گا۔ تب دین اسلام کی طرف ہر ایک ملک میں سعید الفطرت لوگوں کو ایک رغبت پیدا ہو جائے گی۔ اور جس حد تک خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے تمام زمین کے سعید لوگوں کو اسلام پر جمع کرے گا۔ تب آخر ہوگا۔ سو یہ تمام باتیں ظہور میں آگئیں۔ ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا۔ اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔ سو یہ تمام علامات بھی اس زمانہ میں پوری ہو گئیں۔ اور لکھا تھا کہ وہ اپنی پیدائش کی رو سے دو صدیوں میں اشتراک رکھے گا۔ اور دو نام پائے گا۔ اور اُس کی

ہوا تھا مگر یہ انہوں نے غلطی کی ہے۔ یہودیوں کی تاریخ سے بالاتفاق ثابت ہے کہ یسوع یعنی حضرت عیسیٰ موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا اور وہی قول صحیح ہے اگرچہ مشابہت کے ثابت کرنے کے لئے پوری مطابقت ضروری نہیں ہوا کرتی جیسا کہ اگر کسی آدمی کو کہیں کہ یہ شیر ہے تو یہ ضروری نہیں کہ شیر کی طرح اس کے پنچے اور کھال ہوا اور دم بھی ہوا اور آواز بھی شیر کی رکھتا ہو بلکہ ایک شخص کو دوسرے کا مثیل ٹھہرانے میں ایک حد تک مشابہت کافی ہوتی ہے۔ پس اگر عیسائیوں کا قول قبول کر لیں کہ حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ سے پندرہویں صدی میں ہوئے تھے تاہم مضائقہ نہیں کیونکہ چودھویں اور پندرہویں صدی باہم ملتی ہیں اور اس قدر فرق زمانہ کا مشابہت میں کچھ حرج نہیں ڈالتا مگر ہم اس جگہ یہودیوں کے قول کو ترجیح دیتے ہیں جو کہتے ہیں کہ یسوع یعنی حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ کے بعد عین چودھویں صدی میں مدعی نبوت ہوا تھا کیونکہ ان کے ہاتھ میں جو عبرانی توریت ہے وہ بہ نسبت عیسائیوں کے تراجم کے صحیح ہے۔ منہ

پیدائش دو خاندان سے اشتراک رکھے گی۔ اور چوتھی دو گونہ صفت یہ کہ پیدائش میں بھی جوڑے کے طور پر پیدا ہوگا۔ سو یہ سب نشانیاں ظاہر ہو گئیں کیونکہ دو صدیوں سے اشتراک رکھنا یعنی ذوالقرنین ہونا میری نسبت ایسا ثابت ہے کہ کسی قوم کی مقرر کردہ صدی ایسی نہیں ہے جس میں میری پیدائش اس قوم کی دو صدیوں پر مشتمل نہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے دو نام میں نے پائے۔ ایک میرا نام اُمّتی رکھا گیا جیسا کہ میرے نام غلام احمدؑ سے ظاہر ہے۔ دوسرے میرا نام ظلی طور پر نبی رکھا گیا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حصص سابقہ براہین احمدیہ میں میرا نام احمد رکھا۔ اور اسی نام سے بار بار مجھ کو پکارا اور یہ اسی بات کی طرف اشارہ تھا کہ میں ظلی طور پر نبی ہوں۔ پس میں اُمّتی بھی ہوں اور ظلی طور پر نبی بھی ہوں۔ اسی کی طرف وہ وحی الہی بھی اشارہ کرتی ہے جو حصص سابقہ براہین احمدیہ میں ہے۔ کُلِّ بَرَکَةِ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَكَ مِنْ عِلْمٍ وَتَعَلَّمَ۔ یعنی ہر ایک برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ پس بہت برکت والا وہ انسان ہے جس نے تعلیم کی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور پھر بعد اس کے بہت برکت والا وہ ہے جس نے تعلیم پائی یعنی یہ عاجز۔ پس اتباع کامل کی وجہ سے میرا نام اُمّتی ہوا۔ اور پورا عکس نبوت حاصل کرنے سے میرا نام نبی ہو گیا۔ پس اس طرح پر مجھے دو نام حاصل ہوئے۔ جو لوگ بار بار اعتراض کرتے ہیں کہ صحیح مسلم میں آنے والے عیسیٰ کا نام نبی رکھا گیا ہے اُن پر لازم ہے کہ یہ ہمارا بیان توجہ سے پڑھیں کیونکہ جس مسلم میں آنے والے عیسیٰ کا نام نبی رکھا گیا ہے اُسے مسلم میں آنے والے عیسیٰ کا نام اُمّتی بھی رکھا گیا ہے۔ اور

﴿۱۸۹﴾

☆ کوئی شخص اس جگہ نبی ہونے کے لفظ سے دھوکا نہ کھاوے۔ میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ یہ وہ نبوت نہیں ہے جو ایک مستقل نبوت کہلاتی ہے کوئی مستقل نبی اُمّتی نہیں کہلا سکتا مگر میں اُمّتی ہوں۔ پس یہ صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اعزازی نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوا تا حضرت عیسیٰ سے تکمیل مشابہت ہو۔ منہ

نہ صرف حدیثوں میں بلکہ قرآن شریف سے بھی یہی مستنبط ہوتا ہے کیونکہ سورہ تحریم میں صریح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ بعض افراد اس امت کا نام مریم رکھا گیا ہے اور پھر پوری اتباع شریعت کی وجہ سے اس مریم میں خدا تعالیٰ کی طرف سے روح پھونکی گئی اور روح پھونکنے کے بعد اس مریم سے عیسیٰ پیدا ہو گیا۔ اور اسی بنا پر خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ بن مریم رکھا کیونکہ ایک زمانہ میرے پر صرف مریمی حالت کا گذرا۔ اور پھر جب وہ مریمی حالت خدا تعالیٰ کو پسند آگئی تو پھر مجھ میں اُس کی طرف سے ایک روح پھونکی گئی۔ اس روح پھونکنے کے بعد میں مریمی حالت سے ترقی کر کے عیسیٰ بن گیا۔ جیسا کہ میری کتاب براہین احمدیہ حصص سابقہ میں مفصل اس بات کا تذکرہ موجود ہے۔ کیونکہ براہین احمدیہ حصص سابقہ میں اول میرا نام مریم رکھا گیا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا مریم اسکن انت و زوجک الجنۃ۔ یعنی اے مریم! تو اور وہ جو تیرا رفیق ہے دونوں بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ اور پھر اسی براہین احمدیہ میں مجھے مریم کا خطاب دے کر فرمایا ہے۔ نَفْحَتْ فِیکَ مِنْ رُوحِ الصِّدْقِ یعنی اے مریم! میں نے تجھ میں صدق کی روح پھونک دی۔ پس استعارہ کے رنگ میں روح کا پھونکنا اُس حمل سے مشابہ تھا جو مریم صدیقہ کو ہوا تھا۔ اور پھر اس حمل کے بعد آخر کتاب میں میرا نام عیسیٰ رکھ دیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ۔ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا اور مومنوں کی طرح میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اور اس طرح پر میں خدا کی کتاب میں عیسیٰ بن مریم کہلایا۔ چونکہ مریم ایک اُمّتی فرد ہے اور عیسیٰ ایک نبی ہے۔ پس میرا نام مریم اور عیسیٰ رکھنے سے یہ ظاہر کیا گیا کہ میں اُمّتی بھی ہوں اور نبی بھی مگر وہ نبی جو اتباع کی برکت سے ظلی طور پر خدا تعالیٰ کے نزدیک نبی ہے اور میرا عیسیٰ بن مریم ہونا وہی امر ہے جس پر نادان اعتراض کرتے ہیں کہ حدیثوں میں تو آنے والے عیسیٰ کا نام عیسیٰ بن مریم رکھا گیا ہے مگر یہ شخص تو ابن مریم نہیں ہے۔ اور اس کی والدہ کا نام مریم نہ تھا اور نہیں جانتے کہ جیسا کہ سورہ تحریم میں وعدہ تھا میرا نام پہلے مریم رکھا گیا اور پھر خدا کے فضل نے مجھ میں نَفْحِ رُوحِ کیا یعنی اپنی ایک خاص تجلّی سے اُس مریمی حالت سے ایک دوسری حالت پیدا کی اور اس کا نام عیسیٰ رکھا۔ اور چونکہ وہ حالت

مریکی حالت سے پیدا ہوئی اس لئے خدا نے مجھے عیسیٰ بن مریم کے نام سے پکارا۔ پس اس طرح پر میں عیسیٰ بن مریم بن گیا۔ غرض اس جگہ مریم سے مراد وہ مریم نہیں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں تھی بلکہ خدا نے ایک روحانی مشابہت کے لحاظ سے جو مریم اُمّ عیسیٰ کے ساتھ مجھے حاصل تھی میرا نام براہین احمدیہ حصص سابقہ میں مریم رکھ دیا۔ پھر ایک دوسری تجلّی میرے پرفرما کر اُس کو نفخ روح سے مشابہت دی۔ اور پھر جب وہ روح معرض ظہور اور بروز میں آئی تو اس رُوح کے لحاظ سے میرا نام عیسیٰ رکھا۔ پس اسی لحاظ سے مجھے عیسیٰ بن مریم کے نام سے موسوم کیا گیا۔

اس جگہ اس نکتہ کو بھی سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن شریف میں یہ آیت یعنی **يُعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَرَافِعَكَ اِلَىٰ** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں تھی مگر براہین احمدیہ حصص سابقہ میں یہ آیت میرے حق میں نازل کی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ حضرت عیسیٰ پر کفر کا فتویٰ لگا کر ان کی نسبت یہود کا یہی عقیدہ تھا کہ ان کی روح خدا کی طرف نہیں اٹھائی گئی۔ یہی عقیدہ مخالفین قوم کا میرے حق میں ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص کافر ہے اس کی روح خدا تعالیٰ کی طرف نہیں اٹھائی جائے گی۔ اُن کے رد کے لئے خدا تعالیٰ مجھے فرماتا ہے کہ بعد موت میں تیری روح اپنی طرف اٹھاؤں گا اور یہ جو فرمایا اِنّی متوفیک اس میں ایک اور پیشگوئی مخفی ہے اور وہ یہ ہے کہ توفقی زبان عرب میں اس قسم کی موت دینے کو کہتے ہیں جو طبعی موت ہو بذریعہ قتل یا صلیب نہ ہو۔ جیسا کہ علامہ زنجشیری نے اپنی تفسیر کشاف میں زیر آیت یا عیسیٰ اِنّی متوفیک یہ تفسیر لکھی ہے اِنّی ممیتک حتف انفک۔ یعنی میں تجھے طبعی موت کے ساتھ ماروں گا۔ پس چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ میرے قتل اور صلیب کے لئے بھی وہ کوشش کی جائے گی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کی گئی۔ اس لئے اُس نے بطور پیشگوئی مجھے بھی مخاطب کر کے یہی فرمایا کہ یا عیسیٰ اِنّی متوفیک اس میں یہی اشارہ تھا کہ میں قتل اور صلیب سے بچاؤں گا اور ظاہر ہے کہ میرے قتل اور صلیب کے لئے بہت کوششیں ہوئیں جیسا کہ میرے قتل کے لئے علماء قوم نے فتوے دیئے اور ایک جھوٹا مقدمہ پھانسی دلانے کے لئے میرے پر بنایا گیا جس میں مستغیث پادری ڈاکٹر مارٹن کلارک تھا

اور منجملہ گواہوں کے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی تھے۔ اور الزام یہ تھا کہ اس شخص نے عبدالمجید [☆] نام ایک شخص کو ڈاکٹر مارٹن کلارک کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ شہادتیں برخلاف میرے پورے طور پر گذر گئیں مگر خدا نے مجھے مقدمہ سے پہلے ہی اطلاع دی تھی کہ ایسا مقدمہ ہوگا۔ اور میں تجھے بچاؤں گا اور وہ وحی الہی قریباً ساٹھ یا ستر یا اسی آدمی کو قبل از مقدمہ سنائی گئی تھی۔ چنانچہ خدا نے مجھے اپنی پاک وحی کے مطابق اس جھوٹے الزام سے عزت کے ساتھ نجات دی۔ پس وہ تمام کوشش میرے پھانسی دلانے کے لئے تھی جیسا کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کی تھی۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ جیسا پیلاطوس رومی نے (جو اُس نواح کا گورنر تھا جہاں حضرت مسیح تھے) یہودیوں کو کہا تھا کہ میں اس شخص یعنی عیسیٰ کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا جس کی وجہ سے اس کو صلیب دوں۔ ایسا ہی اس حاکم نے جس کی عدالت میں میرے پر مقدمہ قتل دائر تھا جس کا نام ڈگلس تھا اور ہمارے ضلع کا ڈپٹی کمشنر تھا مجھے مخاطب کر کے کہا کہ میں آپ پر کوئی الزام قتل کا نہیں لگاتا۔ اور عجیب تر یہ ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ کے ساتھ ایک چور بھی صلیب دیا گیا تھا۔ جس دن میری نسبت یہ خون کا مقدمہ فیصل ہوا۔ اُسی دن اُسی عدالت میں ایک کتی فوج کا عیسائی چور بھی پیش ہوا۔ جس نے کچھ روپیہ چُرایا تھا۔ غرض میری نسبت خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ **لِيُعَيْسَىٰ اِنَّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ** یہ ایک پیشگوئی تھی جس میں یہ اشارہ کیا گیا تھا کہ حضرت عیسیٰ کی طرح میرے قتل کے لئے بھی کچھ منصوبے بنائے جائیں گے۔ اور ان منصوبوں میں دشمن نامراد رہیں گے۔

﴿۱۹۲﴾

تیسرا امر جو مجھے دو پر مشتمل کرتا ہے میری قومی حالت ہے اور جیسا کہ ظاہر طور پر سنا گیا ہے میں باپ کے لحاظ سے قوم کا مغل ہوں مگر بعض دادیاں میری سادات میں سے تھیں۔

لیکن خدا تعالیٰ مجھے باپ کے لحاظ سے فارسی النسل قرار دیتا ہے اور ماں کے لحاظ سے مجھے فاطمی ٹھہراتا ہے اور وہی حق ہے جو وہ کہتا ہے۔ اور چوتھا امر جو مجھے دو پر مشتمل کرتا ہے وہ یہ ہے کہ میں جوڑا پیدا ہوا تھا۔ ایک میرے ساتھ لڑکی تھی جو مجھ سے پہلے پیدا ہوئی تھی۔

پھر ہم اپنے پہلے مقصد کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ یہ بالکل غلط اور دھوکا کھانا ہے کہ حدیثوں میں مسیح موعود کے بارے میں نبی کا نام دیکھ کر یہ سمجھا جائے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں کیونکہ انہیں حدیثوں میں اگرچہ آنے والے عیسیٰ کا نام نبی رکھا گیا ہے مگر اُس کے ساتھ ایک ایسی شرط لگا دی گئی ہے کہ اس شرط کے لحاظ سے ممکن ہی نہیں کہ اس نبی سے مراد حضرت عیسیٰ اسرائیلی ہوں کیونکہ باوجود نبی نام رکھنے کے اس عیسیٰ کو انہیں حدیثوں میں اُمتی بھی قرار دیا ہے اور جو شخص اُمتی کی حقیقت پر نظر غور ڈالے گا وہ بہد اہت سمجھ لے گا کہ حضرت عیسیٰ کو اُمتی قرار دینا ایک کفر ہے کیونکہ اُمتی اُس کو کہتے ہیں کہ جو بغیر اتباع آخضر صلی اللہ علیہ وسلم اور بغیر اتباع قرآن شریف محض ناقص اور گمراہ اور بے دین ہو اور پھر آخضر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور قرآن شریف کی پیروی سے اُس کو ایمان اور کمال نصیب ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا خیال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کرنا کفر ہے کیونکہ گو وہ اپنے درجہ میں آخضر صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے ہی کم ہوں مگر نہیں کہہ سکتے کہ جب تک وہ دوبارہ دنیا میں آ کر آخضر صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں داخل نہ ہوں تب تک نعوذ باللہ وہ گمراہ اور بے دین ہیں یا وہ ناقص ہیں اور ان کی معرفت نامتام ہے۔ پس میں اپنے مخالفوں کو یقیناً کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ اُمتی ہرگز نہیں ہیں گو وہ بلکہ تمام انبیاء آخضر صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ایمان رکھتے تھے مگر وہ ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو اُن پر نازل ہوئی تھیں اور براہ راست خدا نے اُن پر نازل فرمائی تھی۔ یہ ہرگز نہیں تھا کہ آخضر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آخضر صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی تعلیم سے وہ نبی بنے تھے تا وہ اُمتی کہلاتے۔ اُن کو خدا تعالیٰ نے الگ کتابیں دی تھیں اور ان کو ہدایت تھی کہ اُن کتابوں پر عمل کریں اور کراویں جیسا کہ قرآن شریف اس پر گواہ ہے۔ پس اس بدیہی شہادت کی رو سے

حضرت عیسیٰ مسیح موعود کیونکر ٹھہر سکتے ہیں پس چونکہ وہ اُمتی نہیں اس لئے وہ اُس قسم کے نبی بھی نہیں ہو سکتے جس کا اُمتی ہونا ضروری ہے۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ نے میرے لئے صد ہا نشان دکھائے۔ جن میں سے کچھ اس حصہ براہین احمدیہ میں بھی درج ہیں۔

قولہ۔ حضرت کی عمر شریف اس وقت کس قدر ہے؟ اور حضرت جو بشارت دیتے ہیں کہ حضرت کے ذریعہ سے اسلام نہایت ترقی کرے گا کیا وہ ترقی حضرت کی حین حیات میں وقوع میں آئے گی یا کیا؟ اس کی تشریح کا امیدوار ہوں۔

اقول۔ عمر کا اصل اندازہ تو خدا تعالیٰ کو معلوم ہے مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے اب اس وقت تک جو سن ہجری ۱۳۲۳ء ہے میری عمر ستر برس کے قریب ہے واللہ اعلم۔ اور میں نہیں کہہ سکتا کہ پورے طور پر ترقی اسلام کی میری زندگی میں ہوگی یا میرے بعد میں۔ ہاں میں خیال کرتا ہوں کہ پوری ترقی دین کی کسی نبی کی حین حیات میں نہیں ہوئی بلکہ انبیاء کا یہ کام تھا کہ انہوں نے ترقی کا کسی قدر نمونہ دکھلا دیا اور پھر بعد اُن کے ترقیاں ظہور میں آئیں جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے اور ہر ایک اسود اور احمر کے لئے مبعوث ہوئے تھے مگر آپ کی حیات میں احمر یعنی یورپ کی قوم کو تو اسلام سے کچھ بھی حصہ نہ ملا ایک بھی مسلمان نہیں ہوا اور جو اسود تھے اُن میں سے صرف جزیرہ عرب میں اسلام پھیلایا اور مکہ کی فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ سو میں خیال کرتا ہوں کہ میری نسبت بھی ایسا ہی ہو گا۔ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بار بار یہ وحی قرآنی ہو چکی ہے **وَإِنَّمَا نُرِيَّتَكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُّهُمْ أَوْ نَوَقَّيْتُكَ** اُس سے مجھے یہی امید ہے کہ کوئی حصہ کامیابی کا میری زندگی میں ظہور میں آئے گا۔

قولہ۔ احادیث میں کسی جاندار کی تصویر کھینچنے میں سخت وعید آئی ہے مگر حضور کی عکسی تصویریں جو شائع کی گئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اس کو جائز رکھتے ہیں۔

اقول۔ میں اس بات کا سخت مخالف ہوں کہ کوئی میری تصویر کھینچے اور اس کو بت پرستوں کی طرح اپنے پاس رکھے یا شائع کرے۔ میں نے ہرگز ایسا حکم نہیں دیا کہ کوئی ایسا کرے اور مجھ سے زیادہ

بُت پرستی اور تصویر پرستی کا کوئی دشمن نہیں ہوگا لیکن میں نے دیکھا ہے کہ آج کل یورپ کے لوگ جس شخص کی تالیف کو دیکھنا چاہیں اوّل خواہشمند ہوتے ہیں جو اُس کی تصویر دیکھیں کیونکہ یورپ کے ملک میں فراست کے علم کو بہت ترقی ہے۔ اور اکثر اُن کی محض تصویر کو دیکھ کر شناخت کر سکتے ہیں کہ ایسا مدعی صادق ہے یا کاذب۔ اور وہ لوگ بباعث ہزار ہا کوس کے فاصلہ کے مجھ تک پہنچ نہیں سکتے اور نہ میرا چہرہ دیکھ سکتے ہیں لہذا اُس ملک کے اہل فراست بذریعہ تصویر میرے اندرونی حالات میں غور کرتے ہیں۔ کئی ایسے لوگ ہیں جو انہوں نے یورپ یا امریکہ سے میری طرف چٹھیاں لکھی ہیں اور اپنی چٹھیوں میں تحریر کیا ہے کہ ہم نے آپ کی تصویر کو غور سے دیکھا اور علم فراست کے ذریعہ سے ہمیں ماننا پڑا کہ جس کی یہ تصویر ہے وہ کاذب نہیں ہے۔ اور ایک امریکہ کی عورت نے میری تصویر کو دیکھ کر کہا کہ یہ یسوع یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پس اس غرض سے اور اس حد تک میں نے اس طریق کے جاری ہونے میں مصلحتاً خاموشی اختیار کی۔ و انما الاعمال بالنیات۔ اور میرا مذہب یہ نہیں ہے کہ تصویر کی حرمت قطعی ہے۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ فرقہ جنّ حضرت سلیمان کے لئے تصویریں بناتے تھے اور بنی اسرائیل کے پاس مدت تک انبیاء کی تصویریں رہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تصویر تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کی تصویر ایک پارچہ ریشمی پر جبرائیل علیہ السلام نے دکھائی تھی۔ اور پانی میں بعض پتھروں پر جانوروں کی تصویریں قدرتی طور پر چھپ جاتی ہیں۔ اور یہ آلہ جس کے ذریعہ سے اب تصویر لی جاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایجاد نہیں ہوا تھا اور یہ نہایت ضروری آلہ ہے جس کے ذریعہ سے بعض امراض کی تشخیص ہو سکتی ہے ایک اور آلہ تصویر کا نکلا ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی تمام ہڈیوں کی تصویر کھینچی جاتی ہے اور وَجَعُ الْمَفَاصِلِ وَ نَقْرَسٍ وَغیرہ امراض کی تشخیص کے لئے اس آلہ کے ذریعہ سے تصویر کھینچتے ہیں اور مرض کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ ایسا ہی فوٹو کے ذریعہ سے بہت سے علمی فوائد ظہور میں آئے ہیں۔ چنانچہ بعض انگریزوں نے فوٹو کے ذریعہ سے دنیا کے کل جانداروں یہاں تک کہ طرح طرح کی ٹڈیوں کی تصویریں اور ہر ایک قسم کے پرند اور چرند کی تصویریں اپنی کتابوں میں چھاپ دی ہیں۔

جس سے علمی ترقی ہوئی ہے۔ پس کیا گمان ہو سکتا ہے کہ وہ خدا جو علم کی ترغیب دیتا ہے وہ ایسے آلہ کا استعمال کرنا حرام قرار دے جس کے ذریعہ سے بڑے بڑے مشکل امراض کی تشخیص ہوتی ہے اور اہل فراست کے لئے ہدایت پانے کا ایک ذریعہ ہو جاتا ہے۔ یہ تمام جہالتیں ہیں جو پھیل گئی ہیں۔ ہمارے ملک کے مولوی چہرہ شاہی سکہ کے روپیہ اور دوٹیاں اور چوٹیاں اور اٹھتیاں اپنی جیبوں اور گھروں میں سے کیوں باہر نہیں پھینکتے۔ کیا ان سکوں پر تصویریں نہیں۔ افسوس کہ یہ لوگ ناحق خلاف معقول باتیں کر کے مخالفوں کو اسلام پر ہنسی کا موقع دیتے ہیں۔ اسلام نے تمام لغو کام اور ایسے کام جو شرک کے مؤید ہیں حرام کئے ہیں نہ ایسے کام جو انسانی علم کو ترقی دیتے اور امراض کی شناخت کا ذریعہ ٹھہرتے اور اہل فراست کو ہدایت سے قریب کر دیتے ہیں۔ لیکن باایں ہمہ میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میری جماعت کے لوگ بغیر ایسی ضرورت کے جو کہ مضطر کرتی ہے وہ میرے فوٹو کو عام طور پر شائع کرنا اپنا کسب اور پیشہ بنا لیں۔ کیونکہ اسی طرح رفتہ رفتہ بدعات پیدا ہو جاتی ہیں اور شرک تک پہنچتی ہیں۔ اس لئے میں اپنی جماعت کو اس جگہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں تک ان کے لئے ممکن ہو ایسے کاموں سے دستکش رہیں۔ بعض صاحبوں کے میں نے کارڈ دیکھے ہیں اور ان کی پشت کے کنارہ پر اپنی تصویر دیکھی ہے۔ میں ایسی اشاعت کا سخت مخالف ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی شخص ہماری جماعت میں سے ایسے کام کا مرتکب ہو۔ ایک صحیح اور مفید غرض کے لئے کام کرنا اور امر ہے اور ہندوؤں کی طرح جو اپنے بزرگوں کی تصویریں جا بجا درود یوار پر نصب کرتے ہیں یہ اور بات ہے۔ ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ ایسے لغو کام منجر بشرک ہو جاتے ہیں اور بڑی بڑی خرابیاں ان سے پیدا ہوتی ہیں جیسا کہ ہندوؤں اور نصاریٰ میں پیدا ہو گئیں اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ جو شخص میرے نصائح کو عظمت اور عزت کی نظر سے دیکھتا ہے اور میرا سچا پیرو ہے وہ اس حکم کے بعد ایسے کاموں سے دستکش رہے گا ورنہ وہ میری ہدایتوں کے برخلاف اپنے تئیں چلاتا ہے اور شریعت کی راہ میں گستاخی سے قدم رکھتا ہے۔

بعض ایسے لوگوں نے جن کو نہ دین کی کچھ خبر ہے اور نہ میرے حالات سے کچھ اطلاع۔ محض

بجلی اور ناسمجھی کی راہ سے ایسے اعتراض بھی میری نسبت شائع کئے ہیں۔ جن سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو بس یہی کہ وہ لوگ جس قدر اپنی دنیا کے فراہم کرنے کے لئے اور دنیوی منصب اور عہدے پانے کے لئے کوشش کرتے ہیں اُس کا ہزارم حصہ بھی دین کی طرف اُن کو توجہ نہیں اُن کے اعتراضات سن کر نہایت درجہ کی حیرت پیدا ہوتی ہے کہ یہ لوگ مسلمان کہلا کر اسلام سے بالکل بے خبر ہیں۔

بھلا غور کرنا چاہیے کہ یہ اعتراضات اُن کے کس قسم کے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک منصوبہ ہے جو روپیہ جمع کرنے کے لئے بنایا گیا ہے اور اس کے معاون تنخواہیں پاتے ہیں۔ اب وہ شخص جو دل میں کچھ خدا تعالیٰ کا خوف رکھتا ہے سوچ لے کہ کیا یہ وہی بدظنی نہیں جو قدیم سے دلوں کے اندھے انبیاء علیہم السلام پر کرتے آئے ہیں۔ فرعون نے حضرت موسیٰ پر بھی بدظنی کی اور اپنے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اس شخص کا اصل مطلب یہ ہے کہ تم لوگوں کو زمین سے بے دخل کر کے خود قابض ہو جائے ایسا ہی یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کی نسبت یہی رائے قائم کی کہ یہ شخص مکار ہے اور نبوت کے بہانہ سے ہم لوگوں پر حکومت کرنا چاہتا ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کفار قریش نے بھی یہی بدظنی کی جیسا کہ قرآن شریف میں اُن کا مقولہ یہ لکھا ہے **إِنَّ هَذَا الشَّيْءَ لَشُرٌّ لَّكُمْ** یعنی اس دعوے میں تو کوئی نفسانی مطلب ہے۔ سو ایسے اعتراض کرنے والوں پر ہم کیا افسوس کریں۔ وہ پہلے منکرین کی عادت دکھلا رہے ہیں۔ طالب حق کی یہ عادت ہونی چاہیے کہ وہ دعویٰ کو غور سے دیکھے اور دلائل پر دلی انصاف سے نظر ڈالے اور وہ بات منہ پر لاوے جو عقل اور خدا ترسی اور انصاف کا مقتضا ہے نہ یہ کہ قبل از تحقیق یہ کہنا شروع کر دے کہ یہ سب کچھ مال کمانے کے لئے ایک مکر بنایا گیا ہے۔

پھر ایک یہ بھی اُن کا اعتراض ہے کہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔ اس اعتراض کے جواب میں تو صرف اس قدر لکھنا کافی ہے کہ لعنة اللہ علی الکاذبین۔ اگر وہ میری کتابوں کو غور سے دیکھتے یا میری جماعت کے اہل علم اور واقفیت سے دریافت کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ کئی ہزار پیشگوئی اب تک پوری ہو چکی ہے اور ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے صرف ایک دو گواہ

نہیں بلکہ ہزار ہا انسان گواہ ہیں۔ ناحق کی تکذیب سے کیا فائدہ۔ کیا ایسی باتوں سے حضرت عیسیٰ کا دوبارہ آنا قریب قیاس ہو جائے گا؟ حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے سے تو ہاتھ دھو بیٹھنا چاہیے ہر ایک مخالف یقین رکھے کہ اپنے وقت پر وہ جان کنڈن کی حالت تک پہنچے گا اور مرے گا مگر حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ یہ بھی میری ایک پیشگوئی ہے جس کی سچائی کا ہر ایک مخالف اپنے مرنے کے وقت گواہ ہوگا۔ جس قدر مولوی اور ملا ہیں اور ہر ایک اہل عناد جو میرے مخالف کچھ لکھتا ہے وہ سب یاد رکھیں کہ اس اُمید سے وہ نامراد مرے گا کہ حضرت عیسیٰ کو وہ آسمان سے اترتے دیکھ لیں۔ وہ ہرگز اُن کو اترتے نہیں دیکھیں گے یہاں تک کہ بیمار ہو کر غرغره کی حالت تک پہنچ جائیں گے اور نہایت تلخی سے اس دنیا کو چھوڑیں گے۔ کیا یہ پیشگوئی نہیں؟ کیا وہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ پوری نہیں ہوگی؟ ضرور پوری ہوگی پھر اگر اُن کی اولاد ہوگی تو وہ بھی یاد رکھیں کہ اسی طرح وہ بھی نامراد مرے گا اور کوئی شخص آسمان سے نہیں اترے گا۔ اور پھر اگر اولاد کی اولاد ہوگی تو وہ بھی اس نامرادی سے حصہ لیں گے اور کوئی ان میں سے حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔

اور بعض نادان کہتے ہیں کہ احمد بیگ کے داماد کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی وہ نہیں سمجھتے کہ یہ پیشگوئی بھی عبداللہ آہتم کے متعلق کی پیشگوئی کی طرح شرطی تھی اور اس میں خدا تعالیٰ کی وحی اُس کی منکوحہ کی نانی کو مخاطب کر کے یہ تھی تسویٰ تسویٰ فان البلاء علی عقبک یعنی اے عورت تو بہ تو بہ کر کہ تیری لڑکی کی لڑکی پر بلا آنے والی ہے۔ سو جب خود احمد بیگ اس پیشگوئی کے مطابق جس کی یہ پیشگوئی ایک شاخ ہے میعاد کے اندر فوت ہو گیا تو جیسا کہ انسانی سرشت کا خاصہ ہے سب متعلقین کے دلوں میں خوف پیدا ہوا اور وہ ڈرے اور تضرع کیا اس لئے خدا نے اس پیشگوئی کے ظہور میں تاخیر ڈال دی اور یہ تو شرطی پیشگوئی تھی جیسا کہ عبداللہ آہتم کی موت کی نسبت بھی شرطی پیشگوئی تھی جس کی وفات پر قریباً گیارہ برس گزر گئے مگر یونس نے جو اپنی قوم کے ہلاک ہونے کی نسبت پیشگوئی کی تھی۔ اُس میں

تو کوئی شرط نہ تھی۔ مگر وہ قوم بھی توبہ و استغفار سے بچ گئی۔ ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ وعید کی پیشگوئیاں توبہ و استغفار سے تاخیر پذیر ہو سکتی ہیں بلکہ منسوخ ہو سکتی ہیں جیسا کہ یونسؑ کی قوم کی نسبت جو ہلاک کرنے کا وعدہ تھا صرف توبہ سے ٹل گیا مگر افسوس اس زمانہ کے یہ لوگ کیسے اندھے ہیں کہ بار بار ان کو کتاب اللہ کے موافق جواب دیا جاتا ہے اور پھر نہیں سمجھتے۔ کیا ان کے نزدیک یونسؑ نبی سچا نبی نہیں تھا؟ جس کی پیشگوئی بغیر کسی شرط کے تھی اور قطعی پیشگوئی تھی کہ چالیس دن میں اُس کی قوم عذاب سے ہلاک کی جائے گی مگر وہ قوم ہلاک نہ ہوئی مگر اس جگہ تو ایسا اعتراض آتا نہ تھا جیسا کہ حضرت یونسؑ کی پیشگوئی پر آتا تھا۔ اس جگہ تو عبد اللہ آتھم اور احمد بیگ اور اُس کے داماد کی موت کی نسبت شرطی پیشگوئیاں تھی۔ تعجب ہے کہ چار پیشگوئیوں میں سے تین پیشگوئیاں پوری ہو چکیں۔ اور عبد اللہ آتھم اور احمد بیگ اور لیکھرام مدت ہوئی کہ پیشگوئیوں کے مطابق اس جہاں سے گذر گئے پھر بھی یہ لوگ اعتراض سے باز نہیں آتے۔

اور یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ احمد بیگ کی لڑکی کے لئے طرح طرح کی امید دینے سے کیوں کوشش کی گئی۔ نہیں سمجھتے کہ وہ کوشش اسی غرض سے تھی کہ وہ تقدیر اس طور سے ملتی ہو جائے اور وہ عذاب ٹل جائے۔ یہی کوشش عبد اللہ آتھم اور لیکھرام سے بھی کی گئی تھی۔ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ کسی پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے کوئی جائز کوشش کرنا حرام ہے۔ ذرہ غور سے اور حیا سے سوچو کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف میں یہ وعدہ نہیں دیا گیا تھا کہ عرب کی بت پرستی نابود ہوگی اور بجائے بت پرستی کے اسلام قائم ہوگا اور وہ دن آئے گا کہ خانہ کعبہ کی کنجیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوں گی۔ جس کو چاہیں گے دیں گے اور خدا یہ سب کچھ آپ کرے گا مگر پھر بھی اسلام کی اشاعت کے لئے ایسی کوشش ہوئی جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں بلکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اگر کوئی خواب دیکھے اور اس کی کوشش سے وہ خواب پوری ہو سکے تو اس رویا کو اپنی کوشش سے پوری کر لینا چاہیے۔

جواب شبہات الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی و المسیح جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے خرافات کا مجموعہ ہے



اس رسالہ میں جہاں تک مؤلف سے ہوسکا میری تکذیب کے لئے بہت ہاتھ پیر مارے ہیں اور اپنے خیال کو قوت دینے کے لئے بہت سی خلاف واقعہ باتوں سے کام لیا ہے۔ یہ کتاب سراسر کچی اور بے اصل اور لغو خیالات اور مفتریات سے پُر ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ اس کے رد کی کچھ بھی ضرورت نہیں اور ایسا شخص جو قرآن شریف اور حدیث کا کچھ علم رکھتا ہے اس کے لئے اس بات کی حاجت نہیں کہ اس کا رد لکھا جائے مگر چونکہ میں نے سنا ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب کے مرید سہارنپور کے نواح میں اس رسالہ کو بہت عزت سے دیکھتے ہیں اور محض اس خیال سے کہ یہ تحریر ان کی ایام زندگی کی یادگار ہے بہت محبت سے اس کو پڑھتے ہیں اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ ایسے لوگوں کو دھوکہ سے بچانے کے لئے ان چند ضروری اعتراضات کا جواب دیا جائے جن کی وجہ سے اس نواح کے جاہل اور بے علم ورطہ ضلالت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اور اس رسالہ مجموعہ اباطلیل پرناز کرتے ہیں۔

لیکن میں اس جگہ حق کے طالبوں پر ایک سیدھی راہ کھولنے کے لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ جو اصل مسئلہ مابہ النزاع ہے پہلے اس کا کچھ تذکرہ کیا جائے۔ سو وہ یہ ہے کہ ہمارے مخالف جن میں مولوی رشید احمد بھی داخل ہیں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور وہ کسی غرض کے لئے زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے ہیں☆ اور کسی وقت

☆ معبرین نے لکھا ہے کہ جو شخص خواب میں یہ دیکھے کہ وہ زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلا گیا ہے اُس کی یہی تعبیر ہوگی کہ وہ اپنی طبعی موت سے مرے گا۔ یعنی مخالفوں کے ارادہ قتل سے امن میں رہے گا۔ پس کچھ تعجب نہیں کہ ایسی خواب حضرت عیسیٰ نے بھی دیکھی ہو اور پھر نادان لوگوں نے خواب کی تعبیر پر نظر نہ رکھ کر سچ مچ آسمان پر مع جسم عنصری جانا سمجھ لیا ہو۔ منہ

قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں نازل ہوں گے مگر نہیں بتلاتے کہ وہ کونسی غرض تھی جس کے لئے وہ آسمان پر اٹھائے گئے کیا صرف یہودیوں کے ہاتھ سے جان بچانا منظور تھا یا کوئی اور بات تھی؟ اور نہیں بتلا سکتے کہ اب تک جو دو ہزار برس کے قریب ہو چکا کیوں وہ آسمان پر ہیں۔ کیا ابھی تک یہودیوں کے مواخذہ کا کچھ دھڑکا دل میں باقی ہے؟ اور نہیں بتلا سکتے کہ کیوں ان کو یہ خصوصیت دی گئی کہ برخلاف جمیع انبیاء کے وہ اتنی مدت تک کہ اب دو ہزار برس کے قریب پہنچ گئے آسمان پر ہیں۔ اور پھر کسی وقت مطابق پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمین پر نازل ہوں گے اور نہیں بتلا سکتے کہ ایسے رفع جسمانی اور پھر نزول میں مصلحت الہی کیا تھی؟ کیا یہودیوں کے پڑنے کا اندیشہ یا کچھ اور۔ اور نہیں بتلا سکتے کہ ایسے شخص کو یہ صعود اور نزول کی خصوصیت کیوں دی گئی جس کی نسبت اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ وہ خدا بنایا جائے گا۔ اور چالیس کروڑ مخلوق محض اس کی طرف یہ خوارق منسوب ہونے کی وجہ سے اس کو خدا کا بیٹا بلکہ خدا مانیں گے۔ اور یہ لوگ اگرچہ بڑے زور سے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں مگر نہیں بتلا سکتے کہ برخلاف سنت اللہ کی کس نص صریح قرآن شریف سے ان کی زندگی ثابت ہے۔ مگر وہ عقیدہ جس پر خدا تعالیٰ نے علی وجہ البصیرت مجھ کو قائم کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مثل دیگر انسانوں کے انسانی عمر پا کر فوت ہو گئے ہیں اور آسمان پر مع جسم عنصری چڑھ جانا اور پھر کسی وقت مع جسم عنصری زمین پر نازل ہونا یہ سب اُن پر تہمتیں ہیں۔ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا

پس اصل مسئلہ جو طے ہونے اور فیصلہ ہونے کے لائق ہے وہ یہی ہے کہ کیا یہ سچ ہے کہ برخلاف عادت اللہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ گئے تھے اور اگر یہ نصوص صریحہ پینہ قرآن شریف سے ثابت ہو جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت آسمان پر مع جسم عنصری اٹھائے گئے تھے تو پھر اُن کے نازل ہونے کے بارے میں کسی بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ جو شخص مع جسم عنصری آسمان پر جائے گا اُس کا واپس آنا بموجب نص قرآنی ضروری ہے

پس اگر حضرت عیسیٰ مع جسم آسمان پر چلے گئے ہیں تو واپس آنے میں کیا شک ہے وجہ یہ کہ اگر دوبارہ زمین پر آنے کے لئے کسی اور کام کی غرض سے ان کی کچھ ضرورت نہ ہو مگر پھر بھی مرنے کے لئے ان کا آنا ضرور ہوگا کیونکہ آسمان پر کوئی قبروں کی جگہ نہیں۔ اور نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک انسان زمین پر ہی مرے گا اور زمین میں ہی دفن کیا جائے گا اور زمین سے ہی نکالا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَ فِيهَا نُحْيِدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ**۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ آسمان سے بیمار ہو کر آویں یا راہ میں بیمار ہو جائیں اور پھر زمین پر آ کر مرجائیں۔ اور یہ ہم نے اس لئے کہا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ آنے والا عیسیٰ زعفرانی رنگ کی دو چادروں میں نازل ہوگا۔ اور تمام معبرین کے اتفاق سے تعبیر کی رو سے زرد رنگ چادر سے بیماری مراد ہوتی ہے۔

اور میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ میں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود ہوں۔ احادیث میں میرے جسمانی علامات میں سے یہ دو علامتیں بھی لکھی گئی ہیں کیونکہ زرد رنگ چادر سے بیماری مراد ہے اور جیسا کہ مسیح موعود کی نسبت حدیثوں میں دوزرد رنگ چادروں کا ذکر ہے ایسے ہی میرے لاحق حال دو بیماریاں ہیں۔ ایک بیماری بدن کے اوپر کے حصہ میں ہے جو اوپر کی چادر ہے اور وہ دوران سر ہے جس کی شدت کی وجہ سے بعض وقت میں زمین پر گر جاتا ہوں اور دل کا دوران خون کم ہو جاتا ہے اور ہولناک صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور دوسری بیماری بدن کے نیچے کے حصہ میں ہے جو مجھے کثرت پیشاب کی مرض ہے جس کو ذیابیطس بھی کہتے ہیں۔ اور معمولی طور پر مجھ کو ہر روزہ پیشاب بکثرت آتا ہے اور پندرہ یا بیس دفعہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور بعض اوقات قریب سوا دفعہ کے دن رات میں آتا ہے اور اس سے بھی ضعف بہت ہو جاتا ہے سو یہ زرد رنگ کی دو چادریں ہیں جو میرے حصہ میں آگئی ہیں۔ اور جو لوگ مجھے قبول نہیں کرتے ان کو تو بہر حال ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ نزول کے وقت آسمان سے یہ تحفہ لائیں گے جو دو بیماریاں ان کے لاحق حال ہوں گی۔ ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں اور دوسری بدن کے

نیچے کے حصہ میں ہوگی۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ ان چادروں سے اصلی چادریں ہی مراد ہیں تو گویا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے وقت ہندوؤں کے جوگیوں کی طرح زرد رنگ کی دو چادروں میں نازل ہوں گے۔ مگر یہ معنی ان معنوں کے برخلاف ہیں جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مکاشفات کی نسبت کئے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں میں دو کڑے دیکھے تھے اور اس کی تعبیر دو جھوٹے نبی فرمایا تھا۔ اور گائیاں ذبح ہوتی دیکھی تھیں اور اُس کی تعبیر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی شہادت فرمائی تھی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک بڑا پیراہن دیکھا تھا اور اس کی تعبیر تقویٰ کی تھی۔ پس اس حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ قدیم کے موافق کیوں دو زرد چادروں کی وہ تعبیر نہ کی جائے جو بالاتفاق اسلام کے تمام اکابر معمروں نے کی ہے جن میں سے ایک بھی اس تعبیر کے مخالف نہیں۔ اور وہ یہی تعبیر ہے کہ دو زرد چادروں سے دو بیماریاں مراد ہیں۔ اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میرا تجربہ بھی یہی ہے اور بہت سے مرتبہ جس کا میں شمار نہیں کر سکتا مجھے رویا میں اپنی نسبت یا کسی دوسرے کی نسبت جب کبھی معلوم ہوا کہ زرد چادر بدن پر ہے تو اس سے بیمار ہونا ہی ظہور میں آیا ہے۔ پس یہ ظلم ہے کہ جیسا کہ مُتَوَفِّیک کے لفظ کے معنی حضرت عیسیٰ کی نسبت سارے جہان کے برخلاف کئے جاتے ہیں ایسا ہی دو زرد چادروں کی نسبت بھی وہ معنی کئے جائیں کہ جو برخلاف بیان کردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب رضی اللہ عنہم و تابعین و تابعین و ائمہ اہل بیت ہوں۔

اب خلاصہ کلام یہ کہ اس مقام میں نہایت ضروری بحث یہ ہے کہ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت فوت ہو گئے یا نہیں کیونکہ اگر یہ بات ثابت ہے کہ وہ مع جسم غضری زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں تو پھر جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔ بہر حال ان کا زمین پر آنا مہدی کی شمولیت کے لئے یا صرف مرنے کے لئے ضروری ہے۔ یہی اصل بحث ہے جس کے طے ہونے سے تمام جھگڑا طے ہو جاتا ہے اور جس فریق کے ہاتھ میں دلائل قویہ حیات یا موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہیں وہی فریق

سچ پر ہے۔ اور پھر اس بحث کے طے ہونے کے بعد دوسری فروری بحشیں غیر ضروری ہو جاتی ہیں بلکہ فریق مغلوب کے دوسرے عذرات خود بخود رد ہو جاتے ہیں۔ سوا لب حق کے لئے نہایت ضروری یہی مسئلہ ہے جس پر اُسے پوری توجہ کے ساتھ غور کرنا لازم ہے۔

اس جگہ افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ قرآن شریف نے صریح لفظوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا بیان فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صریح لفظوں میں حضرت عیسیٰ کا ان ارواح میں داخل ہونا بیان فرمادیا ہے جو اس دنیا سے گذر چکی ہیں۔ اور اصحاب رضی اللہ عنہم نے کھلے کھلے اجماع کے ساتھ اس فیصلہ پر اتفاق کر لیا ہے کہ تمام نبی فوت ہو چکے ہیں۔ پھر بھی ہمارے مخالف بار بار حضرت عیسیٰ کی حیات کو پیش کرتے ہیں۔ قرآن شریف

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ کی وفات سے سخت صدمہ گذرنا تھا اور اسی صدمہ کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے بعض منافقوں کے کلمات سن کر فرمایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور منافقوں کے ناک اور کان کاٹیں گے۔ پس چونکہ یہ خیال غلط تھا اس لئے اول حضرت ابوبکر صدیق حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر آئے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر سے چادر اٹھا کر پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور کہا۔ اَنْتَ طَيِّبٌ حَيًّا وَّمَيِّتًا لَنْ يَجْمَعَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْمَوْتَيْنِ اِلَّا مَوْتَتَكَ الْاُولٰٓئِي يَعْنِي تُوْزَنَدُهٗ اَوْرَمِيَّتْ هُوْنَهٗ كِي حَالْتْ مِيْنِ پَاكْ هٖ خَدَا تَعَالٰى هِرْگَز تِيْرَهٗ پَر دُوْ مَوْتِيْنِ جَمْعْ نَهِيْنِ كَرَهٗ گَا مگر پہلی موت۔ اس قول سے مطلب یہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں واپس نہیں آئیں گے اور پھر تمام اصحاب رضی اللہ عنہم کو مسجد نبوی میں جمع کیا۔ اور حسن اتفاق سے اس دن تمام صحابہؓ جو زندہ تھے مدینہ میں موجود تھے پس سب کو جمع کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر یہ آیت پڑھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهٖ الرُّسُلُ اَفَايْسُنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ اَنْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۗ يَعْنِيْ اَنْحَضْرَتْ صَلٰٓى اللّٰهٖ وَسَلَّمْ صَرَفْ نَبِيْ مِيْنِ اَوْرِ پَهْلَهٗ اَسْ سَهٗ سَبْ نَبِيْ فَوْتْ هُوْچْكَهٗ هِيْنِ۔ پس کیا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں

☆

۱۳۵

﴿۲۰۴﴾

کو چھوڑتے ہیں۔ حدیث کو چھوڑتے ہیں صحابہ کے اجماع کو چھوڑتے ہیں اور اپنے باپ دادوں کی غلطی کو مضبوط پکڑتے ہیں۔ اور ایک ذرہ اُن کے پاس اس بات کا ثبوت نہیں کہ حضرت عیسیٰ فوت نہیں ہوئے۔ اور آخری زمانہ میں دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ صرف وہ حسدان کو مخالفت پر آمادہ کر رہا ہے کہ جو ہمیشہ بوجہ معاصرت خود پسند لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ اگر بفرض محال یہ امر بھی درمیان ہوتا جو میرے دلائل کے مقابل پر حضرت عیسیٰ کی حیات پر ان کے پاس قرآن شریف یا حدیث کی رو سے کچھ دلائل ہوتے تب بھی تقویٰ کا تقاضا یہ ہونا چاہیے تھا کہ

﴿۲۰۴﴾

یا قتل کئے جائیں تو تم لوگ دین کو چھوڑ دو گے؟ یہ پہلا اجماع تھا جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوا۔ جس سے ثابت ہوا کہ کل نبی فوت ہو چکے ہیں جن میں حضرت عیسیٰ بھی داخل ہیں۔ اور یہ کہنا کہ خَلَتْ کے معنوں میں زندہ آسمان پر جانا بھی داخل ہے یہ سراسر ہٹ دھرمی ہے۔ کیونکہ عرب کی تمام لغت دیکھنے سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ زندہ آسمان پر جانے کے لئے بھی خلت کا لفظ آسکتا ہے۔ ماسوا اس کے اس جگہ اللہ تعالیٰ نے خلت کے معنے دوسرے فقرہ میں خود بیان فرمادیئے ہیں۔ کیونکہ فرمایا۔ اَفْأَیْنِ مَاتَ اَوْ قَتِلَ۔ پس خلت کے معنے دو صورتوں میں محدود کر دیئے۔ ایک یہ کہ طبعی موت سے مرنا دوسرے قتل کئے جانا۔ ورنہ تشریح یوں ہونی چاہیے تھی۔ اَفْأَیْنِ مَاتَ اَوْ قَتِلَ اَوْ رَفَعَ اِلَى السَّمَاءِ مَعَ جَسْمِهِ الْعَنْصَرِ۔ یعنی اگر مر جائے یا قتل کیا جائے یا مع جسم آسمان پر اٹھادیا جائے۔ یہ تو بلاغت کے برخلاف ہے کہ جس قدر معنوں پر خلت کا لفظ بقول مخالفین مشتمل تھا۔ ان میں سے صرف دو معنے لئے اور تیسرے کا ذکر تک نہ کیا۔ ماسوا اس کے اصل مطلب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ تھا کہ دوسری مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں نہیں آئیں گے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر بوسہ دینے کے وقت حضرت ابو بکر نے اس کی تصریح بھی کر دی تھی تو بہر حال مخالف کو ماننا پڑے گا کہ کسی طرح حضرت عیسیٰ دنیا میں نہیں آسکتے گو بفرض محال زندہ ہوں۔ ورنہ غرض استدلال باطل ہو جائے گی۔ اور یہ صحابہ کا اجماع وہ چیز ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ منہ

وہ لوگ ایسے شخص کے مقابل پر جو عین ضرورت کے زمانہ میں اور عین صدی کے سر پر آیا ہے اور قوی نشانوں سے اپنا دعویٰ ثابت کرتا ہے کچھ حیا اور شرم کرتے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کا نام تو حَکَم نہیں رکھا تا مسیح موعود کے مقابل پر اپنی بات کو اور اپنے قول کو وہ ترجیح دیں۔ بلکہ مسیح موعود کا نام حَکَم رکھا ہے۔ پس شرط تقویٰ یہ تھی کہ اگر کچھ دلائل ظنیہ اُن کے ہاتھ ہوتے بھی تب بھی ایسے شخص کے مقابل پر جو دلائل شرعیہ یقینیہ پیش کرتا ہے اور آسمانی نشان دکھلاتا ہے اپنے دلائل کو چھوڑ دیتے مگر افسوس کہ وہ لوگ یہودیوں کے قدم پر قدم رکھتے ہیں اور محض جھوٹ کی حمایت کرتے ہیں۔ میں تو خدا تعالیٰ کی طرف سے حَکَم ہو کر آیا ہوں مگر وہ میرے پر حکم بنا چاہتے ہیں۔

﴿۲۰۵﴾

اب ہم اس بات کے لکھنے کے لئے متوجہ ہوتے ہیں کہ فی الواقع حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور ان کی حیات کا عقیدہ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کے مخالف ہے۔ سو یاد رہے کہ قرآن شریف صاف لفظوں میں بلند آواز سے فرما رہا ہے کہ عیسیٰ اپنی طبعی موت سے فوت ہو گیا ہے جیسا کہ ایک جگہ تو اللہ تعالیٰ وعدہ کے طور پر یہ فرماتا ہے يُعِيسَىٰ اِلٰی مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلٰی اٰسٰتِنَا اُوْر دوسری آیت میں اس وعدے کے پورا ہونے کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ جیسا کہ اس کا یہ قول ہے وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ پہلی آیت کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسیٰ! میں تجھے طبعی موت دوں گا☆ یعنی قتل اور صلیب

☆ معلوم رہے کہ زبان عرب میں لفظ توفیٰ صرف موت دینے کو نہیں کہتے بلکہ طبعی موت دینے کو کہتے ہیں جو بذریعہ قتل و صلیب یا دیگر خارجی عوارض سے نہ ہو۔ اسی لئے صاحب کشف نے جو علامہ لسان عرب ہے اس مقام میں تفسیر اِنْسِي مُتَوَفِّيكَ میں لکھا ہے کہ اِنْسِي مُمِيْتُكَ حَتْفَ اَنْفِكَ یعنی میں تجھے طبعی موت دوں گا۔ اسی بناء پر لسان العرب اور تاج العروس میں لکھا ہے۔ تَوَفَّى الْمِيْتِ اسْتِيْفَاءٌ مُدَّتْهُ التِّي وَفِيَتْ لَهٗ وَ عَدَدٌ اَيَّامَهٗ وَ شَهْوَرَهٗ وَ اَعْوَامَهٗ فِي الدُّنْيَا۔ یعنی مرنے والے کی توفی سے مراد یہ ہے کہ اس کی طبعی زندگی کے تمام دن اور مہینے اور برس پورے کئے جائیں اور یہ صورت اُسی حالت میں ہوتی ہے جب طبعی موت ہو بذریعہ قتل نہ ہو۔ منہ

کے ذریعہ سے تو ہلاک نہیں کیا جائے گا اور میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ پس یہ آیت تو بطور ایک وعدہ کے تھی۔ اور دوسری آیت مدوحہ بالا میں اس وعدہ کے ایفاء کی طرف اشارہ ہے جس کا ترجمہ مع تشریح یہ ہے کہ یہود خود یقیناً اعتقاد نہیں رکھتے کہ انہوں نے عیسیٰ کو قتل کیا ہے اور جب قتل ثابت نہیں تو پھر موت طبعی ثابت ہے جو ہر ایک انسان کے لئے ضروری ہے۔ پس اس صورت میں جس امر کو یہودیوں نے اپنے خیال میں حضرت عیسیٰ کے رَفَعِ اِلٰی اللّٰہ کے لئے مانع ٹھہرایا تھا یعنی قتل اور صلیب وہ مانع باطل ہوا اور خدا نے اپنے وعدہ کے موافق ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔

اور اس جگہ اس بات پر ضد کرنا بے فائدہ ہے کہ توفیٰ کے معنی مارنا نہیں☆ کیونکہ اس بات پر تمام ائمہ لغت عرب اتفاق رکھتے ہیں کہ جب ایک علم پر یعنی کسی شخص کا نام لے کر توفیٰ کا لفظ اُس پر استعمال کیا جائے مثلاً کہا جائے توفیٰ اللہ زیداً تو اس کے یہی معنی ہونگے کہ خدا نے زید کو مار دیا۔ اسی وجہ سے ائمہ لغت ایسے موقع پر دوسرے معنی لکھتے ہی نہیں۔ صرف وفات دینا لکھتے ہیں۔ چنانچہ لسان العرب میں ہمارے بیان کے مطابق یہ فقرہ ہے توفیٰ فلان و توفاه اللہ اذا قبض نفسه و فی الصحاح اذا قبض روحہ یعنی جب یہ بولا جائے گا کہ توفیٰ فلان یا یہ کہا جائے گا توفاه اللہ تو اس کے صرف یہی معنی ہوں گے کہ فلاں شخص مر گیا اور

﴿۲۰۶﴾

☆ صحیح بخاری میں بھی جو بعد کتاب اللہ اصحّ الکتب کہلاتی ہے توفیٰ کے معنی مارنا ہی لکھا ہے کیونکہ حضرت ابن عباس سے آیت **اِنَّ مَثْوٰی اِلٰہِیْہِمْ مُّتَوَفِّیْکَ** کی نسبت یہ روایت لکھی ہے کہ **اِنِّیْ مُّسْمِیْتُکَ**۔ اور امام بخاری نے بھی اپنا یہی مذہب ظاہر کیا ہے کیونکہ وہ اس کی تائید کے لئے ایک اور حدیث لایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جیسا کہ عیسیٰ قیامت کو کہے گا کہ جو لوگ میری اُمت میں سے بگڑ گئے ہیں وہ میری موت کے بعد بگڑے ہیں۔ میں بھی یہی کہوں گا کہ جو لوگ میری اُمت میں سے بگڑے ہیں وہ میری موت کے بعد بگڑے ہیں۔ پس ایسی صورت میں جو توفیٰ کے لفظ کا فاعل خدا اور کوئی نام لے کر مفعول بہ ہو ضرور مارنا ہی معنی ہوتے ہیں جس سے انکار کی کوئی صورت نہیں۔ منہ

خدا نے اُس کو ماریا دیا۔ اس مقام میں تاج العروس میں یہ فقرہ لکھا ہے۔ تُوَفِّيَ فَلَانٌ اِذَا مَاتَ
 یعنی تُوَفِّيَ فَلَانٌ اس شخص کی نسبت کہا جائے گا۔ جب وہ مر جائے گا۔ دوسرا فقرہ تاج العروس
 میں یہ لکھا ہے تَوَفَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: اِذَا قَبِضَ نَفْسَهُ یعنی یہ فقرہ کہ تَوَفَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ اس
 مقام میں بولا جائے گا۔ جب خدا کسی کی روح قبض کرے گا۔ اور صحاح میں لکھا ہے تَوَفَّاهُ اللَّهُ
 قَبِضَ رُوحَهُ یعنی اس فقرہ تَوَفَّاهُ اللَّهُ کے یہ معنی ہیں کہ فلاں شخص کی روح کو خدا تعالیٰ نے
 قبض کر لیا ہے۔ اور میں نے جہاں تک ممکن تھا صحاح ستہ اور دوسری احادیث نبویہ پر نظر ڈالی تو
 معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اور صحابہؓ کے کلام اور تابعین کے کلام اور
 تبع تابعین کے کلام میں کوئی ایک نظیر بھی ایسی نہیں پائی جاتی جس سے یہ ثابت ہو کہ کسی علم پر توفی
 کا لفظ آیا ہو یعنی کسی شخص کا نام لے کر توفی کا لفظ اس کی نسبت استعمال کیا گیا ہو اور خدا فاعل اور
 وہ شخص مفعول بہ ٹھہرایا گیا ہو اور ایسی صورت میں اس فقرہ کے معنی بجز وفات دینے کے کوئی اور
 کئے گئے ہوں بلکہ ہر ایک مقام میں جب نام لے کر کسی شخص کی نسبت توفی کا لفظ استعمال کیا گیا
 ہے اور اس جگہ خدا فاعل اور وہ شخص مفعول بہ ہے جس کا نام لیا گیا تو اس سے یہی معنی مراد
 لئے گئے ہیں کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ چنانچہ ایسی نظیریں مجھے تین سو سے بھی زیادہ احادیث میں
 سے ملیں جن سے ثابت ہوا کہ جہاں کہیں توفی کے لفظ کا خدا فاعل ہو اور وہ شخص مفعول بہ ہو
 جس کا نام لیا گیا ہے تو اس جگہ صرف ماریا دینے کے معنی ہیں نہ اور کچھ مگر باوجود تمام تر تلاش کے
 ایک بھی ایسی حدیث مجھے نہ ملی جس میں توفی کے فعل کا خدا فاعل ہو اور مفعول بہ علم ہو یعنی
 نام لے کر کسی شخص کو مفعول بہ ٹھہرایا گیا ہو اور اس جگہ بجز ماریا دینے کے کوئی اور معنی ہوں۔

اسی طرح جب قرآن شریف پر اول سے آخر تک نظر ڈالی گئی تو اس سے بھی یہی ثابت
 ہوا جیسا کہ آیت تَوَفِّيْهِ مُسْلِمًا وَاَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ^۱ اور آیت وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ
 بَعْضَ الَّذِيْنَ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفِّيَنَّكَ^۲ وغیرہ آیات سے ثابت ہے اور پھر میں نے

عرب کے دیوانوں کی محض اسی غرض سے سیر کی اور جاہلیت اور اسلامی زمانہ کے اشعار بڑے غور سے دیکھے اور بہت سا وقت ان کے دیکھنے میں خرچ ہوا مگر میں نے ان میں بھی ایک نظیر ایسی نہ پائی کہ جب خدا توفیٰ کے لفظ کا فاعل ہو اور ایک علم مفعول بہ ہو یعنی کوئی شخص اس کا نام لیکر مفعول بہ ٹھہرایا گیا ہو تو ایسی صورت میں بجز ماردینے کے کوئی اور معنی ہوں بعد اس کے میں نے اکثر عرب کے اہل علم اور اہل فضل و کمال سے دریافت کیا تو ان کی زبانی بھی یہی معلوم ہوا کہ آج کے دنوں تک تمام عرب کی سرزمین میں یہی محاورہ جاری و ساری ہے کہ جب ایک شخص دوسرے شخص کی نسبت بیان کرتا ہے کہ توفیٰ اللہ فلانا تو اس کے معنی قطعی اور یقینی طور پر یہی سمجھے جاتے ہیں کہ فلاں شخص کو خدا تعالیٰ نے ماردیا۔ اور جب ایک عرب کو دوسرے عرب کی طرف سے خط آتا ہے اور اس میں مثلاً یہ لکھا ہوا ہوتا ہے کہ توفیٰ اللہ زبداً تو اس کا یہی مطلب سمجھا جاتا ہے کہ خدا نے زید کو ماردیا۔ پس اس قدر تحقیق کے بعد جو حق یقین تک پہنچ گئی ہے یہ امر فیصلہ ہو گیا ہے اور امور مشہودہ محسوسہ کے درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ ایک شخص جس کی نسبت اس طور سے لفظ توفیٰ استعمال کیا جائے۔ اس کے یہی معنی ہوں گے کہ وہ شخص وفات پا گیا ہے نہ اور کچھ اور چونکہ اسی طور سے لفظ توفیٰ قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت دو مقام میں استعمال پایا ہے۔ پس قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہوا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور ان کا رفع وہی ہے جو روحانی رفع ہوتا ہے۔ اور ان کی وفات بذریعہ قتل اور صلیب کے نہیں ہوئی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں خبر دی ہے بلکہ وہ اپنی طبعی موت سے وفات پا گئے ہیں۔

اور لسان العرب اور دیگر کتب لغت سے ظاہر ہے کہ اصل معنی توفیٰ کے یہی ہیں کہ طبعی موت سے کسی کو ماردیا جائے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ زبان عرب کا ایک

بے مثل امام جس کے مقابل پر کسی کو چون و چرا کی گنجائش نہیں یعنی علامہ زنجیری [☆] آیت
 اِنَّ مَتَوَفِّيكَ کے یہی معنی کرتا ہے کہ اِنِّیْ مُمِیْتُکَ حَتْفِ اَنْفِکَ۔ یعنی اے عیسیٰ!
 میں تجھے طبعی موت ماروں گا۔ حتف لغت عرب میں موت کو کہتے ہیں اور انف کہتے ہیں
 ناک کو۔ اور عربوں میں قدیم سے یہ عقیدہ چلا آتا ہے کہ انسان کی جان ناک کی راہ سے نکلتی
 ہے۔ اس لئے طبعی موت کا نام انہوں نے حتف انف رکھ دیا۔ اور عربی زبان میں توفی کے
 لفظ کا اصل استعمال طبعی موت کے محل پر ہوتا ہے اور جہاں کوئی شخص قتل کے ذریعہ سے ہلاک
 ہو وہاں قتل کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور یہ ایسا محاورہ ہے کہ جو کسی عربی دان پر پوشیدہ نہیں۔
 ہاں یہ عرب کے لوگوں کا قاعدہ ہے کہ کبھی ایسے لفظ کو کہ جو اپنی اصل وضع میں استعمال اس کی
 کسی خاص محل کے لئے ہوتا ہے ایک قرینہ قائم کر کے کسی غیر محل پر بھی مستعمل کر دیتے ہیں
 یعنی استعمال اس کا وسیع کر دیتے ہیں۔ اور جب ایسا قرینہ موجود نہ ہو تو پھر ضروری ہوتا ہے کہ
 ایسی صورت میں وہ لفظ اپنی اصل وضع پر استعمال پاوے۔ سو اس جگہ جو علامہ امام زنجیری نے
 زیر آیت اِنَّ مَتَوَفِّيكَ یہ لکھا ہے کہ اِنِّیْ مَتَوَفِّيکَ حَتْفِ اَنْفِکَ یعنی اے عیسیٰ میں
 تجھے تیری طبعی موت سے ماروں گا۔ ان معنوں کے کرنے میں علامہ موصوف نے صرف لفظ
 توفی کی اصل وضع استعمال پر نظر نہیں رکھی بلکہ مقابل پر اس آیت کو دیکھ کر کہ ماقتلوہ یقیناً اور
 اس آیت کو دیکھ کر کہ ماقتلوہ و ماصلبوہ اس بات پر قرینہ تو یہ پایا کہ اس جگہ لفظ متوفیک

☆ واضح رہے کہ اس جگہ جو ہم نے زنجیری کو علامہ اور امام کے نام سے یاد کیا ہے وہ محض باعتبار تبحر فن لغت
 کے ہے کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ شخص زبان عرب کی لغات اور ان کے استعمال کے محل اور
 مقام اور ان کے الفاظ فصیح اور غیر فصیح اور لغت جید اور لغت ردی اور مترادف الفاظ کے فروق اور
 خصوصیتیں اور ان کی ترکیبات اور ان کے الفاظ قدیم اور مستحدث اور قواعد لطیفہ صرف و نحو و بلاغت
 سے خوب ماہر اور ان سب باتوں میں امام اور علامہ وقت تھانہ کہ اور کسی بات میں۔ منہ

کا استعمال اپنی اصل وضع پر ضروری اور واجب ہے۔ یعنی اس جگہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجھے تیری طبعی موت سے ماروں گا۔ اسی وجہ سے اس نے آیت **لَئِن مُّتَوَفَّيْنَاكَ** کی یہ تفسیر کی کہ **اِنْسِي مُمَيِّتِكَ** حتف انفک یعنی میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔ [☆] پس امام زختری کی نظر عمیق نہایت قابل تعریف ہے کہ انہوں نے لفظ **تَوَفَّيْنَا** کے صرف اصل وضع استعمال پر حصر نہیں رکھا بلکہ بالمتقابل قرآن شریف کی ان آیتوں پر نظر ڈال کر کہ عیسیٰ قتل نہیں کیا گیا اور نہ صلیب دیا گیا اصل وضع لفظ کے مطابق **مُتَوَفَّيْنَا** کی تفسیر کر دی۔ اور ایسی تفسیر بجز ماہر فن علم لغت کے ہر ایک نہیں کر سکتا۔ یاد رہے کہ علامہ امام زختری لسان عرب کا مسلم عالم ہے اور اس فن میں اس کے آگے تمام مابعد آنے والوں کا سر تسلیم خم ہے۔ اور کتب لغت کے لکھنے والے اس کے قول کو سند میں لاتے ہیں۔ جیسا کہ صاحب تاج العروس بھی جا بجا اس کے قول کی سند پیش کرتا ہے۔

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ جب کہ آیت **مَا قَتَلُوهُ بِصَيِّنًا** اور آیت **وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ** ^۱ صرف **تَوَفَّيْنَا** کے لفظ کی توضیح کے لئے بیان فرمائی گئی ہے کوئی نیا مضمون نہیں ہے بلکہ صرف یہ تشریح مطلوب ہے کہ جیسا کہ لفظ **مُتَوَفَّيْنَا** میں یہ وعدہ تھا کہ عیسیٰ کو اس کی طبعی موت سے مارا جائے گا۔ ایسا ہی وہ طبعی موت سے مرگیا۔ نہ کسی نے قتل کیا اور نہ کسی نے صلیب دیا۔ پس یہ خیال بھی جو یہود کے دل میں پیدا ہوا تھا جو عیسیٰ نعوذ باللہ لعنتی ہے اور اس کا روحانی رفع نہیں ہوا ساتھ ہی باطل ہو گیا۔ کیونکہ اس خیال کی تمام بنا صرف قتل اور صلیب پر تھی اور اسی سے یہ نتیجہ نکالا گیا تھا کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ ملعون اور راندہ درگاہ الہی ہیں

﴿۲۱۰﴾

☆ چونکہ یہودیوں کے عقیدہ کے موافق کسی نبی کا رفع روحانی طبعی موت پر موقوف ہے اور قتل اور صلیب رفع روحانی کا مانع ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے اوّل یہود کے ردّ کے لئے یہ ذکر فرمایا کہ عیسیٰ کے لئے طبعی موت ہوگی اور پھر چونکہ رفع روحانی طبعی موت کا ایک نتیجہ ہے اس لئے لفظ **مُتَوَفَّيْنَا** کے بعد **رافعک الّٰہی** لکھ دیا۔ تا یہودیوں کے خیالات کا پورا ردّ ہو جائے۔ منہ

جن کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوا۔ پس چونکہ متوفیک کے لفظ کے ساتھ خدا تعالیٰ نے یہ شہادت دی کہ عیسیٰ اپنی طبعی موت سے مرا ہے اور پھر خدا نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ متوفیک کے لفظ کا جو اصل منشاء تھا یعنی طبعی موت سے مرنا اس منشاء کی آیت ماقتلوہ و ما صلبوہ اور آیت و ما قتلوہ یقیناً کے ساتھ پورے طور پر تشریح کر دی۔ کیونکہ جس شخص کی موت قتل وغیرہ خارجی ذریعوں سے نہیں ہوئی اس کی نسبت یہی سمجھا جائے گا کہ وہ طبعی موت سے مرا ہے۔ پس اس میں کچھ شک نہیں کہ فقرہ و ما قتلوہ و ما صلبوہ، متوفیک کے لفظ کے لئے بطور تشریح واقع ہوا ہے۔ اور جب قتل اور صلیب کی نفی ثابت ہوئی تو بموجب اس قول کے کہ اذا فات الشرط فات المشروط، رفع الی اللہ حضرت عیسیٰ کا ثابت ہو گیا اور یہی مطلوب تھا۔

اور پھر ہم اپنی پہلی کلام کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ جس جگہ کسی کلام میں توفی کے لفظ میں خدا تعالیٰ فاعل ہو اور کوئی شخص نام لے کر اس فاعل کا مفعول بہ قرار دیا جائے ایسے فقرہ کے ہمیشہ یہ معنی ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس شخص کو مار دیا ہے یا مارے گا کوئی اور معنی ہرگز نہیں ہوتے۔ اور میں نے مدت ہوئی کہ اسی ثابت شدہ امر پر ایک اشتہار دیا تھا کہ جو شخص اس کے برخلاف کسی حدیث یا دیوان مستند عرب سے کوئی ایسا فقرہ پیش کرے گا جس میں باوجود اس کے کہ توفی کے لفظ کا خدا فاعل ہو اور کوئی علم مفعول بہ ہو یعنی کوئی ایسا شخص مفعول بہ ہو جس کا نام لیا گیا ہو مگر باوجود اس امر کے اس جگہ وفات دینے کے معنی نہ ہوں تو اس قدر اس کو انعام دوں گا۔ اس اشتہار کا آج تک کسی نے جواب نہیں دیا۔ اب پھر اتمام حجت کے لئے دو مسطورہ پینہ نقد کا اشتہار دیتا ہوں کہ اگر کوئی ہمارا مخالف ہمارے اس بیان کو یقینی اور قطعی نہیں سمجھتا تو وہ احادیث صحیحہ نبویہ یا قدیم شاعروں کے اقوال میں سے جو مستند ہوں اور جو عرب کے اہل زبان اور اپنے فن میں مسلم ہوں کوئی ایک ایسا فقرہ پیش کرے جس میں توفی کے لفظ کا خدا فاعل ہو اور مفعول بہ کوئی علم ہو جیسے زید اور بکر اور خالد وغیرہ اور اس فقرہ کے معنی بد اہت کوئی اور ہوں وفات دینے کے معنی نہ ہوں تو ایسی صورت میں میں ایسے شخص کو

مبلغ دو سو روپیہ نقد دوں گا۔ ایسے شخص کو صرف یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ حدیث جس کو وہ پیش کرتا ہے وہ حدیث صحیح نبوی ہے یا گذشتہ عرب کے شاعروں میں سے کسی ایسے شاعر کا قول ہے جو علم محاورات عرب میں مسلم الکمال ہے اور یہ ثبوت دینا بھی ضروری ہوگا کہ قطعی طور پر اس حدیث یا اس شعر سے ہمارے دعویٰ کے مخالف معنی نکلتے ہیں اور ان معنوں سے جو ہم لیتے ہیں وہ مضمون فاسد ہوتا ہے یعنی وہ حدیث یا وہ شعر ان معنوں پر قطعیت الدلالت ہے۔ کیونکہ اگر اُس حدیث یا اُس شعر میں ہمارے معنوں کا بھی احتمال ہے تو ایسی حدیث یا ایسا شعر ہرگز پیش کرنے کے لائق نہ ہوگا کیونکہ کسی فقرہ کو بطور نظیر پیش کرنے کے لئے اُس مخالف مضمون کا قطعیت الدلالت ہونا شرط ہے۔ وجہ یہ کہ جس حالت میں صد ہا نظائر قطعیت الدلالت سے ثابت ہو چکا ہے کہ توفیٰ کا لفظ اس صورت میں کہ خدا تعالیٰ اس کا فاعل اور کوئی علم یعنی کوئی نام لے کر انسان اس کا مفعول بہ ہو، جزوفات دینے اس مفعول بہ کے کسی دوسرے معنوں پر آہی نہیں سکتا تو پھر ان نظائر متواترہ کثیرہ کے برخلاف جو شخص دعویٰ کرتا ہے۔ یہ بار ثبوت اس کی گردن پر ہے کہ وہ ایسی کوئی صریح نظیر جو قطعیت الدلالت ہو برخلاف ہمارے دعویٰ کے پیش کرے۔ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفْعَلُوا فَأْتُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۗ

پھر دوسری پختہ اور قطعی دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے بل رفعہ اللہ الیہ۔ کیونکہ قرآن شریف اور احادیث کی تنوع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رفع الی اللہ جو رفعہ اللہ الیہ کے فقرہ سے ظاہر ہے، بجز موت کی حالت کے کسی حالت کی نسبت بولا نہیں جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّاتِي۔ یعنی اے نفس مطمئنہ جو خدا سے آرام یافتہ ہے اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ اس حالت میں کہ خدا تجھ سے راضی اور تو خدا سے راضی اور میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت میں داخل ہو جا۔

اب ظاہر ہے کہ یہ مقولہ اللہ جلّ شانہ کا کہ خدا کی طرف واپس چلا آ کوئی اہل اسلام میں سے اس کے

یہ معنی نہیں کرتا کہ زندہ مع جسم عنصری آسمان پر جا بیٹھ۔ بلکہ آیت اَرْجِعِنَا اِلٰی رَبِّكَ کے معنی موت ہی لئے جاتے ہیں۔ پس جب کہ خدا تعالیٰ کی طرف واپس جانا بموجب نص صریح قرآن شریف کے موت ہے تو پھر خدا کی طرف اٹھائے جانا جیسا کہ آیت بل رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے ظاہر ہوتا ہے کیوں موت نہیں☆ یہ تو انصاف اور عقل اور تقویٰ کے برخلاف ہے کہ جو معنی نصوص قرآنیہ سے ثابت اور متحقق ہوتے ہیں اُن کو ترک کیا جائے۔ اور جن معنوں اور جس محاورہ کی اپنے پاس کوئی بھی دلیل نہیں اس پہلو کو اختیار کیا جائے۔ کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ دفع الی اللہ کے زبان عرب اور محاورہ عرب میں بجز وفات دیئے جانے کے کوئی اور بھی معنی ہیں؟ ہاں اس وفات سے ایسی وفات

☆ ایسا ہی بہت سی اور آیتیں قرآن شریف کی ہیں جن سے بدابہت یہی معلوم ہوتا ہے کہ دفع الی اللہ اور رجوع الی اللہ کے الفاظ ہمیشہ فوت ہی کے لئے آیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ۔^۱ یعنی وہ فرشتہ تمہیں وفات دیکر جو تم پر موكل ہے اور پھر تم اپنے رب کی طرف واپس کئے جاؤ گے۔ اور جیسا کہ ایک دوسری جگہ فرقان حمید میں فرماتا ہے كُلُّ نَفْسٍ ذٰلِیْقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُونَ یعنی ہر نفس موت کا مزا چکھے گا اور پھر ہماری طرف واپس کئے جاؤ گے۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔^۲ یعنی ہم نے اس کو یعنی اس نبی کو عالی مرتبہ کی جگہ اٹھالیا۔ اس آیت کی تشریح یہ ہے کہ جو لوگ بعد موت خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں ان کے لئے کئی مراتب ہوتے ہیں سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس نبی کو بعد اٹھانے کے یعنی وفات دینے کے اس جگہ عالی مرتبہ دیا۔ نواب صدیق حسن خاں اپنی تفسیر فتح البیان میں لکھتے ہیں کہ اس جگہ دفع سے مراد نفع روحانی ہے جو موت کے بعد ہوتا ہے۔ ورنہ یہ محذور لازم آتا ہے کہ وہ نبی مرنے کے لئے زمین پر آوے۔ انفس ان لوگوں کو آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَاَرْفَعُکَ اِلٰییْ میں یہ معنی بھول جاتے ہیں حالانکہ اس آیت میں پہلے مُتَوَفِّیْکَ کا لفظ موجود ہے اور بعد اس کے اَرْفَعُکَ۔ پس جبکہ لفظ اَرْفَعُکَ میں معنی موت لے سکتے ہیں تو مُتَوَفِّیْکَ اور اَرْفَعُکَ کے معنی کیوں موت نہیں ہیں؟ منہ

مراد ہے جس کے بعد روح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔ جیسے مومنوں کی وفات ہوتی ہے۔ یہی محاورہ خدا تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں موجود ہے۔

اور آیت ممدوحہ بالا میں جو فرمایا ہے فساد خلی فی عبادی جس کے معنی پہلے فقرہ کے ساتھ ملانے سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف واپس آ جا اور پھر خدا کے بندوں میں داخل ہو جا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شخص گذشتہ ارواح میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک وفات نہ پالے۔ پس جب کہ بموجب نص قرآن شریف کے گذشتہ ارواح میں داخل ہونا بجز مرنے کے ممنوع اور محال ہے تو پھر کیونکر حضرت عیسیٰ بغیر فوت ہونے کے حضرت یحییٰ کے پاس دوسرے آسمان میں جا بیٹھے۔

اس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ آیت ممدوحہ بالا میں خدا تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے وادخلی جنتی جس کے معنی اس فقرہ کو تمام آیت کے ساتھ ملانے سے یہ ہوتے ہیں کہ ”اے نفس آرام یافتہ اپنے خدا کی طرف واپس آ جا تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی اور میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت میں داخل ہو جا“ پس جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مشاہدہ سے جو معراج کی رات میں آپ کو ہوا یہ ثابت ہے کہ قرآن شریف کی اس آیت کے مطابق نبیوں اور رسولوں کی رو میں جو دنیا سے گذر چکی ہیں وہ عالم ثانی میں ایک ایسی جماعت کی طرح ہیں جو بلا توقف پچھلی فوت ہونے والے پہلوں کے گروہ میں جا ملتی ہیں اور ان میں داخل ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ آیت فساد خلی فی عبادی کا منشاء ہے۔ پھر آخری فقرہ ان آیات کا یعنی وادخلی جنتی بھی یہی چاہتا ہے کہ وہ تمام عباد اللہ بلا توقف بہشت میں داخل ہوں اور جیسا کہ آیت فی عبادی کا مفہوم کوئی مترقب امر نہیں جو دور دراز زمانہ کے بعد ظہور میں آوے بلکہ راستبازوں کے مرنے کے ساتھ ہی بلا توقف اُس کا ظہور ہوتا ہے یعنی ایک جماعت جو بعد میں مرتی ہے پہلوں میں بلا توقف جا ملتی ہے۔ پس اسی طرح لازم آتا ہے کہ دوسرا فقرہ آیت کا یعنی وادخلی

جنتی وہ بھی بلا توقف ظہور میں آتا ہو۔ یعنی ہر ایک شخص جو طیب اور طاہر مومنوں میں سے مرے وہ بھی بلا توقف بہشت میں داخل ہو جائے۔ اور یہی بات حق ہے جیسا کہ قرآن شریف کے دوسرے مقامات میں بھی اس کی تشریح ہے۔

☆ اس جگہ بظاہر یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ جب کہ ہر ایک مومن طیب اور طاہر جن کی گردن پر کوئی بوجھ گناہ اور معاصی کا نہیں بلا توقف بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں تو اس صورت میں حشر اجساد اور اس کے تمام لوازم متعلقہ سے انکار لازم آتا ہے۔ کیونکہ جب کہ بہشت میں داخل ہو چکے تو پھر بموجب آیت وَمَا هُمْ بِمُعْتَرَفِينَ اُن کا بہشت سے نکلنا ممنوع ہے۔ پس اس سے تمام کارخانہ حشر اجساد و واقعات معاد کا باطل ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا عقیدہ جو مومنین مطہرین بلا توقف بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں یہ میری طرف سے نہیں بلکہ یہی عقیدہ ہے جس کی قرآن شریف نے تعلیم دی ہے۔ اور دوسری تعلیم جو قرآن شریف میں ہے جو حشر اجساد ہوگا اور مردے زندہ ہوں گے وہ بھی حق ہے اور ہم اس پر ایمان لاتے ہیں صرف فرق یہ ہے کہ یہ بہشت میں داخل ہونا صرف اجمالی رنگ میں ہے اور اس صورت میں جو مومنوں کو مرنے کے بعد بلا توقف اجسام دیئے جاتے ہیں وہ اجسام ابھی ناقص ہیں مگر حشر اجساد کا دن تجلی اعظم کا دن ہے اور اُس دن کامل اجسام ملیں گے اور بہشتیوں کا تعلق کسی حالت میں بہشت سے الگ نہیں ہوگا۔ مِنْ وَجْهِ وَہ بہشت میں ہوں گے اور مِنْ وَجْهِ خدا تعالیٰ کے سامنے آئیں گے۔ کیا وہ شہداء جو سبز چڑیوں کی طرح بہشت میں پھل کھاتے ہیں کیا وہ چڑیاں بہشت سے باہر نکل کر خدا کے سامنے پیش نہیں ہوں گی؟ فنتدبر۔ منہ

☆ جنت میں داخل ہونے کے لئے جسم ضروری ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ وہ جسم عنصری ہو بلکہ ایسا جسم چاہیے کہ جو عنصری نہ ہو کیونکہ جنت کے پھل وغیرہ بھی عنصری نہیں بلکہ وہ خلق جدید ہے اس لئے جسم بھی خلق جدید ہوگا جو پہلے جسم کے مغائر ہوگا مگر مومنوں کے لئے مرنے کے بعد جسم کا ملنا ضروری ہے اور اس پر نہ صرف جنتی کا لفظ دلالت کرتا ہے بلکہ معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی صرف روہیں نہیں دیکھیں بلکہ سب کے جسم دیکھے اور حضرت عیسیٰ کا جسم ان سے الگ طور کا نہ تھا۔ منہ

﴿۲۱۳﴾

منجملہ ان کے ایک وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ^۱ یعنی کہا گیا کہ تو بہشت میں داخل ہو جا۔ ایسا ہی اور بہت سے مقامات ہیں جن کا لکھنا موجب تطویل ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ارواح طیبین مطہرین کے مجرد فوت ہونے کے بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی بہت سی احادیث سے یہی مطلب ثابت ہوتا ہے اور ارواح شہداء کا بہشت کے میوے کھانا یہ تو ایسی مشہور حدیثیں ہیں کہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہیں اور خدا تعالیٰ بھی فرماتا ہے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کی نسبت یہ گمان مت کرو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں خدا تعالیٰ سے اُن کو رزق ملتا ہے۔ اور کتب سابقہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے پس جب کہ ارواح طیبین مطہرین کا بہشت میں داخل ہونا ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ بہشت وہ مقام ہے جس میں انواع اقسام کی جسمانی نعماء بھی ہوں گی اور طرح طرح کے میوے ہوں گے اور بہشت میں داخل ہونے کے یہی معنی ہیں کہ وہ نعمتیں کھاوے اس صورت میں صرف روح کا بہشت میں داخل ہونا بے معنی اور بے سود ہے۔ کیا وہ بہشت میں داخل ہو کر ایک محروم کی طرح بیٹھی رہے گی اور بہشت کی نعمتوں سے فائدہ نہیں اٹھائے گی؟ پس آیت و ادخلی جنتی صاف بتلا رہی ہے کہ مومن کو مرنے کے بعد ایک جسم ملتا ہے۔[☆] اسی وجہ سے تمام

☆ واضح رہے کہ عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ یسوع مسیح یعنی عیسیٰ جسم غضری کے ساتھ نہیں اٹھایا گیا بلکہ مرنے کے بعد اُس کو ایک جلالی جسم ملا تھا۔ سو افسوس بلکہ سخت افسوس کہ فوج اعوج کے مسلمان جو قرونِ ثلاثہ کے بعد پیدا ہوئے نہ تو وہ اس مسئلہ کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا عقیدہ رکھتے ہیں کیونکہ تمام صحابہ کا اس بات پر اجماع ہو گیا تھا کہ تمام گذشتہ انبیاء فوت ہو چکے ہیں جن میں حضرت عیسیٰ بھی داخل ہیں۔ اور نہ یہ لوگ اس مسئلہ میں یہودیوں کے ساتھ اتفاق رکھتے ہیں کیونکہ یہودی نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ کو لعنتی ٹھہرا کر صرف ان کے رفع روحانی کے منکر ہیں جو بعد موت

ائمہ اور اکابر متصوفین اس بات کے قائل ہیں کہ مومن جو طیب اور مطہر ہوتے ہیں وہ مجرد فوت ہونے کے ایک پاک اور نورانی جسم پاتے ہیں جس کے ذریعہ سے وہ نعماء جنت سے لذت اٹھاتے ہیں اور بہشت کو صرف شہیدوں کے لئے مخصوص کرنا ایک ظلم ہے بلکہ ایک کفر ہے کیا کوئی

مومن کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ کاٹھ پر لٹکائے جانے کا نتیجہ صرف رفع روحانی سے محروم رہنا اور لعنتی بنا ہے نہ اور کچھ۔ اور نہ یہ لوگ اس مسئلہ میں عیسائیوں کے ساتھ اتفاق رکھتے ہیں کیونکہ عیسائی حضرت عیسیٰ کے رفع جسم کے تو قائل ہیں مگر ان لوگوں کی طرح جسم عصری کے رفع کے قائل نہیں بلکہ جلالی جسم کے رفع کے قائل ہیں جو بزعم ان کے بعد موت حضرت عیسیٰ کو ملا۔ سو ہم اس بات سے منکر نہیں ہو سکتے کہ بعد موت حضرت عیسیٰ کو جلالی جسم ملا ہو جو خاک کی جسم نہیں ہے کیونکہ وہ ہر ایک مومن راستباز کو بعد موت ملتا ہے جیسا کہ آیت و ادخلی جنتی اس پر شاہد ہے۔ کیونکہ مجرد روح بہشت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔ پس اس میں حضرت عیسیٰ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ ہاں عیسائیوں کی یہ غلطی ہے کہ جو عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ جلالی جسم صلیب موت کے بعد حضرت عیسیٰ کو ملا تھا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ صلیب پر ہرگز نہیں مرے ورنہ وہ نعوذ باللہ اپنے لئے یونس کی مثال پیش کرنے میں دروغ گو ٹھہرتے ہیں اور نیز لعنت کے مفہوم کے مصداق بنتے ہیں۔ کیونکہ ملعون وہ ہوتا ہے جس کا دل شیطان کی طرح خدا سے برگشتہ ہو جائے اور وہ خدا کا دشمن اور خدا اس کا دشمن ہو جائے اور شیطان کی طرح راندہ درگاہ الہی ہو کر خدا کا سرکش ہو جائے تو کیا ہم یہ مفہوم حضرت عیسیٰ کی نسبت تجویز کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اور کیا کوئی عیسائی یہ گستاخی کر سکتا ہے کہ صلیب پانے کے بعد حضرت عیسیٰ خدا سے برگشتہ ہو گئے تھے اور شیطان سے تعلقات پیدا کر لئے تھے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے لعنت کا یہی مفہوم قرار دیا گیا ہے جس پر تمام قوموں کو اتفاق ہے۔ مگر افسوس عیسائیوں نے کبھی اس مفہوم پر غور نہیں کیا ورنہ ہزار بیزاراری سے اس مذہب کو ترک کرتے۔ ماسوا اس کے جن واقعات کو انجیلوں نے پیش کیا ہے اُن سے ظاہر ہے کہ صلیب سے رہائی پانے کے بعد صرف خاک کی جسم حضرت عیسیٰ کا مشاہدہ کیا گیا

سچا مومن یہ گستاخی کا کلمہ زبان پر لاسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ابھی تک بہشت سے باہر ہیں جن کے روضہ کے نیچے بہشت ہے مگر وہ لوگ جنہوں نے آپ کے ذریعہ سے ایمان اور تقویٰ کا مرتبہ حاصل کیا وہ شہید ہونے کی وجہ سے بہشت میں داخل ہیں اور بہشتی میوے کھا رہے ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ جس نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان کو وقف کر دیا وہ شہید ہو چکا۔ پس اس صورت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اول الشہداء ہیں۔ سو جب کہ یہ بات ثابت ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ مسیح بھی مع جسم آسمان پر اٹھایا گیا (مگر اُس جسم کے ساتھ جو اس عصری جسم سے الگ ہے) اور پھر خدا تعالیٰ کے بندوں میں داخل ہوا اور بہشت میں داخل ہوا۔ اس صورت میں ہماری اور ہمارے مخالفوں کی نزاع صرف لفظی نزاع نکلی۔ اب جب کہ اس صورت پر رفع مع جسم ثابت ہوا تو اس کے بعد کیا ضرورت اور حاجت ہے کہ ایک مسلم سنت اللہ سے جو تمام انبیاء کی نسبت ایک پاک جسم عطا کرنے کی ہے منہ پھیر کر حضرت عیسیٰ کو مع خاک کی جسم کے آسمان پر اٹھایا جائے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ ان کو بھی بعد موت ایک نورانی جسم ملا تھا جیسا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت یحییٰ وغیرہ انبیاء کو جسم ملا تھا اور اسی جسم کے ساتھ وہ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے گئے تھے تو ہم کب اس سے انکار کرتے ہیں۔ اس قسم کے جسم کے ساتھ حضرت مسیحؑ کا آسمان پر جانا ہمیں بدل و جان منظور ہے۔ ع چشم مارو شن و دل ماشاد۔

اور اگر چہ آیات مدوحہ بالا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر نصوص صریحہ قطعہ ہیں مگر تاہم اگر قرآن شریف کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اور بھی بہت سی ایسی آیات ہیں

جیسا کہ جب دھوا حواری نے شک کیا کہ کیونکر عیسیٰ صلیب سے رہائی پا کر آ گیا تو حضرت عیسیٰ نے ثبوت دینے کے لئے اپنے زخم اس کو دکھلائے اور دھومانے اُن زخموں میں انگلی ڈالی۔ پس کیا ممکن ہے کہ جلالی جسم میں بھی زخم موجود رہے اور کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جلالی جسم بھی ملا پھر بھی زخموں سے رہائی نہ ہوئی بلکہ جلالی جسم وہ تھا جو کشمیر میں وفات پانے کے بعد ملا۔ منہ

جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ مجملہ ان کے یہ آیت ہے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَأَبْرَأْتُمْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک رسول ہیں اور ان سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پس کیا اگر وہ فوت ہو گئے یا قتل کئے گئے تو تم دین اسلام کو چھوڑ دو گے۔ اور جیسا کہ ابھی میں بیان کر چکا ہوں صحیح نہیں ہے کہ خلت کا لفظ اور تمام نبیوں کے لئے تو وفات دینے کے لئے آتا ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ان معنوں پر آتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو مع جسم عنصری آسمان پر اٹھالیا۔ یہ دعویٰ سراسر بے دلیل ہے۔ اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی بلکہ جہاں جہاں قرآن شریف میں خلت کا لفظ آیا ہے وفات کے معنوں پر ہی آیا ہے اور کوئی شخص قرآن شریف سے ایک بھی ایسی نظیر پیش نہیں کر سکتا کہ ان معنوں پر آیا ہو کہ کوئی شخص مع جسم عنصری آسمان پر اٹھایا گیا۔ ماسوا اس کے جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں خدا تعالیٰ نے انہیں آیات میں خلت کے لفظ کی خود تشریح فرمادی ہے اور خلت کے مفہوم کو صرف موت اور قتل میں محدود کر دیا ہے۔ یہی آیت شریفہ ہے جس کی رو سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع ہو گیا تھا کہ تمام نبی اور رسول فوت ہو چکے ہیں اور کوئی ان میں سے دنیا میں واپس آنے والا نہیں بلکہ اس اجماع کی اصل غرض یہی تھی کہ دنیا میں واپس آنا کسی کے لئے ممکن نہیں اور اس اجماع سے اس خیال کا ازالہ مطلوب تھا کہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں آیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر دنیا میں واپس آئیں گے اور منافقوں کے ناک اور کان کاٹیں گے۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ اگر اسلام میں کسی نبی کا دنیا میں واپس آنا تسلیم کیا جاتا تو اس آیت کے پڑھنے سے حضرت عمرؓ کے خیال کا ازالہ غیر ممکن ہوتا اور ایسی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی کسر شان تھی بلکہ ایسی صورت میں حضرت ابوبکر کا اس آیت کو پڑھنا ہی بے محل تھا۔ غرض یہ آیت بھی وہ عالی شان آیت ہے کہ جو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا بلند آواز سے اعلان کرتی ہے۔ فالحمد لله علی ذالک۔
 پھر ایک اور آیت ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے جیسا کہ
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ
 وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَأَنَّا بِالْبُرْجِ وَنَحْمِلُ فِيهِ صَالِحَ الْبُرْجِ وَنَحْمِلُ فِيهِ صَالِحَ الْبُرْجِ وَنَحْمِلُ فِيهِ صَالِحَ الْبُرْجِ
 ہے۔ پہلے اُس سے سب رسول فوت ہو چکے ہیں اور ماں اس کی ایک عورت راستباز تھی اور
 دونوں جب زندہ تھے روٹی کھایا کرتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی کا ابطال کرتا ہے اور فرماتا ہے
 کہ پہلے اس سے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ اور پھر باوجود اس کے یہ خیال کہ مسیح زندہ
 آسمان پر بیٹھا ہے باطل ہے۔ پس کس طرح اس دلیل سے اس کی خدائی ثابت کی جاتی ہے
 کیونکہ یہ دلیل ہی فاسد ہے بلکہ حق یہ ہے کہ موت نے کسی کو نہیں چھوڑا سب مر گئے۔ دوسری
 دلیل اس کی عبودیت پر یہ ہے کہ اس کی ماں تھی جس سے وہ پیدا ہوا اور خدا کی کوئی ماں نہیں۔
 تیسری دلیل اس کی عبودیت پر یہ ہے کہ جب وہ اور اس کی ماں زندہ تھے دونوں روٹی کھایا
 کرتے تھے۔ اور خدا روٹی کھانے سے پاک ہے۔ یعنی روٹی بدل مانتھل ہوتی ہے اور خدا
 اس سے بلند تر ہے کہ اس میں تحلیل پانے کی صفت ہو۔ مگر مسیح روٹی کھاتا رہتا تھا۔ پس اگر وہ
 خدا ہے تو کیا خدا کا وجود بھی تحلیل پاتا رہتا ہے؟ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طبعی
 تحقیقات کی رو سے انسان کا بدن تین برس تک بالکل بدل جاتا ہے اور پہلے اجزاء تحلیل ہو کر
 دوسرے اجزاء ان کے قائم مقام پیدا ہو جاتے ہیں مگر خدا میں یہ نقص ہرگز نہیں۔ یہ دلیل ہے
 جس کو خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ کے انسان ہونے پر لایا ہے۔

مگر افسوس ان لوگوں پر کہ جو حضرت عیسیٰ کو آسمان پر پہنچا کر پھر اعتقاد رکھتے ہیں
 کہ اُن کے وجود میں انسانوں کی طرح یہ خاصیت نہیں کہ سلسلہ تحلیل کا ان میں جاری
 رہے اور بغیر اس کے جو بذریعہ خدا بدل مانتھل اُن کو ملتا ہو اُن کا وجود فنا سے بچا ہوا ہوگا

اس طرح پر وہ خدا کی اس برہان اور دلیل کو توڑنا چاہتے ہیں جو آیت ممدوحہ بالا میں اس نے قائم کی ہے یعنی خدا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انسان ہونے کی یہ دلیل دیتا ہے کہ اور انسانوں کی طرح وہ بھی محتاج غذا تھا اور بغیر غذا کے اس کا بدن قائم نہیں رہ سکتا تھا بلکہ بدل مانتھل کی ضرورت تھی۔ لیکن یہ لوگ جو حضرت عیسیٰ کو مع جسم عنصری آسمان پر پہنچاتے ہیں وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کا وجود بغیر غذا کے قائم رہ سکتا ہے تو گویا وہ برخلاف منشاء اللہ تعالیٰ کے حضرت عیسیٰ کی خدائی کی ایک دلیل پیش کرتے ہیں۔ شرم کی جگہ ہے کہ جس دلیل کو خدا نے اس غرض سے پیش کیا ہے کہ تا حضرت عیسیٰ کی انسانیت ثابت ہو یہ لوگ اُس دلیل کی بے عزتی کرتے ہیں کیونکہ جس بات سے خدا تعالیٰ انکار کرتا ہے کہ وہ بات مسیح میں موجود نہیں تا اس کو خدا ٹھہرایا جائے یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ بات اُس میں موجود ہے پس یہ خدا کی اس حجت کاملہ کی بے عزتی ہے جو حضرت عیسیٰ کے انسان ہونے کے لئے وہ پیش کرتا ہے۔ اگر یہ بات سچ ہے کہ حضرت عیسیٰ باوجود جسم عنصری کے روٹی کھانے کے محتاج نہیں اور ان کا بدن خدا کے وجود کی طرح خود بخود قائم رہ سکتا ہے تو یہ تو ان کی خدائی کی ایک دلیل ہے جو قدیم سے عیسائی پیش کیا کرتے ہیں اور اس کے جواب میں یہ کہنا کافی نہیں کہ زمین پر تو وہ روٹی کھایا کرتے تھے گو وہ آسمان پر نہیں کھاتے کیونکہ مخالف کہہ سکتا ہے کہ زمین پر وہ محض اپنے اختیار سے کھاتے تھے انسانوں کی طرح روٹی کے محتاج نہ تھے اور اگر محتاج ہوتے تو آسمان پر بھی ضرور محتاج ہوتے مجھے بار بار اس قوم پر افسوس آتا ہے کہ خدا تو حضرت مسیح کا روٹی کھانا ان کی انسانیت پر دلیل لاوے اور یہ لوگ اعتقاد رکھیں کہ گو حضرت مسیح نے زمین پر تیس برس تک روٹی کھائی مگر آسمان پر اُنیس سو برس سے بغیر روٹی کھانے کے جیتے ہیں۔

اور پھر ایک اور دلیل حضرت عیسیٰ کی وفات پر قرآن شریف کی یہ آیت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فِيهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيهَا تَمُوتُونَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُونَ** (ترجمہ) تم (اے بنی آدم) زمین میں ہی زندگی بسر کرو گے اور زمین میں ہی مرو گے اور زمین میں سے ہی نکالے جاؤ گے۔ پس باوجود اس قدر نص صریح کے کیونکر ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجائے زمین پر رہنے کے قریباً دو ہزار برس یا اس سے بھی زیادہ کسی نامعلوم مدت تک آسمان پر رہیں ایسی صورت میں تو قرآن شریف کا ابطال لازم آتا ہے۔

اور پھر ایک اور دلیل حضرت عیسیٰ کی وفات پر قرآن شریف کی یہ آیت ہے۔ **وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَ مَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ** (ترجمہ) اور تمہاری قرار گاہ زمین ہی ہوگی اور موت کے دنوں تک تم زمین پر ہی اپنے آرام کی چیزیں حاصل کرو گے۔ یہ آیت بھی آیت ممدوحہ بالا کے ہم معنی ہے۔ پس کس طرح ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ زمین پر جو انسانوں کے رہنے کی جگہ ہے صرف تینتیس برس تک زندگی بسر کریں مگر آسمان پر جو انسانوں کے رہنے کی جگہ نہیں دو ہزار برس تک یا اس سے بھی زیادہ کسی نامعلوم مدت تک سکونت اختیار کر رکھیں۔ اس سے تو

☆ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں حضرت عیسیٰ کا خود اپنا ایک اقرار ہے جو ان کی وفات پر شاہد ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے اس سوال کے جواب میں کہ اے عیسیٰ کیا تو نے ہی لوگوں کو تعلیم دی تھی کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا کر کے مانو یہ جواب دیتے ہیں جو قرآن شریف میں مندرج ہے یعنی یہ آیت **وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ** یعنی میں تو اسی زمانہ تک ان پر گواہ تھا جب میں ان کے درمیان تھا اور جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر ان کا محافظ تو ہی تھا۔ اس جواب میں حضرت عیسیٰ عیساویوں کی ہدایت کو اپنی زندگی سے وابستہ کرتے ہیں۔ پس اگر حضرت عیسیٰ اب تک زندہ ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ عیساوی بھی حق پر ہیں اور اس آیت **فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي** سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ قبل از قیامت دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے ورنہ نعوذ باللہ یہ لازم آتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولیں گے کہ مجھے اپنی امت کے بگڑنے کی کچھ بھی اطلاع نہیں۔ منہ

شہ پرے گا کہ وہ انسان نہیں ہیں۔ خاص کر اس صورت میں کہ ایسے فوق الانسانیت خواص دکھلانے میں کوئی دوسرا انسان ان کا شریک نہیں۔

﴿۲۱۹﴾

اور پھر ایک اور دلیل حضرت عیسیٰ کی وفات پر قرآن شریف کی یہ آیت ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً (ترجمہ) یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے تمہیں ضعف سے پیدا کیا پھر ضعف کے بعد قوت دے دی۔ پھر قوت کے بعد ضعف اور پیرانہ سالی دی۔ اب ظاہر ہے کہ یہ آیت تمام انسانوں کے لئے ہے یہاں تک کہ تمام انبیاء علیہم السلام اس میں داخل ہیں۔ اور خود ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو نبیوں کے سردار ہیں وہ بھی اس سے باہر نہیں۔ آپ پر بھی پیرانہ سالی کے علامات ظاہر ہو گئے تھے اور چند بال سفید ریش مبارک میں آگئے تھے۔ اور آپ خود اپنی آخری عمر میں آثار پیرانہ سالی کے ضعف کے اپنے اندر محسوس کرتے تھے۔ لیکن بقول ہمارے مخالفین کے حضرت عیسیٰ اس سے بھی باہر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک خصوصیت ان کی ہے جو فوق العادت ہے اور یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی پر ایک دلیل ہے۔ پس حضرت عیسیٰ کی خدائی پر صرف ایک دلیل نہیں بلکہ پانچ دلیلیں ہیں جو بزم نصاریٰ اور عقیدہ ہماری قوم کے مخالفوں کے اس جگہ موجود ہیں جن کا ابطال بغیر اس خصوصیت کے توڑنے کے ممکن نہیں کیونکہ جس حالت میں حضرت عیسیٰ ہی اپنی ذات میں یہ خصوصیت رکھتے ہیں کہ وہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے کوئی دوسرا انسان ان کا شریک نہیں۔ اور پھر دوسری یہ خصوصیت بھی رکھتے ہیں کہ صد ہا سال تک بغیر آب و دانہ کے آسمان پر زندہ رہنے والے وہی ٹھہرے جس میں ان کا کوئی دوسرا انسان شریک نہیں۔ اور پھر تیسری یہ خصوصیت رکھتے ہیں کہ آسمان پر اتنی مدت تک پیرانہ سالی اور ضعف سے محفوظ رہنے والے وہی ٹھہرے جس میں ان کا کوئی آدمی شریک نہیں۔ اور پھر چوتھی یہ خصوصیت رکھتے ہیں کہ مدت دراز کے بعد آسمان سے مع ملائک نازل ہونے والے وہی ٹھہرے جس میں ان کا ایک بشر بھی شریک نہیں۔ اب سوچنا چاہیے کہ یہ چار خصوصیتیں جو محض ان کی ذات میں تسلیم کی جاتی ہیں

اور ان میں وہ وحدہ لا شریک خیال کئے جاتے ہیں۔ کس قدر یہ عقیدہ لوگوں کے لئے موجب ابتلا ہو سکتا ہے۔ اور خدا بنانے والوں کے لئے کس قدر جوہات ملتے ہیں جو خود مسلمانوں کے اقرار سے ثابت شدہ امور ہیں۔ پس اگر خدا نے حضرت عیسیٰ کو وفات شدہ قرار دے کر ان تمام

﴿۲۲۰﴾

۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

﴿۲۲۱﴾

شیطان کے سایہ سے پیدا نہیں ہوئے اور ان کی ولادت ناجائز نہیں۔ منہ

خصوصیتوں کو رد نہیں کر دیا تو پھر دوسرا طریق رد کا یہ تھا کہ خدا تعالیٰ چند ایسی نظیریں پیش کرتا جس سے معلوم ہوتا کہ ان خوارق میں بعض اور انسان بھی اس کے شریک ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے بے پدر ہونے میں حضرت آدمؑ کی نظیر پیش کر دی تھی۔ مگر جب کہ خدا تعالیٰ نے نہ حضرت عیسیٰ کو فوت شدہ قرار دیا اور نہ ان تمام خصوصیتوں کو توڑا تو اس صورت میں گویا خدا تعالیٰ عیسائیوں کی حجت کے سامنے لاجواب ہو گیا۔ اور اگر کہو کہ ہم یہ بھی تو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آخری زمانہ میں آ کر ایک مدت کے بعد فوت ہو جائیں گے تو اس بات کو عیسائی قبول نہیں کرتے۔ وہ تمہارے اقرارات سے تمہیں ملزم کرتے ہیں۔ اور ان پر واجب نہیں ہے کہ تمہارے دعویٰ بے دلیل کو مان لیں۔ کیونکہ جب حضرت عیسیٰ قیامت کے دن تک زندہ رہیں اور سب خدائی کی علامتیں احیاء موتے وغیرہ ان میں موجود ہوں تو ممکن ہے کہ موت سے بچ رہیں اور عیسائیوں کا تو یہی عقیدہ ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہو کر نہیں مرے گے بلکہ بحیثیت خدا ہونے کے لوگوں کو جزا سزا دیں گے۔ اور جس حالت میں تمہارے اپنے اقرار سے یہ چار خصوصیتیں حضرت عیسیٰ میں ثابت ہیں تو عیسائی تو اس صورت میں آپ لوگوں پر سوار ہو جائیں گے کیونکہ ان کے نزدیک یہ چار خصوصیتیں حضرت عیسیٰ کے خدا بنانے کے لئے کافی ہیں اور خدا تعالیٰ کی مصلحت سے بعید ہے کہ وہ ایسے شخص کو یہ چار خصوصیتیں عطا کرے جس کو چالیس کروڑ انسان خدا بنا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کی خصوصیت کے بارے میں صرف ایک بات پیش کی تھی کہ وہ بغیر باپ پیدا ہوا ہے تو خدا تعالیٰ نے فی الفور اس کا جواب دیا اور فرمایا۔ **إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ**۔ یعنی خدا تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی مثال ہے خدا نے اس کو مٹی سے بنایا پھر کہا کہ ہو جا پس وہ زندہ جینا جاگتا ہو گیا۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ ہونا کوئی امر خاص اس کے لئے نہیں تا خدا ہونا اس کا لازم لاوے۔ آدم کے باپ اور ماں دونوں نہیں۔ پس جس حالت میں خدا تعالیٰ

﴿۲۲۲﴾

کی غیرت نے یہ تقاضا کیا کہ حضرت عیسیٰ میں بے پدر ہونے کی خصوصیت نہ رہے تا ان کی خدائی کے لئے کوئی دلیل نہ ٹھہرائی جائے۔ تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ میں چار فوق العادت خصوصیتیں قبول کر لی ہوں۔ ہاں اگر خدا نے ان خصوصیتوں کے توڑنے کے لئے کچھ نظیریں پیش کی ہیں تو وہ نظیریں پیش کرنی چاہئیں ورنہ ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ عیسائیوں کے دعوے کا جواب نہیں دے سکا کیونکہ یہ بھی ایسی خصوصیتیں ہیں جو عیسائی پیش کیا کرتے ہیں اور ان خصوصیتوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی کی دلیل ٹھہراتے ہیں۔ پس جب کہ خدا تعالیٰ نے ان چار خصوصیتوں کو آدم کی پیدائش کی طرح کوئی نظیر پیش کر کے نہیں توڑا تو اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے عیسائیوں کے دعوے کو مان لیا ہے۔ اور اگر توڑا ہے اور ان چار خصوصیتوں کی کوئی نظیر پیش کی ہے تو قرآن شریف میں سے وہ آیات پیش کرو۔ اور مجملہ ان آیات کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر صریح دلالت کرتی ہیں یہ

آیت قرآن شریف کی ہے۔ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۖ أَمْوَاتٌ غَيْرٌ أَحْيَاءُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۗ یعنی جو لوگ بغیر اللہ کے پرستش کئے جاتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ آپ پیدا شدہ ہیں اور وہ سب لوگ مر چکے ہیں زندہ نہیں ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ پس اس مقام پر غور سے دیکھنا چاہیے کہ یہ آیتیں کس قدر صراحت سے حضرت مسیح اور ان تمام انسانوں کی وفات کو ظاہر کر رہی ہیں جن کو یہود اور نصاریٰ اور بعض فرقے عرب کے اپنے معبود ٹھہراتے تھے۔ اور ان سے دعائیں مانگتے تھے۔ یاد رکھو کہ یہ خدا کا بیان ہے اور خدا تعالیٰ اس بات سے پاک اور بلند تر ہے کہ خلاف واقعہ باتیں کہے۔ پس جس حالت میں وہ صاف اور صریح لفظوں میں فرماتا ہے کہ جس قدر انسان مختلف فرقوں میں پوجائے جاتے ہیں اور خدا بنائے گئے ہیں وہ سب مر چکے ہیں ایک بھی ان میں سے زندہ نہیں ہے۔ تو پھر کس قدر سرکشی اور نافرمانی اور خدا کے حکم کی مخالفت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ سمجھا جائے۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام

﴿۲۲۳﴾

اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں جن کو خدا بنایا گیا ہے یا جن کو اپنی مشکل کشائی کے لئے پکارا جاتا ہے بلکہ وہ ان سب لوگوں میں سے اول نمبر پر ہیں کیونکہ جس اصرار اور غلو کے ساتھ حضرت عیسیٰ کے خدا بنانے کے لئے چالیس کروڑ انسان کوشش کر رہا ہے اس کی نظیر کسی اور فرقہ میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ یہ تمام آیات جو ہم نے اس جگہ لکھی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اور پھر جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ کی طرف دیکھتے ہیں تو ان سے بھی یہی مطلب ثابت ہوتا ہے صرف فرق یہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے اقوال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر گواہی دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روایت سے حضرت مسیح کی موت پر شہادت دیتے ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے اپنے قول سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل سے یعنی روایت سے اس بات پر مہر لگا دی کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روایت سے یہ گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے معراج کی رات میں حضرت عیسیٰ کو آسمان پر ان گذشتہ نیوں میں دیکھا ہے جو اس دنیا سے گذر چکے ہیں اور دوسرے عالم میں پہنچ گئے ہیں اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ جس قسم کے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے جسم دیکھے اسی قسم کا جسم حضرت عیسیٰ کا دیکھا اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ایسا سمجھنا غلطی ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام جو اس دنیا سے گذر چکے ہیں اُن کی صرف آسمان پر روحیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ نورانی اور جلالی اجسام ہیں جن اجسام کے ساتھ وہ مرنے کے بعد دنیا میں سے اٹھائے گئے جیسا کہ آیت **وَ اَدْخَلْنٰی جَنَّتِیْ** اس بات پر نص صریح ہے کیونکہ بہشت میں داخل ہونے کے لئے جسم کی ضرورت ہے اور قرآن شریف جا بجا تصریح سے فرماتا ہے کہ جو لوگ بہشت میں داخل ہوں گے ان کے ساتھ جسم بھی ہوں گے کوئی مجرد روح بہشت میں داخل نہیں ہوگی۔ پس آیت **وَ اَدْخَلْنٰی جَنَّتِیْ** اس بات کے لئے نص صریح ہے کہ ہر ایک راستباز جو مرنے کے بعد بہشت میں داخل ہوتا ہے اس کو مرنے کے بعد ضرور ایک جسم ملتا ہے پھر دوسری شہادت جسم ملنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہے کیونکہ آپ نے معراج کی رات میں آسمان میں صرف انبیاء کی روحیں نہیں دیکھیں بلکہ ان کے اجسام بھی دیکھے۔ اور حضرت مسیح کا کوئی نرالا جسم نہیں دیکھا بلکہ جیسے تمام انبیاء کے جسم دیکھے

ویسا ہی حضرت مسیح کا بھی جسم دیکھا۔ پس اگر انسان ناحق باطل پرستی پر ضد نہ کرے تو اس کے لئے اس بات کا سمجھنا بہت ہی سہل ہے کہ حضرت عیسیٰ جس جسم کے ساتھ اٹھائے گئے وہ عنصری جسم نہ تھا بلکہ وہ جسم تھا جو مرنے کے بعد ہر ایک مومن کو ملتا ہے۔ کیونکہ عنصری جسم کے لئے خود اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے کہ وہ آسمان پر جاوے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے **أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءَ وَ أَمْوَاتًا**^۱ ترجمہ۔ یعنی کیا ہم نے زمین کو ایسے طور سے نہیں بنایا کہ وہ انسانوں کے اجسام کو زندہ اور مردہ ہونے کی حالت میں اپنی طرف کھینچ رہی ہے کسی جسم کو نہیں چھوڑتی کہ وہ آسمان پر جاوے۔

اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے **قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا**^۲ یعنی جب کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان پر چڑھنے کی درخواست کی کہ یہ معجزہ دکھلاویں کہ مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ جائیں تو ان کو یہ جواب ملا کہ **قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ اِنْ كُنْتُمْ لَعَّابِينَ** یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا خدا اس بات سے پاک ہے کہ اپنے عہد اور وعدہ کے برخلاف کرے۔ وہ پہلے کہہ چکا ہے کہ کوئی جسم عنصری آسمان پر نہیں جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا۔ **أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءَ وَ أَمْوَاتًا** اور جیسا کہ فرمایا **فِيهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيهَا تَمُوتُونَ** اور جیسا کہ فرمایا **وَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَ مَتَاعٌ اِلَىٰ حِينٍ**^۳ پس یہ عرب کے کفار کی شرارت تھی کہ وہ لوگ برخلاف وعدہ و عہد الہی معجزہ مانگتے تھے اور خوب جانتے تھے کہ ایسا معجزہ دکھایا نہیں جائے گا کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کے اس قول کے برخلاف ہے جو گذر چکا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اپنے عہد کو توڑے۔ اور پھر فرمایا کہ ان کو کہہ دے کہ میں تو ایک بشر ہوں اور خدا تعالیٰ فرما چکا ہے کہ بشر کے لئے ممتنع ہے کہ اس کا جسم خاک کی آسمان پر جائے ہاں پاک لوگ دوسرے جسم کے ساتھ آسمان پر جا سکتے ہیں جیسا کہ تمام نبیوں اور رسولوں اور مومنوں کی رو میں وفات کے بعد آسمان پر جاتی ہیں اور انہیں کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **مَفْتَحَةٌ لَّهُمُ الْاَبْوَابُ**^۴ یعنی مومنوں کے لئے آسمان کے

﴿۲۲۵﴾

۱۔ المرسلت: ۲۶-۲۷ ۲۔ بنی اسرائیل: ۹۴ ۳۔ المرسلت: ۲۶، ۲۷ ۴۔ الاعراف: ۲۶

دروازے کھولے جائیں گے۔ یاد رہے کہ اگر صرف روحیں ہوتیں تو ان کے لئے لہم کی ضمیر نہ آتی۔ پس یہ قرینہ تو یہ اس بات پر ہے کہ بعد موت جو مومنوں کا رفع ہوتا ہے وہ مع جسم ہوتا ہے مگر یہ جسم خاکی نہیں ہے بلکہ مومن کی روح کو ایک اور جسم ملتا ہے جو پاک اور نورانی ہوتا ہے اور اس دکھ اور عیب سے محفوظ ہوتا ہے جو عنصری جسم کے لوازم میں سے ہے یعنی وہ ارضی غذاؤں کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور نہ زمینی پانی کا حاجت مند ہوتا ہے اور وہ تمام لوگ جن کو خدا تعالیٰ کی ہمسائیگی میں جگہ دی جاتی ہے ایسا ہی جسم پاتے ہیں۔ اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے بھی وفات کے بعد ایسا ہی جسم پایا تھا اور اسی جسم کے ساتھ وہ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے گئے تھے۔

بعض نادان اس جگہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جس حالت میں قرآن شریف کی یہ آیت کہ
 وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۚ اور آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ
 صاف طور پر بتلا رہی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حضور میں یہ عذر پیش کریں گے کہ میری وفات کے بعد لوگ بگڑے ہیں نہ میری زندگی میں تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر یہ عقیدہ صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب سے بچ کر کشمیر کی طرف چلے گئے تھے اور کشمیر میں ۸۷ برس عمر بسر کی تھی تو پھر یہ کہنا کہ میری وفات کے بعد لوگ بگڑ گئے صحیح نہیں ہوگا بلکہ یہ کہنا چاہیے تھا کہ میرے کشمیر کے سفر کے بعد بگڑے ہیں کیونکہ وفات تو صلیب کے واقعہ سے ستاسی برس بعد ہوئی۔

پس یاد رہے کہ ایسا وسوسہ صرف قلت تدبر کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے ورنہ کشمیر کا سفر اس فقرہ کی ضد نہیں کیونکہ مادممت فیہم کے یہ معنی ہیں کہ جب تک میں اپنی امت میں تھا جو میرے پر ایمان لائے تھے یہ معنی نہیں کہ جب تک میں ان کی زمین میں تھا کیونکہ ہم قبول کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ زمین شام میں سے ہجرت کر کے کشمیر کی طرف چلے گئے تھے مگر ہم یہ قبول نہیں کرتے کہ حضرت عیسیٰ کی والدہ اور آپ کے حواری پیچھے رہ گئے تھے بلکہ تاریخ کی رو سے ثابت ہے کہ حواری بھی کچھ تو حضرت عیسیٰ کے ساتھ اور کچھ بعد میں آپ کو آملے تھے جیسا کہ دھوما حواری حضرت عیسیٰ کے ساتھ آیا تھا باقی حواری بعد میں آگئے تھے

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی رفاقت کے لئے صرف ایک ہی شخص اختیار کیا تھا یعنی دھوما کو جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے وقت صرف حضرت ابو بکر کو اختیار کیا تھا۔ کیونکہ سلطنت رومی حضرت عیسیٰ کو باغی قرار دے چکی تھی اور اسی جرم سے پیلاطوس بھی قیصر کے حکم سے قتل کیا گیا تھا کیونکہ وہ درپردہ حضرت عیسیٰ کا حامی تھا اور اس کی عورت بھی حضرت عیسیٰ کی مرید تھی۔ پس ضرور تھا کہ حضرت عیسیٰ اس ملک سے پوشیدہ طور پر نکلنے کوئی قافلہ ساتھ نہ لیتے اس لئے انہوں نے اس سفر میں صرف دھوما حواری کو ساتھ لیا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے سفر میں صرف ابو بکر کو ساتھ لیا تھا اور جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی اصحاب مختلف راہوں سے مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچے تھے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری مختلف راہوں سے مختلف وقتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جا پہنچے تھے۔ اور جب تک حضرت عیسیٰ ان میں رہے جیسا کہ آیت مَا دُمْتُ فِيهِمْ^۱ کا منشاء ہے وہ سب لوگ توحید پر قائم رہے بعد وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان لوگوں کی اولاد بگڑ گئی۔ یہ معلوم نہیں کہ کس پشت میں یہ خرابی پیدا ہوئی۔ مؤرخ لکھتے ہیں کہ تیسری صدی تک دین عیسائی اپنی اصلیت پر تھا بہر حال معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی وفات کے بعد وہ تمام لوگ پھر اپنے وطن کی طرف چلے آئے کیونکہ ایسا اتفاق ہو گیا کہ قیصر روم عیسائی ہو گیا پھر بے وطنی میں رہنا لا حاصل تھا۔

اور اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کشمیر کی طرف سفر کرنا ایسا امر نہیں ہے کہ جو بے دلیل ہو، بلکہ بڑے بڑے دلائل سے یہ امر ثابت کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ خود لفظ کشمیر بھی اس پر دلیل ہے کیونکہ لفظ کشمیر وہ لفظ ہے جس کو کشمیری زبان میں کشمیر کہتے ہیں۔ ہر ایک کشمیری اس کو کشمیر بولتا ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ لفظ عبرانی ہے کہ جو کاف اور اشیر کے لفظ سے مرکب ہے اور اشیر عبرانی زبان میں شام کے ملک کو کہتے ہیں اور کاف مماثلت کے لئے آتا ہے۔ پس صورت اس لفظ کی کَاشِیْر تھی

یعنی کاف الگ اور ایشیر الگ۔ جس کے معنی تھے مانند ملک شام یعنی شام کے ملک کی طرح اور چونکہ یہ ملک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت گاہ تھا اور وہ سرد ملک کے رہنے والے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو تسلی دینے کے لئے اس ملک کا نام کَاشِیْر رکھ دیا۔ جس کے معنی ہیں ایشیر کے ملک کی طرح۔ پھر کثرت استعمال سے الف ساقط ہو گیا۔ اور کشیورہ گیا۔ پھر بعد اس کے غیر قوموں نے جو کشیر کے باشندے نہ تھے اور نہ اس ملک کی زبان رکھتے تھے ایک میم اس میں زیادہ کر کے کشمیر بنا دیا مگر یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ کشمیری زبان میں اب تک کشیر ہی بولا جاتا اور لکھا جاتا ہے۔

ماسوا اس کے کشمیر کے ملک میں اور بہت سی چیزوں کے اب تک عبرانی نام پائے جاتے ہیں بلکہ بعض پہاڑوں پر نیبوں کے نام استعمال پا گئے ہیں جن سے سمجھا جاتا ہے کہ عبرانی قوم کسی زمانہ میں ضرور اس جگہ آباد رہ چکی ہے جیسا کہ سلیمان نبی کے نام سے ایک پہاڑ کشمیر میں موجود ہے اور ہم اس مدعا کے ثابت کرنے کے لئے ایک لمبی فہرست اپنی بعض کتابوں میں شائع کر چکے ہیں جو عبرانی الفاظ اور اسرائیلی نبیوں کے نام پر مشتمل ہے جو کشمیر میں اب تک پائے جاتے ہیں۔ اور کشمیر کی تاریخی کتابیں جو ہم نے بڑی محنت سے جمع کی ہیں جو ہمارے پاس موجود ہیں ان سے بھی مفصلاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانہ میں جو اس وقت شمار کی رو سے دو ہزار برس کے قریب گذر گیا ہے ایک اسرائیلی نبی کشمیر میں آیا تھا جو بنی اسرائیل میں سے تھا اور شاہزادہ نبی کہلاتا تھا۔ اس کی قبر محلہ خان یار میں ہے جو یوز آسف کی قبر کے مشہور ہے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ کتابیں تو میری پیدائش سے بہت پہلے کشمیر میں شائع ہو چکی ہیں۔ پس کیونکر کوئی خیال کر سکتا ہے کہ کشمیریوں نے افترا کے طور پر یہ کتابیں لکھی تھیں۔ ان لوگوں کو اس افترا کی کیا ضرورت تھی اور کس غرض کے لئے انہوں نے ایسا افترا کیا؟ اور عجیب تر یہ کہ وہ لوگ اب تک اپنی کمال سادہ لوحی سے دوسرے مسلمانوں کی طرح یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر مع جسم غضری چلے گئے تھے

اور پھر باوجود اس اعتقاد کے پورے یقین سے اس بات کو جانتے ہیں کہ ایک اسرائیلی نبی کشمیر میں آیا تھا کہ جو اپنے تئیں شہزادہ نبی کر کے مشہور کرتا تھا۔ اور ان کی کتابیں بتلاتی ہیں کہ شہزادہ نبی کے زمانہ کو اب انیس سو برس سے کچھ زیادہ برس گزر گئے ہیں۔ اس جگہ کشمیریوں کی سادہ لوحی سے ہمیں یہ فائدہ حاصل ہوا ہے کہ اگر وہ اس بات کا علم رکھتے کہ شاہزادہ نبی بنی اسرائیل میں کون تھا اور وہ نبی کون ہے جس کو اب انیس سو برس گزر گئے تو وہ کبھی ہمیں یہ کتابیں نہ دکھلاتے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ ہم نے ان کی سادہ لوحی سے بڑا فائدہ اٹھایا۔

ماسوا اس کے وہ لوگ شہزادہ نبی کا نام یوز آسف بیان کرتے ہیں یہ لفظ صریح معلوم ہوتا ہے، کہ یسوع آسف کا بگڑا ہوا ہے۔ آسف عبرانی زبان میں اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو قوم کو تلاش کرنے والا ہو چونکہ حضرت عیسیٰ اپنی اس قوم کو تلاش کرتے کرتے جو بعض فرقے یہودیوں میں سے گم تھے کشمیر میں پہنچے تھے اس لئے انہوں نے اپنا نام یسوع آسف رکھا تھا اور یوز آسف کی کتاب میں صریح لکھا ہے کہ یوز آسف پر خدا تعالیٰ کی طرف سے انجیل اتری تھی۔

پس باوجود اس قدر دلائل واضحہ کے کیونکر اس بات سے انکار کیا جائے کہ یوز آسف دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے ورنہ یہ بارثوت ہمارے مخالفوں کی گردن پر ہے کہ وہ کون شخص ہے جو اپنے تئیں شاہزادہ نبی ظاہر کرتا تھا جس کا زمانہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ سے بالکل مطابق ہے اور یہ پتہ بھی ملا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ کشمیر میں آئے تو اس زمانہ کے بد مذہب والوں نے اپنی پستکوں میں ان کا کچھ ذکر کیا ہے۔

ایک اور قوی دلیل اس بات پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **اَوَيْتُهُمْ اِلَى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ لِّعِبَادِهِمْ** اور اس کی ماں کو ایک ایسے ٹیلے پر پناہ دی جو آرام کی جگہ تھی اور ہر ایک دشمن کی دست درازی سے دور تھی اور پانی اُس کا بہت خوشگوار تھا۔

﴿۲۲۹﴾

یاد رہے کہ اوہی کا لفظ عربی زبان میں اس جگہ پر بولا جاتا ہے جب ایک مصیبت کے بعد کسی شخص کو پناہ دیتے ہیں ایسی جگہ میں جو دارالامان ہوتا ہے پس وہ دارالامان ملک شام

نہیں ہو سکتا کیونکہ ملک شام قیصر روم کی عملداری میں تھا۔ اور حضرت عیسیٰ قیصر کے باغی قرار پائے تھے۔ پس وہ کشمیر ہی تھا جو شام کے ملک سے مشابہ تھا اور قرار کی جگہ تھی۔ یعنی امن کی جگہ تھی یعنی قیصر روم کو اس سے کچھ تعلق نہ تھا۔

اس جگہ بعض آدمی ایک اور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جس حالت میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سلسلہ محمدیہ سلسلہ موسویہ کے مقابل پر قائم کیا گیا ہے اور ہر ایک حسن اور فتح میں یہ سلسلہ سلسلہ موسویہ کی مثال اپنے اندر رکھتا ہے تو اس صورت میں لازم تھا کہ جیسا کہ قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مثیل موسیٰ رکھا گیا ہے آخری خلیفہ کا نام پیشگوئیوں میں مثیل عیسیٰ رکھا جاتا حالانکہ انجیل اور نیز احادیث نبویہ میں سلسلہ خلافت کے آخری زمانہ میں آنے والے کا نام عیسیٰ ابن مریم رکھا گیا ہے مثیل عیسیٰ نہیں رکھا۔

اس وہم کا جواب یہ ہے کہ ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ صدر اسلام اور آخر اسلام کے خلیفہ کے بارے میں اسی طرز سے بیان کرتا جس طرز سے خدا تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں بیان کیا گیا تھا۔ سو یہ امر کسی پر پوشیدہ نہیں کہ توریت میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پیشگوئی ہے وہ انہیں الفاظ میں ہے کہ ”خدا تعالیٰ تمہارے بھائیوں میں سے موسیٰ کی مانند ایک نبی قائم کرے گا“ اُس مقام میں یہ نہیں لکھا کہ خدا موسیٰ کو بھیجے گا۔ پس ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بارے میں توریت کے مطابق بیان فرماتا تا توریت اور قرآن شریف میں اختلاف پیدا نہ ہوتا۔ پس اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ یعنی ہم نے اُسی نبی کی مانند تمہاری طرف یہ رسول بھیجا ہے کہ جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔

لیکن آخری خلیفہ کے بارے میں جس کا نام عیسیٰ رکھا گیا ہے انجیل میں یہ نہیں خبر دی گئی کہ آخری زمانہ میں مثیل عیسیٰ آئے گا بلکہ یہ لکھا ہے کہ عیسیٰ آئے گا۔ پس ضرور تھا کہ انجیل کی پیشگوئی کے مطابق اسلام کے آخری خلیفہ کا نام عیسیٰ رکھا جاتا تا انجیل اور احادیث نبویہ میں اختلاف پیدا نہ ہوتا۔

ہاں اس جگہ ایک طالب حق کا یہ حق ضرور ہے کہ وہ یہ سوال پیش کرے کہ اس میں کیا حکمت اور مصلحت تھی کہ توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف مثیل موسیٰ کر کے بیان کیا گیا لیکن انجیل میں خود عیسیٰ کر کے ہی بیان کر دیا گیا۔ اور کیوں جائز نہیں کہ عیسیٰ سے مراد درحقیقت عیسیٰ ہی ہو اور وہی دوبارہ آنے والا ہو۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو کسی طرح دوبارہ نہیں آسکتے کیونکہ وہ وفات پا گئے اور ان کا وفات پا جانا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں صریح لفظوں میں بیان فرما دیا ہے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس جماعت میں آسمان پر بیٹھے ہوئے دیکھ لیا جو اس جہان سے گذر چکے ہیں۔ پھر تیسری شہادت یہ کہ تمام اصحاب رضی اللہ عنہم کے اجماع سے تمام نبیوں کا فوت ہو جانا ثابت ہو گیا۔ پھر بعد اس کے عقل سلیم کی شہادت ہے جو شہاداتِ ثلاثہ مذکورہ کی مؤید ہے کیونکہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے عقل نے اس واقعہ کی کوئی نظیر نہیں دیکھی اور کوئی نبی آج تک نہ کبھی مع جسم عنصری آسمان پر گیا اور نہ واپس آیا، پس چار شہادتیں باہم مل کر قطعی فیصلہ دیتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور ان کا زندہ آسمان پر مع جسم عنصری جانا اور اب تک زندہ ہونا اور پھر کسی وقت مع جسم عنصری زمین پر آنا یہ سب ان پر تہمتیں ہیں۔ افسوس کہ اسلام بت پرستی سے بہت دور تھا لیکن آخر کار اسلام میں بھی بت پرستی کے رنگ میں یہ عقیدہ پیدا ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ کو ایسی خصوصیتیں دی گئیں جو دوسرے نبیوں میں نہیں پائی جاتیں۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو اس قسم کی بت پرستی سے رہائی بخشے۔ عیسیٰ کی موت میں اسلام کی زندگی ہے اور عیسیٰ کی زندگی میں اسلام کی موت ہے۔ خدا وہ دن لاوے کہ غافل مسلمانوں کی نظر اس راہ راست پر پڑے۔ آمین

اب خلاصہ کلام یہ کہ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قطعی طور پر ثابت ہے تو پھر یہ گمان بجا نہ رہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ رہا سوال مذکورہ کے اس حصہ کا جواب کہ ایک امتی کا عیسیٰ نام رکھنے میں کیا مصلحت تھی اور کیوں انجیل

اور احادیث نبویہ میں اس کا نام عیسیٰ رکھا گیا اور کیوں مثیل موسیٰ کی طرح اس جگہ بھی مثیل عیسیٰ کے لفظ سے یاد نہ کیا گیا۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ ایک عظیم واقعہ میں جو اسرائیلی عیسیٰ پر وارد ہو چکا تھا اس امت کے آخری خلیفہ کو شریک کرے اور وہ اس واقعہ میں اسی حالت میں شریک ہو سکتا تھا کہ جب اس کا نام عیسیٰ رکھا جائے اور چونکہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ دونوں سلسلوں کی مطابقت دکھاوے اس لئے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مثیل موسیٰ رکھا کیونکہ حضرت موسیٰ کو جو فرعون کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اُس واقعہ کی مشابہت اسی صورت میں نمایاں ہو سکتی تھی کہ جب آپ کو مثیل موسیٰ کر کے پکارا جاتا مگر جو واقعہ حضرت عیسیٰ کو پیش آیا تھا وہ اس امت کے آخری خلیفہ میں اسی صورت میں متحقق ہو سکتا تھا کہ جب اُس کا نام عیسیٰ رکھا جاتا کیونکہ اُس عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے صرف اس وجہ سے قبول نہیں کیا تھا کہ ملاکی نبی کی کتاب میں یہ لکھا گیا تھا کہ جب تک الیاس نبی دوبارہ دنیا میں نہیں آئے گا تب تک وہ عیسیٰ ظاہر نہیں ہوگا لیکن الیاس نبی دوبارہ دنیا میں نہ آیا اور یوحنا یعنی حضرت یحییٰ کو ہی الیاس قرار دیا گیا۔ اس لئے یہود نے حضرت عیسیٰ کو قبول نہ کیا۔ پس خدا تعالیٰ کی تقدیر میں مماثلت پوری کرنے کے لئے یہ قرار پایا تھا کہ آخری زمانہ میں بعض اسی امت کے لوگ ان یہودیوں کی طرح ہو جائیں گے۔ جنہوں نے الیاس آنے والے کی حقیقت کو نہ سمجھ کر حضرت عیسیٰ کی نبوت اور سچائی سے انکار کیا تھا۔ پس ایسے یہودیوں کے لئے کسی ایسی پیشگوئی کی ضرورت تھی جس میں کسی گذشتہ نبی کی آمد کا ذکر ہوتا جیسا کہ الیاس کی نسبت پیشگوئی تھی اور تقدیر الہی میں قرار پا چکا تھا کہ ایسے یہودی اس امت میں بھی پیدا ہوں گے۔ پس اس لئے میرا نام عیسیٰ رکھا گیا جیسا کہ حضرت یحییٰ کا نام الیاس رکھا گیا تھا۔ چنانچہ آیت غَيْرِ الْمَعْصُوبِ عَلَيْهِمْ^۱ میں اسی کی طرف اشارہ ہے پس عیسیٰ کی آمد کی پیشگوئی اس امت کے لئے ایسی ہی تھی جیسا کہ یہودیوں کے لئے حضرت یحییٰ

کی آمد کی پیشگوئی۔ غرض یہ نمونہ قائم کرنے کے لئے میرا نام عیسیٰ رکھا گیا۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ اس عیسیٰ کے مکذب جو اس اُمت میں ہونے والے تھے ان کا نام یہود رکھا گیا چنانچہ آیت غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ میں انہیں یہودیوں کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی وہ یہودی جو اس اُمت کے عیسیٰ سے منکر ہیں جو ان یہودیوں کے مشابہ ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو قبول نہیں کیا تھا۔ پس اس طور سے کامل درجہ پر مشابہت ثابت ہوگئی کہ جس طرح وہ یہودی جو الیاس نبی کی دوبارہ آمد کے منتظر تھے حضرت عیسیٰ پر محض اس عذر سے کہ الیاس دوبارہ دنیا میں نہیں آیا ایمان نہ لائے۔ اسی طرح یہ لوگ اس اُمت کے عیسیٰ پر محض اس عذر سے ایمان نہ لائے کہ وہ اسرائیلی عیسیٰ دوبارہ دنیا میں نہیں آیا۔ پس ان یہودیوں میں جو حضرت عیسیٰ پر ایمان نہیں لائے تھے اس وجہ سے کہ الیاس دوبارہ دنیا میں نہیں آیا اور ان یہودیوں میں جو حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد کے منتظر ہیں مشابہت ثابت ہوگئی اور یہی خدا تعالیٰ کا مقصد تھا۔ اور جیسا کہ اسرائیلی یہودیوں اور ان یہودیوں میں مشابہت ثابت ہوگئی اسی طرح اسرائیلی عیسیٰ اور اس عیسیٰ میں جو میں ہوں مشابہت بدرجہ کمال پہنچ گئی کیونکہ وہ عیسیٰ اسی وجہ سے یہودیوں کی نظر سے رد کیا گیا کہ ایک نبی دوبارہ دنیا میں نہیں آیا اسی طرح یہ عیسیٰ جو میں ہوں ان یہودیوں کی نگاہ میں رد کیا گیا ہے کہ ایک نبی دوبارہ دنیا میں نہیں آیا۔ اور صاف ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو احادیث نبویہ اس اُمت کے یہودی ٹھہراتی ہیں جن کی طرف آیت غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ بھی اشارہ کرتی ہے وہ اصل یہودی نہیں ہیں بلکہ اسی اُمت کے لوگ ہیں جن کا نام یہودی رکھا گیا ہے۔ اسی طرح وہ عیسیٰ بھی اصل عیسیٰ نہیں ہے جو بنی اسرائیل میں سے ایک نبی تھا بلکہ وہ بھی اسی اُمت میں سے ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی اس رحمت اور فضل سے بعید ہے جو اس اُمت کے شامل حال رکھتا ہے کہ وہ اس اُمت کو یہودی کا خطاب تو دے بلکہ ان یہودیوں کا خطاب دے جنہوں نے الیاس نبی کے دوبارہ آنے کی حجت پیش کر کے حضرت عیسیٰ کو کافر اور کذاب ٹھہرایا تھا لیکن اس اُمت کے کسی فرد کو عیسیٰ کا خطاب نہ دے تو کیا

اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے کہ یہ اُمت خدا تعالیٰ کے نزدیک کچھ ایسی بد بخت اور بد قسمت ہے کہ اس کی نظر میں شریر اور نافرمان یہودیوں کا خطاب تو پاسکتی ہے مگر اس اُمت میں ایک فرد بھی ایسا نہیں کہ عیسیٰ کا خطاب پاوے پس یہی حکمت تھی کہ ایک طرف تو خدا تعالیٰ نے اس اُمت کے بعض افراد کا نام یہودی رکھ دیا اور دوسری طرف ایک فرد کا نام عیسیٰ بھی رکھ دیا۔

بعض لوگ محض نادانی سے یا نہایت درجہ کے تعصب اور دھوکا دینے کی غرض سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر اس آیت کو بطور دلیل لاتے ہیں کہ **وَإِنَّ مِنَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَكُيُومًا مِّنْ قَبْلِهِ مَوْتَهُ** اور اس سے یہ معنی نکالنا چاہتے ہیں کہ اس وقت تک حضرت عیسیٰ فوت نہیں ہوں گے جب تک کل اہل کتاب اُن پر ایمان لے آویں لیکن ایسے معنی وہی کرے گا جس کو فہم قرآن سے پورا حصہ نہیں ہے یا جو دیانت کے طریق سے دور ہے کیونکہ ایسے معنی کرنے سے قرآن شریف کی ایک پیشگوئی باطل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **فَأَعْرَبْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ** اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے **وَالْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ** ان آیتوں کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے قیامت تک یہود اور نصاریٰ میں دشمنی اور عداوت ڈال دی ہے پس اگر آیت ممدوحہ بالا کے یہ معنی ہیں کہ قیامت سے پہلے تمام یہودی حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئیں گے تو اس سے لازم آتا ہے کہ کسی وقت یہود و نصاریٰ کا بغض باہمی دور بھی ہو جائے گا اور یہودی مذہب کا تخم زمین پر نہیں رہے گا حالانکہ قرآن شریف کی ان آیات سے اور کئی اور آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودی مذہب قیامت تک رہے گا۔ ہاں ذلت اور مسکنت ان کے شامل حال ہوگی اور وہ دوسری طاقتوں کی پناہ میں زندگی بسر کریں گے۔ پس آیت ممدوحہ بالا کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اہل کتاب میں سے ہے وہ اپنی موت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یا حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آویں گے۔ غرض موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے نہ حضرت عیسیٰ کی طرف اسی وجہ سے اس آیت کی دوسری قراءت میں **مَوْتَهُم** واقع ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ کی طرف

یہ ضمیر پھرتی تو دوسری قراءت میں موتہم کیوں ہوتا؟ دیکھو تفسیر ثنائی کہ اس میں بڑے زور سے ہمارے اس بیان کی تصدیق موجود ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی معنی ہیں مگر صاحب تفسیر لکھتا ہے کہ ”ابو ہریرہ فہم قرآن میں ناقص ہے اور اس کی درایت پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابو ہریرہ میں نقل کرنے کا مادہ تھا اور درایت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا۔ اور میں کہتا ہوں کہ اگر ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسے معنی کئے ہیں تو یہ اس کی غلطی ہے جیسا کہ اور کئی مقام میں محدثین نے ثابت کیا ہے کہ جو امور فہم اور درایت کے متعلق ہیں اکثر ابو ہریرہ اُن کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتا ہے اور غلطی کرتا ہے۔ یہ مسلم امر ہے کہ ایک صحابی کی رائے شرعی حجت نہیں ہو سکتی۔ شرعی حجت صرف اجماع صحابہؓ ہے۔ سو ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس بات پر اجماع صحابہ ہو چکا ہے کہ تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں۔

اور یاد رکھنا چاہیے کہ جبکہ آیت قبل موتہ کی دوسری قراءت قبل موتہم موجود ہے جو بموجب اصول محدثین کے حکم صحیح حدیث کا رکھتی ہے یعنی ایسی حدیث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو اس صورت میں محض ابو ہریرہ کا اپنا قول رد کرنے کے لائق ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مقابل پر بیچ اور لغو ہے اور اُس پر اصرار کرنا کفر تک پہنچا سکتا ہے۔ اور پھر صرف اسی قدر نہیں بلکہ ابو ہریرہ کے قول سے قرآن شریف کا باطل ہونا لازم آتا ہے کیونکہ قرآن شریف تو جا بجا فرماتا ہے کہ یہود و نصاریٰ قیامت تک رہیں گے ان کا بکلی استیصال نہیں ہوگا۔ اور ابو ہریرہ کہتا ہے کہ یہود کا استیصال بکلی ہو جائے گا اور یہ سراسر مخالف قرآن شریف ہے۔ جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے اس کو چاہیے کہ ابو ہریرہ کے قول کو ایک ردی متاع کی طرح پھینک دے بلکہ چونکہ قراءت ثانی حسب اصول محدثین حدیث صحیح کا حکم رکھتی ہے اور اس جگہ آیت قبل موتہ کی دوسری قراءت قبل موتہم موجود ہے جس کو حدیث صحیح سمجھنا چاہیے۔ اس صورت میں ابو ہریرہ کا قول قرآن اور حدیث دونوں کے مخالف ہے۔ فلا شکّ انہ باطل و من تبعہ فانہ مفسد بطل۔

کَلِمَةٌ
تَمَّتْ

خَاتِمَةٌ

﴿الف﴾

بڑا اہم مطلب جو اس خاتمہ میں لکھنے کے لئے پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ گذشتہ چار حصوں میں جو جو امور یا جو جو الہام مجمل بیان کئے گئے ہیں یا جن پیشگوئیوں کا ان حصوں میں ذکر ہو چکا ہے اور وہ اس زمانہ میں ظہور میں نہیں آئیں مگر بعد میں رفتہ رفتہ ظہور میں آئیں ان سب امور کے ظہور اور وقوع کا اس خاتمہ میں ذکر کیا جائے اور جن امور کی بعد میں حقیقت کھل گئی اس حقیقت کو بیان کیا جائے۔ پس یہ حصہ پنجم درحقیقت پہلے حصوں کے لئے بطور شرح کے ہے اور ایسی شرح کرنا میرے اختیار سے باہر تھا جب تک خدا تعالیٰ تمام سامان اپنے ہاتھ سے میسر نہ کرتا۔ کیونکہ حصص سابقہ کی الہامی پیشگوئیوں میں بہت سے نشانوں کے ظاہر ہونے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی وعدہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس عاجز کو قرآن شریف کے حقائق اور معارف سکھائے گا اور انہیں حصوں میں میرا نام مریم اور عیسیٰ اور موسیٰ اور آدم غرض تمام انبیاء کا نام رکھا گیا ہے۔ اور یہ راز بھی معلوم نہ تھا کہ کیوں رکھا گیا اور ان تمام امور کا سمجھنا بجز الہی طاقت کے میرے لئے غیر ممکن تھا۔ خاص کر آسمانی نشانوں کا ظاہر کرنا تو وہ امر ہے جو بدیہی طور پر بشری قوت سے بالاتر اور بلند تر ہے۔ اور ان تمام امور کے ظاہر ہونے کے لئے خدا تعالیٰ کے ارادہ نے ایک وقت مقرر کر رکھا تھا اور کتاب کے پنجم حصہ کا لکھنا انہیں امور کی شرح پر موقوف۔ پس اس صورت میں کیونکر ممکن تھا کہ بغیر ظہور ان امور کے جو حصص سابقہ کے لئے بطور شرح کے تھے پنجم حصہ لکھا جاتا کیونکہ وہی امور تو پنجم حصہ کے لئے نفس مضمون تھے اور جب مدت التوا پر چوبیسواں سال آیا تو عنایت الہی کی نسیم رحمت

﴿ب﴾

نے تمام وہ امور جو براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں مخفی اور مستور تھے اُن پر ہر ایک پہلو سے روشنی ڈال دی۔ ایک طرف وہ موعودہ پیشگوئیاں جن کے ظہور کی انتظار تھی کافی طور پر ظہور میں آگئیں اور دوسری طرف قرآنی حقائق اور معارف جو معرفت کو کامل کرتے تھے بخوبی کھل گئے اور ساتھ اس کے اسماء الانبیاء کا راز بھی جو پہلے چار حصوں میں سر بستہ تھا یعنی وہ نبیوں کے اسماء جو میری طرف منسوب کئے گئے تھے ان کی حقیقت بھی کماحقہ منکشف ہوگئی یعنی یہ راز بھی کہ خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کا نام براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام کیوں رکھ دیا ہے اور نیز یہ راز بھی کہ اخیر پر بنی اسرائیل کے خاتم الانبیاء کا نام جو عیسیٰ ہے اور اسلام کے خاتم الانبیاء کا نام جو احمد اور محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دونوں نام بھی میرے نام کیوں رکھ دیئے؟ ان تمام چھپی ہوئی حقیقتوں کا بھی انکشاف ہو گیا۔ اور میرا نام آسمان پر عیسیٰ وغیرہ ہونا وہ راز تھا جس کو اسی طرح خدا تعالیٰ نے صد ہا سال تک مخفی رکھا تھا جیسا کہ اصحاب کہف کو مخفی رکھا تھا۔ اور ضرور تھا کہ وہ تمام راز سر بستہ رہیں جب تک کہ وہ زمانہ آجائے جو ابتدا سے مقدر تھا۔ اور جب وہ زمانہ آ گیا اور یہ تمام باتیں پوری ہو گئیں تو وقت آ گیا کہ پنجم حصہ لکھا جائے۔ پس اسی بات نے براہین احمدیہ کی تکمیل کو تینیس برس تک معرض التوا میں رکھا تھا۔ یہ خدا کے اسرار ہیں جن پر انسان بجز اُس کے مطلع کرنے کے اطلاع نہیں پاسکتا۔ ہر ایک انسان جو اس پنجم حصہ کو پڑھے گا وہ اس بات کے لئے مجبور ہوگا کہ یہ اقرار کرے کہ اگر ان پیشگوئیوں اور دوسرے اسرار کے کھلنے سے پہلے پنجم حصہ لکھا جاتا تو وہ گذشتہ حصوں کی حقیقت دکھلانے کے لئے ہرگز آئینہ نہ ٹھہر سکتا بلکہ اس کا لکھنا محض بے ربط اور بے تعلق ہوتا۔ پس وہ خدا جو حکیم اور عالم الغیب ہے اور ہر ایک کام اس کا اوقات سے وابستہ ہے اس نے یہی پسند کیا کہ اول وہ تمام پیشگوئیاں اور تمام حقیقتیں ظاہر ہو جائیں جو حصص سابقہ کے وقت میں ابھی ظاہر نہیں ہوئی تھیں پھر بعد میں پنجم حصہ لکھا جائے تا وہ ان تمام امور کے

﴿ج﴾

ظاہر اور کامل ہونے کی اطلاع دے جو پہلے مخفی اور مستور تھے اور درحقیقت اس کتاب کے پہلے حصے جس قدر تحریر پر ختم ہو چکے ہیں ان کے لئے ایک ایسی حالت منظرہ باقی تھی جو بجز اس طرز کے پنجم حصے کے پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ ان چار حصوں میں ایک بڑا حصہ پیشگوئیوں کا ہے جن میں خبر دی گئی ہے کہ آئندہ خدا ایسے ایسے امور کو ظاہر کرے گا۔ اور جب تک وہ پیشگوئیاں پوری نہ ہو جائیں تو کیونکر کوئی سمجھ سکتا تھا کہ وہ تمام الہام جن میں یہ پیشگوئیاں لکھی گئیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اسی وجہ سے تمام مخالف ان پیشگوئیوں کے مکذب رہے اور خدا نہیں چاہتا تھا کہ اُس کی پیشگوئیوں کو تکذیب کی نظر سے دیکھا جائے اور خود یہ بات محققانہ طرز سے دور تھی کہ ابھی گذشتہ حصوں کی سچائی کا ثبوت نہ دیا جائے اور ایک غیر متعلق پنجم حصہ لکھا جائے۔ پس ضرور تھا کہ قضاء و قدر ربانی اس عاجز کو پنجم حصے کے لکھنے سے اُس مدت دراز تک روک رکھے جب تک کہ وہ تمام پیشگوئیاں اور دوسرے امور ظہور میں آجائیں کہ جو پہلے چار حصوں میں مخفی اور مستور تھے۔ سو الحمد للہ والمنّة اس مدت میں کہ جو پوری تینیس سال تھی وہ سب باتیں ظہور میں آگئیں اور یہ سب سامان خدا نے آپ میسر کر دیا اور علاوہ ظہور نشانوں کے خدا تعالیٰ کی کشفی تجلیات نے حقیقت اسلام کی اور نیز بہت سے مشکل مقامات قرآن شریف کے میرے پر کھول دیئے ورنہ میری طاقت سے باہر تھا کہ میں ان دقائق عالیہ کو خود بخود معلوم کر سکتا لیکن اس سامان کے پیدا ہونے کے بعد میں اس لائق ہو گیا کہ پنجم حصے میں پہلے چار حصوں کے ان مقامات کی شرح لکھوں کہ جو اس گذشتہ زمانہ میں میں لکھ نہیں سکتا تھا۔ پس میں نے اس پورے سامان کے بعد ارادہ کیا کہ اول اس خاتمہ میں اسلام کی حقیقت لکھوں کہ اسلام کیا چیز ہے؟ اور بعد میں قرآن شریف کی اعلیٰ اور کامل تعلیم کا اُس کی آیات کے حوالہ سے کچھ بیان کروں۔ اور یہ ظاہر کروں کہ درحقیقت تمام آیات قرآنی کے لئے اسلام کا مفہوم بطور مرکز کے ہے اور تمام آیات قرآنی

اسی کے گرد گھوم رہی ہیں۔ اور پھر بعد اس کے ان نشانوں کا ذکر کروں جن کا میرے ہاتھ پر ظاہر ہونا براہین احمدیہ کے پہلے حصوں میں وعدہ تھا جو اتباع قرآن شریف کا ایک نتیجہ ہیں۔ اور سب کے بعد ان الہامات کی تشریح لکھوں جن میں میرا نام خدا تعالیٰ نے عیسیٰ رکھا ہے یا دوسرے نبیوں کے نام سے مجھے موسوم کیا ہے یا ایسا ہی اور بعض الہامی فقرے جو تشریح کے لائق ہیں بیان فرمائے ہیں۔ پس مذکورہ بالا ضرورتوں کے لحاظ سے اس خاتمہ کو چار فصلوں پر منقسم کیا گیا ہے۔

فصل اوّل۔ اسلام کی حقیقت کے بیان میں۔

فصل دوم۔ قرآن شریف کی اعلیٰ اور کامل تعلیم کے بیان میں۔

فصل سوم۔ ان نشانوں کے بیان میں جن کے ظہور کا براہین احمدیہ میں وعدہ تھا اور خدا نے میرے ہاتھ پر وہ ظاہر فرمائے۔

فصل چہارم۔ ان الہامات کی تشریح میں جن میں میرا نام عیسیٰ رکھا ہے یا دوسرے نبیوں کے نام سے مجھے موسوم کیا ہے یا ایسا ہی اور بعض الہامی فقرے جو تشریح کے لائق ہیں بیان فرمائے ہیں۔ اب انشاء اللہ اسی تشریح سے فصول اربعہ کا ذیل میں ذکر ہوگا۔ وَ مَا تَوْفِيقِي اِلَّا بِاللّٰهِ رَبِّ اَنْطَقْنَا بِالْحَقِّ وَ اَكْشِفْ عَلَيْنَا الْحَقَّ وَ اِهْدِنَا اِلَى حَقِّ مُبِينٍ .

امین ثُمَّ امین ۵



ذیل میں وہ متفرق یادداشتیں دی جاتی ہیں

جو

حضرت اقدس نے اس مضمون کے متعلق لکھی تھیں اور آپ کے
مسودات سے دستیاب ہوئیں

آیات قرآن شریف جو اس مضمون میں انشاء اللہ لکھی جائیں گی۔

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ - صفحہ ۵۶☆

اِنْ يُبَدُّوا الصَّدَقَاتِ فِعْمًا هِيَ وَاِنْ تُخْفَوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاءَ فَهِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ
وَيَكْفُرْ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ^۱۔ اگر تم ظاہر کرو خیرات کو تو وہ اچھا ہے۔ اور اگر تم خیرات کو
چھپاؤ تو وہ بہت ہی اچھا ہے۔ ایسی خیرات تمہاری برائیاں دُور کرے گی۔ صفحہ ۶۰

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ اَمْوَالَهُمْ بِالطَّيْلِ وَالسَّهْرِ اَوْ عَلٰى رِيۡبَةٍ فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنۡدَ رَبِّهِمْ وَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ^۲۔ صفحہ ۶۱

وَ اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَاتِّقِ قَرِيۡبَ اُجِيۡبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَا رِن
فَلْيَسْتَجِیۡبُوْا لِيْ وَيُؤْمِنُوْا بِ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ^۳۔ تاکہ ان کا بھلا ہو۔ صفحہ ۳۷۔ سورۃ البقرۃ
الجزو نمبر ۲۔ چاہیے کہ میرے حکموں کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ان کا بھلا ہو۔
فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا^۴۔ صفحہ ۴۱۔ الجزو نمبر ۲ سورۃ البقرۃ۔
تم محبت سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ خدا کو یاد کرو جیسا کہ تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو۔

☆ نوٹ۔ یہ جو الہجات صفحات اس قرآن مجید کے ہیں جو حضور علیہ السلام کے پاس بوقت تحریر مضمون تھا۔

۱ البقرۃ: ۲۵۷ ۲ البقرۃ: ۲۷۲ ۳ البقرۃ: ۲۷۵ ۴ البقرۃ: ۱۸۷ ۵ البقرۃ: ۲۰۱

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْصَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۗ
صفحہ ۴۲۔ الجزو نمبر ۲ البقرہ۔ بعض ایسے ہیں کہ اپنے نفسوں کو خدا کی راہ میں بیچ دیتے ہیں۔ تا
کسی طرح وہ راضی ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوتِ الشَّيْطَانِ
إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۗ صفحہ ۴۳۔ اے ایمان والو! خدا کی راہ میں اپنی گردن ڈال دو۔ اور
شیطانی راہوں کو اختیار مت کرو کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اس جگہ شیطان سے مراد وہی
لوگ ہیں جو بدی کی تعلیم دیتے ہیں۔

لَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِإِيمَانِكُمْ ۗ صفحہ ۴۶

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْغُلُوا صِدْقَكُمْ بِيَمِينِكُمْ وَالْأَدَىٰ ۗ صفحہ ۵۸۔ کَالَّذِي يُنْفِقُ
مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ
فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَ كَهُ صَلْدًا ۗ صفحہ ۵۸
قرآن شریف میں یہ خاص خوبی ہے کہ اس کی اخلاقی تعلیم تمام دُنیا کے لئے ہے مگر انجیل کی
اخلاقی تعلیم صرف یہود کے لئے ہے۔

اس بیان میں کہ قرآن شریف دوسری امتوں کے نیکوں کی بھی تعریف کرتا ہے۔
لَيْسُوا سَوَاءً ۗ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَشْكُرُونَ آيَاتِ اللَّهِ أَنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ
يَسْجُدُونَ ۗ يَوْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّٰلِحِينَ ۗ صفحہ ۸۵
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً ۗ مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْتُونَكُمْ حَبَالًا وَدُّوْا مَا
عَنْتُمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا
لَكُمْ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۗ هَٰأَنْتُمْ أَوْلَاءُ ۗ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ

بِالْكِتَابِ كُتِبَ لَهُ وَ إِذْ اَلْقَوْكُمْ قَالُوْا اَمْتًا وَاِذَا اَخْلَوْا عَصَوْا عَلَیْكُمْ اَلَا نَاْمِلُ مِنْ
الْعِظْفُلِ مُوْتُوْبِعِیْظُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۱ صفحہ ۸۷

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُرِکُوْنَ اَنْفُسَهُمْ بِاَلِ اللّٰهِ یُرِکُوْنَ مِنْ یُثَاءٍ وَّلَا یُظَلَمُوْنَ
فَتِیْلًا ۲ صفحہ ۱۱۴۔ سورۃ النساء

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُوَدُّوا وَاَلَا تُؤْمِنُوْا اِلٰی اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ
اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْحَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یُعْظَمُ بِهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۳
صفحہ ۱۱۵۔ سورۃ النساء

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ یہودی اور مسلمان میں اس کے متعلق ہے)

﴿۳﴾

مَنْ یُّشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّکُنْ لَهُ نَصِیْبٌ مِنْهَا وَاَوْ مَنْ یُّشْفَعُ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّکُنْ لَهُ
کِفْلٌ مِنْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتُتًا ۴ صفحہ ۱۲۱

اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے

وَمَنْ یُّقْتُلْ مُؤْمِنًا مَّتَعْمِدًا فِجْرًا اَوْ هُوَ جَهَنَّمُ خَلِدًا فِیْهَا وَاغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَلَعَنَهُ
وَاَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِیْمًا ۵ سورۃ النساء۔ صفحہ ۱۲۳۔ الجز و نمبر ۵

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْكُمْ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۶ سورۃ النساء

اسلام

وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاَتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ
حَنِیْفًا ۷ صفحہ ۱۳۰ رکوع ۱۸۔ سورۃ النساء۔ الجز و نمبر ۵

صلح

وَالصَّلٰحُ خَیْرٌ ۸ صفحہ ۱۳۰۔ رکوع ۱۹۔ سورۃ النساء

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوْمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِكُمْ
اَوْ اٰوَالِیْدِیْنَ وَاَلْاَقْرَبِیْنَ ۹ الجز و نمبر ۵۔ سورۃ النساء۔ صفحہ ۱۳۶

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَلِکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهِ وَاَلِکِتٰبِ
الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَاَلْیَوْمِ

۱۔ ال عمران: ۱۱۹، ۱۲۰ ۲۔ النساء: ۵۰ ۳۔ النساء: ۵۹ ۴۔ النساء: ۸۶ ۵۔ النساء: ۹۴

۶۔ النساء: ۹۵ ۷۔ النساء: ۱۲۶ ۸۔ النساء: ۱۲۹ ۹۔ النساء: ۱۳۶

الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۱۔ صفحہ ۱۳۲

قُوْنُوْا اٰمَنًا بِاللّٰهِ وَمَا اُنزِلَ اِلَيْنَا وَمَا اَوْفَى التَّيْبُوْنَ مِنْ رَبِّهِمْ
لَا تُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ ۲۔ صفحہ ۲۷۔ سورۃ البقرۃ۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا
بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اِهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۳۔ صفحہ ۲۷۔ سورۃ البقرۃ
اگر وہ ایسا ایمان لائیں جیسا تم ایمان لائے تو وہ ہدایت پا چکے اور اگر ایسا ایمان نہ لائیں
تو پھر وہ ایسی قوم ہے جو مخالفت چھوڑنا نہیں چاہتی اور صلح کی خواہاں نہیں۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنذِرِيْنَ لَعَلَّ اِيْكَوْنَ لِلنَّاسِ عَلٰى اللّٰهِ حُجَّةًۢ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ
اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۴۔ صفحہ ۱۳۷۔ سورۃ النساء۔ جز نمبر ۶

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهِ
وَيَقُوْلُوْنَ نُوْمِنُ بِبَعْضٍ وَنُكْفِرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِينًا ۵۔ صفحہ ۱۳۵۔ سورۃ النساء
وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْرٰٓءُ بِهَا
فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ ۶۔ صفحہ ۱۳۳

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعٰدِيْكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ
شَاكِرًا عَلِيْمًا ۷۔ صفحہ ۱۳۵۔ سورۃ النساء

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلٌ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ اَلْقِيْلَآءُ اِلَى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ
مِّنْهُ فَاٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَنْتَهُوَ اٰخِرُ الْاٰلَمِ ۸۔ صفحہ ۱۳۹۔ سورۃ النساء۔ الجز نمبر ۶
اَيُّوْمٍ اٰكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنََكُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۹۔ صفحہ ۱۴۱
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قٰوْمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ
عَلٰى اَلَّا تَعْدِلُوْا اَعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۱۰۔ صفحہ ۱۴۳
سورۃ المائدہ۔ الجز نمبر ۶۔ اِنَّ اللّٰهَ يٰۤاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِتٰىنِيْ ذٰى الْقُرْبٰى ۱۱۔

۱۔ النساء: ۱۳۷ ۲۔ البقرۃ: ۱۳۷ ۳۔ البقرۃ: ۱۳۸ ۴۔ النساء: ۱۶۶ ۵۔ النساء: ۱۵۱، ۱۵۲ ۶۔ النساء: ۱۴۱

۷۔ النساء: ۱۳۸ ۸۔ النساء: ۱۴۲ ۹۔ المائدۃ: ۴ ۱۰۔ المائدۃ: ۹۔ ال النحل: ۹۱

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ
الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ^۱ سورة المائدہ
قُلْ إِن كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ^۲
قُلْ إِن صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ^۳ - صفحہ ۱۹۹

الانعام - الجزو نمبر ۸ الی صفحہ ۲۰۸
قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا^۴..... وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ
فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ^۵

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا
سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ كَذَلِكَ نُخْرِجُ
الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي
خَبَثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا كَذَلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُشْكُرُونَ^۶
نہیں نکلتی تھی اس کی مگر تھوری
صفحہ ۲۰۹ - سورة الاعراف - الجزو نمبر ۸

﴿۵﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالنَّاسَاءِ وَالنِّسَاءِ لَعَلَّهُمْ
يَضُرَّعُونَ^۷ سورة الاعراف - صفحہ ۲۱۵

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم نے ان کو انکار کی حالت میں قحط اور وبا
کے ساتھ پکڑا تا اس طرح پروہ عاجزی کریں۔

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَاتِ الْحَسَنَاتِ حَتَّىٰ عَفَوْا وَقَالُوا قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَّاءُ
وَالنِّسَاءُ فَآخَذْنَاهُمْ بَعْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ^۸ سورة الاعراف - الجزو نمبر ۹
وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ وَلَكِن كَذَّبُوا فَآخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ^۹ سورة الاعراف
أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ^{۱۰} أَوْ آمِنَ

۱ المائدة: ۹۱ ۲ ال عمران: ۳۲ ۳ الانعام: ۱۶۳ ۴ الشمس: ۱۱، ۱۰ ۵ بنی اسرائیل: ۷۳

۶ الاعراف: ۵۸، ۵۹ ۷ الاعراف: ۹۵ ۸ الاعراف: ۹۶ ۹ الاعراف: ۹۷

أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا صُحَّىٰ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۚ صَفْحَةَ ۲۱۵
يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ
عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَاتِ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ
آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
صَفْحَةَ ۲۲۵- الاعراف- الجز ونمبر ۹

یہ نبی ان باتوں کے لئے حکم دیتا ہے جو خلاف عقل نہیں ہیں اور ان باتوں سے منع کرتا ہے جن سے عقل بھی منع کرتی ہے۔ اور پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ناپاک کو حرام ٹھہراتا ہے اور قوموں کے سر پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جس کے نیچے وہ دبی ہوئی تھیں اور ان گردنوں کے طوقوں سے وہ رہائی بخشتا ہے جن کی وجہ سے گردنیں سیدھی نہیں ہو سکتی تھیں۔ پس جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور اپنی شمولیت کے ساتھ اس کو قوت دیں گے۔ اور اس کی مدد کریں گے اور اس نور کی پیروی کریں گے جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہ دنیا اور آخرت کی مشکلات سے نجات پائیں گے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۗ صَفْحَةَ ۲۲۵- الاعراف- الجز ونمبر ۹
وَالَّذِينَ يَمْسُكُونَ بِالْأَنْبِطِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نَضِيعُ أَجْرَ الْمُصَلِّينَ ۗ ۲۲۸
اور جو لوگ محکم پکڑتے ہیں کتاب کو اور نماز کو قائم کرتے ہیں ان کے ہم اجراض لے نہیں کرتے۔
اَكْسَتْ بِرَبِّكُمْ ۗ قَالُوا بَلَىٰ ۗ صَفْحَةَ ۲۲۹- رُوحوں کے قوی جن میں خدا تعالیٰ کا عشق پیدا
ہوا ہے بزبان حال گواہی دے رہے ہیں جو وہ خدا کے ہاتھ سے نکلے ہیں۔

پس اگر یہ سوال پیش ہو کہ ہم کس طرح قرآن شریف پر ایمان لاویں کیونکہ دونوں تعلیموں میں تناقض درمیان ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی تناقض نہیں وید کی شرتیوں کی ہزار ہا طور پر تفسیریں کی گئی ہیں اور منجملہ ان کے ایک تفسیر وہ بھی ہے جو قرآن کے مطابق ہے۔

جو شخص خدا سے نہیں ڈرتا وہ ایک حق الامر کے بارے میں ایسا مقابلہ سے پیش آتا ہے کہ گویا اس کو موت کی طرف کھینچنا چاہتے ہیں اور وہ اپنی جان بچا رہا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝۱ (صفحة ۲۳۹- الانفال- نمبر ۱۹) اُولِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ (ترجمہ) اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم میں اور تمہارے غیر میں خدا ایک فرق رکھ دے گا اور تمہیں پاک کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور تمہارا خدا صاحب فضل بزرگ ہے۔

یادداشت۔ دین مذہب صرف زبانی قصہ نہیں بلکہ جس طرح سونا اپنی علامتوں سے شناخت کیا جاتا ہے اسی طرح سچے مذہب کا پابند اپنی روشنی سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ خدا ہلاک کرتا ہے اس شخص کو جو دلیل کے ساتھ ہلاک ہو چکا اور زندہ رکھتا ہے اُس شخص کو جو دلیل کے ساتھ زندہ ہے۔

وَإِنْ جَاحُوا لِلْسَّلَامِ فَأَجْجَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝۲ (صفحة ۲۴۲- الانفال- نمبر ۱۰) اور اگر مخالف لوگ صلح کے واسطے جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ اور خدا پر توکل کرو۔

وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ۝۳ (صفحة ۲۴۲- سورة الانفال) اور اگر صلح کے وقت دل میں دغا رکھیں تو اُس دغا کے تدارک کے لئے خدا تجھے کافی ہے۔

أَلَا تَتَّقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝۵ (سورة التوبة- صفحه ۲۵۰- الجزء ونمبر ۱۰)

﴿﴾

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ
وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكِنٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ
مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ^۱ - سورة التوبة - ۲۵۲ - الجز ونمبر ۱۰

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ^۲ - سورة التوبة - ۲۶۸ - الجز ونمبر ۱۰

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَالسَّاجِدُونَ لِلرُّكُوعِ الشَّجِدُونَ الْأَمْرُونَ
بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ
الْمُؤْمِنِينَ^۳ - سورة التوبة - ۲۷۱ - الجز ونمبر ۱۱ -

(ترجمہ)۔ وہ لوگ خوش وقت ہیں جو سب کچھ چھوڑ کر خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں
اور خدا کی پرستش میں مشغول ہوتے ہیں اور خدا کی تعریف میں لگے رہتے ہیں۔ اور خدا کی راہ
کی منادی کے لئے دنیا میں پھرتے ہیں اور خدا کے آگے جھکے رہتے ہیں۔ اور سجدہ کرتے
ہیں۔ وہی مومن ہیں جن کو نجات کی خوشخبری دی گئی ہے۔ ﴿۳۱۰﴾

خدا نے اپنے قانون قدرت میں مصائب کو پانچ قسم پر منقسم کیا ہے۔ یعنی آثار مصیبت
کے جو خوف دلاتے ہیں۔ اور پھر مصیبت کے اندر قدم رکھنا۔ اور پھر ایسی حالت جب
نومیدی پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر زمانہ تاریک مصیبت کا۔ اور پھر صبح رحمت الہی کی یہ پانچ
وقت ہیں جن کے نمونہ پانچ نمازیں ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ. كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ
تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ^۴

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ^۵۔



﴿۸﴾

ذیل میں چند اعتراضات اور چند حقائق درج کئے جاتے ہیں جو حضور علیہ السلام کی یادداشتوں میں جو مضمون کے متعلق آپ نے لکھی ہوئی تھیں ملے ہیں۔ ان اعتراضات کو رد کرنے کا اور ان حقائق پر بموجب تعلیم قرآن روشنی ڈالنے کا آپ کا ارادہ تھا ایسا ہی بعض امور بدھ کی ایک کتاب سے لئے معلوم ہوتے ہیں جو ان دنوں آپ کے زیر مطالعہ تھی۔ جس کے متعلق آپ کچھ لکھنا چاہتے تھے۔

(۱) جتنی الہامی کتابیں ہیں ان میں کونسی ایسی نئی بات ہے جو پہلے معلوم نہ تھی۔

(۲) کس ایسی سائنس کے عقدہ کو نبیوں نے حل کیا جو پہلے لَا یَنْحَلُّ تھا۔

(۳) نبیوں نے روح کی کیفیت و ماہیت کچھ نہیں بتلائی اور نہ آئندہ زندگی کا کچھ حال بتلایا نہ خدا کا ہی مفصل حال بیان کر سکے۔

فن طبعی میں نیند کو اسباب طبعیہ میں رکھا ہے۔ لیکن انبیاء نے بیان کیا ہے کہ نیند کے اور اسباب تھے۔ اَمْنَةٌ نَعَّاسًا۔

(۴) سابقہ مغالطوں کو رفع نہیں کیا۔ اور نہ پیچیدہ مسائل کو سلجھایا۔ بلکہ اور بھی الجھن میں ڈال دیا۔

(۵) بدھ کی تعلیم اخلاقی سب سے اعلیٰ ہے۔

(۶) جس چیز سے انسان پیار کرتا ہے اس سے اگر جدا کیا جائے تو یہی اس کے لئے ایک عذاب ہو جاتا ہے۔

(۷) اور جس چیز سے اگر پیار کرے اگر وہ میسر آجائے تو یہی اس کی راحت کا موجب ہو جاتا ہے۔ وَحِیْلَ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ مَا یَشْتَهُونَ۔

(۸) خواہش کا نابود کرنا ذریعہ نجات ہے۔

(۹) دنیا میں کبھی علم صحیح سے نجات ملتی ہے اور کبھی عمل صحیح سے نجات ملتی ہے اور کبھی قول صحیح سے نجات ملتی ہے اور کبھی فعل صحیح سے نجات ملتی ہے۔ اور

کبھی بنی نوع سے معاملہ پاک موجب نجات ہو جاتا ہے اور کبھی خدا سے معاملہ نیک درد و دکھ پھڑپھڑاتا ہے۔ اور کبھی ایک درد دوسری دردوں کے لئے کفارہ ہو جاتی ہے۔

(۱۰) سچ کہو جھوٹ نہ بولو۔ یہودہ باتوں سے پرہیز کرو۔ اور اپنے فعل یا اپنے قول سے کسی کو

نقصان مت پہنچاؤ۔ اپنی زندگی کو پاک رکھو غیبت نہ کرو۔ اور کسی پر بہتان مت

لگاؤ۔ نفسانی شہوات اپنے پر غالب نہ ہونے دو۔ کینہ اور حسد سے پرہیز کرو۔ بغض

سے اپنا دل صاف رکھو۔ اپنے دشمنوں سے بھی وہ معاملہ نہ کرو جو تم اپنے لئے پسند نہیں

کرتے۔ ایسی نصیحتیں دوسروں کو مت کرو جن کے تم پابند نہیں۔ معرفت کی ترقی میں

لگے رہو۔ جہل سے دل کو پاک کرو۔ جلدی سے کسی پر اعتراض مت کرو۔

نفرت کرنے سے نفرت رفع نہیں ہوتی بلکہ اور بھی بڑھتی ہے۔ محبت نفرت کو ٹھنڈا کر کے

رفع کر دیتی ہے۔

لَنْ يَسْأَلَ اللَّهَ لِحُومِهَا وَلَا دِمَآؤِهَا وَلَكِنْ يَسْأَلُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ ۗ لِعِنِّي دُلُوبُ

کی پاکیزگی سچی قربانی ہے۔ گوشت اور خون سچی قربانی نہیں۔ جس جگہ عام لوگ جانوروں کی

قربانی کرتے ہیں خاص لوگ دلوں کو ذبح کرتے ہیں۔

مگر خدا نے یہ قربانیاں بھی بند نہیں کیں تا معلوم ہو کہ ان قربانیوں کا بھی انسان سے تعلق ہے۔

خدا نے بہشت کی خوبیاں اس پیرایہ میں بیان کی ہیں جو عرب کے لوگوں کو چیزیں دل پسند

تھیں وہی بیان کر دی ہیں تا اس طرح پر ان کے دل اس طرف مائل ہو جائیں۔ اور دراصل وہ

چیزیں اور ہیں یہی چیزیں نہیں۔ مگر ضرور تھا کہ ایسا بیان کیا جاتا تا کہ دل مائل کئے جائیں۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعدَ الْمُتَّقُونَ ۗ

وہ جو اپنی نفسانی خواہشات کے پورا کرنے میں لگا رہتا ہے وہ سراسر اپنی بیخ کنی کرتا ہے

لیکن وہ جو سچے راستہ پر چلتا ہے اس کا نہ صرف بدن بلکہ روح بھی نجات کو پہنچے گی۔

﴿۹﴾

﴿صفحہ ۶۲﴾

﴿۶۹﴾

﴿۷﴾

کتاب بدھ
صفحہ ۷۹

وہ جو اپنی نفسانی خواہشات کے پورا کرنے میں لگا رہتا ہے وہ سراسر اپنی تیغ کنی کرتا ہے اور نہ صرف جسم کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ بلکہ روح کو بھی ہلاک کرتا ہے۔ مگر وہ جو راہ راست پر چلتا ہے اور نفسانی جذبات کا پیر نہیں ہوتا۔ وہ نہ صرف اپنے بدن کو ہلاکت سے بچاتا ہے بلکہ اپنی روح کو بھی نجات تک پہنچا دیتا ہے۔ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا۔
 ایک گاؤں میں نونا گھر تھے اور صرف ایک گھر میں چراغ جلتا تھا۔ تب جب لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ اپنے چراغ لے کر آئے اور سب نے اُس چراغ سے اپنے چراغ روشن کئے۔ اسی طرح ایک روشنی سے کثرت ہو سکتی ہے۔ اسی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ کر کے فرماتا ہے۔
 وَدَاعِيَا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔

انسان تو اپنی جان کا بھی مالک نہیں چہ جائیکہ وہ دولت کا مالک ہو۔ ایک چمچ شربت کا مزہ نہیں پاسکتا اگرچہ کئی بار اس میں پڑتا ہے۔ شیرینی ہاتھوں کے ذریعہ سے منہ تک پہنچتی ہے لیکن ہاتھ شیرینی کا مزہ نہیں پاسکتے۔ اسی طرح جس کو خدا نے حواس نہیں دیئے وہ ذریعہ بن کر بھی کچھ فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ۔ صُمُّوا بِكُمْ عُمَىٰ فَهُمْ لَا يَرِجُونَ۔

ایک بڑی لذت چھوٹی لذت سے غنی کر دیتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ أَلَا بَدِكُمُ اللَّهُ تَضْمِينُ الْقُلُوبِ..... وَكَذَكَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ۔

(۱) ایمان بیچ ہے (۲) نیک کام مینہ ہے (۳) مجاہدات ہل ہیں جو جسمانی اور ظاہری طور پر کئے جاتے ہیں۔ نفس مرتاض بیل ہے جو نفس لوامہ ہے۔ شریعت اس کے چلانے کے لئے ڈنڈا ہے اور وہ اناج جو اس سے پیدا ہوتا ہے وہ دائمی زندگی ہے۔

ذات سے خارج وہ ہوتا ہے جو نیک صفات سے خالی ہو کیونکہ انسان کی نیک صفات ہی اُس کی ذات ہے۔ اپنے دل کے جذبات کو سمجھنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔

وہ جن چیزوں میں اپنی خوشحالی دیکھتے ہیں درحقیقت وہ خوشحالی کا موجب نہیں ہوتیں۔ جو شخص بدی کے مقابل پر بدی نہیں کرتا اور معاف کرتا ہے وہ بلاشبہ تعریف کے لائق ہے۔ مگر اس سے زیادہ وہ شخص تعریف کے لائق ہے جو عفو یا انتقام کا مقید نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہو کر مناسب وقت کام کرتا ہے۔ کیونکہ خدا بھی ہر ایک کے مناسب حال کام کرتا ہے جو سزا کے لائق ہے اس کو سزا دیتا ہے جو معافی کے لائق ہے اس کو معافی دیتا ہے۔ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ۔

دنیا میں دو فرقے بہت ہیں۔ ایک تو وہ جو عدل کو پسند کرتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو احسان کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں۔ اور تیسرا فرقہ وہ ہے جو سچی ہمدردی اس قدر ان پر غالب آجاتی ہے کہ وہ عدل اور احسان کا پابند نہیں رہتا۔ بلکہ سچی ہمدردی کی رہنمائی سے مناسب وقت عمل کرتا ہے۔ جیسا کہ ماں اپنے بچہ کے ساتھ سلوک کرتی ہے کہ شیریں اور لذیذ غذائیں بھی اس کو اور پھر مناسب وقت پر تلخ دوا بھی دیتی ہے اور دونوں حالتوں میں اس کی.....

میرے بیان میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہوگا جو گورنمنٹ انگریزی کے برخلاف ہو۔ اور ہم اس گورنمنٹ کے شکر گزار ہیں کیونکہ ہم نے اس سے امن اور آرام پایا ہے۔ میں اپنے دعویٰ کی نسبت اس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کے انتخاب سے بھیجا گیا ہوں تا میں مغالطوں کو رفع کروں اور پیچیدہ مسائل کو صاف کر دوں اور اسلام کی روشنی دوسری قوموں کو دکھاؤں۔ اور یاد رہے کہ جیسا کہ ہمارے مخالف ایک مکروہ صورت اسلام کی دکھلا رہے ہیں۔ یہ صورت اسلام کی نہیں ہے بلکہ وہ ایک ایسا چمکتا ہوا ہیرا ہے جس کا ہر ایک گوشہ چمک رہا ہے اور جیسا کہ ایک بڑے محل میں بہت سے چراغ ہوں اور کوئی چراغ کسی درپچہ سے نظر آوے اور کوئی کسی کونہ سے۔ یہی حال

اسلام کا ہے کہ اُس کی آسمانی روشنی صرف ایک ہی طرف سے نظر نہیں آتی بلکہ ہر ایک طرف سے اس کے ابدی چراغ نمایاں ہیں۔ اُس کی تعلیم بجائے خود ایک چراغ ہے اور اس کی قوت روحانی بجائے خود ایک چراغ ہے اور اس کے ساتھ جو خدا کی نصرت کے نشان ہیں وہ ہر ایک نشان چراغ ہے۔ اور جو شخص اس کی سچائی کے اظہار کے لئے خدا کی طرف سے آتا ہے وہ بھی ایک چراغ ہوتا ہے۔ میرا بڑا حصہ عمر کا مختلف قوموں کی کتابوں کے دیکھنے میں گزرا ہے مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے کسی دوسرے مذہب کی کسی تعلیم کو خواہ اس کا عقائد کا حصہ اور خواہ اخلاقی حصہ اور خواہ تدبیر منزلی اور سیاست مدنی کا حصہ اور خواہ اعمال صالحہ کی تقسیم کا حصہ ہو قرآن شریف کے بیان کے ہم پہلو نہیں پایا اور یہ قول میرا اس لئے نہیں کہ میں ایک شخص مسلمان ہوں بلکہ سچائی مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں یہ گواہی دوں اور یہ میری گواہی بے وقت نہیں بلکہ ایسے وقت میں ہے جب کہ دنیا میں مذاہب کی گشتی شروع ہے۔ مجھے خبر دی گئی ہے کہ اس گشتی میں آخر کار اسلام کو غلبہ ہے۔ میں زمین کی باتیں نہیں کہتا کیونکہ میں زمین سے نہیں ہوں بلکہ میں وہی کہتا ہوں جو خدا نے میرے مُنہ میں ڈالا ہے زمین کے لوگ خیال کرتے ہوں گے کہ شاید انجام کار عیسائی مذہب دنیا میں پھیل جائے یا بدھ مذہب تمام دنیا پر حاوی ہو جائے مگر وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ یاد رہے کہ زمین پر کوئی بات ظہور میں نہیں آتی جب تک وہ بات آسمان پر قرار نہ پائے۔ سو آسمان کا خدا مجھے بتلاتا ہے کہ آخر اسلام کا مذہب دلوں کو فتح کرے گا۔ اس مذہب ہی جنگ میں مجھے حکم ہے کہ میں حکم کے طالبوں کو ڈراؤں۔ اور میری مثال اس شخص کی ہے جو ایک خطرناک ڈاکوؤں کے گروہ کی خبر دیتا ہے جو ایک گاؤں کی غفلت کی حالت میں اس پر ڈاکہ مارنا چاہتے ہیں۔ پس جو شخص اُس کی سنتا ہے وہ اپنا مال اُن ڈاکوؤں کی دستبرد سے بچا لیتا ہے اور جو نہیں سنتا وہ غارت کیا جاتا ہے۔ ہمارے وقت میں دو قسم کے ڈاکو ہیں

کچھ تو باہر کی راہ سے آتے ہیں اور کچھ اندر کی راہ سے۔ اور وہی مارا جاتا ہے جو اپنے مال کو محفوظ جگہ میں نہیں رکھتا۔ اس زمانہ میں ایمانی مال کے بچانے کے لئے محفوظ جگہ یہ ہے کہ اسلام کی خوبیوں کا علم ہو۔ اسلام کی قوت روحانی کا علم ہو۔ اسلام کے زندہ معجزات کا علم ہو اور اس شخص کا علم ہو جو اسلامی بھیڑوں کے لئے بطور گلہ بان مقرر کیا جائے۔ کیونکہ پرانا بھیڑ یا اب تک زندہ ہے وہ مرنا نہیں ہے۔ وہ جس بھیڑ کو اُس کے چرانے والے سے دور دیکھے گا وہ ضرور اس کو لے جائے گا۔

اے بندگانِ خدا! آپ لوگ جانتے ہیں کہ جب امساک باراں ہوتا ہے اور ایک مدت تک مینہ نہیں برستا تو اس کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کونیں بھی خشک ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس جس طرح جسمانی طور پر آسمانی پانی بھی زمین کے پانیوں میں جوش پیدا کرتا ہے اسی طرح روحانی طور پر جو آسمانی پانی ہے (یعنی خدا کی وحی) وہی سفلی عقول کو تازگی بخشتا ہے۔ سو یہ زمانہ بھی اس روحانی پانی کا محتاج تھا۔

میں اپنے دعوے کی نسبت اس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں عین ضرورت کے وقت خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ جبکہ اس زمانہ میں بہتوں نے یہود کا رنگ پکڑا۔ اور نہ صرف تقویٰ اور طہارت کو چھوڑا بلکہ ان یہود کی طرح جو حضرت عیسیٰ کے وقت میں تھے سچائی کے دشمن ہو گئے تب بالمقابل خدا نے میرا نام مسیح رکھ دیا۔ نہ صرف یہ ہے کہ میں اس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں بلکہ خود زمانے نے مجھے بلا یا ہے۔



ترجمہ فارسی عبارات

صفحہ ٹائٹل بیچ براہین احمدیہ حصہ پنجم

- وہ لوگ جو ہمارے دعووں پر حملے کرتے ہیں اور جہالت کے باعث بر ملا ہم سے جنگ کرتے ہیں
- اگر وہ (انصاف کے ساتھ) اس کتاب کو پڑھیں تو یقین ہے کہ دشمنی اور انکار چھوڑ دیں گے
- مجھے یقین نہیں کہ وہ میرے پاس عذر کرتے ہوئے نہ آئیں ہاں یہ اور بات ہے کہ شرم و حیا کو ہی ترک کر دیں

صفحہ ۲۹

- سوئے ہوئے کو سویا ہوا کیسے جگا سکتا ہے

صفحہ ۷۶

- خدا کے فضل کے سوا گمراہی کا کیا علاج ہے بدقسمتوں کو تو معجزہ بھی فائدہ نہیں دیتا
- اگر آسمان پر سینکڑوں چاند اور سورج چمکنے لگیں تو جس کی نظر جاتی رہی ہے وہ روز روشن کو نہیں دیکھ سکتا
- اے دانا! تو اُس خدا سے ڈر جس کی طرف تجھے جانا ہے دنیا سے کیا دل لگا تا ہے کیا تو موت کا وقت جانتا ہے؟
- دنیا کی خاطر خدائے واحد کے حکم سے سرتابی نہ کر، اے مسکین تو چند روز کے مزے کے لئے بد بختی نہ خرید
- اگر تو چاہتا ہے کہ دونوں جہان میں عزت اور دولت حاصل کرے تو خدا کا ہو جا اور دل سے اس کی فرمانبرداری اختیار کر

- اس کی درگاہ کا غلام بن اور دنیا پر حکومت کر کہ خدا پرستوں کو اُس کے غیر سے خوف نہیں ہوتا
- تو دل سے اپنے یار کی طرف آ جا کہ پھر وہ بھی (تیری طرف) آئے کیونکہ جذبِ روحانی کی وجہ سے ایک محبت دوسری محبت کو کھینچتی ہے

- خدا اُس کی مدد میں لگا رہتا ہے جو اُس کے دین کا ناصر ہو۔ ہمیشہ سے درگاہ رب العزت کا یہی قانون ہے
- اگر تجھے یقین نہیں آتا تو میرے ان واقعات کو پڑھتا کہ تو میری ہر مشکل کے وقت خدا کی نصرتوں کو دیکھ لے
- جو شخص بھی اُس کی درگاہ سے کچھ پاتا ہے وہ خدمت سے پاتا ہے کیونکہ ہر غفلت کے لئے سزا ہے اور ہر خدمت کے لئے جزا ہے

- مگر میں اپنے معاملہ میں حیران ہوں اور اس کا بھید نہیں جانتا کیونکہ بغیر کسی خدمت کے ایسی نعمتیں اور عزتیں مجھے مل گئیں

- میں پوشیدہ در پوشیدہ ہوں۔ پس ہمارے متعلق متکبر انسانوں کو کیا خبر ہو سکتی ہے
صفحہ ۷۶

- میں بارگاہِ الہی سے رحمت کی آواز ہر لحظہ سنتا رہتا ہوں اگر کوئی کیڑا مجھ پر لعنت کرے تو اس بیہودہ لعنت کی کیا حقیقت ہے

- تیری مرضی ہے خواہ تو اہل اللہ کی جماعت میں داخل ہو یا نہ ہو ہم نے شفقت کی وجہ سے یہ لکھا ہے کیونکہ ہم تو تبلیغ کے لئے مامور ہیں
صفحہ ۹۲

- اب ظہور کرو اور نکل کہ تیرا وقت نزدیک آ گیا اور اب وہ وقت آ رہا ہے کہ محمدی گڑھے میں سے نکال لئے جاویں گے اور ایک بلند اور مضبوط مینار پر ان کا قدم پڑے گا۔
صفحہ ۱۰۴

- اب تو اپنی غلطی پر ہزاروں عذر پیش کرے لیکن شادی شدہ عورت کے لئے کنوارا پن کا دعویٰ زیب نہیں دیتا
صفحہ ۱۳۲

- آسمان کی آواز سنو کہ مسیح آ گیا۔ مسیح آ گیا۔ اور زمین سے بھی آدما مام کا مگار کی خوشخبری سنو
- آسمان سے نشان برس رہے ہیں اور زمین کہہ رہی ہے کہ یہی وقت ہے یہ دو گواہ میری تصدیق کی خاطر بیقراروں کی طرح اعلان کر رہے ہیں

صفحہ ۱۵۵

- اے خدائے لَمَّ يَزَلْ میرے لئے تیرا چہرہ کافی ہے اور تیری گلی میرے لئے ہزار جنتوں سے بڑھ کر ہے
- میں کسی مصلحت کی وجہ سے اور طرف دیکھ لیتا ہوں ورنہ ہر وقت میری نظر تو تیری ہی جانب لگی ہوئی ہے
- اگر کوئی میری عزت پر حملہ کرتا ہے تو تیری عادت کی طرح میرا طریقہ بھی صبر ہے
- میں کون ہوں اور میری کیا عزت ہے لیکن تیری عزت کی خاطر یہ میری جنگ ہے

صفحہ ۱۷۳

- شرم سے مرجانا مرد کے لئے حیات تک کر دینے کے بعد زندہ رہنے سے بہتر ہے
- جہنم جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے جھوٹ بولنے والا بذات اسی میں جلے گا۔

صفحہ ۱۸۲

- ایک شخص نیک خلق اور گڈری پوش تھا جو مصر میں ایک مدت سے چپ تھا
- اس کی سچائی کی وجہ سے ایک جہان اس کے گرد جمع تھا ایسے ہی جیسے رات کے وقت پروانے شمع کے گرد جمع ہوتے ہیں

- ایک رات اس نے اپنے دل میں سوچا کہ انسان زبان کے نیچے پوشیدہ ہے
- اگر میں اسی طرح خاموش رہوں تو لوگ کیا سمجھیں گے کہ میں عقل مند ہوں
- اس نے بات کہی اور دشمن اور دوست نے جان لیا کہ مصر میں اس سے زیادہ نادان وہی ہے

صفحہ ۱۸۳

- اس کے یہاں کی حاضری بکھر گئی اور کام بگڑ گیا۔ وہ وہاں سے چل دیا اور مسجد کے محراب پر لکھ دیا
- اگر میں اپنے آپ کو آئینہ میں دیکھ لیتا تو میں بے وقوفی سے اپنا پردہ چاک نہ کرتا

صفحہ ۲۱۲

- ہم اس عالی بارگاہ تک نہیں پہنچ سکتے سوائے اس کے کہ تو خود مہربانی سے چند قدم آگے بڑھ آئے

صفحہ ۲۲۳

- جب تک کسی اللہ والے کا دل نہیں کڑھتا خدا کسی قوم کو ذلیل نہیں کرتا

صفحہ ۲۲۴

- وہ عجمی معشوق جب عشق کی شراب سے سرشار ہو گیا تو اس نے کوفہ، بغداد اور حلب سب کو لوٹ لیا
- سینکڑوں سرخ پھولوں جیسے چہروں والے حسین پھولوں کی طرح کھلے ہوئے تھے اس نے ناز سے سب کو مات کر دیا، عجیب کام کیا

صفحہ ۲۲۵

- اے چینی منقش کپڑے کے مصور! جا اس کی خوبصورت شکل دیکھ یا ویسی ہی تصویر بنایا مصوری سے تو بہ کر لے

صفحہ ۲۳۲

- اس کی مہربانیاں طالبوں کو نہیں چھوڑتیں۔ کوئی تیرے معاملہ میں نقصان نہیں اٹھاتا
- جس نے اس کی راہ ڈھونڈی اس نے پالیا۔ وہ چہرہ نورانی ہو گیا جس نے تجھ سے سرکشی نہ کی

صفحہ ۲۳۵

- وہ داعظ جو محراب و منبر پر دکھائی دیتے ہیں جب خلوت میں جاتے ہیں تو اس کے الٹ کام کرتے ہیں

صفحہ ۲۳۹

- فرشتے اس امانت کا بوجھ نہ اٹھا سکے آخر قرعہ فال مجھ دیوانہ کے نام ہی نکلا

صفحہ ۲۵۲

- ایک شخص ٹہنی کے سرے پر بیٹھا اس کی جڑھ کاٹ رہا تھا

صفحہ ۲۶۸

- ایک ہی لفظ کافی ہے اگر کوئی گھر میں ہو

صفحہ ۲۷۱

- انہوں نے رات اتنا چلایا کہ گھوڑا ہی مر گیا اور صبح کے وقت چلاتے ہیں کہ پیچھے رہ گئے ہیں

صفحہ ۲۸۵

- تیرے عقیدوں نے دین اسلام کی تروتازگی مٹا دی، دشمن خوش ہیں اور دوست ناراض

صفحہ ۳۰۴

- نالایق لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو عیسیٰ کیونکر ہو گیا مجھ سے اُن کا جواب سن جو یہ ہے کہ اے حاسد قوم

- چونکہ قرآن میں تمہارا نام یہودی رکھا گیا ہے اس لئے خدا نے مجھے یہودیوں کے لئے عیسیٰ بنا دیا

- ورنہ دراصل تم ان یہودیوں کے تخم سے نہیں اور میں بھی جسمانی طور پر ابن مریم نہیں ہوں

- اگر تم نہ ہوتے تو ہمارا نشان بھی نہ ہوتا صرف تمہاری وجہ سے میرا ظہور ہوا۔ پھر غل مچانے سے کیا فائدہ؟

- یہودیوں کے مذہب میں جو بھلی بری باتیں موجود تھیں وہ سب دین احمد میں بھی پیدا ہو گئیں
 - ہماری امت ہر بات میں موسیٰ کی امت سے مشابہ ہے بعض ان میں سے اچھے ہیں اور بعض غدو دوں کی
 طرح خراب
 - چونکہ ہمارا نبی ہمارے دین کا سرتاج مثیل موسیٰ تھا اس لئے میں بھی خدائے مہربان کی طرف سے عیسیٰ
 بنا دیا گیا

- اس امت میں بھی بدذات یہودی پیدا ہو گئے تاکہ وہ بھی گزشتہ قوم کی طرح اس عیسیٰ کو ستائیں
 - الغرض اُس محسن خدانے ہر نیکی اور ہر بدی میں یہودیوں کی طرح ہماری قوم پر بھی ہر قسم کا دروازہ کھول دیا
 - چونکہ خدانے ہمارے پاک رسول کا نام موسیٰ رکھا تو ابوجہل کی دشمنی جب بڑھ گئی تو اس کا نام فرعون قرار پایا
 - پس جب اس امت کے اول زمانہ میں خدا کے حکم سے ایک کلیم آیا تو تکمیل کے لئے آخری زمانہ میں ایک
 عیسیٰ کا نزول ہو گیا

- یہ بات سمجھ کر بھی روگردانی کرنا بدبختی کا تقاضا ہے ورنہ ہماری ان باتوں نے تو تیرا ہر شک و شبہ دور کر دیا ہے
 - پس صادقوں پر تیر چلانے کا کیا فائدہ کیونکہ جو بدی سے باز نہ آئے وہ جہنم کا ایندھن بنتا ہے
 صفحہ ۳۵۶

- شام سے ابدال اور عراق سے گروہ مردم آئیں گے اور اس کی بیعت کریں گے

انڈیکس

روحانی خزائن جلد نمبر ۲۱

زیرنگرانی

سید عبدالحی

- ۳ آیات قرآنیہ
- ۸ احادیث نبویہ ﷺ
- ۹ الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام
- ۱۱ مضامین
- ۳۰ اسماء
- ۴۲ مقامات
- ۴۴ کتابیات

آيات قرآنية

يا ايها الذين امنوا لا تبطلوا صدقاتكم	الفاتحة
٢١٦ باليمن والاذى (٢٦٥)	اهدنا الصراط المستقيم (٤٠٦)
٢١٥ ان تبدوا الصدقات فتعما هي (٢٤٢)	٣٤٣، ٣٠٤، ٣٠٣، ٢٨
الذين ينفقون اموالهم بالليل والنهار (٢٤٥)	البقرة
٢١٥ لا يكلف الله نفسا الا وسعها (٢٨٤)	٢٢٢ في قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا (١١)
ال عمران	٢٢٥ صم بكم عم فهم لا يرجعون (١٩)
قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله (٣٢)	وان كنتم في ريب مما انزلنا على عبدنا (٢٢) (١٨٥)
٢١٩ ان مثل عيسى عند الله كمثل آدم (٦٠)، ٥٠، ٣٩٤	وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها
٣٠٠ لتؤمنن به ولتنصرنه (٨٢)	الناس والحجارة (٢٥) (١٨٥)
ليسوا سواء من اهل الكتاب	قال انى اعلم ما لاتعلمون (١١٣)
٢١٦ امة قائمة (١١٥، ١١٣)	اسجدوا لادم فسجدوا الا ابليس (٣٥) (٢٢٠)
يا ايها الذين امنوا لاتتخذوا بطانة من دونكم (١١٩)	ولم فى الارض مستقر ومتاع الى حين (٣٤)
٢١٦ ما محمد الا رسول قد خلت من	٢٠٠، ٣٩٢، ٣٠٠
قبله الرسل (١٣٥)	٢٩ بلى من اسلم وجهه لله وهو محسن (١١٣)
النساء	٢١٨ قولوا امنا بالله وما انزل الينا (١٣٤)
الم تر الى الذين يزكون انفسهم (٥٠)	فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا (١٣٨) (٨١٢)
ان الله يامركم ان تؤدوا الامانات الى اهلها (٥٩)	واذا سألك عبادى عنى فانى قريب (١٨٤) (٢١٥)
٢١٤ من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيب منها (٨٦)	فاذكروا الله كذكرم اباءكم
٢١٤ ومن قتل مؤمنا متعمدا فجزاءه جهنم (٩٣)	او اشد ذكرا (٢٠١) (٢١٥)
٢١٤ ومن احسن ديننا ممن اسلم وجهه لله (١٢٦)	ومن الناس من يشرى نفسه (٢٠٨) (٢١٦)
	يا ايها الذين امنوا ادخلوا فى السلم كافة (٢٠٩)
	٢١٦
	٢١٥ لاتجعلوا الله عرضة لايما نكم (٢٢٥)
	لا اكره فى الدين قد تبين الرشد
	من الغى (٢٥٤) (٢١٥)

قال الله هذا يوم ينفع الصادقين صدقهم (١٢٠) ١٥٩

الانعام

ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا (٢٢) ٣٢٢

ولوترى اذ وقفوا على النار (٢٨) ١٥٩

ولوترى اذ وقفوا على ربهم..... (٣١) ١٥٩

الله اعلم حيث يجعل رسالته (١٢٥) ٣٢٥

قل ان صلاتى ونسكى ومحياى ومماتى لله رب

العالمين (١٢٣) ٣١٩

الاعراف

فيها تحيون وفيها تموتون ومنها تخرجون (٢٦)

٣٠٠،٣٩٢،٣٠٠

ونادى اصحاب الجنة اصحاب النار..... (٣٥)

١٥٩

وهو الذى يرسل الرياح بشرا بين يدي رحمته (٥٨)

٣١٩

وما ارسلنا فى قرية من نبي الا اخذنا اهلها

بالباساء..... (٩٥) ٣١٩

ولو ان اهل القرى امنوا واتقوا (٩٤) ٣١٩

افامن اهل القرى ان ياتيهم باسنا..... (٩٩،٩٨)

٣٢٠،٣١٩

يامرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر (١٥٨) ٣٢٠

قل يا ايها الناس انى رسول الله اليكم جميعا (١٥٩)

٣٢٠

والذين يمسكون بالكتاب واقاموا الصلوة (١٤١)

٣٢٠

الست بربكم قالوا بلى (١٤٣) ٣٩٥

ينظرون وهم لا يبصرون (١٩٩) ٣٢١

والصلح خير (١٢٩) ٣١٤

يا ايها الذين امنوا امنوا بالله ورسوله (١٣٤) ٣١٤

وقد نزل عليكم فى الكتاب ان اذا سمعتم

آيات الله..... (١٣١) ٣١٨

ما يفعل الله بعذابكم ان شكرتم وامنتم..... (١٣٨)

٣١٨

ان الذين يكفرون بالله ورسوله..... (١٥٢،١٥١) ٣١٨

ماقتلوه وما صلوه ولكن شبه لهم..... (١٥٨،١٥٩)

٣٣٦،٥٢

رسلا مبشرين ومنذرين (١٦٦) ٣١٨

وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته (١٦٠)

٣٠٩

المائدة

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى

ورضيت لكم الاسلام ديناً (٢) ٣١٨،٥،٢

يحرّفون الكلم عن مواضعه (١٢) ٣٢٢

فاغرينا بينهم العداوة والبغضاء..... (١٥) ٣٠٩

والقينا بينهم العداوة والبغضاء الى يوم القيامة (٦٥)

٣٠٩

يا ايها الذين امنوا كونوا قوامين بالقسط (٩٠)

٣١٨،٣١٤

يا ايها الذين امنوا انما الخمر والميسر والانصاب

والازلام رجس (٩١) ٣١٩

ما المسيح بن مريم الا رسول..... (٤٦) ٣٩٢

واذ قال الله يا عيسى ابن مريم..... (١١٤)

١٥٩

وكنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم فلما

توفيتنى..... (١١٨) ٣٠١،٣٩٢،٣٢١،٢٨٢،٥١

الانفال

يا ايها الذين امنوا ان تتقوا الله يجعل لكم

فرقانا (٣٠) ٢٢١

ان اولياءه الا الممتقون (٣٥) ٢٢١

وان جنحوا للسلم فاجنح لها (٢٢) ٢٢١

وان يريدوا ان يخدعوك فان حسيك الله (٢٣) ٢٢١

التوبة

الا تقاتلون قوما نكثوا ايمانهم..... (١٣) ٢٢١

قل ان كان اباؤكم وابناؤكم واخوانكم..... (٢٢) ٢٢٢

التائبون العابدون الحامدون..... (١١٢) ٩

يونس

واما نرينك بعض الذي نعدهم او نتوفينك (٢٤) ٣٤٩

هود

لا عاصم اليوم من امر الله الا من رحم (٢٢) ٢٠٦

يوسف

ولقد همت به وهم بها لولا ان را برهان ربه (٢٥) ٢٣٤

شاهد شاهد من اهلها (٢٤) ١١٠، ٩٨

ان كيدكن عظيم (٢٩) ٩٨

رب السجن احب الي مما يدعونني اليه (٣٢) ١٠٠

وما ابرئ نفسي ان النفس لامارة بالسوء..... (٥٢) ٢٠٦، ١٠٠

توفني مسلما والحقني بالصالحين (١٠٢) ٣٤٩

الرعد

الا بذكر الله تطمئن القلوب (٢٩) ٢٢٥

الحجر

ونزعنا ما فى صدورهم من غل اخوانا على سرر

متقابلين (٢٨) ١٥٩

وما هم منها بمخرجين (٢٩) ح ٣٨٤

النحل

والذين يدعون من دون الله لا يخلقون

شيئاً..... (٢٢، ٢١) ٢٩٨

ان الله يامر بالعدل والاحسان..... (٩١) ٢١٨

بنى اسرائيل

من كان فى هذه اعمنى فهو فى الاخرة اعمنى (٤٣) ١٥٥، ١٦١

قل سبحان ربي هل كنت الا بشراً رسولا (٩٢) ٣٠٠، ٣٤٢، ٢٠٩

الكهف

ويستلونك عن ذى القرنين قل ساتلوا عليكم منه

ذكرا (٨٢) ١١٩

فاتبع سبياً..... من امرنا يسراً (٨٢ تا ٨٩) ١٢٠

ثم اتبع سبياً حتى اذا بلغ مطلع

الشمس..... (٩٠، ٩١) ١٢١

ثم اتبع سبياً حتى اذا بلغ بين السدين..... (٩٢، ٩٣) ١٢٢

ونفخ فى الصور فجمعناهم جمعاً (١٠٠) ١٠٩

مريم

ورفعناه مكاناً علياً (٥٨) ٣٨٥

طه

منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم

تارة اخرى (٥٦) ٣٤٣

الانبياء

فاسئسوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون (٨) ٢٩٠
متى هذا الوعد (٣٩) ١٤٨

الحج

لن ينال الله لحومها ولا دماءها ولكن يناله
التقوى منكم (٣٨) ٢٢٣
ان يوما عند ربك كالف سنة مما تعدون (٢٨)
١٣٦ ح

المؤمنون

قد افلح المؤمنون على صلواتهم
يحافظون (١٠٣٢) ١٨٤، ١٨٨، ١٨٩، ١٩٩، ٢٠٠، ٢٠٣،
٢٠٤، ٢٠٥، ٢٠٧، ٢٣٢، ٢٣٩، ٢٤٠، ٢٤٣، ٢٤٤،
ثم جعلناه نطفة في قرار مكين فتبارك الله
احسن الخالقين (١٥، ١٣) ١٨٤، ١٩٤، ٢١٦
واويتهما الى ربوة ذات قرار ومعين (٥١) ٢٠٢

النور

فليعفوا وليصْفَحوا لا تحبون ان يغفر الله لكم
والله غفور رحيم (٢٣) ١٨١
كما استخلف الذين من قبلهم (٢٦) ١٠٩
وصل عليهم ان صلاتك سكن لهم (١٠٣) ٢٢٢

الفرقان

لولا نزل عليه القرآن جملة واحدة (٣٣) ١٤٢

الشعراء

لعلك باخع نفسك الا يكونوا مؤمنين (٣) ٢٢٦
ان معي ربي سيهدين (٢٣) ٢٩٨ ح

النمل

ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها (٣٥)
٢٣٨

العنكبوت

كل نفس ذائقة الموت ثم اليها ترجعون (٥٨)
٣٨٥ ح

الروم

الم. غلبت الروم في ادنى الارض (٢٠٢) ١٤٥
الله الذي خلقكم من ضعف ثم جعل من بعد
ضعف قوة (٥٥) ٣٩٥

السجدة

قل يتوفكم ملك الموت الذي وكل بكم (١٢)
٣٨٥

الاحزاب

وزلزلوا زلزلا شديدا (١٢) ٢٥٥
وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا (٣٤) ٢٢٥
انا عرضنا الامانة على السموات والارض
والجبال (٤٣) ٢٣٩

سبا

وحيل بينهم وبين ما يشتهون (٥٥) ٢٢٣

يس

قيل ادخل الجنة (٢٤) ٣٨٨
ونفخ في الصور فاذا هم من الاجداث الى ربهم
ينسلون (٥٢) ١٥٩

ص

ان هذا لشيء يراد (٨) ٣٦٨
مفتحة لهم الابواب (٥١) ٢٠٠

الشورى

جزاء سيئة سيئة مثلها فمن عفا واصلح
فاجره على الله (٢١) ٢٢٦

لا يظهر على غيبه احدا (٢٨،٢٤) ٨٦

المزمّل

انا ارسلنا اليكم رسولا شاهداً عليكم كما ارسلنا

الى فرعون رسولا (١٦) ٢٠٥،٣٠٢،٢٢٨،١١٠

النازعات

يوم ترحف الراجفة تتبعها الرادفة (٨،٤) ٢٦١،٢٥٦

التكوير

واذا العشار عطلت (٥) ٣٥٨

الفجر

يا ايتهيا النفس المطمئنة ارجعي الى ربك

راضية مرضية فادخلي في عبادى وادخلي

جنتى (٣١٣،٢٨) ٢٥٢

الشمس

قد افلح من زكها وقد خاب من دسها (٩١) ٢١٩

الذهب

تبت يدا ابي لهب وتب..... ما كسب (٣،٢) ١٥٩

محمد

مثل الجنة التى وعد المتقون (١٦) ٢٢٣

الذاريات

ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون (٥٤) ٢١٤

النجم

دنى فندلى فكان قاب قوسين او ادنى (٥٣) ٢٢٠

القمر

سيهزم الجمع ويولون الدبر (٣٦) ٢٢٩

الرحمن

الرحمن علم القرآن (٣،٢) ٤

الصف

يا ايها الذين امنوا لم تقولون مالا تفعلون (٣،٣) ٢٢٢

الملك

ويقولون متى هذا الوعد ان كنتم صدقين. قل انما

العلم عند الله وانما انا نذير مبين (٢٤،٢٦) ٢٥٢

الجن

قل ان ادري اقريب ما توعدون (٢٥) ٢٥٣



احادیث نبویہ ﷺ

(بترتیب حروف تہجی)

۱۹	یہ ہے حدیث سیدنا سیدالورلی ان من اهل الكتاب میں قبل موتہ کی دوسری قرأت قبل موتہم کو حدیث صحیح سمجھنا چاہئے احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا بعض احادیث میں بھی آچکا ہے کہ آنے والے مسیح کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ ذوالقرنین ہوگا احادیث میں مذکور مسیح موعود کی علامات جو پوری ہوئیں احادیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ثبوت ان حدیثوں کا مفہوم جن میں عیسیٰ بن مریم کے نازل ہونے کا ذکر ہے اکابر محدثین کا یہی مذہب ہے کہ مہدی کی حدیثیں سب مجروح اور مخدوش بلکہ اکثر موضوع ہیں	اللهم ان اهلك هذه العصابة فلن تعبد في الارض ۲۵۵ المومن يري ويؤي له ح ۲۲۳ خربت خير اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين ۱۷۱ رئيت في المنام اني اهاجر من مكة الى ارض بها نخل فذهب وهلى الى انها اليمامة او هجر فاذا هي المدينة يثرب ۱۶۸ ربنا اغفر لنا ذنوبنا و باعد بيننا وبين خطايانا ۲۷۱ لا مهدي الا عيسى ۳۵۶ ما عبدناك حق عبادتك ح ۲۷۱ من عادى وليا لى وقد اذنته للحرب ۹۱
۳۵۹	۳۵۶	۳۷۰
۱۱۸	۱۰۸	
۲۸۱		
۳۹۹		
۵۲		
۳۵۷، ۳۵۶		

الهامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

١١٢ سلام على ابراهيم

عفت الديار محلها ومقامها ١٥٨، ١٦٠، ١٦٢، ١٦٣،

١٦٥، ١٦٦، ١٧١، ١٧٢، ١٧٣، ٢٣٨، ٢٣٩، ٢٦٩،

٢٤٠، ٢٤٢، ٢٤٣، ٢٤٤،

فجاءه المخاض الى جذع النخلة ح ٦٨

فلما تجلّى ربه للجبل جعله دكاً ١٤٦، ٢٥٦، ٢٤٩،

لعبيد الله الصمد ١٤٦، ٢٦٥،

قال انى جاعل فى الارض خليفة..... ٨٠

قالوا اتجعل فيها من يفسد فيها قال انى اعلم ما

لاتعلمون ٨٠، ٢٦٠ ح

قرب اجلك المقدر..... ح ٩٠

قل عندى شهادة من الله فهل انتم مومنون ٩٤، ٩٩،

١٠٠، ١٠٢،

كل بركة من محمد صلى الله عليه وسلم فتبارك

من علم وتعلم ٣٦٠

نصرت و قالوا لات حين مناص..... ٨١

واما نرينك بعض الذى نعدهم..... ٣٦٥

وانتهى امر الزمان بينا ٤٢

وان يتخذوك الالهزواً اهذا الذى بعث الله جاهل

او محنون ١١٢

ولاتخاطبنى فى الذين ظلموا انهم مغفون ١١٣

ولاتهنوا ولا تحزنوا ٨٤

ولتنذر قوماً ما نذر اباؤهم فهم غافلون ١٠٢

عربي الهامات

اذا جاء نصر الله والفتح وانتهى امر الزمان بينا ٤٠

الرحمن علم القرآن ٤

اردت ان استخلف فخلقت آدم ١١٢

اصنع الفلك باعيننا ووحينا ١١٣

الم نجعل لك سهولة فى كل امر ١١٩

اليس الله بكاف عبده ٩٣

اليس هذا بالحق ٤٠

انت منى بمنزلة لا يعلمها الخلق ١١٣

انما امرك اذا اردت شيئاً ان تقول له كن

فيكون ١٢٢

انى مهين من اراد اهانتك ١٠١

بوركت يا احمد و كان ما بارك الله فيك حقاً

فيك ١١٢

بوركت يا احمد..... يحيى الدين ٤٨

تلطف بالناس وترحم عليهم ١١٦

توبى توبى فان البلاء على عقبك ٣٦٩

ثلة من الاولين وثلة من الاخرين ١٠٨

جرى الله فى حلال الانبياء ١١٦، ١١٧، ١١٨،

رب السجن احب الى مما يدعوننى اليه ٩٨، ١٠١، ٤٠

سبحن الذى اسرى بعبده ليلا ١١٢

سبحان الله زاد مجدك ينقطع ابانك ويبدء

منك ١١٢

اردو الہامات

تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تیرا	ح ۹۰
حادثہ ہوگا	ح ۲۵۸
پھر بہا آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی	ح ۲۵۸
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا سے	
قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی	
ظاہر کر دے گا	۳۰۱، ۲۶۷
زلزلہ کا دھکا	۲۴۷، ۲۳۶، ۱۶۶، ۱۶۱
عشق الہی منہ پر سے ولیاں ایہہ نشانی	۲۲۳
موتا موتی لگ رہی ہے	۱۵۷
میں اپنی چمکا دکھلاؤں گا	۱۷۵
میں تجھے اس قدر برکت دوں گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں	
سے برکت ڈھونڈیں گے	۱۱۴
میں تیرے لئے زمین پر اتروں گا تا اپنے نشان دکھلاؤں	۱۶۶
وہ تو تجھے رد کرتے ہیں مگر میں تجھے خاتم الخلفاء بناؤں گا	ح ۲۶۷
عبرانی میں الہام	
ہو شعنا نعسا.....	۱۰۴

و نظرنا الیک وقلنا یانار کونی بردًا و سلاما علی	
ابراہیم	۱۱۵
هو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا	۹۶
یا ابراہیم اعرض عن هذا.....	۱۱۵
انما انت مذکر وما انت علیہم بمصیطر	۱۱۵
یا احمد بارک اللہ فیک	۷۷، ۶۶
یا احمدی انت مرادی و معی غوست کرامتک	
بیدی	۸۱
یا تیک من کل فج عمیق	۷۵
یا تون من کل فج عمیق	۷۵
یا عیسی انی متوفیک ورافعک الی ۹۳، ۳۶۱، ۳۶۳	
یا مریم اسکن انت وزوجک الجنة	۳۶۱، ۱۱۰
یا مریم نفخت فیک من لدنی روح الصدق	۱۱۰
یا ولی اللہ کنت لا اعرفک	۱۰۴
یخرون علی الاذقان سجدا ربنا اغفر لنا انا کنا	
خاطئین	ح ۲۶۰، ۱۰۳
یعفر اللہ لکم و هو ارحم الراحمین	۱۰۳
یعصمک اللہ من عنده و ان لم یعصمک الناس	۹۹



مضامین

الف	آ
ابدال	آخری زمانہ
جو لوگ اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کر لیتے ہیں وہی	آخری زمانہ کے اخبار و علامات از قرآن مجید ۳۵۹
خدا کے نزدیک ابدال کہلاتے ہیں ۳۵۷	آخری زمانہ کے وہ علماء جن کو آنحضرت ﷺ نے اس امت کے یہود قرار دیا ہے ۲۷۸
میری جماعت میں وہ لوگ جنہوں نے اس سلسلہ کے لئے بہت دکھا اٹھائے ہیں اور بہت ذلتیں اٹھائیں ہیں اور جان دینے تک فرق نہیں کیا یقیناً وہ ابدال ہی ہیں۔ ۳۵۷	آریہ دھرم
حضرت مولوی عبدالرحمن اور صاحبزادہ عبداللطیف شہداء کا بل ابدال ہیں ۳۵۷	آریوں کے نزدیک خدا تعالیٰ خالق نہیں ۳۸
اجتہاد	آریوں کے نزدیک مادہ کے پر کرتی (یعنی جزائے مادہ) مع اپنی تمام صفات کے ازلی اور قدیم ہیں ۳۷
آنحضرت ﷺ کا اجتہاد سب اجتہادوں سے اسلم اور اقویٰ اور اصح ہے ۱۶۹	آریوں کیلئے خدا تعالیٰ پر یقین کرنے کی کوئی راہ کھلی نہیں کیونکہ ان کے نزدیک مادہ اور ارواح اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ خود بخود ہیں ۳۷
انسان کا اپنا علم اور اپنا اجتہاد غلطی سے خالی نہیں ۸۶ ح	یہ مذہب دہریہ مذہب سے بہت قریب ہے ۳۷
دنیا میں کوئی ایسا نبی اور رسول نہیں گذرا جس نے اپنی کسی پیشگوئی میں اجتہادی غلطی نہ کی ہو ۱۶۸	آریوں کو تاریخ کے خیال اور توبہ قبول نہ ہونے کے عقیدہ نے پاپ کی گزیر نفس کے حقیقی طریقوں سے دور کر دیا ہے ۳۷
انبیاء علیہم السلام سے بے شک غلطی ہو سکتی ہے مگر وہ ہمیشہ اس غلطی پر قائم نہیں رکھے جاسکتے ۲۸۰	لیکھرام کا پیشگوئی کے مطابق مارا جانا اسلام اور آریہ مذہب میں ایک امتیازی نشان تھا ۴۶
اگر قبل از وقت اجتہادی طور پر کوئی نبی اپنی پیشگوئی کے معنی کرنے میں کسی طور کی غلطی کھائے تو اس پیشگوئی کی شان اور عزت میں فرق نہیں آئے گا ۲۴۷	آریہ ورت
پنجیر بشر ہی ہوتا ہے اور اس کیلئے یہ نقص کی بات نہیں کہ کسی اپنے اجتہاد میں غلطی کھائے۔ ہاں وہ قائم نہیں رکھا جاتا ۲۵۰	آریہ ورت کا داؤد کرشن تھا ۱۱۷
پیشگوئیوں کو سمجھنے میں اجتہادی خطا کی مثالیں آنحضرت ﷺ کا جہرت مدینہ اور حدیبیہ والے سفر کے بارہ میں اجتہاد ۱۷۶	آگ
	اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوف کی آگ جب بھڑکتی ہے تو گناہ کے خش و خاشاک کو جلا کر جھسم کر دیتی ہے ۷
	آتش شہوت سے مخلصی پانے کے لئے اس آگ کے وجود پر قوی ایمان کی ضرورت ہے جو جسم اور روح دونوں کو عذاب شدید میں ڈالتی ہے ۳۳۷

ذہب و ہلی کی حدیث سے آنحضرت ﷺ کی
اجتہادی غلطی کا استنباط

۱۶۹ تا ۱۶۸

اجماع

یہ مسلم امر ہے کہ ایک صحابی کی رائے شرعی حجت نہیں
ہو سکتی۔ شرعی حجت صرف اجماع صحابہ ہے

۴۱۰

اسلام میں سب سے پہلا اجماع یہی تھا کہ تمام نبی فوت
ہو چکے ہیں

۲۸۴

صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں تمام صحابہ کا اجماع ہو چکا
تھا کہ تمام نبی فوت ہو چکے ہیں

۳۷۵

اس اجماع میں تمام صحابہ شریک تھے ایک فرد بھی ان میں
سے باہر نہ تھا۔ یہ صحابہ کا پہلا اجماع تھا

۲۸۶

اخلاص

تمام برکتیں اخلاص میں ہیں اور تمام اخلاص خدا کی رضا جوئی
میں اور تمام خدا کی رضا جوئی اپنی رضا کے چھوڑنے میں ہے

۲۴۳

اذن

مجھے دقا فوقاً ایسے آدمیوں (کنز و مباحین) کا علم دیا جاتا ہے
مگر اذن نہیں دیا جاتا کہ ان کو مطلع کروں

۱۱۴

ارتداد

ارتداد کے دو بڑے زمانے۔

۲۸۶ ح

ابوبکرؓ اور مسیح موعود کے زمانے میں

ارہاس

۱۹۰۵ء میں زلزلہ سے کانگریس کے سولہ سو سالہ پرانے مندر کا گرنا
اشاعت توحید کے لئے بطور ارہاس تھا

۱۷۱

استاد

استاد روحانی باپ ہوتا ہے

۳۰۳

مسیح موعود نے علم و معرفت کسی استاد سے حاصل نہیں کی

۳۰۳

استغفار

سب انبیاء و اولیاء نے استغفار کو اپنا شعار قرار دیا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کا استغفار اور

۲۶۹

اس کی حقیقت

استقامت

اپنے تئیں میری تعلیم اور دلائل پر مضبوطی سے قائم کرو اور پوری

۱۲۳

استقامت اختیار کرو

انسان کو چاہئے کہ لوہے کی طرح اپنی استقامت اور ایمانی

۱۲۴

مضبوطی میں بن جائے

انسان شیطانی حملے سے تب محفوظ ہوتا ہے کہ استقامت میں

۱۲۵

لوہے کی طرح ہو

اسرلی

ایک ہی رات میں کرانے سے مقصد یہ ہے کہ اس کی تمام تکمیل
ایک ہی رات میں کر دی اور صرف چار پہر میں اس کے سلوک کو
کمال تک پہنچایا

۱۱۲

اسلام

اسلام کے دو حصے۔

۲۹

خدا کی رضا جوئی اور نبی نوع سے نیکی کرنا

درحقیقت تمام آیات قرآنی کے لئے اسلام کا مفہوم بطور

۴۱۳

مرکز کے ہے

اسلام انسان کو محبت الہیہ سے رنگین کرنے کی صلاحیت

۱۲۴

رکھتا ہے

اسلام خدا دانی اور خدا ترسی کا ایسا ذریعہ ہے جس کی نظیر کبھی اور

۲۵

کسی زمانہ میں نہیں پائی گئی

عقائد و تعلیم کا اکمل اور جامع ہونا اسلام کے منجانب اللہ

۴

ہونے کا ثبوت ہے

مسیح موعودہ کے ذریعہ خدا تعالیٰ تمام سعید لوگوں کو ایک مذہب

۱۲۶

یعنی اسلام پر جمع کرے گا

مجھے خردی گئی ہے کہ مذاہب کی کثرت میں آخر کار اسلام کو

۳۲۷

غلبہ ہوگا

عیسیٰ علیہ السلام سے چوتھا وعدہ ”جامع الذین اتبعوك

۳۲۸

فوق الذین كفروا“ اسلام کے غلبہ سے پورا ہو گیا

آسمان کا خدا مجھے بتلاتا ہے کہ آخر کار اسلام کا مذہب دلوں کو

۳۲۷

فتح کرے گا (نکہ عیسائی یا بدھ مذہب)

اصحاب الصفہ

خدا فرماتا ہے کہ بہت سے لوگ اپنے اپنے وطنوں سے تیرے

پاس قادیان میں ہجرت کر کے آئیں گے اور تمہارے گھروں

۷۳

کے کسی حصہ میں رہیں گے وہ اصحاب الصفہ کہلائیں گے

اعراض

اعراض کی دو شکلیں

۱۔ اعراض صوری۔ ایک شخص خدا تعالیٰ کے کلام سے بالکل

۳۰

منکر ہو

۲۔ اعراض معنوی۔ بظاہر منکر تو نہ ہو لیکن رسم اور عادت وغیرہ

۳۰

کے نیچے دب کر کلام اللہ کی کچھ پروا نہ کرے

افتراء

یہ خدائے عادل اور قدوس کی عادت کے برخلاف ہے کہ وہ

۱۰

ایک مفتری کو تیس برس تک مہلت دے۔

مفتری کو لمبی مہلت دینے سے صادق اور کاذب کے درمیان

۲۹۳

ماہہ الا امتیاز قائم نہیں رہتا

۱۳۰

اللہ تعالیٰ مفتری کی نصرت نہیں کرتا

القاء

القاء کے متعلق شیطانی ہونے کا شبہ ایمان کے لئے خطرہ

۱۲۲

ہے

زندہ معجزات و برکات صرف اسلام میں موجود ہیں اور یہ

۶

اس کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت ہے

۵

اسلام تعلیم کی رو سے ہر ایک مذہب کو فتح کرنے والا ہے

۳۱۲

اسلام کا ماہہ امتیاز۔ مکالمہ و مخاطبہ البہیہ

دنیا میں صرف اسلام ہی یہ خوبی رکھتا ہے کہ وہ بشرط سچی اور کامل

اتباع ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت ﷺ مکالمات البہیہ سے

۳۵۴

مشرف کرتا ہے

اسلام ایسا با برکت اور خدا نما مذہب ہے کہ اس کی سچی پیروی

۲۵

سے اسی جہان میں انسان خدا کو دیکھ سکتا ہے

اس زمانہ میں اسلام کی شکل کو تفریط اور افراط کے سیلاب نے

۱۰۷

بگاڑ دیا ہے

جب اسلام کا شعاع صرف چند ظاہری امور اور رسمی نماز روزہ

۳۱۱

رہ گیا تو خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں کو مسخ کر دیا

اسلام میں سب سے پہلا اجماع یہی تھا کہ تمام نبی فوت

۲۸۳

ہو گئے

۲۸۳

خیر القرون میں حیات عیسیٰ کے خیال کا نام و نشان نہ تھا

۲۹۲

حیات مسیح کے عقیدہ نے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا

عیسیٰ کی موت میں اسلام کی زندگی ہے اور عیسیٰ کی زندگی میں

۴۰۶

اسلام کی موت ہے

اس زمانہ میں ایمانی مال کے بچانے کے لئے اسلام کی جملہ

خوبیوں اور اس شخص کا علم ہونا ضروری ہے جو اسلامی بیٹھڑوں

۴۲۸

کے لئے بطور گلہ بان مقرر کیا جائے

۴۰۵

اسلام کا آخری خلیفہ مسیح موعود ہے

لیکھرام کی موت کا نشان مذہب اسلام کی سچائی کی گواہی

۴۷

دیتا ہے

اللہ تعالیٰ

معرفت و شناخت

- ۲۰۰ انسان کی روح کو خدا تعالیٰ سے ایک تعلق ازلی ہے
مذہب کی اصلی سچائی خدائے تعالیٰ کی ہستی کی شناخت سے
وابستہ ہے
- ۶۰ جب تک خدائے تعالیٰ کی طرف سے انا الموجود کی آواز
زوردار طاقتوں کے سنائی نہ دے اور فعلی طور پر اس کے ساتھ
دوسرے زبردست نشان نہ ہوں اُس وقت تک اُس زندہ خدا
پر ایمان آ نہیں سکتا۔
- ۳۰ خدا کی معرفت خدا کے ذریعہ سے ہی میسر آسکتی ہے اور خدا کو
خدا کے ساتھ ہی شناخت کر سکتے ہیں۔ اور خدا اپنی جہت آپ
ہی پوری کر سکتا ہے
- ۷ خدائے تعالیٰ پر یقین کرنے کی دورا ہیں۔ معقولی اور سماوی
خدا تعالیٰ کی ہستی پر معقولی دلیل۔ کائنات کی پر حکمت
صنعت اور ابلغ ترکیب
- ۳۹ وہ خدا جو حکیم اور عالم الغیب ہے اس کا ہر ایک کام اوقات
سے وابستہ ہے
- ۴۱۲ خدا تعالیٰ عقلی طور پر اپنی خالقیت سے شناخت کیا جاتا ہے۔
دوسرا طریق خدا تعالیٰ کا آسمانی نشان ہے
- ۳۸ معجزات نہ ہوں تو پھر خدا تعالیٰ کے وجود پر کوئی قطعی اور یقینی
علامت نہیں رہتی
- ۵۶ خدا تعالیٰ کے نشانات کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا چہرہ نظر
آتا ہے
- ۷۷ خدا تعالیٰ اپنے زبردست نشانوں کے ساتھ اپنے نبیوں
کی صفائی اور اصطفاء کی شہادت دیتا ہے
- ۱۰۲ خدا تعالیٰ کی نصرت راستبازوں کے شامل حال رہتی ہے
خدا کی خاص تجلی سے راستبازوں میں وہ برکتیں پیدا ہو
جاتی ہیں جو خدا میں ہیں
- ۶۵

خدا برحق ہے لیکن اس کا چہرہ دیکھنے کا آئینہ وہ منہ ہیں جن

- ۶۴ پر اس کے عشق کی بارشیں ہوں
راستباز کی معجزانہ زندگی آسمان و زمین سے زیادہ خدا تعالیٰ کے
وجود پر دلالت کرتی ہے
- ۴۰ خدا تعالیٰ کا پانا اور اس کا دریافت کرنا گناہ سے روکتا ہے
وہ تجلیات الہیہ قولی و فعلی جو معجزانہ رنگ میں کسی سعید دل
پر نازل ہوتی ہیں وہ دکھا دیتی ہیں کہ خدا ہے
- ۳۳ جب تک خدا اپنی قولی و فعلی تجلیات سے اپنی ہستی ظاہر نہ کرے
اس وقت تک انسان گناہ سے پاک نہیں ہو سکتا
- ۳۴ اللہ تعالیٰ کے وجود پر بعض عقلی دلائل کامل خدا شناسی اور
تزکیہ نفس کے لئے کافی نہیں
- ۶۰ اپنی ہستی کو محو کر کے خدا کی وحدت کو اپنے اوپر وارد کر لینا
ہی کامل توحید ہے
- ۶۴ اگر خدا کا ارادہ انسان کے ارادہ کے مطابق نہ ہو تو انسان ہزار
جدوجہد کرے اپنے ارادہ کو پورا نہیں کر سکتا
- ۳
- صفات الہیہ**
- خدا تعالیٰ کی صفات کبھی معطل نہیں ہوتیں۔ پس جیسا کہ وہ
ہمیشہ سننا رہے گا ایسا ہی وہ ہمیشہ بولتا بھی رہے گا
- ۳۵۵ اللہ تعالیٰ قدیم ہے اور ازل سے غیر متبدل ہے لیکن ایک تبدیلی
جس کی ہم کہہ نہیں سمجھ سکتے مومن کی تبدیلی کے ساتھ خدا میں
بھی ظہور میں آ جاتی ہے
- ۲۴۲ وہ خدا سچا ہے جس کی صفات محض قصے نہیں بلکہ وہ ہمیشہ صادر
ہوتی رہتی ہیں
- ۳۳ وہ قادر ہے کہ ایک تنہا گناہ کو اس قدر ترقی دے کہ لاکھوں
انسان اس کے محبت اور ارادہ مند ہو جائیں
- ۱۳۳ خدا تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے۔ اس کے فیوض کو اپنی طرف کھینچنے
کے لئے ایسی دعاؤں کی سخت ضرورت ہے جو گریہ و بکا اور
صدق و صفا اور درود دل سے پر ہوں
- ۳۳

سورۃ نور میں منکم کا لفظ اشارہ کرتا ہے کہ ہر ایک خلیفہ اسی امت میں سے ہوگا

۱۰۹

امامکم منکم کے یہی معنی ہیں کہ آنے والا عیسیٰ اسی امت

ح ۲۹۹

کے افراد میں سے ہوگا

۲۹۹

لوگ عیسیٰ کو امتی بناتے ہیں اور خدا امتی کو عیسیٰ بناتا ہے

۳۰۲

ضرورتاً کہ اس امت کا خاتمہ اختلفاً عیسیٰ کا مثل ہو

۴۰۸، ۴۰۷

ایک امتی کا عیسیٰ نام رکھنے میں حکمت

امتی وہ ہے جسے صرف آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم کی

۳۶۴

پیروی کے طفیل ایمان اور کمال نصیب ہو

قرآن شریف میں اکثر جگہ یہ امید دلائی گئی ہے کہ ایک امتی

۳۰۷

شرف مکالمہ الہیہ سے شرف ہو سکتا ہے

۳۲۴

حضرت عیسیٰ کو امتی قرار دینا ایک کفر ہے

انسان

انسان کی روح کو خدا تعالیٰ سے ایک تعلق ازلی ہے

۲۰۰

انسان تعبدی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور طبعی طور پر اس کے

۲۰۰

دل میں خدا تعالیٰ کی محبت موجود ہے

۲۱۷

انسانی نفس محبت الہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے

۱۸۵

انسان کی روحانی اور جسمانی پیدائش کے مراتب ستہ

جب انسان خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا شروع کرے تو اسی

۲۴۳

دم سے خدا تعالیٰ کا رجوع اس کی طرف شروع ہو جاتا ہے

۲۳۴ تا ۲۳۰

انسانی وجود کے مراتب ستہ

جب تک انسان پر خدائی تجلیات کا ظہور نہ ہو وہ گناہ سے پاک

۳۴

نہیں ہو سکتا

خدا کا قانون ہے کہ اس نے کسی انسان کو کسی امر میں خصوصیت

۵۰

نہیں دی

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی پر نظر رکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ

کا باوجود فتح کی بشارات کے بدر کے موقع پر گریہ و زاری

۲۵۶

سے دعا کرنا

خدا تعالیٰ کی عادت اسی طرح ہے کہ (مامورین پر) اعتراض

کرنے والوں کو اعتراض کرنے کیلئے بہت سی گنجائش دیتا ہے

۹۷

امانت

مومن حتی الوسع خدا اور اس کی مخلوق کی تمام امانتوں کے ہر ایک

۲۰۷

پہلو کا لحاظ رکھتے ہیں

۲۴۰

خدا تعالیٰ کی امانتوں کی رعایت رکھنے سے مراد

انسان کی جان و مال اور تمام جسم کے آرام خدا تعالیٰ کی امانتیں

۲۳۲

ہیں جن کو واپس دینا امین ہونے کی شرط ہے

مومن اس بات پر خوش نہیں ہوتے کہ موٹے طور پر اپنے تئیں

امین اور صادق العہد قرار دیں بلکہ ڈرتے رہتے ہیں کہ درپردہ

۲۰۸

ان سے کوئی خیانت ظہور پذیر نہ ہو

امت محمدیہ

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت ﷺ

۳۰۰

کی امت میں داخل ہے

امت محمدیہ میں تباہی اس وقت پیدا ہوئی جب قرآن کریم کی

۲۹

تعلیم سے اعراض کیا گیا

۴۰۷

امت محمدیہ کی امت موسویہ سے مماثلت

بعض گروہ اس امت کے انبیاء بنی اسرائیل کے قدم پر اور

۳۰۲

بعض افراد یہودیوں کے قدم پر چلیں گے

سورۃ تحریم میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے مشابہت

۱۱۰

دی گئی ہے

احادیث نبویہ میں صراحت سے لکھا گیا ہے کہ آنے والا مسیح

۲۸۳

اسی امت میں سے ہوگا

ایمان سچ ہے۔ نیکی مینہ ہے، مجاہدات ہل ہیں، نفس مرتاض
بیل ہے، شریعت اس کے چلانے کے لئے ڈنڈا ہے اور جو
۲۲۵ اناج اس سے پیدا ہوتا ہے وہ دائمی زندگی ہے
اس کی پاک وحی پر میں ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ
۷۷ خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں پر

ب

بت پرستی

بت پرستی پست خیالات کی وجہ سے دنیا میں روانہ پاگئی ہے ۳۵
۱۳۲ سے ہر طرف ملک میں ہے بت پرستی کا زوال

بجل

نفس کی ایسی ناپاکی جو ناپاکیوں سے بدتر ہے ۲۰۴
بجل کی پلیدی خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے سے نکل
جاتی ہے ۲۰۳

مومن اپنے نفس کو بجل سے پاک کرنے کے لئے اپنا عزیز مال
خدا کی راہ میں دیتے ہیں ۲۰۵

بجل کے دور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی رزاقیت پر قوی
ایمان درکار ہے اور خالی جیب ہونے کی حالت میں ایک
قوی توکل کی ضرورت ہے ۲۳۷

بدظنی

انبیاء کے متعلق ان کے مخالفین کی بدظنیاں
۳۶۸ بدظنی کے بارے میں اشعار

جو لوگ بدگمانی کو شیوہ بناتے ہیں
تقویٰ کی راہ سے وہ بہت دور جاتے ہیں
تم دیکھ کر بھی بدکو بچو بدگمان سے

۱۹۰۱۸ ڈرتے رہو عقاب خدا نے جہان سے
گر نہ ہوتی بدگمانی کفر بھی ہوتا فنا
۱۲۹ اس کا ہووے ستیانای اس سے بگڑے ہوشیار

بدھ مذہب

عیسائی مذہب یا بدھ مذہب نہیں بلکہ اسلام کا مذہب آخر کار
۲۲۷ دلوں کو فتح کرے گا

انسان فقط اسی چیز کی قدر کرتا ہے جس کی عظمت و طاقت کی
۳۴ پوری معرفت رکھتا ہو

انسان کی سچی پاکیزگی بہت سے دکھ اور مجاہدات کو چاہتی ہے ۳۵
ظلم اور جہول کے الفاظ انسان کیلئے محل مدح میں آئے
۲۳۹ ہیں نہ محل مذمت میں

ان کے معنی یہ ہیں کہ انسان کی فطرت میں یہ صفت تھی کہ
وہ خدا کے لئے اپنے نفس پر ظلم اور سختی کر سکتا ہے ۲۳۹
تین برس تک انسان کا پہلا جسم تخلیل ہو کر نیا جسم پیدا ہو جاتا
۳۹۲ ہے

انفاق فی سبیل اللہ

انفاق فی سبیل اللہ سے بجل کی پلیدی نکل جاتی ہے اور ایمان
۲۰۴ میں شدت اور صلابت پیدا ہو جاتی ہے
نفس کی پاکیزگی کے بغیر مال کا خدا کی راہ میں نکالا جانا ممکن
۲۳۱ نہیں۔

انکسار

وہ شیطان ہے جو خدا کے سامنے انکسار اختیار نہ کرے ۲۶۹
۱۴۴ سے کبریٰ عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

ایمان

ایمان کا قوی ہونا یا اعمال صالحہ بجالانا یہ معرفت تا مدد
۳۰۷ نتیجہ ہے

زندہ ایمان کے لئے زندہ خدا کی تجلیات ضروری ہیں ۳۰
ان لوگوں کا ایمان کچھ بھی نہیں جو خدا کی تازہ برکات اور تازہ
معجزات کے دیکھنے سے محروم ہیں ۷

ایمان اس حد تک ایمان کہلاتا ہے کہ ایک بات من و وجہ
ظاہر اور من و وجہ پوشیدہ ہو ۴۲

قیامت کے دن ایمان لانا بے کار ہوگا ۴۴

ایمان کے نتیجے میں لغویات سے کنارہ کشی آسان ہو جاتی
۱۹۸ ہے

پ

پاکیزگی

میں طبعاً اس سے کراہت کرتا ہوں کہ لوگوں کے سامنے اپنی

۱۰۰ دلی پاکیزگی ظاہر کروں

۳۵ سچی پاکیزگی بہت سے دکھ اور مجاہدات کو چاہتی ہے

پاک و صاف ہونے کے لئے صرف معرفت کافی نہیں بلکہ

۳۳ بچوں کی طرح دردناک گریہ و زاری بھی ضروری ہے

پیشگوئی / پیشگوئیاں

قرآن شریف زبردست پیشگوئیوں کے لحاظ سے لا جواب

۵۹ معجزہ ہے

پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے جائز کوشش کرنا سنت ہے ۳۷۰

۲۷۹ پیشگوئیوں کی اشاعت کے لئے ملہم نامور نہیں ہوتا

خدا تعالیٰ کی پیشگوئیاں کبھی ظاہری طور پر پوری ہوتی ہیں

۲۵۳ اور کبھی استعارہ کے رنگ میں

میری کسی پیشگوئی پر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہو سکتا جو پہلے

۲۹۶ نبیوں کی پیشگوئیوں پر نہیں ہو چکا

عفت الدیار محلہا و مقامہا پر اعتراضات اور ان کے

۲۳۶۴۱۵۳ جواب

دنیا میں کوئی ایسا نبی یا رسول نہیں گزرا جس نے اپنی کسی پیشگوئی

۱۶۸ میں اجتہادی غلطی نہ کی ہو

۲۴۷ پیش از وقت کسی پیشگوئی کی پوری حقیقت نہیں کھلتی

۸۰ و عید کی پیشگوئیاں استغفار سے ٹل سکتی ہیں

یونس نبی کی پیشگوئی قطعی ہونے کے باوجود قوم کی تضرع

۱۸۰ اور دعا سے ٹل گئی

پیشگوئی متعلق احمد بیگ و محمدی بیگم پر اعتراضات

۳۶۹، ۱۸۱ تا ۱۷۹

۳۶۹ پیشگوئی متعلق مرزا احمد بیگ شریقی تھی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ نوٹس جو حضور نے بدھ

۲۲۵ تا ۲۲۳ مذہب کی کسی کتاب کو پڑھ کر لئے تھے

بدھ مذہب کی پختوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کشمیر

۲۰۴ میں آنے کا کچھ ذکر ملتا ہے

برہموساج

برہموساج والے بھی خدا تعالیٰ کو وحدہ لا شریک کہتے ہیں

..... روز جزا سزا کو بھی مانتے ہیں اور کلمہ لا الہ الا اللہ کے بھی

۳۱۱ اقراری ہیں

بروز

صوفیوں کا یہ مقرر شدہ مسئلہ ہے کہ بعض کاملین اس طرح پر دوبارہ

دنیا میں آجاتے ہیں کہ ان کی روحانیت کسی اور پر تجلی کرتی ہے

۲۹۱ اور اس وجہ سے وہ دوسرا شخص پہلا شخص ہی ہو جاتا ہے

حضرت محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ عیسیٰ تو آئے گا مگر

بروزی طور پر یعنی کوئی اور شخص اس امت کا عیسیٰ کی صفت پر

۲۱۹ آئے گا

عیسائیوں میں بعض فرقے اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح کی

۳۴۲ آمد ثانی الیاس نبی کی طرح بروزی طور پر ہے

ہندوؤں میں بھی ایسا ہی اصول ہے اور وہ ایسے آدمی کا نام

۲۹۱ اوتار رکھتے ہیں

بنی اسرائیل

بنی اسرائیل کے پاس مدت تک انبیاء کی تصویریں رہیں

۳۶۶ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تصویر تھی

بنی اسرائیل میں عورتوں کو بھی خدا تعالیٰ کے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف

۳۵۴ حاصل ہوا ہے جیسے حضرت موسیٰ کی ماں اور مریم صدیقہ کو

بیعت

بیعت صرف زبانی اقرار کا نام نہیں بلکہ بیعت کے معنے اپنی جان

۱۱۴ اور مال اور آبرو کو اس راہ میں بیچ دینا ہے

تصویر (فوٹو)

میں اس بات کا سخت مخالف ہوں کہ کوئی میری تصویر کھینچے اور اس کو بت پرستوں کی طرح اپنے پاس رکھے یا شائع کرے ۳۶۵
میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میری جماعت کے لوگ بغیر ایسی ضرورت کے جو کہ مضطر کرتی ہے وہ میرے فوٹو کو عام طور پر شائع کرنا اپنا کسب اور پیشہ بنالیں ۳۶۷
میرا یہ مذہب نہیں ہے کہ تصویر کی حرمت قطعی ہے۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ فرقا جن حضرت سلیمان کے لئے تصویریں بناتے تھے ۳۶۶
فوٹو کے ذریعہ سے بہت سے علمی فوائد ظہور میں آتے ہیں ۳۶۶

تعبیر رویا

آنحضرت صلعم کی تین رویا اور ان کی تعبیر ۳۳۷
معجزین نے لکھا ہے کہ جو شخص خواب میں یہ دیکھے کہ وہ زندہ مع جسم عصری آسمان پر چلا گیا ہے اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنی طبی موت سے مرے گا ۳۷۱
تمام معجزین کے اتفاق سے تعبیر کی رو سے زرد رنگ کی چادر سے مراد بیماری ہوتی ہے ۳۷۳
مجھے رویا میں اپنی نسبت یا کسی دوسرے کی نسبت جب کبھی معلوم ہوا ہے کہ زرد چادر جسم پر ہے تو اس سے بیار ہونا ہی ظہور میں آیا ہے ۳۷۴

تعلق باللہ

انسان کی روح کو خدا تعالیٰ سے ایک تعلق ازلی ہے ۳۰۰
ہیبت اور عظمت الہی سے متاثر ہو کر ہمیشہ کے لئے لغو باتوں اور لغو کاموں کو چھوڑ دینا تعلق باللہ کہلاتا ہے ۳۰۲
مجرد خشوع اور گریہ و زاری کہ جو بغیر ترک لغویات ہو قرب الہی اور تعلق باللہ کی علامت نہیں ۱۹۳
لغو تعلقات سے اپنے تئیں الگ کرنا خدا تعالیٰ سے تعلق کا باعث ہے ۳۰۲

احمد بیگ کے متعلق پیشگوئی کے دو حصے تھے اور دونوں

۱۸۰ تا ۱۷۹

شرطی تھے

۲۳۹، ۲۳۸

پیشگوئیوں میں ابہام

۲۰۵

ہر ایک نبی کی کوئی نہ کوئی پیشگوئی کا فروغ پر مشتبہ رہی ہے

۲۵۱

پیشگوئیوں میں اکثر وقت کی تعیین نہیں ہوتی

مخالفین مکہ نے منعیٰ هذا الوعد کہہ کر وقت کی تعیین

۱۷۸

چاہی تھی مگر ان کو وقت نہیں بتلایا گیا

۲۵۹

زلزلہ کی پیشگوئی کے وقت کی تعیین

پیشگوئی کی حقیقی تفسیر کا وقت وہ ہوتا ہے جب وہ پیشگوئی

۲۹۳ ح

ظاہر ہو

ت

تبلیغ

تبلیغ الہی احکام کے متعلق ہوتی ہے نہ کہ پیشگوئیوں کے

۲۷۹

متعلق

۲۶۹ ح

انبیاء کو حق تبلیغ ادا کرنے ورد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں سامان تبلیغ و اشاعت

۱۹۹

حق پہلے کسی نبی کے زمانہ میں میسر نہ تھے

ترکیہ نفس

ترکیہ نفس کسی انسانی منصوبہ سے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لئے

۳۳

زندہ خدا کی زندہ تجلیات تولی فعلی ہی واحد علاج ہے

نفسانی غلاظتیں اللہ تعالیٰ سے سچے اور پاک تعلق کے ذریعہ

۳۲

دور ہوتی ہیں

کامل طور پر پاک ہونے کے لئے صرف معرفت ہی کافی نہیں

بلکہ اس کے ساتھ پرورد عاؤں کا سلسلہ جاری رہنا بھی

۳۳

ضروری ہے

تقویٰ

تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے ۲۱۰
تقویٰ یہی ہے یا رو کہ نخواست کو چھوڑ دو ۱۷
روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے ۲۱۰
متقی وہی ہے جو خدا کی شہادتوں سے متقی ثابت ہو ۳۱۵
حضرت مسیح موعود کی شناخت کے لئے سچا تقویٰ ہونا شرط ہے ۳۱۵

توارد

اس سوال کا جواب کہ انسان کے قول سے خدا کا بھی توارہ ہو سکتا ہے تو خدا کے قول اور بندے کے قول میں فرق کیا ہوا؟ ۴۲۶
اس اشکال کا جواب کہ اگر انسان اور خدا کے کلام میں توارد ہو سکتا ہے تو ایسا ہونا قرآن شریف کے معجزہ ہونے میں قدح پیدا کرتا ہے ۱۶۳
بہت سے ایسے نمونے پیش ہو سکتے ہیں جہاں انسانی کلام سے خدا تعالیٰ کے کلام کا توارہ ہوا ۱۵۷
جبکہ خدا تعالیٰ کے کلام کا ایک مرتد کے کلام سے توارہ ہوتا اس سے کیوں تعجب کرنا چاہئے کہ لید جیسے صحابی بزرگوار کے کلام سے اس کے کلام کا توارہ ہو جائے ۱۶۲

توبہ

ایک موت کی حالت بنا کر صدق دل سے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا توبہ کہلاتا ہے ۳۷
نفس اگر چہ گناہ کی آگ سے سخت مشتعل ہو جائے پھر بھی اس میں ایک توبہ ہے کہ وہ اس آگ کو بجھا سکتی ہے ۳۴
جرائم پیشہ بھی اگر توبہ کرے تو وہ عذاب سے بچ سکتا ہے ۱۵۱
توبہ نہ قبول ہونے کے عقیدہ نے آریوں کو پاپ کی زندگی نفس کے حقیقی طریقوں کو اختیار کرنے سے محروم کر دیا ہے ۳۷

۱۸۰ وعیدی پیشگوئیاں توبہ و استغفار سے ٹل سکتی ہیں

۳۷۰ یونس کی قوم توبہ و استغفار سے بچ گئی

توحید

اپنی ہستی کو محض کر کے خدا کی وحدت کو اپنے اوپر وارد کر لینا ہی کامل توحید ہے ۶۴
۱۹۰۵ء میں زلزلہ سے کانگڑہ کے سولہ سو سالہ پرانے مندر کا گرنا اشاعت توحید کے لئے بطور ارہاس تھا ۱۷۱

ج

جماعت احمدیہ

سنت الہیہ کے موافق ہر ایک مامور کیلئے جماعت کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اس کا ہاتھ بٹائیں اور اس کے مددگار ہوں ۶۷
خدا تعالیٰ مسیح موعود کے ذریعہ تمام سعید لوگوں کو ایک مذہب یعنی اسلام پر جمع کر دے گا ۱۲۶
اب تک تین لاکھ کے قریب اس سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں ۱۰۸
خدا فرماتا ہے کہ بہت سے لوگ اپنے اپنے وطنوں سے تیرے پاس قادیان میں ہجرت کر کے آئیں گے اور تمہارے گھروں کے کسی حصہ میں رہیں گے وہ اصحاب الصفہ کہلائیں گے ۷۳
وہ لوگ جو اس جماعت سے باہر ہیں کم ہوتے جائیں گے اور اس سلسلہ میں داخل ہوتے جائیں گے ۹۵
اس جماعت کے لوگ اپنی تعداد اور قوت مذہب کی رو سے سب پر غالب ہو جائیں گے ۹۵
جماعت کو مخالفین کے سخت رویہ پر صبر اور دعا کی تلقین ۱۴۴
احباب جماعت کو مسیح موعود علیہ السلام کے نوٹوں کے شائع کرنے کے بارے میں نصیحت ۳۶۷
مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں (کمزور مبایعین) کا علم دیا جاتا ہے مگر ان میں نہیں دیا جاتا کہ ان کو مطلع کروں ۱۱۴

جنت

جنت خلق جدید ہے
 بہشت وہ مقام ہے جس میں انواع و اقسام کی جسمانی نعماء
 بھی ہوں گی
 بہشت میں داخل ہونے کے لئے جسم کی ضرورت ہے
 مجرد روح بہشت میں داخل ہونے کے لائق نہیں
 صرف روح کا بہشت میں داخل ہونا بے معنی اور بے سود ہے
 طیب و طاہر مومن مرنے کے ساتھ ہی بلا توفیق بہشت میں
 داخل ہو جاتے ہیں
 اس اعتراض کا جواب کہ اگر مومن مرنے کے بعد بلا توفیق
 جنت میں داخل ہو جاتا ہے تو حشر الاجساد کا انکار لازم
 آتا ہے

ح

حسن

انسان کی پیدائش میں دو قسم کے حسن ہیں حسن معاملہ
 اور حسن بشرہ
 حسن روحانی جو حسن معاملہ اور صدق و صفا اور محبت الہیہ
 کی تجلی کے بعد انسان میں پیدا ہوتا ہے اس میں ایک
 عالمگیر کشش پائی جاتی ہے

حشر اجساد

حشر اجساد کا دن تجلی اعظم کا دن ہے

حق الیقین

راستباز کی معجزانہ زندگی کا نشان حق کے طالب کو حق الیقین
 تک پہنچاتا ہے

حواری

عیسائی خود اس بات کے قائل ہیں کہ بعض حواری ملک ہند
 میں ضرور آئے تھے

تاریخ کی رو سے ثابت ہے کہ کچھ حواری حضرت عیسیٰ کے
 ساتھ اور کچھ بعد میں آپ کے ساتھ کشمیر میں آئے تھے
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری مختلف راہوں سے مختلف
 وقتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے

خ

خاتم الانبیاء

خاتم الانبیاء کے یہ معنی ہیں کہ براہ راست خدا تعالیٰ سے
 فیض وحی پانا بند ہے اور یہ نعمت بغیر اتباع آنحضرت ﷺ
 کے کسی کو ملنا محال ہے
 عیسیٰ بن مریم اسرائیلی نبیوں کا خاتم الانبیاء ہوا

خاتم الولايت

جیسا کہ آنحضرت ﷺ خاتم نبوت ہیں ایسے ہی حضرت
 مسیح موعود خاتم الولايت ہیں

خاتم الخلفاء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خاتم الخلفاء ہیں

خاتم الولد

حضرت مسیح موعود اپنے والد کے لئے خاتم الولد ہیں

خشوع

خشوع پہلا تقم ہے جو عبودیت کی زمین پر بویا جاتا ہے
 خشوع و رقت انسان کو فیضانِ رحیمیت کیلئے مستعد بناتا ہے
 خشوع تمام کمالات کے لئے تقم کی طرح ہے مگر اسی حالت کو
 کمال سمجھنا اپنے نفس کو دھوکا دینا ہے

خشوع کی حالت اس وقت تک خطرہ سے خالی نہیں جب تک
 کہ رحیم خدا سے تعلق نہ پکڑ لے
 مجرد خشوع بغیر ترک لغویات کے قرب الہی اور تعلق باللہ کی
 علامت نہیں ہے

بسا اوقات شریرو لوگوں کو بھی کوئی نمونہ قہر الہی کا دیکھ کر خشوع
 پیدا ہو جاتا ہے

۲۲۶ محبوبان الہی کی ہر دعا نہیں سنی جاتی
 ۲۲۱ کیوں کامل لوگوں کی بعض دعائیں منظور نہیں ہوتیں
 ۱۸۰ صدقہ و خیرات اور دعائے رزق بلا ممکن ہے
 بزرگوں اور مقربین سے دعا کرانے والوں کو کن امور کا خیال
 ۲۸۸ رکھنا چاہئے

دلیل

خدا ہلاک کرتا ہے اس کو جو دلیل کے ساتھ ہلاک ہو چکا
 اور اسے زندہ رکھتا ہے جو دلیل کے ساتھ زندہ ہے
 ۳۲۱ محض عقلی دلائل سے تو خدا تعالیٰ کا وجود بھی یقینی طور پر ثابت
 نہیں ہو سکتا
 ۶۱ محض عقلی دلائل مذہب کی سچائی کے لئے شہادت نہیں رکھتے
 ۶۰

دنیا

اس دنیا کی عمر حضرت آدم علیہ السلام سے سات ہزار برس
 ہے
 ۲۵۹، ح، ۳۶
 حضرت مسیح موعودؑ کی پیدائش چھٹے ہزار سال کے آخر پر ہے
 ۱۱۳

دہریت

ہر ایک بنیاد جو مست ہے اس کو شرک اور دہریت کھاتی جائے
 گی
 ۳۱۴ آریہ دھرم دہریت سے بہت قریب ہے
 ۳۷ ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کے موقع پر بعض دہریہ بھی خدا کے قائل
 ہو گئے
 ۲۰۱

ذوالسنین

احادیث میں ستارہ ذوالسنین کے طلوع ہونے کی پیشگوئی
 جو پوری ہوئی
 ۲۸۱

ر

راستباز

خدا کی خاص تجلی سے راستبازوں میں وہ برکتیں پیدا ہو جاتی ہیں
 جو خدا میں ہیں
 ۴۵

۱۹۳ بت پرستوں اور مخلوق پرستوں کا شروع و خضوع
 خط، خطوط

دور دور سے مریدانہ خطوط آنے کی پیشگوئی
 ۷۱ مسیح موعود علیہ السلام کو لاکھوں خطوط موصول ہوئے
 ۷۵ کئی خطوط امریکہ، انگلینڈ روس وغیرہ سے متواتر آرہے ہیں
 ۱۰۷

علق اخلاق

قرآن شریف کی اخلاقی تعلیم تمام دنیا کے لئے ہے مگر انجیل کی
 اخلاقی تعلیم صرف یہود کے لئے ہے
 ۴۱۶ جب تک انسان اخلاق ردیہ کو نہیں چھوڑتا تب تک وہ اخلاق
 فاضلہ کو قبول نہیں کر سکتا
 ۲۳۰ اخلاق فاضلہ خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں
 ۲۳۰ اسلامی اخلاق میں یہ داخل ہے کہ اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا
 جائے تو اس کا توڑنا حسن اخلاق میں شامل ہے
 ۱۸۱

خلیفۃ اللہ

وجود روحانی کے مرتبہ ششم میں مومن خلیفۃ اللہ کا لقب پاتا ہے
 ۲۴۱ مومن بھی ظلی طور پر اخلاق اور صفات الہیہ کو اپنے اندر
 لے کر خلافت کا درجہ اپنے اندر حاصل کرتا ہے
 ۴۳۲ اسلام کے سلسلہ خلافت کے آخر پر ایک خلیفہ پیدا ہوگا جو
 خاتم الخلفاء ہوگا
 ۳۰۰ سورہ نور میں منکم کا لفظ اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہر ایک
 خلیفہ اس امت میں سے ہوگا
 ۱۰۹ اسلام کا آخری خلیفہ مسیح موعود ہوگا
 ۴۰۵

دو

دعا

کامل طور پر پاک ہونے کے لئے صرف معرفت کافی نہیں
 بلکہ پروردگاہوں کا سلسلہ جاری رہنا بھی ضروری ہے
 ۳۳ باوجود فتوحات کی مسلسل بشارتوں کے آنحضرت ﷺ کا
 جنگ بدر کے موقع پر گریہ و زاری سے دعا کرنا
 ۲۵۵

ایک بڑھیا کی تین برس قبل کی خواب جس میں مسیح موعود علیہ السلام کی روح کو سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی روح سے مناسبت دی گئی ہے

ح ۲۲۴

ریل

ایک نئی سواری جس کی طرف قرآن شریف اور حدیثوں میں اشارہ تھا ظہور میں آگئی

۳۵۸

ز

زکوٰۃ

زکوٰۃ کا نام اسی لئے زکوٰۃ ہے کہ اس کی بجائے آوری سے انسان

۲۰۳

بخل کی پلیدی سے پاک ہو جاتا ہے

۳۵

سچی پاکیزگی بہت سے مجاہدات چاہتی ہے

زلزلہ

۱۵۱

مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی متعلق زلزلہ

۳۱ مئی ۱۹۰۲ء کو جس زلزلہ کی خبر دی گئی کسی نجومی نے اس

۱۰۰

سے قبل اس کی خبر نہیں دی تھی

۱۵۶

پنجاب کا زلزلہ جو پیشگوئی کے مطابق آیا

زلزلہ ۱۳ اپریل ۱۹۰۵ء۔ اس زلزلہ سے بعض دہریے بھی

۲۰۱

خدا کے قائل ہو گئے

زمانہ

زمانہ اپنے اندر ایک گردش دوری رکھتا ہے، نیک ہوں یا بد،

۱۱۷

بار بار ان کے امثال پیدا ہوتے رہتے ہیں

زمین

۴۰۰

زمین کسی جسم کو نہیں چھوڑتی کہ وہ آسمان پر جائے

ہر ایک انسان زمین پر ہی مرے گا اور زمین میں ہی دفن

۳۷۳

کیا جائے گا اور زمین سے ہی نکالا جائے گا

کس طرح ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ زمین پر جو انسانوں کے

رہنے کی جگہ ہے صرف تینتیس برس تک زندگی گزاریں مگر

آسمان پر جو انسانوں کے رہنے کی جگہ نہیں ہے دو ہزار برس

۳۹۴

تک سکونت اختیار کر رکھیں

خدا راستباز کے اقبال کی عمارت کو اپنے ہاتھ سے بناتا ہے

راستباز کی معجزانہ زندگی خدا تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے

راستباز کی معجزانہ زندگی آسمان وزمین سے زیادہ خدا تعالیٰ کے

وجود پر دلالت کرتی ہے

رفع (نیز دیکھئے نزول اور عیسیٰ کے عنوانات)

رفع الی اللہ ہجر موت کی حالت کے کسی حالت نسبت نہیں بولا

۳۸۴

جاتا

رفع الی اللہ یہودیوں اور اسلام کے عقیدہ کے موافق اس

موت کو کہتے ہیں جو ایمان داری کی حالت میں ہو

۵۵

خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہمیشہ روحانی ہی ہوتا ہے

قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے کہ جب مومن

فوت ہوتا ہے تو اس کی روح خدا کی طرف جاتی ہے

یہودی شریعت کا یہ مسئلہ تھا کہ جو لوگ صلیب پر مرتے ہیں

ان کا رفع روحانی خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا

عیسائی بھی رفع کے بارہ میں غلطی میں پھنس گئے

۵۴

روح

روح بھی خدا کی بیدائش ہے مگر دنیا کے فہم سے بالاتر ہے

روح مجہول الکنہ ہے جس کی نسبت تمام فلسفی اور اس مادی دنیا

کے عقلاء حیران ہیں کہ وہ کیا چیز ہے؟

روحانیت کے مراتب ستہ

۲۱۷

مومن کو آخری درجہ پر رویائے صادقہ بکثرت ہوتے ہیں جو

فلق صبح کی طرح ظہور میں آ جاتے ہیں

حدیث صحیح میں ہے کہ اگر کوئی خواب دیکھے اور اس کی کوشش

سے وہ خواب پوری ہو سکے تو اس رویا کو اپنی کوشش سے پوری

کر لینا چاہئے

مجھے رویا میں اپنی نسبت یا کسی اور کی نسبت جب کبھی معلوم ہوا کہ

زرد چادر بدن پر ہے تو اس سے بیمار ہونا ہی ظہور میں آیا ہے

۳۷۴

زنا

زنا انسانی نسل کے حلال سلسلہ میں حرام کو ملادیتا ہے اور
تضع نسل کا موجب بنتا ہے

۲۰۹

س-ش

سلوک

۱۲۶

سلوک کے تمام ہونے کے لئے تین شرطیں

۱۵۲

سلوک کے لئے خدا تعالیٰ کی راہ میں بچھلنا بھی ضروری ہے
مومن کے لئے نفس کو ترک کرنا ایک آخری امتحان ہے جس پر

۲۳۸

اس کے تمام مراتب سلوک کے ختم ہو جاتے ہیں

شفا عت

۲۲۷

شفا عت کی حقیقت

۱۱۶

موسیٰ بنی اسرائیل کا شفیع تھا

شہید

جس نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان کو وقف کر دیا وہ شہید

۳۹۰

ہو چکا

شہداء بہتر چڑیوں کی طرح بہشت میں پھل کھاتے ہیں ۳۸۷ ح

شیطان

۶۴

محض توحید کا تو شیطان بھی قائل ہے

۲۹۸

شیطان سب پر غالب نہیں

حضرت عیسیٰ کا مس شیطان سے پاک ہونا خصوصیت نہیں

۳۹۶ ح

صرف یہود کے الزام کا رد ہے

ص-ظ

صحابہ

یہ مسلم امر ہے کہ ایک صحابی کی رائے شرعی حجت نہیں ہو سکتی۔

۲۱۰

شرعی حجت صرف اجماع ہے

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سب صحابہ کا اجماع

۲۸۴

ہوا کہ تمام نبی بلا استثناء وفات پا چکے ہیں

حسن اتفاق سے آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت

تقریباً تمام زندہ صحابہ جو مدینہ میں موجود تھے اکٹھے جمع

۳۷۵ ح

ہو گئے تھے

صدقہ و خیرات

۸۶

صدقہ و خیرات اور دعا سے رزق بلا ہوتی ہے

بلا اور وعیدی پیشگوئیاں توبہ و استغفار اور صدقہ و خیرات

۱۸۰

سے دفع ہو سکتی ہیں

صوفیاء

بعض فرقے صوفیوں کے کھلے طور پر حضرت عیسیٰ کی

۲۹۲

وفات کے قائل ہیں

صوفیوں کا یہ مقرر شدہ مسئلہ ہے کہ بعض کالمین اس طرح پر

دوبارہ دنیا میں آتے ہیں کہ ان کی روحانیت کسی اور پر تجلی

۲۹۱

کرتی ہے

صلیب

یہود کی شریعت کا یہ مسئلہ تھا کہ جو لوگ صلیب پر مر جاتے

۵۷، ۵۴

ہیں ان کا رنج نہیں ہوتا اور وہ لعنتی ہوتے ہیں

۵۳

قرآن کا فیصلہ کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر نہیں مارے گئے

مظلوم و جہول

یہ دونوں لفظ انسان کیلئے محل مدح میں ہیں نہ محل مذمت میں ۲۳۹

ان کے معنی یہ ہیں کہ انسان کی فطرت میں یہ صفت تھی کہ

۲۳۹

وہ خدا کے لئے اپنے نفس پر ظلم اور تخریب کر سکتا ہے

ع

عذاب

محض ہندو یا عیسائی ہونے کی وجہ سے کسی پر عذاب نہیں آتا،

۱۵۱ ح

عذاب کی اصل وجہ فسق و فجور ہے

مخلوق کے نیک کردار اور نیک چلن ہونے کی وجہ سے
عذاب ٹل سکتا ہے

ح ۱۵۱

عقل

۳۲۸

خدا کی وحی عقلی عقلموں کو نازگی بخشتی ہے
سچا مذہب صرف عقل کا در یوزہ گر نہیں ہوتا کہ یہ اس کے
لئے عار ہے

۴۷

ایک مذہب کی سچائی کے لئے صرف عقلی دلائل کافی نہیں
بلکہ آسانی نشانات کا ظہور بھی ضروری ہے

۶۱

عقل اور معقولی علوم کے ذریعہ انسان کے روحانی وجود کے
مراتب ستہ کا اثبات

۲۳۰ تا ۲۳۳

علم

ح ۸۹

انسان کا اپنا علم اور اجتہاد غلطی سے خالی نہیں
یورپ کے کمال میں فراست کے علم کو بہت ترقی ہوئی ہے اور
اکثر ان کے محض تصویر دیکھ کر شناخت کر سکتے ہیں کہ ایسا مدعی

۳۶۶

صادق ہے یا کاذب

علماء

منہج موعود کی نسبت آثار میں لکھا ہے کہ علماء اس کو قبول
نہیں کریں گے اور اکثر مولوی یہودیوں کے مولویوں سے
مشابہت پیدا کر لیں گے

۲۷۸

عیسائیت

۴۰۲

مورخ لکھتے ہیں کہ تیسری صدی تک دین عیسائی اپنی
اصلیت پر تھا

۴۰۲

ان لوگوں نے جن پر انسان پرستی کی سیرت غالب تھی عیسیٰ
کو خدا بنا دیا

۵۷

صلیبی عقیدہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو ان لوگوں کو خوش کرتا ہے
جو کسی ایسے نسخہ کی تلاش میں رہتے ہیں کہ گندی زندگی بھی

۳۵

موجود ہو اور گناہ بھی معاف ہو جائیں

مغربی ممالک میں عیسائیت کی خراب روحانی حالت کی وجہ
سے پیشگوئی سورۃ کہف کے مطابق مسیح موعود مغربی ممالک

۱۲۰

کی اصلاح کے لئے کمر باندھے گا

۳۶

اکثر پادری ام الحباثت یعنی شراب خوری میں مبتلا ہیں

۱۳۱

سے کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع

ف-ق

فطرت انسانی

طبعی طور پر انسان کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت موجود ہے ۲۰۰
انسان کی فطرت میں ایک صفت تھی کہ وہ خدا کے لئے اپنے نفس
پر ظلم اور سختی کر سکتا ہے ۲۳۹

فطرت انسانی میں فرشتوں سے زیادہ قرب پانے اور شیطان

۲۶

سے زیادہ قہر مذلت میں کرنے کی استعداد میں ہیں

۱۱۶

ہر ایک نبی کی فطرت کا نقش میری فطرت میں ہے

قبر مسیح

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سرینگر محلہ خانیا میں ہے ح ۲۶۲
صاحب قبر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ میں نبی ہوں اور
شاہزادہ ہوں اور میرے پر انجیل نازل ہوئی تھی ۳۵۱

قرآن شریف

قرآن کا مجزہ عرب کے تمام باشندوں کے سامنے پیش کیا گیا
لیکن اس کی نظیر پیش کرنے سے عرب کے تمام باشندے عاجز
آگئے ۵۹

۵۹

قرآن علمی معجزات سے بھرا ہوا ہے۔ یہ اس کے مخائب اللہ

۲۲۹

ہونے کا ثبوت ہے

انسان کے جسمانی اور روحانی وجود کے مراتب ستہ کا بیان ایسا

۲۲۹

علمی مجزہ ہے جو بجز قرآن کسی آسانی کتاب میں نہیں

خدا کے کلمات علیحدہ علیحدہ تو وہی کلمات ہیں جو کفار کی زبان پر بھی
جاری تھے مگر رنگینی عبارت اور نظم کلام اور دیگر لوازم کے لحاظ سے
وہی کلمات بحیثیت مجموعی ایک مجزہ کے رنگ میں ہو گئے ۱۸۵

قرآن شریف کی اخلاقی تعلیم تمام دنیا کے لئے ہے مگر انجیل کی اخلاقی تعلیم صرف یہود کے لئے ہے

۴۱۶

قرآن کریم خدا تعالیٰ کی ہستی پر زندہ ایمان عطا کرتا ہے

۲۶، ۲۵

قرآن شریف دوسری امتوں کے نبیوں کی بھی تعریف کرتا ہے

۴۱۷

آیات قرآنی میں تقدیم و تاخیر کرنا تحریف ہے

۳۴۷

قضاء و قدر

قضاء و قدر درحقیقت ایک ایسی چیز ہے جس کے احاطہ سے

۳

باہر نکلتا انسان کے اختیار میں نہیں ہے

قیامت

قیامت (حضرت آدم سے) سات ہزار برس تک آجائے گی

۳۶۱

یہ بھی ممکن ہے کہ سات ہزار پورا ہونے کے بعد دو تین صدیاں

۳۶۱

بطور کسور کے زیادہ ہو جائیں جو شمار میں نہیں آسکتیں

۴۴

قیامت کے دن ایمان لانا یا کوئی عمل کرنا فائدہ نہ دے گا

ک-ک

کیمرہ

اس کے ذریعہ سے بڑے بڑے مشکل امراض کی تشخیص ہوتی

۳۶۷

ہے اور اہل فراست کے لئے ہدایت پانے کا ذریعہ ہے

گناہ

کوئی طریق ایسا نہیں جو گناہ سے پاک کر سکے بجز اس کامل

۷

معرفت کے جو کامل محبت اور کامل خوف پیدا کرتی ہے

۷

انسانی نفس اگر چہ گناہ کی آگ سے سخت مشتعل ہو جائے پھر بھی

۳۴

اس میں ایک ایسی قوت تو ہے کہ وہ اس آگ کو بجھا سکتی ہے

۳۴

گناہ سے سچی نفرت مسیح کے صلیب دیئے جانے اور اس کو

۳۵

خدا ماننے نہیں پیدا ہو سکتی

۹۰

انبیاء کے لئے ذنب (گناہ) کے استعمال کا مطلب

ح ۲۶۹

انبیاء یعنی اسرائیل کا اعتراف گناہ

م

محبت و محبت الہی

ح ۱۰۵

محبت بقدر معرفت ہوتی ہے

۴۲۴

محبت نفرت کو ٹھنڈا کر کے رفع کر دیتی ہے

۳۴

انسانی نفس دراصل محبت الہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے

۴۱۸

محبت سے مراد یکطرفہ محبت نہیں بلکہ خالق اور مخلوق کی دونوں

۴۱۸

محبتیں مراد ہیں

۴۱۸

خدا تعالیٰ سے کمال محبت کی یہی علامت ہے کہ محبت میں

۱۲۳

ظلی طور پر الہی صفات پیدا ہو جائیں

مذہب

۶

سچا مذہب ہزار آٹا رو انوار اپنے اندر رکھتا ہے

۴۷

سچا مذہب صرف عقل کا دریوزہ گر نہیں ہوتا بلکہ وہ مذہب کی

۴۷

ذاتی خاصیت بھی پیش کرتا ہے جو آسمانی نشان ہیں

۶۰

مذہب کی اصلی سچائی خدا تعالیٰ کی ہستی کی شناخت ہے

۶۰

وہ مذہب ہرگز سچا نہیں ہو سکتا جو خدا تعالیٰ کو ان صفات سے

۶۰

متصف نہ قرار دے جن کے ذریعہ اس پر زندہ ایمان پیدا

۳۲

ہوتا ہے

۴۸

وہ مذہب کس کام کا مذہب ہے جو زندہ خدا کا پرستار نہیں

۴۸

مذہب صرف زبانی قصہ نہیں بلکہ جس طرح سونا اپنی علامتوں

۴۸

سے شناخت کیا جاتا ہے اسی طرح سچے مذہب کا

۴۲۱

پابند اپنی روشنی سے ظاہر ہو جاتا ہے

۴۷

خدا تعالیٰ کی قدرتوں کو محض ماضی کے قصوں میں بیان کرنے

۴۷

والے مذہب فسق و فجور پر دلیری پیدا کرتے ہیں

۴۷

مذہب کے نام پر خشک جھگڑے کرنا اور اندرونی بدکاریوں کی

۴۸

اصلاح نہ کرنا مذہب نہیں

۴۸

اصل بدخواہ مذہب اور قوم کے وہ بد کردار لوگ ہوتے ہیں

۴۸

جو سچی پاکیزگی کی کچھ پروا نہیں کرتے اور صرف انسانی

۴۹

جوشوں کا نام مذہب رکھتے ہیں

اگر معجزات نہ ہوں تو پھر خدا تعالیٰ کے وجود پر قطعی اور یقینی

۵۶ علامت باقی نہیں رہتی

زندہ معجزات و برکات مذہب کے مخناب اللہ ہونے کا ثبوت

۵ ہیں

زندہ برکات و معجزات سے سوائے اسلام کے دوسرے مذہب

۵ بکلی محروم ہیں

ان لوگوں کا ایمان کچھ بھی چیز نہیں جو خدا تعالیٰ کی تازہ برکات

۷ اور تازہ معجزات کے دیکھنے سے محروم ہیں

معجزات کی مثال ایسی ہی ہے جیسے چاندنی رات کی روشنی جس

۳۳ کے کسی حصہ میں کچھ بادل بھی ہو

معجزات اور نشا نوں کا لکھنا انسان کے اختیار میں نہیں

۶ لیکھنے ان کے قادیان آ کر غیر معقول معجزات دکھانے کا

۳۶ مطالبہ کیا

یہودیوں نے حضرت مسیح سے کئی معجزات دیکھے مگر ان سے

۳۲ کچھ فائدہ نہ اٹھایا

۳۵ معجزات سے فائدہ حاصل کرنے والے لوگ

معراج

معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت عیسیٰ کو ان مردہ روجوں میں دیکھا جو اس جہان

۳۲۱، ۲۹۹، ۲۸۳ سے گزر چکی ہیں

معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

انبیاء کی صرف روحیں نہیں بلکہ سب کے جسم دیکھے

۳۸۷ اور حضرت عیسیٰ کا جسم ان سے الگ طور کا نہ تھا

معرفت الہی

تمام محبت اور خوف معرفت پر موقوف ہے

۳۰۸ محبت بقدر معرفت ہوتی ہے

۲۱۷ انسان کی فطرت میں معرفت کی پیاس لگا دی گئی ہے

۷ خدا کی معرفت خدا کے ذریعہ سے ہی میسر آ سکتی ہے

آخری دنوں میں طرح طرح کے مذہب پیدا ہو جائیں

۱۰۸ گے اور ایک مذہب دوسرے مذہب پر حملہ کرے گا

۲۲۷ آخر کار اسلام کا مذہب دلوں کو فتح کرے گا

مسلمان

مسلمانوں کی موجودہ حالت

۱۳۰، ۱۲۹ اس زمانہ کے مسلمان افراط و تفریط میں مبتلا ہیں

۱۰۷ موجودہ مسلمانوں کی حالت ذوالقرنین کی اس قوم کے

مشابہ ہے جن کے اور سورج کے درمیان کوئی اوٹ نہ تھی اور

۳۱۴ انہوں نے ذوالقرنین سے کوئی مدد نہ چاہی

۶۸ شہودی طور پر ایک ذرہ معرفت ان کو حاصل نہیں

مسلمان حضرت عیسیٰ کی طرف ایسے معجزات منسوب کرتے

۳۹ ہیں جو قرآن شریف کی بیان کردہ سنت کے مخالف ہیں

موجودہ مسلمانوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چھ

۳۹۵ خصوصیات جو انہیں فوق البشر قرار دیتی ہیں

مسیح موعود کی نسبت آثار میں لکھا ہے کہ علماء اس کو قبول

نہیں کریں گے اور اکثر مولوی یہودیوں کے مولویوں سے

۲۷۸ مشابہت پیدا کر لیں گے

تمام فرقے مسلمانوں کے جو اس سلسلہ سے باہر ہیں وہ

۹۵ دن بدن کم ہو کر اس سلسلہ میں داخل ہوتے جائیں گے

معجزہ

معجزہ کی اصل حقیقت اور ضرورت

۶۵، ۳۵۹ معجزہ اس امر خارق عادت کو کہتے ہیں کہ فریق مخالف اس کی

نظیر پیش کرنے سے عاجز آ جائے خواہ وہ امر بظاہر نظر

۵۹ انسانی طاقتوں کے اندر ہی معلوم ہو

معجزہ یہ ہے کہ کوئی ایسی بات ظہور میں آ جائے جو پہلے اس

سے کسی کے خیال و گمان میں نہ تھی اور امکانی طور پر بھی اس

۱۶۴ کی طرف کسی کا خیال نہ تھا

عربی اور عبرانی میں نبی کے معنے صرف پیشگوئی کرنے والے کے ہیں جو خدا تعالیٰ سے الہام پا کر پیشگوئی کرے ۳۵۲، ۳۱۵

نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو ۳۰۶

شریعت کا لانا نبی کے لئے ضروری نہیں اور نہ ضروری ہے

کہ وہ صاحب شریعت کا قبح نہ ہو ۳۰۶

قرآن کریم سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت ﷺ

کی امت میں داخل ہے ۳۵۰

انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہ بھی ایک سنت اللہ ہے کہ وہ

اپنے ملک سے ہجرت کرتے ہیں ۳۵۰ ح

خدا تعالیٰ کے حضور اپنے تئیں قصور وار ٹھہرانا نبیوں کی

سنت ہے ۲۶۹ ح

کوئی نبی آج تک نہ کبھی مع جسم عنصری آسمان پر گیا اور

نہ واپس آیا ۳۰۶

ہر نبی کی کوئی نہ کوئی پیشگوئی کا فروں پر مشتبہ رہی ہے ۳۰۵

کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی کسی پیشگوئی

کے معنے کرنے میں کبھی غلطی نہ کھائی ہو ۲۲۷

انبیاء علیہم السلام سے بے شک غلطی ہو سکتی ہے مگر وہ ہمیشہ

غلطی پر قائم نہیں رکھے جاتے ۲۸۰

نبی برحق کی حقانیت کے لئے ایمان لانے والوں کی کثرت

شرط نہیں، ہاں دلائل قاطعہ سے انعام حجت شرط ہے ۳۵۸

ہر نبی کی یہ مراد تھی کہ تمام کفار ان کے زمانہ کے مسلمان

ہو جائیں مگر یہ مراد ان کی پوری نہ ہوئی ۲۲۶

پوری ترقی دین کسی نبی کی حین حیات میں نہیں ہوئی بلکہ

انبیاء کا یہ کام تھا کہ انہوں نے ترقی کا کسی قدر نمونہ دکھلایا

اور پھر بعد میں ان کی ترقیاں ظہور میں آئیں ۶۳۵

معرفت الہیہ کاملہ مکالمہ و مخاطبہ الہیہ سے ہی حاصل ہو سکتی ہے ۳۰۷

ایمان کا قوی ہونا یا اعمال صالحہ بجالانا اور خدا تعالیٰ کی مرضی

کے موافق قدم اٹھانا یہ تمام باتیں معرفت کاملہ کا نتیجہ ہیں ۳۰۱

موجودہ مسلمانوں کو شہودی طور پر ایک ذرہ معرفت

حاصل نہیں ۶۸

آریوں کو خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں ۳۸

مغرب

اہل مغرب کی روحانی حالت ۱۲۰

مسیح موعود اہل مغرب کی اصلاح کے لئے کمر باندھے گا ۱۲۰

مومن

مومن وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں ۲۴۰

مومن وہ ہیں جو اپنے نفس کو بخل سے پاک کرنے کے لئے

اپنا عزیز مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ۲۰۵

مومن اپنے معاملات میں خواہ خدا کے ساتھ ہوں خواہ مخلوق

کے ساتھ بے قیاد و خلیع الرن نہیں ہوتے ۲۰۸

مومن طبعاً تمام لغویات سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں ۲۰۲، ۱۹۹

مومن کامل اپنی ذات میں غیب الغیب اور وراء الوراء ہوتا ہے۔

دنیا اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی ۲۲۲

ہر ایک مومن کو فرقان عطا ہوتا ہے یعنی امتیازی نشان جس

سے وہ شناخت کیا جاتا ہے ۶۳

اگر ایک طرف تمام دنیا ہو اور ایک طرف مومن کامل تو آخر

غلبہ اسی کو ہوتا ہے ۲۳۳

مومن کا مومن کے بعد رفق روحانی ضروری ہے ۵۵

مومنین آزمائے جاتے ہیں ۹۷

ن

نبوت

انبیاء کے اسرار میں دخل دینا ایک بے جا دخل ہے ۳۵۰

اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی
شمار کیا جائے تب بھی جو نشان ظاہر ہوئے دس لاکھ سے
زیادہ ہوں گے ۷۲
۱۳۲ ۷ آسمان بارد نشان الوقت می گوید ز میں
۱۲۹ ۷ اک نشان کافی ہے گردل میں ہو خوف کردگار
۱۲۸ ۷ میں بھی ہوں تیرے نشانوں سے جہاں میں اک نشان

نماز

اول درجہ مومن کے روحانی وجود کا وہ خشوع و خضوع ہے
جو نماز اور ذکر الہی میں مومن کو میسر آتا ہے ۱۸۸
نماز میں ذوق اور سرور حاصل ہونا اور چیز ہے اور
طہارت نفس اور چیز ۱۹۳
پانچ وقت کی نمازیں پانچ مختلف زمانوں کی عکاسی کرتی ہیں ۳۲۲

وسی

وحی (نیز دیکھیں الہام اور مکالمہ مخاطبہ)

خدا کی وحی سلفی عقول کو تا زگی بخشی ہے ۳۲۸
آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیا وحی ہے ۱۶۹
موجودہ مسلمانوں کے وحی والہام کے متعلق نظریات ۶۸
یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد
آحضرت ﷺ وحی الہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہے ۳۵۴
اس سوال کا جواب کہ کسی نبی کو ایسی وحی ہو جس کے الفاظ پہلے کسی
آدمی کی زبان سے نکل چکے ہوں ۳۲۵

یہود

قرآن شریف کا یہ بھی منصب ہے کہ یہودی کی ان تہمتوں کو
دور کرے جو حضرت عیسیٰ پر انہوں نے لگائی تھیں ۳۳۰ ح

شریر لوگوں کی طرف سے نبیوں پر بہت سے بے جا حملے ہوتے
ہیں یہاں تک کہ وہ فاسق و فاجر ٹھہرائے جاتے ہیں ۹۷
اسماء الانبیاء کا راز جو براہین احمدیہ کے پہلے چار حصوں میں
سر بستہ تھا ان کی حقیقت بھی منکشف ہو گئی ۴۱۲
نزول (نیز دیکھئے رفع اور عیسیٰ بن مریم)

واپس آنے کے لئے عربی زبان میں رجوع کا لفظ ہے

۲۹۰ نزول کا
۲۹۰ مسیح موعود کے لئے نزول کا لفظ ہے جو محض اجلال اور
اکرام کے لئے آتا ہے
عیسیٰ بن مریم کے نازل ہونے والی احادیث کے وہی
معنی لینے چاہئیں جو حضرت عیسیٰ نے الیاس کے دوبارہ
آنے کی نسبت بیان کئے تھے ۵۲
نشان (نیز دیکھئے مجزہ کا عنوان)

نشان ایک ایسا ضروری امر ہے کہ اس کے بغیر خدا تعالیٰ
کے وجود پر پورا یقین کرنا ممکن نہیں ۶۰

بغیر امتیازی نشان کے نہ مذہب حق اور مذہب باطل میں کوئی
کھلا کھلا تفرقہ پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ایک راستباز اور مکار کے
درمیان کوئی فرق بین ظاہر ہو سکتا ہے ۶۲

خدا نے مقبول مذہب اور مقبول بندہ کو امتیازی نشان عطا
کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ۶۴

نشان اس درجہ کھلی کھلی چیز نہیں جس کے ماننے کیلئے تمام دنیا
بغیر اختلاف اور بغیر عذر اور بغیر چون و چرا کے مجبور ہو جائے ۴۵
وہ شخص جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اس پر یہ فرض نہیں کہ
وہ ایسے نشان دکھائے جیسے ستارے زمین پر گریں یا آفتاب

مغرب سے طلوع کرے یا بکری کو انسان بنا کر دکھاوے ۴۰

طالب حق کے لئے نشان کا دروازہ بند نہیں ۳۰۴

کوئی مہینہ شاذ و نادر خالی جاتا ہوگا کہ کوئی نشان ظاہر نہ ہو ۷۲

<p>توریت میں مثیل موسیٰ کی پیشگوئی کے مبہم ہونے کی وجہ سے لاکھوں یہودی جنہم میں جا پڑے</p>	<p>یہود کے ہاتھ میں جو عبرانی توریت ہے وہ بہ نسبت عیسائیوں کے تراجم کے صحیح ہے</p>
<p>۲۲۸</p> <p>جب یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول نہ کیا</p>	<p>ح ۳۵۹</p> <p>نبوت اور سچائی سے انکار کیا تھا</p>
<p>۳۱۵</p> <p>تو خدا نے ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں</p>	<p>۴۰۷</p> <p>یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی معجزات دیکھے</p>
<p>قرآن کریم کی پیشگوئی کہ ہم نے قیامت تک یہود اور نصاری میں دشمنی اور عداوت ڈال دی ہے</p>	<p>۴۲</p> <p>مگر ان سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا</p>
<p>۴۰۹</p> <p>یہودی مذہب قیامت تک رہے گا ہاں ذلت و مسکنت ان کے شامل حال ہوگی اور دوسری طاقتوں کی پناہ میں زندگی</p>	<p>۵۳</p> <p>حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود کا تمام جھگڑا رفع روحانی کا تھا</p>
<p>بسر کریں گے</p>	<p>یہودیوں کے عقیدہ کے موافق کسی نبی کا رفع روحانی طبعی موت پر موقوف ہے اور قتل اور صلیب رفع روحانی کا مانع ہے ح ۳۸۲</p>



اسماء

آ

آدم علیہ السلام

آدم بروز جمعہ بوقت عصر پیدا ہوا اور توام پیدا ہوا ۲۶۰ ح
 آدم کے توام پیدا ہونے کی حکمت ۱۱۳
 آدم کو چھ ہزار برس گزر چکے ہیں ۲۵۹
 مسیح بن باپ پیدا ہونے کی خصوصیت میں آدم کے
 مشابہ ہے ۵۰
 خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بے پدر ہونے

میں حضرت آدم کی نظیر پیش کی ۳۹۷
 مسیح موعود کا نام آدم رکھا گیا ۱۱۲، ۸۰
 آدم توام پیدا کئے گئے اور مسیح موعود بھی توام پیدا ہوئے ۸۰
 آدم اور مسیح موعود کے توام پیدا ہونے کی حکمت ۱۱۳
 چھٹا ہزار آدم ثانی (مسیح موعود) کے ظہور کا دن ہے ۲۶۰ ح

الف

ابراہیم

مسیح موعود کا نام "ابراہیم" ۱۱۴
 ابن عباسؓ

صحیح بخاری میں ابن عباسؓ سے آیت انی متوفیک
 کی نسبت یہ روایت لکھی ہے کہ انی ممیتک ۳۷۸ ح

ابن ماجہ

یہ حدیث بہت صحیح ہے جو ابن ماجہ نے لکھی ہے کہ

لامہدی الاعیسیٰ

۳۵۶

ابوبکر رضی اللہ عنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر آپ کا آیت
 وما محمد الا رسول کی تلاوت کرنا ۳۷۵، ۲۸۳ ح
 حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اس امت پر بہت بڑا احسان ہے۔
 اگر وہ تمام صحابہ کو مسجد نبوی میں اکٹھا کر کے یہ آیت نہ سناتے کہ
 گزشتہ تمام نبی فوت ہو چکے ہیں تو یہ امت ہلاک ہو جاتی ۲۸۵ ح
 حضرت ابوبکرؓ کے وقت میں تمام صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے
 کہ تمام نبی فوت ہو چکے ہیں ۵۵

آیت فلیصفوا ویلصفوا کے نازل ہونے پر
 حضرت ابوبکرؓ کا اپنے عہد کو توڑنے کا واقعہ ۱۸۱
 جنگ بدر کے موقع پر آنحضور ﷺ کی گریہ وزاری اور
 حضرت ابوبکرؓ کی آپ سے التماس ۲۵۶
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضور کے منہ سے
 چادر ہٹا کر آپ کا فرمانا انت طیب حیاً و میتاً لن یجمع
 اللہ علیک الموتین الا الموتة الاولى ۳۷۵ ح

ابوجہل

ابوجہل کے لئے خوشہ انگور دینے کی تعبیر عکرمہ کے اسلام لانے
 کے رنگ میں پوری ہوئی ۲۳۹

ابولہب

ہلاک ہو گئے دونوں ہاتھ ابی لہب کے جن سے فتویٰ لکھا گیا ۸۴

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہؓ کے نزدیک ان من اهل الكتاب کی تفسیر
 (بحوالہ تفسیر ثنائی) ۳۱۰

کئی مقام میں محدثین نے ثابت کیا ہے کہ جو امور فرہم و درایت سے متعلق ہیں اکثر ابو ہریرہؓ نے ان کے سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے

۴۱۰

احمد بیگ مرزا

احمد بیگ کے متعلق یہ پیشگوئی تھی کہ اگر وہ خدا تعالیٰ کی قراردادہ شرطوں کا پابند نہ ہو تو تین برس پورے سے پہلے ہی فوت ہو جائے گا

۱۸۰، ۱۷۹

خود احمد بیگ پیشگوئی کے مطابق میعاد کے اندر فوت ہو گیا جس کی وجہ سے اس کے لواحقین میں خوف اور تضرع پیدا ہوا اور اس بناء پر پیشگوئی کے دوسرے حصہ میں تاخیر ڈال دی گئی

۳۶۹

احمد بیگ کی مثال لیکھرام سے اور اس کے داماد کی مثال ڈپٹی عبداللہ اسحاقم سے

۱۸۰

اسماعیل

اسماعیلی سلسلہ کی عمارت بالکل اسرائیلی سلسلہ کے مطابق ہے۔ یہی حکمت ہے کہ اس سلسلہ کا عیسیٰ بھی بنی اسرائیل میں سے نہیں کیونکہ مسیح بھی بنی اسرائیل میں سے نہیں تھا

۳۰۳

الیاس

حضرت عیسیٰ نے الیاس یعنی ایلیا کے دوبارہ آنے سے بچی کا آنا مراد لیا

۲۸۶

الیاس نبی کے دوبارہ آنے کا قصہ جس کی وجہ سے کئی لاکھ یہودی حضرت عیسیٰ کو رد کر کے واصل جہنم ہو گئے عقلمندوں

۲۸۸

کیلئے عبرت کا مقام ہے

ایف۔ ایل۔ اینڈرسن

نیویارک امریکہ کے احمدی، آپ کا اسلامی نام حسن رکھا گیا

۱۰۶

اے جارج بیکر

فلاڈیلفیا کے رہنے والے، آپ نے اپنے خط میں حضور کے خیالات کے ساتھ اتفاق کیا

۱۰۶

ایلویتھ

انگلستان کی رہنے والی خاتون جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں احمدی ہو گئی تھیں

۱۰۶

پ۔ ث

پطرس

یسوع مسیح کا شاگرد جس کا عبرانی میں لکھا ہوا خط انیسویں صدی کے آخر میں یروشلم سے دریافت ہوا

۳۴۴

پولوس

پولوس کا انجیل کی تعلیم سے انحراف

۸۷

پیلاطوس

فلسطین کا رومی گورنر جس نے مسیح علیہ السلام کو یہود کے الزامات سے بری قرار دیا تھا

۳۶۳

سلطنت رومی حضرت عیسیٰ کو باغی قرار دے چکی تھی اور اسی جرم سے پیلاطوس بھی قیصر کے حکم سے قتل کیا گیا تھا

۴۰۲

کپتان ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی پیلاطوس سے مشابہت

۳۶۳

شاء اللہ پانی پتی۔ قاضی

اپنے رسالہ ”تذکرۃ المعاد“ میں امام مہدی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”ابدال از شام و عصائب از عراق آمدہ

۳۵۶

بادے بیعت کنند“ آپ کی تفسیر جو تفسیر مظہری کے نام سے مشہور ہے میں

۳۵۶

آیت ”ان من اهل الكتاب“ کے ذکر میں ابو ہریرہؓ کی رائے کا رد اور مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر کی تصدیق

۴۱۰

تج۔ ح۔ خ

چارلس سوراٹ (عبدالحق)

انہوں نے عفت الدیار محلہا و مقامہا پڑھ کر اس الہام کے پورا ہونے پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے خط لکھا

۳۷۳

حافظ شیرازی

حافظ شیرازی کے ایک شعر کا ذکر

۲۱۲

حسن

ایف ایل اینڈرسن نیویارک امریکہ کے عیسائی تھے جو حضور علیہ السلام کے دست مبارک پر اسلام لائے اور

۱۰۶

آپ کا اسلامی نام حسن رکھا گیا

حسین امام رضی اللہ عنہ

حسین دفاہ القوم فی دشت کربلا

۳۳۵

خضر

خضر کا بہام

۱۲۵

خضر کے کام پر ظاہر شرع کو سراپا اعتراض تھا

۳۱۰

د-ڈ-ذ

داؤد علیہ السلام

داؤد اور کرشن علیہ السلام کی باہمی مشابہتیں

۱۱۷

خدا تعالیٰ کے حضور حضرت داؤد کا اعتراف گناہ

ح ۲۶۹

دھوما (تھوما) حواری

حضرت عیسیٰ کو دھوما حواری کو واقعہ صلیب کے بعد اپنے

۳۹۰

زخم دکھانا

حضرت عیسیٰ نے اپنی رفاقت کے لئے صرف ایک ہی شخص

۴۰۲

یعنی دھوما کو اختیار کیا

۳۵۱

دھوما حواری کا مدراس آنا

دیوان چند

حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر اسلام قبول کرنا۔

۱۰۶

آپ کا اسلامی نام شیخ عبداللہ رکھا گیا

ڈی-ایف-سٹراس

مصنف کتاب "New Life of Jesus"

۳۲۲

ڈگلس

مارٹن کلارک کے مقدمہ قتل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو

۳۶۳

بری کرنے والے ضلع گود اسپور کے ڈپٹی کمشنر

ذوالقرنین

۱۱۸

ذوالقرنین وہ ہوتا ہے جو دو صدیوں کو پانے والا ہو

۱۱۸

ذوالقرنین صاحب وحی تھا

سورہ کہف میں ذوالقرنین کے ذکر میں تانبے کا ذکر

۱۲۵

اور اس سے مراد

تنبلی ذوالقرنین کا قصہ مسیح موعود کے زمانہ کے لئے ایک

۱۱۹

پیشگوئی اپنے اندر رکھتا ہے

۱۱۸

مسیح موعود اس امت کے لئے ذوالقرنین ہے

قرآن شریف کی آئندہ پیشگوئی کے مطابق وہ ذوالقرنین

۳۱۳

میں ہوں جس نے ہر ایک قوم کی صدی کو پایا

ر-ز

رجب علی (پادری)

امر تسر میں اس پریس کا مالک جہاں براہین احمدیہ کی

۸۰

کتابت اور چھپوائی ہوئی

رشید احمد گنگوہی مولوی

مصنف رسالہ الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی و المسیح

۳۷۱

(یہ رسالہ اس نے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف لکھا)

زخمیری (صاحب تفسیر الکشاف) علامہ

زبان عرب کا بے نسل امام جس کے مقابلہ پر کسی کو

۳۸۱

چون و چرا کی گنجائش نہیں

۳۸۲

امام زخمیری کی نظر عمیق نہایت قابل تعریف ہے

امام زخمیری کا آیت یا عیسیٰ انی متوفیک کے معنی

۳۸۱، ۳۷۷، ۳۶۲

انی ممیتک حتف انفک کرنا

س-ش-ص

سانی لینڈز ڈاکٹر

بھٹنڈا اور ناگپور کے کشتری بتمیم خانوں کے پرنسپل تھے۔

۳۶ اخلاقی جرائم کے ارتکاب پر مستعفی ہوئے

ساؤل

ساؤل نبی کا خدا تعالیٰ کے حضور اعتراف گناہ

ح ۲۶۹

سعدی - مصلح الدین شیخ

۲۲۵ شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا ایک شعر حسن روحانی کے متعلق

۱۸۲ بوستان سے شیخ سعدی کی ایک منظوم کہانی

سلیمان علیہ السلام

۱۱۶ مسیح موعود کا نام بھی سلیمان رکھا گیا

۴۰۳ سلیمان نبی کے نام سے ایک پہاڑ کشمیر میں موجود ہے

سید احمد بریلوی

سید احمد بریلوی کی نسبت بھی آسمان پر جانے اور دوبارہ آنے

۲۹۱ کے خیالات کچھ لوگوں میں پائے جاتے ہیں

شرمیت لالہ

لالہ شرمیت کا برابر ابن احمدیہ کی طاعت کے زمانہ میں بعض دفعہ

۸۰ حضور کے ساتھ امر ترس جانا

شیلر میخو

عیسائی ماہر دینیات جس کا عقیدہ تھا کہ یسوع مسیح نے

صلیب پر جان نہیں دی بلکہ بے ہوشی کی حالت میں اتار کر

۳۲۳ ان کا علاج کیا گیا

صدیق حسن خان نواب

ورفعنا مکانا علیا کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس جگہ

۳۸۵ رفع سے مراد رفع روحانی ہے جو موت کے بعد ہوتا ہے

نواب صدیق حسن خان کے نزدیک مسیح موعود کے ظہور

۲۹۵ کی یہی صدی ہے

ع-غ

عائشہ رضی اللہ عنہا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرائیل علیہ السلام نے

۳۶۶ حضرت عائشہ کی تصویر ایک پارچہ ربڑی پر دکھائی تھی

عبدالحمید

اس کے متعلق پادری مارٹن کلارک کا کہنا تھا کہ اسے مرزا

۲۶۳ صاحب نے میرے قتل پر مامور کیا تھا

عبدالرحمن شہید شیخ رضی اللہ عنہ

۳۵۷ امیر کابل کے سامنے گا گھونٹ کر آپ کو شہید کر دیا گیا

عبدالرحیم شیخ رضی اللہ عنہ

ہندوؤں میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر

۱۰۶ مشرف باسلام ہوئے

عبدالقادر جیلانی سید رضی اللہ عنہ

۲۲۳ سید عبدالقادر جیلانی کی تعریف میں اشعار

۴۹ آپ کی دو کرامات جو مشہور ہیں

آپ نے ظلی طور پر بندہ میں صفات الہیہ کے پیدا ہونے کی

۱۲۳ حقیقت بیان کی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سید عبدالقادر کی روح کو

۲۲۳ خمیر فطرت سے ایک مناسبت

۸۷ الہام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام عبدالقادر رکھا گیا

عبدالکریم مولوی رضی اللہ عنہ

آپ کے نام ایک شخص نے خدا کا واسطہ دے کر حضرت

۱۸۳ مسیح موعود علیہ السلام کی بعض پیشگوئیوں پر جواب مانگا

عبداللہ شیخ رضی اللہ عنہ

سابق نام دیوان چند۔ آپ ہندوؤں میں سے اللہ تعالیٰ کی

پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ

۱۰۶ پر مشرف باسلام ہوئے

عبداللہ آتھم ڈپٹی

اس نے وفات کی پیشگوئی سن کر بہت خوف ظاہر کیا اس لئے اس کی موت میں تاخیر ڈال دی گئی
آتھم کی مثال احمد بیگ کے داماد سے

۱۸۰

۱۸۰

عبداللہ بن ابی سرح

ابتداء میں قرآن شریف کی بعض آیات کا کاتب تھا پھر مرتد ہو گیا
ارتداد کی وجہ

۱۸۵

۲۳۵، ۱۸۴، ۱۸۳، ۱۶۲

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

صحیح بخاری میں ابن عباس سے متوفیک کے معنی
ممیت تک لکھے ہیں

ح ۲۹۶

عبداللطیف شہید صاحبزادہ

۳۵۷

آپ ابدال میں سے تھے
صاحب وحی والہام تھے۔ علم حدیث و علم قرآن سے ایک
وہی طاقت ان کو نصیب تھی
پچاس ہزار کے قریب ان کے متبعین اور شاگرد اور
مرید تھے

ح ۳۲۹

سرزمین کا بل سے ایسے بے نفس متواضع اور راستباز انسان کا
وجود خارق عادت امر ہے

ح ۳۲۹

علم حدیث کی تخریزی اور اشاعت اس ملک میں

ح ۳۲۹

مولوی صاحب موصوف کے ذریعہ بہت سی ہوئی تھی
چالیس دن تک پتھروں میں ان کی لاش پڑی رہی
دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ آج تک ان کی قبر میں سے
خوشبو آتی ہے

ح ۳۳۰

عکرمہ بن ابی جہل

کشف میں ابو جہل کو انگور کا خوشہ دینے کی تعبیر عکرمہ کے
مسلمان ہونے کے رنگ میں پوری ہوئی

۲۴۹

عمر رضی اللہ عنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حضرت عمر کا
ایک بڑا پیر بہن دیکھا تھا اور اس کی تعبیر تقویٰ تھی
قرآن شریف کو بہت جگہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام
سے توار ہوا ہے

۱۶۳، ۱۵۸

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صدمہ کی وجہ سے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض منافقوں کے کلمات سن کر
فرمایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ آئیں گے اور
منافقوں کا ناک اور کان کاٹیں گے

ح ۳۷۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اجماع اس خیال کا ازالہ
مطلوب تھا کہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں آیا تھا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر دنیا میں واپس آئیں گے

ح ۳۹۱

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

یہودیوں کی تاریخ سے ثابت ہے کہ یسوع (حضرت عیسیٰ)
موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے
مسیح بنی اسرائیل میں سے نہیں آیا تھا
حضرت عیسیٰ کے کئی حقیقی بھائی اور کئی حقیقی بہنیں ان کی ایک ہی
ماں سے تھیں

ح ۴۰۲

سلطنت رومی حضرت عیسیٰ کو باغی قرار دے چکی تھی
قرآن شریف اور انجیل سے ثابت ہے کہ یہودیوں نے
حضرت عیسیٰ کو رد کر دیا تھا

۴۸

قرآن شریف کا یہ بھی منصب ہے کہ یہودیوں نے ان تہمتوں کو
دور کر کے جو حضرت عیسیٰ پر انہوں نے لگائی تھیں

ح ۳۴۰

یہود نے الیاس کے آنے کی حقیقت نہ سمجھ کر حضرت عیسیٰ کی
نبوت اور سچائی سے انکار کیا تھا

۴۰۷

یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی معجزات دیکھے
مگر ان سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا

۴۲

رفع عیسیٰ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود کا تمام جھگڑا
 رفع روحانی کا تھا ۵۳
 قرآن کریم میں زمین کی جو صفات بیان ہوئی ہیں ان کی
 رو سے عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا ناممکن ہے ۳۰۰ ح
 قرآن شریف میں کہیں نہیں لکھا کہ حضرت عیسیٰ کو مع
 جسم عسری دوسرے آسمان پر بٹھایا گیا ۵۵
 تبلیغ کے کام کو نام تمام چھوڑ کر حضرت عیسیٰ کا آسمان پر چڑھ جانا
 سراسر خلاف مصلحت اور اپنے فرض منصبی سے پہلو تہی کرنا تھا ۵۸
 نورانی جسم کے ساتھ حضرت عیسیٰ کا آسمان پر جانا بدل و جان
 منظور ہے ۳۹۰
 رفع جسمانی کے عقیدہ سے یہود کا اعتراض دور نہیں ہوتا
 قرآن کریم نے اصل اعتراض کا جواب دیا ہے ۲۳۹ ح

نزول عیسیٰ

اگر عیسیٰ بن مریم کا دوبارہ آنا مقصود ہوتا تو نزول کی بجائے
 رجوع کا لفظ استعمال ہوتا ۵۲
 حضرت عیسیٰ کے دوبارہ دنیا میں آنے کے عقیدہ سے ان کی
 ہتک لازم آتی ہے اور ان کی نبوت باطل ٹھہرتی ہے ۲۸۸، ۵۲
 عیسائیوں میں سے بعض فرقے اس بات کے قائل ہیں کہ
 مسیح کی آمد ثانی الیاس نبی کی طرح بروزی طور پر ہے ۳۴۲
 کوئی مخالف حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اترتے ہوئے نہیں
 دیکھے گا ۳۶۹

وفات مسیح علیہ السلام

عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قرآن کریم کی رو سے ۲۸۲، ۱۰۸
 عالم ارواح میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضرت یحییٰ
 کے پاس دوسرے آسمان پر بیٹھنا آپ کے وفات یافتہ
 ہونے کی دلیل ہے ۳۸۶

عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے صرف اس وجہ سے قبول نہیں کیا
 تھا کہ ملائکہ نبی کی کتاب میں لیکھا گیا تھا کہ جب تک الیاس نبی
 دوبارہ دنیا میں نہیں آئے گا تب تک وہ عیسیٰ ظاہر نہیں ہوگا ۲۰۷
 جس طرح آنحضرت اُحد کی لڑائی میں مجروح ہوئے تھے
 اس سے بہت کم حضرت عیسیٰ کو صلیب پر زخم آئے تھے ۲۶۲ ح
 حضرت عیسیٰ کو ہلاک کرنے کے بارے میں یہودیوں کے
 مذہب قدیم سے دو ہیں
 ۱۔ تلوار سے قتل کر کے صلیب پر لٹکانا
 ۲۔ صلیب دے کر ان کو قتل کرنا ۲۳۷
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بعض یہود کا خیال ہے
 کہ پہلے انہیں سنگسار کر کے مارا گیا پھر کاٹھ پر لٹکایا گیا ۳۳۸
 صلیب سے زندہ اترنے کے متعلق بعض مفکرین کی آراء ۳۴۲

ہجرت

انجیل میں مسیح کی ہجرت کی طرف اشارہ ۳۵۰ ح
 حضرت عیسیٰ کی کشمیر کی طرف ہجرت اور سری نگر محلہ خان یار
 میں آپ کی قبر ۲۶۲ ح
 بدھ مذہب کی پستکوں میں حضرت عیسیٰ کے کشمیر آنے کا ذکر ۴۰۱
 یوز آسف یسوع آسف کا بگڑا ہوا ہے۔ آسف عبرانی زبان
 میں اس شخص کو کہتے ہیں جو قوم کو تلاش کرنے والا ہو ۴۰۲
 اس سوال کا جواب کہ حواری حضرت عیسیٰ کے پاس کشمیر میں
 کیوں نہ پہنچے ۳۵۰
 تاریخ کی رو سے ثابت ہے کہ کچھ حواری حضرت عیسیٰ کے
 ساتھ اور کچھ بعد میں آپ کے ساتھ کشمیر میں آئے تھے ۴۰۱
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری مختلف راہوں سے مختلف
 وقتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے ۴۰۲
 حضرت عیسیٰ کا اپنی رفاقت کے لئے ایک ہی شخص یعنی دھوما
 (تھوما) حواری کو اختیار کرنا ۴۰۲

غلام احمد قادیانی مرزا
مسح موعود و مہدی معبود علیہ السلام
 جمعہ کے دن آپ کی پیدائش
 ح ۲۶۰، ۱۱۳
 توام پیدائش ہوئی
 ح ۲۶۹، ۳۶۴
 جیسا کہ آدم توام پیدایا گیا میں بھی توام ہی پیدا ہوا تھا
 ۸۰
 آدم اور مسح موعود کے توام پیدا ہونے کی حکمت
 ۱۱۳
 میں اپنے والد کے لئے خاتم الولد تھا میرے بعد کوئی بچہ
 پیدا نہیں ہوا
 ۱۱۳
 میں زمین کی سلطنت کے لئے نہیں بلکہ آسمان کی سلطنت
 کے لئے آیا ہوں
 ۱۰۳
 دوزر دو چادروں میں ملبوس ہو کر نازل ہونے مراد
 دو بیماریاں
 ۳۷۳، ۷۷
 بہت سی نسل کا وعدہ دیا گیا جیسا کہ حضرت ابراہیم کو دیا
 گیا تھا
 ۷۹
 لکھا گیا تھا کہ آدم علیہ السلام سے ہزار ششم کے اخیر پر وہ
 مسح موعود پیدا ہوگا
 ۳۵۸
 مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں (کمزور مبالغین) کا علم دیا جاتا ہے
 مگر ان میں دیا جاتا کہ ان کو مطلع کروں
 ۱۱۳
 اس سوال کا جواب کہ مسح موعود کا نام قرآن شریف اور اناجیل
 میں عیسیٰ بن مریم کیوں رکھا گیا
 ۵۰۴
 مسح موعود مجدد ہے
 ۵۶
 مسح موعود کے ذریعہ ایک روحانی انقلاب پیدا ہوگا اور بہت
 سے لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوں گے
 ۸۳
 میں خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو کر آیا ہوں
 ۳۷۷
 مسح موعود سب غلطیوں کو ایک حکم کے منصب پر ہو کر دور
 کرے گا
 ۸۱
 مجھے خدا تعالیٰ نے میری وحی میں بار بار امتی کر کے بھی پکارا ہے
 ۳۵۵
 حدیثوں میں صاف لکھا ہے وہ عیسیٰ اسی امت میں سے ہوگا
 ۵۲
 ایک امتی کا عیسیٰ نام رکھنے کی مصلحت
 ۴۰۷

وفات عیسیٰ علیہ السلام پر دلائل
 ح ۳۲۱، ۳۹۱، ۴۰۳، ۴۰۶، ۴۰۶
 توفی کے معنوں کے متعلق دوسروں کا انعامی چیلنج
 ۳۸۳
 اسلام میں سب سے پہلا اجماع یہی تھا کہ تمام نبی وفات
 ہو گئے ہیں
 ح ۲۸۳، ۳۷۷
 امام مالک کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں
 ۵۶
 بعض فرتے صوفیوں کے کھلے طور پر حضرت عیسیٰ کی وفات
 کے قائل ہیں
 ۲۹۲
 انجیل میں مسح کی دعائے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
 مسح کو صلیب پر مرنے سے بچالیا
 ۳۴۳
حضرت عیسیٰ کی پیشگوئیاں
 آپ کی بہت سی پیشگوئیاں جو بظاہر پوری نہ ہوئیں
 ۳۶۳
 یہودیوں کی نگاہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی جو پیشگوئیاں
 پوری نہیں ہوئیں
 ۴۲، ۴۳
 بعض پیشگوئیاں جن کا تحقیقی مفہوم سمجھنے میں حضرت عیسیٰ
 نے غلطی کی
 ۲۵۰
 حضرت مسح کا زلزلوں کے متعلق غیر معین اور عمومی پیشگوئی
 کرنا قابل التفات نہیں
 ۱۵۴
مزعوم امتیازی خصوصیات
 موجودہ مسلمانوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ کی چھ خصوصیات جو
 انہیں فوق البشر ہستی ثابت کرتی ہیں
 ۳۹۶، ۳۹۵
 معجزات اور کرامات جو عوام الناس نے حضرت عیسیٰ کی طرف
 منسوب کئے ہیں وہ سنت اللہ کے سراسر برخلاف ہیں
 ۵۶
 فرضی معجزات کے ساتھ جس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مہتمم
 کئے گئے اس کی نظیر کسی اور نبی میں نہیں پائی جاتی
 ۴۷
 حضرت عیسیٰ کو غیر معمولی خصوصیات کا حامل قرار دینا
 بت پرستی کے مترادف ہے
 ۴۰۶
 روح القدس سے دائمی رفاقت کا مفہوم
 ح ۳۹۶

مسیح موعود کے دلائل صداقت ۲۹۴، ۱۱۹، ۲۱، ۱۹، ۱۰

۳۹۳، ۳۵۸، ۳۳۵، ۳۲۳

حضرت مسیح موعود کے نشانات ۱۷۹، ۱۵۴، ۱۶۰، ۱۲۶، ۷۳، ۸

۲۸۱، ۲۷۳

سارے نشان دس لاکھ تک پہنچتے ہیں ۱۸۴، ۷۲

کوئی مہینہ شاذ و نادر خالی جاتا ہوگا کہ کوئی نشان ظاہر نہ ہو ۷۲

اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی

شمار کیا جائے تب بھی جو نشان ظاہر ہوئے دس لاکھ سے

۷۲

۷ آسمان بارد نشان الوقت می گوید زمین ۱۳۲

۷ اک نشان کافی ہے گردل میں ہو خوف کردگار ۱۲۹

۷ میں بھی ہوں تیرے نشانوں سے جہاں میں اک نشان ۱۲۸

مسیح موعود کی نسبت آثار میں لکھا ہے کہ علماء اس کو قبول

نہیں کریں گے اور اکثر مولوی یہودیوں کے مولویوں سے

۲۷۸

مخالفت اور اس کا انجام ۳۱۵، ۲۹۷، ۲۶۴، ۱۰۳، ۱۰۱، ۸۳

۳۶۲، ۳۵۷

ایک نصیحت کرنے والے امام (مسیح موعود علیہ السلام)

کی آمد سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ جو

۳۳۳

حدیث میں تھا پورا ہو گیا

ف ک

فارقلیط

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ فارقلیط کامل تعلیم لائے گا ۵

فرعون

فرعون نے حضرت موسیٰ پر بھی بدظنی کی ۳۶۸

فضل حق شیخ رضی اللہ عنہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر ہندوؤں میں سے

۱۰۶

مشرف باسلام ہوئے

خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ ہی نہیں رکھا بلکہ ابتداء سے انتہاء تک

۱۱۲ جس قدر انبیاء کے نام تھے وہ سب میرے نام رکھ دیئے

میرا نام آسمان پر عیسیٰ وغیرہ ہونا وہ راز تھا جس کو اسی طرح

خدا تعالیٰ نے صد ہا سال تک مخفی رکھا جیسا کہ اصحاب کہف

۴۱۲

کو مخفی رکھا تھا

ایک نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس کے خواص یا واقعات میں

۱۱۶

سے اس عاجز کو حصہ نہ دیا گیا

۱۱۶

ہر ایک نبی کی فطرت کا نقش میری فطرت میں ہے

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں

۱۳۳

نیز ابراہیم ہوں تسلیں ہیں میری بے شمار

مسیح موعود کا نام "آدم" ۲۶۰، ۱۳۳، ۱۲۸، ۱۱۳، ۱۱۲، ۸۰

۱۱۳

مسیح موعود کا نام "نوح"

۱۳۳، ۱۱۴

مسیح موعود کا نام "ابراہیم"

۱۳۳

مسیح موعود کا نام "یعقوب"

۱۱۵، ۱۰۳، ۹۹، ۷۹

مسیح موعود کا نام "یوسف"

۱۳۳، ۱۱۶

مسیح موعود کا نام "موسیٰ"

۱۱۶

مسیح موعود کا نام "داؤد"

۱۱۶

مسیح موعود کا نام "سلیمان"

۳۶۰، ۳۱۴، ۱۲۰، ۱۱۸

مسیح موعود کا نام "ذوالقرنین"

۳۶۲

مسیح موعود کا نام "مریم"

مسیح موعود کا نام "عیسیٰ بن مریم" ۲۷۸، ۱۴۱، ۱۳۸، ۱۱۰

۳۳۳، ۳۱۸، ۳۰۴، ۳۰۳، ۳۰۰، ۲۹۰

۴۰۷، ۴۰۵، ۳۶۶، ۳۶۱

۳۶۰، ۱۱۶

مسیح موعود کا نام "احمد"

۲۲۴، ۳۶۰، ۱۱۶، ۸۸

مسیح موعود کا نام "عبدالقادر"

۴۲۷، ۱۴۵، ۱۴۴، ۱۱۶، ۸۳، ۸۱، ۸۰

مسیح موعود کا مقام

۴۲۶، ۳۵۹، ۱۲۴، ۱۲۰

مسیح موعود کے فرائض منصبی

۲۹۸، ۱۱۱، ۶۷، ۶۶، ۵۶، ۷

مسیح موعود کا علم و معرفت

۴۱۴، ۴۱۱، ۳۰۳

لکھرام نے پیشگوئی سن کر بہت شوخی ظاہر کی اور بدگوئی میں حد سے زیادہ بڑھ گیا اس لئے وہ اصلی میعاد سے پہلے اٹھا لیا گیا ۳۶
 لکھرام کی مثال احمد بیگ سے ۱۸۰
 لکھرام کے قتل ہونے کے وقت بھی میرے پھنسانے کی کوشش کی گئی ۸۳

مارٹن کلارک ڈاکٹر پادری

اس نے مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اقدام قتل کا مقدمہ کیا ۳۶۳، ۸۴، ۷۴

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ہزار بار درود اُس نبی معصوم پر جس کے وسیلہ سے ہم اس پاک مذہب میں داخل ہوئے ۲۵
 توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئی ۲۲۸
 ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے اور ہر ایک اسود و احمر کے لئے مبعوث ہوئے تھے ۳۶۵

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشان روحانی حسن لے کر آئے ۲۰۰
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم نبوت ہیں ۱۱۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ کے بعد دروازہ مکالمات و مخاطبات الہیہ کا بند ہے ۳۵۳
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور کامل اتباع انسان کو مکالمات الہیہ سے شرف کر دیتی ہے ۳۵۴

ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اُس کی اُمت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے ۳۵۵

خاتم الانبیاء کے یہ معنی ہیں کہ براہِ راست خدا تعالیٰ سے فیض و جی پانا بند ہے اور یہ نعمت بغیر اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو ملنا محال اور ممنوع ہے ۳۵۳

کرشن علیہ السلام

ہندوؤں میں ایک نبی گزر رہے جس کا نام کرشن تھا ۱۷۷
 کرشن اور داؤد علیہ السلام کی باہمی مشابہت ۱۱۷
 مسیح موعود میں کرشن کی صفات ۱۷۷

کرم دین

اس نے تاق بے موجب حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر فوجداری مقدمے کئے ۷۵
 اس مقدمہ میں ایک ہندو مجسٹریٹ کا ارادہ تھا کہ قید کی سزا دے مگر خدا تعالیٰ نے کسی نبی سامان سے اس کے دل کو اس ارادہ سے روک دیا ۸۴، ۹۹

کرم دین کے مقدمہ میں مولویوں نے دروغ مصلحت آمیز کے جواز کا فتویٰ دیا تھا ۲۷۴

کور

یروشلیم کا راہب جس کی جائداد میں سے ایک عبرانی خط بھی ملا جو پطرس کا لکھا ہوا ہے ۳۴۴

ل-م

لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ شاعر اسلامی

اس نے نصر ف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا بلکہ زمانہ ترقیات اسلام کا بھی خوب دیکھا اور ۴۱ ہجری میں ایک سو ستاون برس کی عمر پر کفوت ہوا ۱۶۳
 حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام عفت الدیار ۱۸۵

محفلہ و مقامہا لبید کا مصرع ہے اس سے کیوں تجب کرنا چاہئے کہ لبید جیسے صحابی بزرگوار کے کلام سے خدا کے کلام کا تورا درہو جائے ۱۶۲

لکھرام

لکھرام کے قتل کا واقعہ اسلام اور آریہ مذہب میں ایک امتیازی نشان تھا ۴۶

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنونیوں کے سردار ہیں۔ آپ پر	اسلام کے خاتم الانبیاء کا نام احمد اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
بھی پیرانہ سالی کے علامات ظاہر ہو گئے تھے	۳۱۵ ہے
۳۹۵ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو بعض صحابہ کا	قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت
یہ بھی خیال تھا کہ آپ فوت نہیں ہوئے اور پھر دنیا میں	صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہے
۲۸۴ واپس آئیں گے	۳۰۰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں ۲۰۰، ۲۰۵، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ	جب یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول
عنہم کو آپ کی وفات سے سخت صدمہ گزارا تھا	نہ کیا اور تعصب اور کینہ سے باز نہ آئے تو خدا نے
۳۷۵ اگر کوئی انسان آسمان کی طرف پرواز کر سکتا ہے تو اس بات	۳۱۵ اُن کے دلوں پر مہریں لگا دیں
کیلئے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لائق تھے	حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ مطہرک
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری کامیابی کے ساتھ	من الذین کفروا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
۲۹۲ انتقال ہوا	۳۲۸ ظہور سے پورا ہو گیا
جس نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان کو وقف کر دیا وہ	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت باوجود
شہید ہو چکا۔ پس اس صورت میں ہمارے نبی صلی اللہ	اس کے کہ کفار عین غار ثور کے سر پر پہنچ گئے تھے پھر
۳۹۰ علیہ وسلم اول الشہداء ہیں	۳۵۰ اُن کی آنکھوں سے پوشیدہ رہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت	آپ کی صداقت کی دلیل کہ امی ہونے کے باوجود قرآن
۲۸۵ حسان بن ثابت کے اشعار	۲۲۹ جیسی معارف اور علوم سے پُر کتاب لائے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صدہا	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اس کے تمام
۲۸۶ جاہل عرب مرتد ہو گئے تھے	۲۶۲ احکام کی تکمیل ہوئی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک جو لوگ سچے دل	آپ کا طریق ادب ربوبیت کو ملحوظ رکھ کر فتح کی بشارت ہونے
۳۵۸ سے ایمان لائے تھے وہ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ نہ تھے	کے باوجود بدر کے میدان میں گریہ و زاری سے دعا کرنا
یہ بات عقل سلیم قبول نہیں کر سکتی کہ ایک مفتری کو ایک ایسی	۲۷۱ جو دنیا میں افضل الرسل اور خاتم الرسل گزرا ہے اس کے
لمبی مہلت دی جائے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے	منہ سے بھی یہی نکلا رہنا اغفر لنا ذنوبنا
۲۹۳ زمانہ بعثت سے بھی زیادہ ہو	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی
اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید الرسل کو کافروں	کم مائیگی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں
اور مشرکوں کے منصوبوں سے بچا کر فتح کامل عطا فرمائی	۲۷۱ ما عبدناک حق عبادتک
۲۹۸ مسیح موعود کی آمد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات
۳۳۳ جو حدیث میں تھا پورا ہو گیا	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن مردہ روحوں میں دیکھا
	جو اس جہان سے گذر چکی ہیں
	۲۸۳

محمد اکرام اللہ

انہوں نے روزنامہ پیسہ اخبار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زلزلوں سے متعلق پیشگوئیوں پر اپنی ناتجہی کی بناء پر کچھ اعتراضات کئے تھے حضور نے ضمیمہ براہین میں ان کا جواب دیا ہے ۱۵۳

محمد حسین بٹالوی ابوسعید مولوی

اپنے رسالہ میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ حضور اس زمانہ میں دین کی حمایت میں منفرد ہیں ۳۳۵ ح

اس نے مولوی نذیر حسین سے حضور کے خلاف فتویٰ تکفیر

دلوایا اور اسے سارے ہندوستان میں شائع کیا ۸۵

محمد حسین ابولہب ہے کیونکہ استفتاء لکھ کر اس نے دراصل

آگ کو بھڑکایا ہے ۸۴ ح

حضور کے خلاف پادری ڈاکٹر مارٹن کلارک کے مشہور

مقدمہ قتل میں مستغیث کی طرف سے گواہ بنا ۳۶۳

مولوی محمد حسین کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نصائح ۲۹۲

محمد عبدالواحد سید

مسئلہ وفات مسیح پر حضور نے ضمیمہ براہین احمدیہ میں آپ کے بعض شبہات کا ازالہ فرمایا ہے ۲۳۶ تا ۲۷۰

حجی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

انہوں نے اپنی آخری کتاب میں لکھا ہے کہ عیسیٰ تو آئے گا مگر بروزی طور یعنی کوئی اور شخص اس امت کا عیسیٰ کی صفت

پر آئے گا ۲۹۱

مریم علیہا السلام

سورہ تحریم میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے

مشابہت دی گئی ہے ۱۱۰

جب مریم میں روح پھونکی گئی تھی تو اس کے یہی معنی تھے کہ

اس کو حمل ہو گیا تھا جس حمل سے عیسیٰ پیدا ہوا ۱۱۰

خدا نے ایک روحانی مشابہت کے لحاظ سے میرا نام مریم

رکھا ۳۶۲، ۱۱۰

اس امت سے کوئی فرد اول مریم کے درجہ پر ہوگا اور پھر اس

مریم میں نفع روح کیا جائے گا ۱۱۰

ملا کی نبی

صحیفہ ملا کی میں لکھا ہے کہ یہودیوں کا مسیح موعود نہیں آئے گا

جب تک کہ الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آسمان سے نازل ہو کر

نہ آئے ۲۸۷

موسیٰ علیہ السلام

آپ کی والدہ کو الہام ۱۲۵

موسیٰ بڑا حلیم تھا، ہمیشہ صبر کرتا تھا اور بنی اسرائیل کا شفیق تھا ۱۱۶

خدا تعالیٰ کے حضور اعتراف گناہ ۲۶۹ ح

حضرت موسیٰ کو کرشمہ قدرت دکھلانے کے لئے پہاڑ پھٹا

تھا تو اس وقت بھی زلزلہ آیا تھا ۲۶۶

مثیل موسیٰ کے متعلق یہود اور عیسائیوں کا اعتقاد ۲۴۹

مسیح موعود کا نام موسیٰ بھی رکھا گیا ۱۶۶

نذیر حسین دہلوی مولوی

مولوی محمد حسین بٹالوی کے استفتاء پر انہوں نے حضور کے

خلاف فتویٰ کفر دیا ۸۵

ن-و-ہ-ی

نوح علیہ السلام

خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کا نام نوح بھی رکھا ہے ۱۱۳

خدا نے نوح کے زمانہ میں ظالموں کو قریباً ایک ہزار سال

مہلت دی ۱۱۳

ولی اللہ شاہ محدث دہلوی

انہوں نے متوفیک کے معنی ممیتک کے لئے ہیں ۲۹۶

<p>یوز آسف کی کتاب میں صریح لکھا ہے کہ اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے انجیل اتری تھی ۴۰۴</p> <p>محلہ خان یا کشمیر میں یوز آسف یا شہزادہ نبی کی قبر حضرت عیسیٰ کی قبر ہے ۴۰۳</p> <p>یوسف علیہ السلام</p> <p>یوسف بھی شریرو لوگوں کی بدگمانیوں سے نہیں بچ سکا ۱۰۱</p> <p>یوسف پر لیخا کے لگائے ہوئے الزامات سے بریت ۹۸</p> <p>مسیح موعود کا نام بھی یوسف رکھا گیا ۱۱۵</p> <p>آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے ۱۳۱</p> <p>گو کہود یوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار</p> <p>یونس علیہ السلام</p> <p>یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ و دعا سے ان پر عذاب کی قطع پیٹھگوئی بھی ٹل گئی ۳۷۰، ۱۸۰</p>	<p>ہامان</p> <p>ہامان کا لفظ ہیمنان کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کے معنی ہیں جو کسی وادی میں اکیلا سرگردان پھرے ۲۸۲ ح</p> <p>یحییٰ</p> <p>جس طرح خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا اسی طرح خدا نے یحییٰ کا نام الیاس رکھ دیا تھا ۲۹۰</p> <p>حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰ کی بعثت کو الیاس کا دوبارہ دنیا میں آسمان سے نازل ہونا قرار دیا ۲۸۶</p> <p>الیاس نبی کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ظہور سے پوری ہو گئی ۲۵۳ ح</p> <p>یشوعا</p> <p>یہود کہتے ہیں کہ مثیل موسیٰ یشوعا نبی تھا جو موسیٰ کے فوت ہونے کے بعد اس کا جانشین ہوا ۲۵۹</p> <p>یوز آسف</p> <p>یہ لفظ یسوع آسف کا بگڑا ہوا ہے۔ آسف عبرانی زبان میں اس شخص کو کہتے ہیں جو قوم کو تلاش کرنے والا ہو ۲۰۴</p>
---	---



مقامات

ا-ب-پ

افغانستان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے بچ کر پوشیدہ طور پر ایران اور افغانستان کا سفر کرتے ہوئے کشمیر پہنچے

ح ۲۶۲

امریکہ

امریکہ کے احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں یورپ اور امریکہ کے لوگ ہمارے سلسلہ میں داخل ہونے تیار کر رہے ہیں اور اس سلسلہ کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

۱۰۷

امریکہ کے عیسائیوں میں ایک بڑا گروہ احمدیت میں داخل ہوگا

۱۰۵

ایران

حضرت عیسیٰ صلیب سے بچ کر پوشیدہ طور پر ایران اور افغانستان کے راستے کشمیر پہنچے

ح ۲۶۲

خدا تعالیٰ مجھے باپ کے لحاظ سے فارسی الاصل اور ماں کے لحاظ سے فاطمی ٹھہراتا ہے

۳۶۴

بدر

غزوہ بدر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گریہ و زاری پر ہمن بڑیہ شلع پیر ملک بنگال

۲۵۵

یہاں کے قاضی اور مدرس مولوی سید محمد عبدالواحد کے بعض شبہات اور ان کے جواب

۳۴۲

پنجاب

پنجاب کی تاریخ کی شہادت کہ مسیح موعود کی پیشگوئی کے مطابق آنے والا زلزلہ فوق العادت تھا

۱۵۴

سولہ سو برس تک پنجاب میں اس زلزلہ کی نظیر نہیں

۱۶۱، ۱۵۶

ح-خ

حدیبیہ

حدیبیہ کا سفر پیشگوئی کے سمجھنے میں غلطی کی بنا پر تھا

۲۵۰

خیبر

خیبر پر فتح پانے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خوبت خیبر خیبر خراب ہو گیا

۱۷۱

د-ر

دھرم سالہ

دھرم سالہ اور کانگڑہ کے مندر جو ابہام عفت الدیار کے مطابق زلزلہ سے تباہ ہوئے

ح ۱۵۷

رجام

نجرا کا ایک شہر جس کا ذکر لیبدر رضی اللہ عنہ کے قصیدہ میں ہے

۲۴۵

س-ش

سری نگر

سری نگر محلہ خان یار میں حضرت عیسیٰ کی قبر ہے

ح ۲۶۲

سہارن پور

سہارن پور کے نواح میں مولوی رشید احمد گنگوہی کے مرید ان کے رسالہ کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

۳۷۱، ۳۱۰

شام

عبرانی زبان میں ملک شام کو اشیر کہتے ہیں اس ملک میں ہمیشہ سے زلزلے آیا کرتے ہیں

۴۰۲

۱۵۴

غ-ق-ک

غول

نجرا کا ایک شہر جس کا ذکر لیبدر رضی اللہ عنہ کے قصیدہ میں ہے

۲۴۵

ل-م-ن-ہ-ی

لاہور

لاہور کا نو لکھنور پریس۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا
اشتبہا رشیخ ہوا

۲۷۶

مدراں

مدراں میں تھو ما حواری کا آنا اور ان کی قبر پر ہر سال
عیسائیوں کا اجتماع ہوتا

۲۸۱

منی

منی دو ہیں ایک منی مکہ اور ایک منی نجد میں ہے

۲۴۵

ہجر (عرب کا ایک قصبہ)

ایک روایا کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ
یمامہ یا ہجر کی طرف ہجرت ہوگی

۱۶۹

یمامہ

ایک روایا کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ
یمامہ کی طرف ہجرت ہوگی

۱۶۹

یورپ

احمر سے مراد اہل یورپ ہیں

۳۶۵

یورپ اور امریکہ کے لوگ ہمارے سلسلہ میں داخل ہونے کی

۱۰۷

تیار کر رہے ہیں

یورپ کے عیسائیوں میں سے ایک گروہ احمدیت میں شامل
ہوگا

۱۰۵

۔ آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
سورۃ کہف کی پیشگوئی کہ مسیح موعود مغربی ممالک

۱۳۱

(یورپ و امریکہ) کی اصلاح کے لئے کربان دھے گا

۱۲۰

قادیان

لوگ ارادت اور اعتقاد سے قادیان میں آئیں گے اور

جن رہوں سے آئیں گے وہ سڑکیں ٹوٹ جائیں گی

۷۳

بہت سے لوگ اپنے اپنے وطنوں سے تیرے پاس

۷۳

قادیان میں ہجرت کر کے آئیں گے

۷۵

اب تک کئی لاکھ انسان قادیان میں آچکے ہیں

خدا نے اس دیرانہ یعنی قادیان کو مجمع البحار بنایا کہ

۹۵

ہر ایک ملک کے لوگ یہاں آ کر جمع ہوتے ہیں

کابل

خدا جانتا ہے (دو شہداء کی) ان موتوں سے اس ملک

۸۵

کابل میں کیا کیا بہتری پیدا ہوگی

سرزمین کابل تخت دلی اور بے مہری اور تکر اور نخوت

ح ۳۲۹

میں مشہور ہے

کاغڑہ

کاغڑہ میں ہندوؤں کا مندر جو زلزلہ سے تباہ ہو گیا دو ہزار سال

ح ۱۵۷، ح ۱۶۵

پرانا تھا

کشمیر

یہ لفظ دراصل عبرانی ہے جو کہ اور اشیر کے لفظ سے مرکب

ہے۔ اشیر عبرانی زبان میں شام کے ملک کو کہتے ہیں

۴۰۲

یعنی شام کے ملک کی طرح

کشمیر زبان میں یہ اب تک کشمیر ہی بولا اور لکھا جاتا ہے

۴۰۳

حضرت عیسیٰ صلیب سے بچ کر ایران و افغانستان کا سیر کرتے

ہوئے کشمیر میں پہنچے اور ایک لمبی عمر وہاں بسر کی۔ آخر وفات

۲۶۲

ہو کر سری نگر محلہ خانیاں میں مدفون ہوئے

کشمیر کے ملک میں بہت سی چیزوں کے نام ابھی تک عبرانی

۴۰۳

میں پائے جاتے ہیں

سلیمان نبی کے نام سے ایک پہاڑ کشمیر میں موجود ہے

۴۰۳

کتابیات

۵	انجیل میں فارقلیط کے آنے کی پیشگوئی انجیل میں حضرت مسیح کے معجزہ مانگنے پر حضرت مسیح کا یہود کو	ازالہ اوہام (تصنیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام)	ازالہ اوہام میں حضور نے تحریر فرمایا کہ زلزله کی پیشگوئی
۴۳	جواب		قابل وقعت چیز نہیں بلکہ مہمل اور ناقابل التفات ہے
۳۳۳	صلیب کے موقع پر حضرت مسیح کی دعا		اور پھر زلزلوں کی پیشگوئیاں کی ہیں اس سوال کا جواب
	بخاری صحیح		
	صحیح بخاری میں بھی جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب کہلاتی ہے	اشاعت السنہ	
ح ۳۷۸	توفی کے معنی مارنا ہی لکھے ہیں		مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کا رسالہ جس میں انہوں نے
	صحیح بخاری میں صاف لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے معراج		برائین احمدیہ پر انتہائی عظیم الشان تحریفی ریویو لکھا
۲۸۳	کی رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ روحوں میں دیکھا	انجیل	
	صحیح بخاری او مسلم میں ہے کہ آنے والا مسیح اسی امت میں		انجیل کا دعویٰ کامل اور جامع تعلیم کا نہیں
۱۱۰،۱۰۹	سے ہوگا		قرآن شریف کی اخلاقی تعلیم تمام دنیا کے لئے ہے مگر انجیل
	بخاری باب الحجرة کی حدیث ذہب و ہلی سے		کی اخلاقی تعلیم صرف یہود کے لئے ہے
۱۶۸	اجتہادی غلطی کا استنباط		خزیر خوری اور تین خدا بنانے کا حکم اب تک انجیلوں
	برائین احمدیہ (پہلے چار حصے)		میں نہیں پایا جاتا
	(تصنیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام)		
	امر تشر کے پادری رجب علی کے پریس میں چھپی۔ حضور خود		اعمال باب ۵ آیت ۳۰ کا ترجمہ اردو انجیلوں میں بدلا
	اکیلے پروف پڑھتے اور طباعت کے لئے امر تشر تشریف		گیا ہے
۸۰	لے جاتے		انجیل میں موجود حضرت عیسیٰ کی دعا سے ظاہر کرتی ہے کہ
	برائین احمدیہ حصہ پنجم (تصنیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام)		اللہ تعالیٰ نے انہیں صلیب پر مرنے سے بچالیا
	پہلے حصوں سے تقریباً تینس برس مکمل ہونے پر اس کی		انجیل میں بھی مسیح کی ہجرت کی طرف اشارہ ہے
۳	اشاعت ہوئی		انجیل میں زلزلوں اور زلزلوں کے متعلق پیشگوئیوں میں
	اس التوا میں ایک یہ حکمت تھی کہ تا وہ تمام امور ظاہر ہو جائیں		وقت اور زمانہ کی کوئی تعیین نہیں
	جن کی نسبت برائین احمدیہ کے پہلے حصوں میں پیشگوئیاں		انجیل میں موجود بہت سی پیشگوئیاں جو پوری نہیں ہوئیں
۸	ہیں		موجودہ انجیل سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت بھی
	ممکن نہ تھا کہ بغیر ظہور ان امور کے جو حصہ سابقہ کے بطور		ثابت نہیں ہوتی
	شرح کے تھے پنجم حصہ لکھا جاتا کیونکہ وہی امور تو پنجم حصہ		یوز آسف کی کتاب میں صریح لکھا ہے کہ اس پر خدا تعالیٰ کی
۴۱۱	کے لئے نفس مضمون تھے		طرف سے انجیل اتری تھی

دوسرا سب اس التوا کا یہ تھا کہ تا ان لوگوں کے دلی خیالات

- ظاہر ہو جائیں جو بدگمانی کے مرض میں مبتلا تھے ۹
اس میں دو قسم کے دلائل اسلام کی حقانیت کے لکھے گئے
ہیں (تعلیم کا اہل و جامع ہونا اور زندہ برکات و معجزات) ۷
کتاب کا ایک نام ’نصرة الحق‘ اور اس کی وجہ تسمیہ ۸
پچاس سے پانچ پراکتفاء کی وجہ ۹

بوستان

- بوستان سے ایک منظوم مثال کہ زبان بعض دفعہ پوشیدہ
نادانی پر سب کو مطلع کر دیتی ہے ۱۸۲

پیشہ (اخبار)

- اس کے ایک پرچہ میں حضور کی زلزلہ کی پیشگوئیوں پر
اعتراضات ۱۵۳
زلزلہ پنجاب کی پیشگوئی کا اس اخبار میں شائع ہونا ۱۶۴
اخبار میں مولوی محمد حسین بٹالوی کے بعض اعتراضات ۲۶۴

تاج العروس

- عربی زبان کی مشہور لغت جس میں توفی کے معنی موت
لکھے ہیں ۳۷۷

تذکرۃ المعاد و مصنف قاضی ثناء اللہ پانی پتی

- اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ
ابدال از شام و عصاب از عراق آمدہ باوے بیعت کنند ۳۵۶
تفسیر ثنائی (مرتبہ مولوی ثناء اللہ پانی پتی)

- تفسیر ثنائی میں آیت ’ان من اهل الكتاب‘ کی تفسیر میں
مسح موعود علیہ السلام کی تفسیر کی تصدیق ۴۱۰

تفسیر فتح البیان از نواب صدیق حسن خان

- رفعنا مکانا علیا کے متعلق لکھا ہے کہ اس مراد رفع روحانی
ہے جو موت کے بعد ہوتا ہے ۲۹۶

تفسیر کبیر (فخر الدین رازی)

- صاحب تفسیر کبیر نے لکھا ہے کہ انسان اور الہی کلام کے توارد
سے قرآن شریف کے اعجاز پر کوئی قدر و انداز نہیں ہوتا ۱۶۳
تفسیر الکشاف (علامہ زختری)
علامہ زختری نے متوفیک کے معنی مہینتک حتف
انفک لکھے ہیں ۳۷۷، ۳۷۷، ۳۶۲

توریت

- توریت کامل نہیں ۴
یہودیوں کے ہاتھ میں جو عبرانی توریت ہے وہ بہ نسبت
عیسائیوں کے تراجم کے صحیح ہے ۳۵۹ ح
توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پیشگوئی
۴۰۵، ۲۳۸

- توریت میں بخت نصر اور طیطوس رومی کی نسبت جو پیشگوئی تھی
اس کا زمانہ معین نہیں بتلایا گیا ۲۵۱
توریت میں یہ صاف حکم تھا کہ جو شخص بذریعہ صلیب مارا جائے
وہ لعنتی ہوتا ہے ۷۵

- توریت کی رو سے یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر نبوت کا دعویٰ
کرنے والا مقتول ہو جائے تو وہ مفتری ہوتا ہے اور اگر وہ
صلیب دیا جائے تو وہ لعنتی ہوتا ہے ۳۴۵

تولید و تیشوع

- عبرانی زبان میں علماء یہودی کی انیس سو سال قبل کی ایک تصنیف
جس میں یہ ذکر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے سنگسار کر کے مار
ڈالا گیا اور بعد میں کاٹھ پر لٹکایا گیا ۳۳۸

- جیوش انسائیکلو پیڈیا ۳۳۲ ح

الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی و المسح

- مولوی رشید احمد گنگوہی کی تصنیف جو انہوں نے حضرت
مسح موعود علیہ السلام کی تکذیب میں لکھی اور حضور نے
اس کے شبہات کا جواب دیا ۳۷۱، ۴۱۰

<p>ماڈرن تھٹ اینڈ کرسچن بیلیف (Modern Thought and Christian Belief) اس میں ذکر ہے کہ قدیم محققین کا یہ مذہب تھا کہ یسوع نے صلیب پر جان نہیں دی ۳۳۳ مسلم صحیح مسلم صحیح بخاری کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ آنے والا مسیح اسی امت میں سے ہوگا ۲۸۳، ۳۶۰ مسلم میں آنے والے عیسیٰ کا نام نبی رکھا گیا ہے ۳۶۰ یرمیاہ یرمیاہ ۳۸/۱ عہد نامہ قدیم میں ماضی کا استعمال مضارع کے معنوں میں ح ۱۷۰ یسعیاہ (یسعیاہ ۲۱/۵ عہد نامہ قدیم میں) ماضی کا استعمال مضارع کے معنوں میں ح ۱۷۰</p>	<p>رسالہ آمین (فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام) مطبوعہ ۱۹۰۱ء جس میں زلزلہ کی پیشگوئی بھی ہے ۱۶۶، ۱۶۵ ریویو آف ریپبلچنز (رسالہ) فلاڈیلفیا امریکہ کے ڈاکٹر اے جارج بیکرنے ریویو میں حضور علیہ السلام کا نام اور تذکرہ پڑھ کر لکھا کہ مجھے آپ کے خیالات سے بالکل اتفاق ہے ۱۰۶ سبعہ معلقہ سبعہ معلقہ کا چوتھا قصیدہ لبید بن ربیعہ العامری کا ہے۔ اسی کا ایک مصرع مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا ۱۶۲ سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور کا انگریزی اخبار جس میں زلزلہ کا نگرہ کے متعلق محققین طبقات الارض کے مضامین شائع ہوئے کہ گزشتہ سولہ سوسال میں پنجاب میں ایسا زلزلہ نہیں آیا ح ۱۶۵، ۱۶۱ طالمود یہودی حدیث کی کتاب ح ۳۲۲</p>
---	---

